مہیج الاحزان

علامہ حسن بن محمد علی یزدی



ولی العصر ٹرسٹ

مہیج الاحزان

تالیف

آقائی حسن بن محمد علی یزدی

مترجم

مولانا سید ظل حسنین زیدی سرسوی

پیش کش :— سید محمد شبر عباس

ولی العصر ٹرسٹ
رتہ متہ ضلع جھنگ

نام کتاب ——— مہیج الاحزان
نام مؤلف ——— آقائی حسن بن محمد علی یزدی
نام مترجم ——— مولانا سید ظل حسین زیدی سرسوی
سال طباعت ——— ۱۹۹۱ء مطابق ۱۴۱۱ھ
تعداد ——— ۱۰۰۰
کتابت ——— حضرت کیلیانوالہ
مطبع ———
ہدیہ ———
ناشر ———

ولی العصر، رتہ متہ ضلع جھنگ

اسٹاکسٹ

۱۔ ۹ع شیر شاہ بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔ پوسٹ کوڈ ۵۴۶۰۰
۲۔ افتخار بک ڈپو۔ مین بازار اسلام پور لاہور

فہرست مضامین

انتساب

میں اس کتاب کو مظلومہ
کربلا شریکۃ الحسینؑ حضرت
زینب کبریٰؑ کی خدمت میں پیش
کرتا ہوں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرض ناشر

خدائے تعالٰے کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہمارا ادارہ "ولی العصر" ٹرسٹ ضلع جھنگ بعون ائمہؑ طاہرین تھوڑے سے عرصہ میں متعدد عظیم الشان کتب فارسی کو اردو زبان میں ہدیۂ قوم کر چکا ہے۔ اب ایک قدیم ترین کتاب "مہیج الاحزان" مولفہ حضرت علامہ حسن بن محمد علی یزدی اعلی اللہ مقامہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے یہ کتاب زبان فارسی کی ہے مقتل کربلا اور واقعات مصائب پر یہ ایک مستند و عظیم کتاب ہے

کتاب مہیج الاحزان علامہ مرحوم نے ۱۲۴۷ھ میں مکمل کی تھی۔ اب پہلی مرتبہ اردو زبان میں پیش کی جا رہی ہے۔ جو واعظین و ذاکرین کے لیے بیش بہا تحفہ ہے

خداوند عالم ہماری خدمات کو قبول فرمائے۔ اور ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم اپنے ادارہ کی جانب سے مزید کتب ہدیہ کر سکیں۔ اور بوسیلہ چہاردہ معصومین علیہ سلام میرے والدین اور دوسرے مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔

خاک پائے اہلبیت

محمد شبر عباس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

الحمد للہ المتفرّد بالقدم والبقاء المتوحد بالعظمة والکبریاء الحاکم بما یریدُ والفاعِلُ لِمَا یشَاءُ مُوَکل البلاء لك انبیاء ثُمّ بالاولیاء ثُمّ بالمثل فالمثل فی درجآ المحبّة والولاء رافع الدرجات السعدا والشّھداء ومعوّضھم عن الحیوٰة القلیلة الفانیه والنعمتھا الدنیه حیواة دائماً ونعیماً باقیا بلافناء فقال وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَاءٌ والصّلوٰة والسّلام علیٰ اشرف اھل الابتلاء وَافضلِ سُکّان الارض والسّمَاءِ محمّد سیّد الانبیاء وخاتم الاولیاء وَعلیٰ اھل بیتہ الَّذِیْنَ جلّت مناقبھم عن العدء وعلّت مراتبھم من اَنْ یُقاس بِھا من اخذ ملوكِ الدّارین وَرؤسناء العالمین المبعوثین لقیام القسط فی ابتداء الوجود الیٰ یوم الجزاء ولعنة اللہ علیٰ اَعدَائِھِم لعنةً متّصلاً مادامتِ الارض والسّمَاءِ وَبَعْدُ۔

جناب علامہ حسن ابن محمد علی یزدی الحائری (اعلی اللہ مقامہ) اس کتاب مستطاب کے مقدمہ میں اس طرح رقم طراز ہیں کہ بحمد اللہ مجھے توسل ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین حاصل ہے کہ جو عروۃ الوثقیٰ اور حبل المتین ہیں خدا رسی کا ذریعہ برحق ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی برحق ہیں اور وسیلۂ عظیم سوے خدا سے برتر ہیں۔ اگر کوئی شخص ائمہ معصومین کو جو عترت پیغمبرؐ خدا ہیں وسیلہ قرار

دیتا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ ان سے مودّت رکھے۔ اور اطاعت و بندگی میں ان کی مودّت کا اظہار لازمی ہے۔ کیونکہ اجر رسالت اگر ادا نہ کیا تو پھر عبادت کی قبولیت کا حکم مشکل ہے۔ بس ان کے ارشادات اور ان کے آثار کی حفاظت کرنا ایمان میں داخل ہے۔ بنا بریں جمیع علماء کرام نے ہر زمانہ میں اور ہر شہر میں تصنیف و تالیف کے ذریعہ ائمہ اہلبیتؑ کے حالات جو کہ شعائر اللہ ہیں قوم و ملت تک پہنچائے ہیں۔ اور واقعات کربلا با انداز صحت قلمبند کیے ہیں اور خصوصاً چونکہ بعض مخالفین عزاداری امام حسین علیہ السلام پر ایراد و اعتراض کرتے ہیں اور ایسی ہی کتب و اشتہار شائع کرتے ہیں جس سے شعائر اسلامی کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور ان کے محو ہونے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔ بس ضروری ہوا کہ اخبار معتبرہ اور احادیث ماثورہ پر کوئی جامع کتاب مرتب و مدون کی جائے اور کاذبوں کی زبان بندی کی جائے۔ چنانچہ ہم نے احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس کام کو شروع کیا۔ حالانکہ ہمارے حالات سازگار نہ تھے۔ اور اپنے دور میں ہماری ملکی حالت بھی دگرگوں تھی مگر بفضلہ تعالے اور بعون پنجتن پاکؑ حالات بدلے اور صدمات سے ہمیں نجات ملی کتاب پیش نظر تدوین کی طرف توجہ دی۔ آخر کار کامیابی دست بوس ہوئی اور آستانۂ حرمین، حسینؑ و عباسؑ علمدار میں ہماری دعائیں رنگ لائیں اور یہ کتاب اگرچہ بمنزلۂ مشکِ خشکیدہ ہے۔

لیکن نفع بخش ضرور ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ناظرین کتاب اگر کسی قسم کی لغزش و کوتاہی پائیں گے تو بقلم صحت، اصلاح فرما کر مطلع فرمائیں گے۔ ہم ان کے ممنون و متشکر ہوں گے۔

ہم نے اس کتاب عزا انتساب کا نام "مہیج الاحزان" قرار دیا ہے یہ کتاب

مشہد الحسینی سے مربوط ہے۔ لیکن اس میں بعد ذکر آداب یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔
کہ عزادار کی پہچان اور اس کی ہیئت ظاہری یہ ہے کہ سر کھلا ہو اور بند گریبان چاک
ہو۔ برہنہ پاء ہو۔ اور اس صورت عزاء کو بعض علماء اعلام نے مستحب قرار دیا
ہے۔ اور اس ہیئت وصورت غم کے ساتھ داخل روضہ مبارکہ ہونا ضروری ہے
اور یہی آداب عزا بھی ہیں۔ جن کو مجلس عزا اور امام بارگاہ میں بوقت حاضری مدنظر رکھنا
لازمی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ
مَا اخْتَضَبَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ وَلَا ادْهَنَتْ وَلَا اكْتَحَلَتْ وَلَا رَجَّلَتْ
حَتّٰی اَتَانَا رَأْسُ عُبَيْدِ اللهِ۔ یعنی کہ ہماری عورتوں نے غم حسینؑ مظلوم کربلا
میں خضاب کرنا۔ بالوں میں تیل ڈالنا۔ آنکھوں میں سرمہ ترک کر دیا تھا۔ یہاں تک
کہ امیر مختارؒ نے ابن زیاد ملعون کا ناپاک سر ہمیں بھیجا اور اس وقت ہمارے گھر سوگ
ختم ہوا۔ سرمہ لگانا ترک کر دیا تھا۔
۔یہاں تک کہ ابن زیاد ملعون کا سر ہمارے پاس پہنچا۔ پھر اہلبیت اطہار نے
سوگواری ختم کی۔
بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ للعادیخ فی دار ھاشمی دُخان
خمس حجج۔ یعنی کہ بنی ہاشم کے گھروں سے پانچ سال تک دھواں نہیں اٹھا
پس ایام عزا میں باورچی خانے صرف قوت لایموت بقدر خوراک کھلنے چاہئیں
یا لباس غیر ضروریہ سے وابستہ ہو ترک کرنا ضروری ہے تاکہ ہم مصیبت
اہلبیت طاہرینؑ میں شریک متصور ہوں۔ جو کہ ہمیں بوجہ دوری زمانہ نصیب نہ ہو
سکی۔ امام بارگاہ اور مجلس عزا کی جگہ کو تعزیتی اظہار کے لیے مناسب صورت کے بعد میں

ایک مقدمہ اور چودہ مجالس پر مشتمل ہے۔ اور مقدمہ کتاب میں دو مطالب ہیں:

مطلب اوّل

و

مطلب دوئم

مطلبِ اول آداب تعزیت کو محیط کیے ہوئے ہے اور اس میں دوسرے امور متعلقہ باعزاداری ہیں تاکہ تعزیہ داران آداب عزاء کو ملحوظ رکھیں اور ایسی چیزوں سے اجتناب کریں کہ جو عزاء امام حسینؑ کے شایان شان نہیں ہیں۔ آداب تعزیت میں پہلی چیز یہ ہے کہ غم امام حسین علیہ السلام میں کس حدتک گریہ و بکا کرنا اور مغموم و محزون رہنا چاہئیے۔

اس کی آگہی حاصل کرنا ہر شیعہ کے لیے ضروری ہے۔ بعض علماء حضرات نے گریہ و بکاہو کو آداب عزا میں شمار کیا ہے۔ اور ہم نے بھی انہی حضرات کی تاسی کی ہے۔ لیکن فی الحقیقت یہ چیزیں مستقلاً نشان عزاداری ہیں۔ اور باآواز بلند گریہ و بکا کرنا ضرورت ہے۔ تاکہ اظہار دعوت عزاعمل میں آئے اگرچہ آنکھ سے آنسو نہ بھی نکلے تب بھی باداز بلند گریہ کرنا مطلوب اداب عزاء ہے۔ لیکن عمداً گریہ ترک کرنا مستحسن امر نہیں ہے۔ بہرکیف غم امام حسینؑ میں رونا مستحب ہے۔ امور عزاداری میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ پاک و پاکیزہ لباس پہنے۔ اس میں پاک ارواح کا گزر ہوتا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ بند قمیص و کرتہ کھلا ہو اس لیے کہ یہ نشان غم ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن سنان کی روایت سے مستفاد ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ روایت آداب زیارت

میں آراستہ کرے کہ عظمت و تقدیس مجلس عزا مخالفین پر واضح ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ منبر اور تخت پوش پر سیاہ چادر ڈالنا ضروری ہے علم اور ضریح مبارک بھی رکھنا نشان عزاء امام حسینؑ ہے پس عزا خانوں کو آراستہ کرنا مستحب ہے۔

سیاہ پوشی، (عمامہ و عبا اور موزے کے علاوہ بغیر از ایام عزا مکروہ ہے۔ لیکن اس میں بھی ایک قسم اظہار عزا انشاء اللہ خالی از اجر نہیں ہے۔ منہ پر طمانچہ مارنا اور خراشیں ڈالنا، سر کے بالوں کو نوچنا (علاوہ ایام عزاء اہلبیت) علماء نے حرام قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علماء کرام کے نظریات کی تائید فرمائی ہے اور مذکورہ امور کو بجالانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ خالد بن سدیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا وَلَا شَیْءَ فِی لَطْمِ الْخُدُوْدِ سِوَی الاستغفار۔ کہ میّت پر اپنے کپڑے پھاڑنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن ادریس کے نزدیک مطلقاً حرام ہے اور دوسرے علماء کے نزدیک۔ اپنے باپ، ماں، اور بھائی کی میت پر ان امور کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان علماء نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اس فعل کو مدنظر رکھا ہے کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی میّت پر اس کا عملی اظہار کیا ہے۔

خالد بن سدیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی خوف نہیں ہے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ میّت پر اپنا گریبان پھاڑے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارون کی میّت پر اپنا گریبان چاک کیا تھا پس مزید فرمایا کہ باپ اپنے اولاد کی میت پر اور شوہر اپنے زوجہ کی میت پر لباس چاک کرے (خصوصاً گریبان) تو کوئی خوف نہیں ہے۔

یہ بھی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت سید الشہداء امام حسینؑ نے مکرّر وصیت فرمائی ہے کہ جب میں قتل ہو جاؤں تو کپڑے چاک نہ کرنا۔ منہ پہ طمانچہ نہ مارنا اور کلمۂ افسوس و ہلاکت سے اجتناب کرنا بلکہ بعض روایات میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ زانو پہ بحالت افسوس ہاتھ مارنا بھی منع وارد ہوا ہے۔ موسیٰ بن بکیر نے حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ وہ جناب فرماتے ہیں۔ کہ مصیبت کے وقت زانوں پر ہاتھ مارنا۔ اس سے اجر ضائع ہو جاتا ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ ان دلائل کو مدنظر رکھا اور عزاء امام حسینؑ میں مذکورہ امور سے پرہیز کرنا محل تامل ہے امام حسینؑ کے غم میں گریبان چاک کرنے کی بہ نسبت دل کا غم زدہ ہونا زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ایسے امور کا مظاہرہ نہ ہو سکے گا کہ جو منافی عزا ہیں۔ اور یہی چیز روح عزاداری ہے۔ (از مترجم مصائب امام حسینؑ میں بالوں کا نوچنا سینہ کوبی اور زانو پر دست افسوس مارنا یہ سب فطری امور ہیں اور محبت کے تقاضوں پر حد عائد نہیں ہو سکتی)

احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد بنی ہاشم نے پوست (کھال) کے لباس پہننے اور موسم گرما و سرما بھی خیال نہیں کیا اور رات دن بے قراری میں گزرا بلکہ ہمیشہ نوحہ و زاری اور گریہ و بکا شعار رہا۔ نہ کھانے کی پرواہ، نہ آرام و استراحت کا خیال۔ حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام طعام وغیرہ کا بندوبست فرماتے اور بنی ہاشم اور چند امام عالیمقام اس قدر روتے تھے کہ آنکھوں کے اشک خشک ہو جاتے تھے کیا مذکورہ امور عزاء کے بارے میں جو کہ افعال فاطمیات ہیں توقع کی جا سکتی ہے کہ انہوں نے منہ پر طمانچے نہ مارے ہوں یا زانو پر ہاتھ مار کر اظہار غم نہ کیا ہو جب کہ محاورۂ عرب میں نوحہ بمعنی

نظام ہے یعنی کہ نوحہ کے معنی ہی اپنے منہ پر طمانچہ مارنے کے ہیں۔ البتہ سر کے بال نوچنا، اور منہ پر خراشیں ڈالنا۔ ان دونوں امور محل اشکال ہیں۔ تیغ اپنی پیشانی پر مارنا۔ یا اپنے بازو کو زخمی کرنا بھی اسی حکم میں ہیں۔ لیکن اعضاء کو زخمی کرنا اور دہن کو قفل لگانا یعنی کوئی کلمہ زبان سے نہ کہنا۔ اور اسی قسم کی اور باتیں جو عوام کا اعمال ہیں۔ یہ مصیبت کا اظہار نہیں ہے۔ دراصل اظہار مصیبت یہ ہے کہ دل غمگین ہو گویا کہ دل نے لباس غم پہنا ہو۔ اور سوزش قلب کا اظہار آنکھوں کے اشکوں سے کیا جائے اور آہ سوزاں سینہ سے نکلے۔ ہاں چونکہ شیطان انسان پر جلد قابو پالیتا ہے۔ اور ہر عمل خیر کو بیک نفس ضائع کر دیتا ہے چنانچہ ارکان اسلام مثل نماز، زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ کو بھی خراب کر دیتا ہے کہ سو مشکل سے اشخاص میں سے ایک دو شخص قواعد شرعیہ ان پر عمل کرتے ہیں اس اعتبار سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جلد تر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے۔

لَا یَبْقیٰ مِنَ الْاِیْمَانِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔

یعنی کہ ایمان میں سے کچھ باقی نہ رہے گا۔ مگر لفظ ایمان یعنی کہ ایمان نام کی حد تک باقی رہے گا۔ اور اسلام میں سے کچھ باقی نہ رہے گا۔ مگر رسم باقی رہ جائے گی۔ روح ایمان و اسلام دونوں ہی جاتی رہیں گی۔ اور اس حدیث کے مطابق ایسا ہی مشاہدہ بھی ہے کہ اکثر شہر دل میں اکثر لوگوں نے اسلام و ایمان میں نصرت سے کام لیا ہے۔ اور اسلام و ایمان کے متحقق فوائد ہیں ان سے محروم ہیں اس ضمن میں یہ بھی مشاہدہ ہے کہ بہت زیادہ مجالس عزا اس میں کہ جن میں لوگوں نے تصرف کر کے ان کی افادیت ختم کر دی ہے۔ اور ان میں معاصی امور شامل کرتے ہیں۔ مثل اس کے کہ اشعار پڑھنے میں غنا کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ ریا کاری شامل ہوتی ہے۔

کتب بیانی افتراء (بہتان) وغیرہ ہوتا ہے اور لوگوں پر نظر رہتی ہے کہ وہ خوش ہوں خواہ خدا خوش ہو یا نہ ہو۔ یہ برائے نام عزاداری ہے۔ اور تعزیت کے علاوہ سب چیزیں داخل ہوتی ہیں اور اسی کو شعائر اسلام کا قائم کرنا تصور کرتے ہیں حالانکہ ایسی صورت میں اسلام کے ضائع ہونے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔ یعنی اس صورت میں اسلام ضائع ہوتا ہے۔ تعظیم شعائر اللہ یہ نہیں ہے کہ غلط اور دروغ چیزیں یا روایات بیان کی جائیں۔ اس طرح اسلام خفیف ہوتا ہے اور اس روش سے علماء اعلام حضرات کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ کہ لوگ بالائے منبر جاتے ہیں اور اپنے آپ کو خصوصی طور پر نائب رسول خدا سمجھتے ہیں اور تمام ایام عزا، محرم سے لے کر صفر تک ایسے لوگ اپنی تجارت چمکاتے ہیں۔ ذاکرین و واعظین حضرات کو واعظ ذکر و اذکار، روضہ خوانی قربۃً الی اللہ کرنی چاہیئے خواہ لوگ کسی ذاکر سے خوش ہوں یا نہ ہوں البتہ خدا اور رسول اور ائمہ کی خوشنودی مدنظر انہیں ضروری ہے۔ اے برادر اگر عام لوگ بوجہ کم علمی ایسا کرتے ہیں تو تجھے خوشنودی خدا کے لیے عزاداری کرنی لازم ہے۔ اگر لوگ دنیا کے لیے عزاداری کرتے ہیں تو تجھے آخرت کے لیے عزاداری کرنی چاہیئے۔ اگر لوگ اس میں معصیت شامل کرتے ہیں تو تجھے اس میں تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جانے پر خوشی نہیں ہوتی۔ کہ ہر ایک شخص مع اپنے اہل وعیال زیارت کے لیے جاتا ہے اور اس کو سبب شہرت بناتا ہے۔ امام عالیمقام نے سر مبارک اپنے زانو پر رکھ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا کہ اگر لوگ بوجہ حصول شہرت زیارت کے لیے جاتے

ہیں تو قربتہً الی اللہ زیارت کے لیے جا اور زیارت کے لیے جانا ترک کر دیا گیا۔ اظہار اندوہ و غم اور اقامۂ عزا ہمہ ایام اور ہمہ وقت مستحب ہے؟ یا مخصوص ایام عزاء کے ساتھ؟ فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی عالم اس پر معترض ہوا ہو۔ لیکن بدلائل یہ ثابت ہے کہ عزاداری ہمہ وقت لازم ہے۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا عمر بھر گریہ و بکا اور بنی ہاشم کے گھروں سے پانچ سال متواتر کھانا پکانے کے لیے دھوئیں کا بلند نہ ہونا حکایت کرتے ہیں کہ اقامۂ عزا ہمہ وقت مستحب ہے

(از مترجم: اگر مخالفین کسی امر مستحب کو مٹانا چاہیں۔ تو اس مستحب کو باقی رکھنا واجب و لازم ہو جاتا ہے۔ اور اس مستحب کی حفاظت کرنا۔ ہر دیندار پر فرض ہو گا کہ اس مستحب کو نہ مٹنے دے عزاداری کی مخالفت ہر دور میں ہوتی رہی ہے اور آج بھی مخالفت جاری ہے۔ پس عزاداری برقرار رکھنا واجب و لازم ہے۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب عقیدہ و عمل اور نجات ملاحظہ فرمائیں)

ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک امام کے وقت میں کوئی نہ کوئی شاعر ضرور رہا ہے کہ جو بحضور امام مرثیہ امام حسینؑ سناتا تھا اور امام عالیمقام اور ان کی بزم میں حاضر ہونے والے سب ہی گریہ کرتے تھے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ ہوتا تھا کہ مجلس عزاء امام حسینؑ منعقد نہ ہوتی ہو اور اہلبیتؑ اور خود امام عالیمقام گریہ نہ فرماتے ہوں۔ بلکہ جو اصحاب موجود ہوتے وہ بھی گریہ فرماتے۔ پس عزاداری ہمہ وقت مستحب ہے اور امام کا عمل بذاتہ مستحب ہے اور ہمارے لیے حجت ہے۔ چنانچہ یونس بن یعقوب روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے فرمایا کہ اے جعفرؑ میرے مال میں سے اس قدر مال برائے

عزاداری وقف کردے۔

تاکہ عزاداران ہمارے در پر تعزیت ادا کریں اور نوحہ و بکا کریں تو ان کے لیے اہتمام کر چنانچہ دس سال تک اہتمام عزا ہوتا رہا۔ شہیدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ مراد تھی کہ لوگوں میں عزاداری امام حسینؑ کی طرف رجحان پیدا کیا جائے۔ اور لوگ ہماری تاسی میں اہتمام عزا مستقل طور پر انجام دیں اس کے انتظامات کے لیے صاحبان حیثیت وقف مالیات کو ذریعہ بنائیں اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اہلبیت اظہار کا یہ طریقہ تھا کہ وہ جائیداد اور مال برائے عزاداری امام حسینؑ وقت کرتے تھے اور اگر دوسرے لوگ جو اہلبیتؑ طاہرین کو اپنا دینی رہبر و پیشوا مانتے ہیں اقتدا کریں۔ اور عزاء امام حسین کا رواج عام ہو۔ پس ہمہ وقت اقامۂ عزا میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

اس امر میں اشکال ہے کہ جب کہ اقامۂ عزا مستحب ہے تو کیا ان ایام میں جو اہلبیتؑ طاہرین کی خوشی و مسرت کے دن ہیں جیسے نویں ربیع الاول، روز عید غدیر، اور اسی نوعیت کی اور دیگر خوشی کی تاریخیں، مثلاً روز مباہلہ عیدین کے دن ۱۷ ربیع الاول، تیرہ رجب وغیرہ وغیرہ یا خصوصاً تیسری شعبان، میں اظہار خوش و مسرت مطلوب ہے آیا ان تاریخوں میں عزاء امام حسینؑ مستحب ہے یا متروک اگر مذکورہ تاریخوں میں خوشی و مسرت ہے تو حزن و ملال بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں متضاد ہیں اور ایک ہی شخص واحد سے ہر دو امور کا بجا لانا بے وجہ ہے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اجتماع امر و نہی کی کوئی نظیر (مثال) نہیں ملتی۔ چونکہ مطلوبیت مسرت تاریخ ہائے مذکورہ میں مخصوص ہے۔ اور مستحب ہے لیکن حضرت سید سجاد علیہ السلام کا ارشاد مبارک یہ ہے کہ

فَاَیّ رِجالاتٍ منکم یُبَشِّرُوْنَ بعد قتله اَمْ عَیْنٌ تَحْبِسُ دَمْعَهَا بِاَنْ

قول حضرت صاحب الامر علیہ السلام ہے کہ (زیارت ناحیۂ مقدسہ) اَنْدُبَنَّکَ صَبَاحًا وَمَسَآءً وَلَاَبْکِیَنَّ لَکَ بَدَلَ الدُّمُوْعِ دَمًا (بلکہ چونکہ آپ کے دشمنوں سے مقاتلہ نہ کر سکا بس صبح و شام بے قراری سے آپ کے غم میں رو دیا کروں گا اور خون کے بدلے آنکھوں سے اشک خونی برساؤں گا) اور وقت شہادت امام مظلوم منادی کہ جو آسمان سے کی گئی۔ کہ

اَلْیَوْمَ نَزَلَ الْبَلَاءُ عَلٰی هٰذِهِ الاُمَّةِ فَلَا یَرَوْنَ فَرَحًا حَتّٰی یَقُوْمَ قَائِمُکُمْ وَیَشْفِیْ صُدُوْرَکُمْ اِلٰی اٰخِرِ ذٰلِکَ یعنی کہ اس امت پر بلا نازل ہو گی اور یہ لوگ کبھی فرحت و سرور نہ دیکھیں گے یہاں تک کہ قائم کا ظہور ہو۔ اور سینوں کو ٹھنڈک حاصل ہو۔ پس یہیں سے ثابت ہوتا ہے خوشی و مسرت بے جا ہے۔ بلکہ ان کی خوشی مسرت میں بھی عزاء امام حسینؑ کو فوقیت حاصل ہے۔ یہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّ یَوْمَ الطَّفِّ یَوْمًا کَانَ لِلدِّیْنِ عَصِیْبًا لَمْ یَدَعْ لِلْقَلْبِ مِنِّیْ لِلْمُسَرَّاتِ نَصِیْبًا لَعَنَ اللّٰهُ رِجَالًا اَتْرَعُوا الدُّنْیَا غُصُوْبًا سَالَمُوْا عَجْزًا فَلَمَّا قَدَرُوْا شَنُّوا الْحُرُوْبَا طَلَبُوْا اَوْتَادَ بَدْرٍ عِنْدَنَا ظُلْمًا وَّجَوْرًا۔

یعنی کہ جس روز کربلا میں مصیبت واقع ہوئی یعنی کہ حضرت امام حسینؑ شہید ہو گئے تو وہ مصیبت دین محمدیؐ پر شدید ترین مصیبت تھی۔ اور ایسی مصیبت کہ جس کے بعد اہلبیتؑ کے دلوں کے کو خوشی نصیب نہ ہوتی۔ (یعنی کہ اہلبیتؑ اور شیعوں کے لیے خوشی نہ تھی) اور ان دنوں میں غم میں خوشی داخل کر دی کیونکہ ان ظالموں

کو بظاہر فتح ہوئی تھی لیکن ہمارے کربلا سے پہلے دور میں یہ ہی لوگ عاجز و پس ماندہ تھے لیکن اب جب کہ انہیں قدرت و طاقت حاصل ہوئی تو شکر بلال و ہلال سے نام پنجتن پاک مٹانے لگے اور ہم سے کافروں کا خون طلب کرنے لگے ان لوگوں کا خون کہ جو بدر و احد میں کافر مارے گئے تھے۔ پس ہمیں اہلبیت کی خوشی کے موقع پر بھی غم حسینؑ کو فوقیت دینا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں اہلبیت اطہار پر کربلا کی مصیبت سخت اور عظیم ابتلا تھی کہ جس سے ہر قسم کی خوشیاں ختم ہوگئیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اہلبیت کی خوشی و مسرت اور اہلبیتؑ کی مصیبت جو کربلا میں واقع ہوئی اور پھر ان کو حقیقی خوشی نصیب نہ ہوئی۔ یہ مصیبتیں فوقیت رکھتی ہیں۔ ان کی خوشی و مسرت سے پس روز عاشورا و روز غم بنے خواہ وہ اس سے قبل کس قدر ہی یوم مسرت ہو۔ امام حسینؑ کی شہادت اور مصیبتوں نے یوم عاشورا کی خوشی کو غم سے بدل دیا لہٰذا آپ یوم عاشورا تا قیامت یوم غم و اندوہ بنے اسی لیے اہل ایمان عزاداری قائم کرتے ہیں۔ پس اگر محرم اور نوروز (بحساب ماہ انگریزی اگر اتفاقاً ساتھ ساتھ واقع ہو جائے۔ تو خوشی کا ترک کرنا اور غم امام حسینؑ کو ترجیح دینا مستحب ہے۔

مطلب دوئم

واضح ہو کہ بعض علماء کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ اخبار (احادیث ضعیفہ مقام تعزیت و مصائب میں اور مناقب و فضائل ائمہؑ از قسم معجزات بیان کرنا جائز رکھا گیا ہے۔ تاکہ دلائل سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ اور اگر احادیث معتبرہ و صحیحہ حاصل ہو جائیں

تو اس پر ثواب ملے گا۔ لیکن اول صورت یہ ہے کہ فضائل ومناقب جو کہ روایات ضعیفہ سے مربوط ہیں۔ اگر صاحب فضیلت یعنی امامؑ میں فی الواقعی ہیں تو ان کے بیان کرنا موجب ثواب ہے۔ اسی طرح وہ مصیبت جو واقعہ کربلا سے مربوط ہے یا کسی دوسری مصیبت واقعہ سے تعلق ہے۔ یا اس کا کسی دوسری روایت سے مؤید ہونا ثابت ہے تو اس کو بیان کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ورنہ اگر احادیث کے ضعیف ہونے پر یقین ہے تو اس کو ترک کرنا بہتر ہے۔ اور بعض امور جو گریہ وبکا کے لیے واقعہ بیان میں رونما ہوتے ہیں۔ وہ اس صورت بیان کرنے چاہیں کہ حقیقی صورت واقعہ برقرار رہے۔ بزبان حال ہی مصیبت بیان کی جا سکتی ہے۔ تاکہ گریہ وبکا میں اضافہ ہو جو کہ مال مجلس عزا ہے۔ رہا اعتقاد کا معاملہ۔ جب تک کہ کسی چیز کا علم نہ ہو اس پر اعتقاد قائم ہی نہیں ہو سکتا۔ پس ضروری ہے کہ آگہی واقعات حاصل کریں اور محض سنی سنائی چیزوں پر واعظین اکتفا نہ کریں۔ کیونکہ عدم معلومات کی بنا پر بیان کرنا مستحسن امر نہیں ہے۔ اگر واقعہ بیانی میں حقیقت سے انحراف ہو جائے۔ تو صریح کذب بیانی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا یعنی کہ کوئی شخص میری طرف سے کوئی ایسی بات کہے جو فی الواقعی میں نے نہیں کہی ہے تو وہ شخص اپنے لیے جہنم میں جگہ بناتا ہے۔ اور امام علیہ السلام کے فرمودات میں سے کسی چیز کو بیان کرتے وقت اپنے انداز بیان میں کمی و بیشی ہو جائے کہ بایں صورت فی نفسہ روایت مجروح نہ ہو تو اس کے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ لَا بَاسَ بِکَسْبِ النَّائِحَۃِ اِذَا قَالَتْ صِدْقًا کہ کوئی خطر نہیں ہے زن نوحہ گر کو حاصل کرنے میں بشرطیکہ

وہ راست گو ہو۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ ابو بصیر کہتا ہے کہ صادق آل محمدؑ نے فرمایا۔ لَا بَاسَ بِاَجرِ النَّائِحَۃِ ۔ یعنی کہ نوحہ گر عورتوں کا اجرت لینا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن حنان بن سدیر نے حضرت صادق آل محمد سے روایت کی ہے کہ۔ آپ نے فرمایا۔ لَا تُشَارِطُ وَتَقبلُ کلّمَا اُعطِیتَ چاہئے کہ شرط معاوضہ (اجرت) نہ کرے کہ اس قدر اجرت ہوئی بلکہ جو کوئی دعوت دینے والا عطا کرے اس پر اکتفا کرے ورنہ اس کے برعکس جواز مشکل ہے۔ تمام مردوں پر نوحہ کرنے اور اجرت لینے کے بارے میں علماء کے درمیان طوسی نے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے اور بعض احادیث میں اس کی ممانعت بھی کی گئی ہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوحہ کرنے والے پر لعنت کی ہے اس وقت کہ جب ایک نوحہ کرنے والے کی آواز گوش ہمایوں میں پہنچا۔ لیکن دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر عورت نوحہ گر بغیر توبہ مر جائے تو روز قیامت محشور ہوئی۔ اس حالت میں کہ اس کے جسم سے قطران کی بو آتی ہوگی (قطران ایک بدبودار روغن ہے) لیکن ظاہر یہ ہے کہ مشہور علماء کرام نوحہ خوانی کو جائز سمجھتے ہیں کیونکہ اس کے جواز پر اور احادیث بھی پائی جاتی ہیں کہ جن کی موجودگی میں نوحہ خوانی کا باطل ہونا کالعدم ہو جاتا ہے۔

(از مترجم) زنانی مجلس عزا میں نوحہ و مرثیہ و ذاکری کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کوئی مستحسن عمل نہیں ہے کیونکہ مستور کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنی آواز نامحرم تک نہ پہنچائے جب کہ لاؤڈ اسپیکر کی موجودگی میں آواز کا دور تک جانا یقینی بات ہے) وَمَا عَلَینَا اِلَّا البَلَاغ ۔

(مولف کتاب) حسن بن محمد علی یزدی)

پہلی مجلس

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی مدینہ منورہ سے بسوئے مکہ معظمہ روانگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ مُحَبَّتَہٗ فِیْ قُلُوْبِ اولیاءِ حتّٰی تَرَکُوْا مَا سِوَاہُ شَوْقًا اِلَیْہِ وَسَقَاھُمْ مِنْ رَحِیْقِ مُوَدَّتِہٖ حتّٰی ھَجَرُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ اَسَفًا عَلَیْہِ وَاَوْلُھُم یجمالہٖ حتی اختاروا فراق الصدیق واحتملو الراغثاء الطریق طلباً للزلفیٰ لَدَیْہِ وَ یَتَمَہُمْ فِیْ عِشْقِہٖ حتّٰی لَمْ یُبَالُوْا بِاَمْطَارِ السِّھَامِ والاسِنَّۃِ کَمَنْ لَمْ یَشْعُرْ بِجَانِبَیْہِ وَالسَّلَامُ والصَّلوٰۃُ علیٰ اوّلِ مُھَاجِرٍ ھَاجَرَ مِنْ دِیَارِہٖ لھواہُ وَاَفْضَلَ سَالِکٍ سَلَکَ سَبِیْلَ رِضَاہُ وَاَقْرَبَ الخلق اِلٰی رَبِّہٖ وَسَیِّدِہٖ وموٰلاہُ سیّدنا ومولانا محمد بن عبد اللہِ وَعَلیٰ اَھْلِبَیْتِہٖ افضل السّالکین اِلی اللہ و واشرف المھاجرین عند اللہِ سَیَّمَا علیٰ وَلَدِہٖ وَحَبِیْبِ قَلْبِہٖ وَفلذہٖ کبدہٖ الَّذِیْ ھَاجَرَ مَعَ اَوْلَادِہٖ وَعَشِیْرَتِہٖ وَاَخْرَجَ عَنْ حَرَمِ اللہ مَعَ اخوانِہٖ وَقَبِیْلَتِہٖ وَجَاھَدَ فی اللہ مع انصارِہٖ

وَاَحبّیہ وَقتِلَ لِوجہ اللہ مَعَ اَعوانِہٖ وَخاصّتہٖ وَالغریبُ الوحیدُ وَالاَسیرُ الشّھید الّذی اَحاطَہ بِہٖ کلابُ اَھلِ الدُّنیا وَ سِباعُ اراذِلِ الوریٰ فَجعَلَ یفرُّ بعیالِہٖ مِنْ بَلَدٍ اِلیٰ بَلَدٍ وَمِنْ دارٍ اِلیٰ دارٍ حتّیٰ اَناخوا علیہِ وَاَحاطوا جانبیہ ففعلوا بِہٖ مِنَ القتلِ والمغاراتِ وَسَبیِ النِساءِ وَالبَناتِ ما کلّتِ الالسن عن تقریرہٖ وَعَجزتِ الاَیدی عَنْ تحریرہٖ فَوَاللّٰہِ اِنَّ ھٰذا الاَمرُ تکادُ السّمٰوٰتِ یتفطّرنَ وَمنہُ وتنشق الارض و تخرّ الجبالُ لَہُ ھدًّا فوا حسرتاہ علیٰ تلک الاَجسامِ المُرمّلۃِ بِالدّماءِ والاَفواءِ الیابسۃِ مِنَ الظّماء وَوَالَھفا علیٰ تلک الاجسادِ والابدانِ المدفونۃِ مِنْ غیرِ غُسلٍ واکفانٍ وَواطول لہفی علیٰ تلک حبُّ اللہ المجدلّۃِ فی الفلوٰتِ والاعضاءِ البالیۃِ العاریاتِ وَیا تاسّفی علیٰ تلک الذّراری الموتورات والنّسوۃ الماسوراتِ ویاحزنی علیٰ الاَیدیِ المغلولاتِ والاَمناقِ المکبّلاتِ فالویلُ للعصاۃُ الفُسّاقِ کیفَ سلکَ بِہم الدنیا طریقَ العمی واحارت بِاَبصارِھم عَنْ منارِ الھُدیٰ فاتّخذُوا ھا ربًّا واتخذتہم عبیدًا فلعبت بہم ولَعِبُوا بہا ونسوا ما وراءہما رویدًا الیفر الظّلام فسیعلم الّذِینَ ظلمُوا اَیَّ مُنقلَبٍ ینقلِبُونَ ۔ وَبعدُ قالَ اللّٰہُ تعالیٰ فی کتابہِ المُبِیْن وکلامہ المتین اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّہُمْ ظُلِمُوْاؕ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِہِمْ لَقَدِیْرُۨ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَہُمْ بِبَعْضٍ لَّہُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْہَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًاؕ

وَلَیَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن یَّنصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیزٌ (سورہ الحج آیات ۳۹ تا ۴۰)

یعنی کہ جن (مسلمانوں) سے (کفار) لڑا کرتے تھے چونکہ وہ بہت ستائے گئے اس وجہ سے انہیں بھی (جہاد) کی اجازت دے دی گئی۔ اور خدا تو ان لوگوں کی مدد پر یقیناً قادر و توانا ہے۔ یہ وہ (مظلوم) ہیں کہ جو (بیچارے) صرف اتنی بات کہنے پر کہ ہمارا پروردگار خدا ہے ناحق اپنے اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے دور دفع نہ کرتا رہتا تو گرجے، اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مجوس کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ کب کے کب ڈھا دیئے گئے ہوتے۔ اور جو شخص خدا کی مدد کرے گا خدا بھی البتہ اس کی مدد ضرور کرے گا۔ بے شک خدا ضرور زبردست و غالب ہے۔

یہ لفظ ترجمہ ہے اس آیہ مجیدہ کا۔ اس آیۂ مجیدہ سے بظاہر شاید یہ مراد ہو کہ خداوند عالم نے اپنے لطف و کرم سے اپنے ان بندوں کو کہ جن پر ظلم ہوا ہے ان کو شہر سے ہجرت کرنا پڑی ہے اور وہ بے جرم و بے خطا ہیں یہ حق دیا ہے کہ وہ اعدائے حق سے جدال و قتال کریں۔ وہ جماعت کہ جس نے حق پرستوں پر ظلم کیا ہے اور اہل حق کو وطن سے نکالا ہے حالانکہ ان کی کوئی تقصیر و خطا نہ تھی وہ تو کہتے تھے کہ رَبُّنَا اللّٰهُ۔ کہ ہمارا رب اللہ تعالےٰ ہے وہی ہمارا معبود برحق ہے اور ہم شرک و کفر سے بیزار ہیں۔ اگر خدا ان نیک بندوں اور ظالموں کو جدا جدا نہ کرتا تو یقیناً عذاب نازل ہو جاتا۔ اور پھر عبادت خانے اور مساجد کو جو ذکر الٰہی کے لیے مخصوص ہیں برباد ہو جاتے وہ کب کے منہدم و خراب کر دیئے گئے ہوتے اور جو شخص خدا کی مدد کرے گا خدا بھی اس کے کام درست فرمائے گا۔

کیونکہ خدا غالب و توانا اور صاحب عزت و جلال ہے چنانچہ بعض تفاسیر اور معتبرہ احادیث سے یہی مستنبط ہوتا ہے۔ کہ اس آیہ مبارکہ کے نازل ہونے سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مامور بہ جہاد نہ تھے یعنی کفار و مشرکین سے قتال کرنے کا حکم خداوندی نہیں آیا تھا۔

پس کفار و مشرکین برابر اذیت رسان تھے اور مسلمانوں کو جو سر و پا برہنہ تھے یعنی کر آلات حرب سے مسلح نہ تھے کفار اذیت پہنچاتے رہے اور اسلام و مسلمین کی بے حرمتی کرتے رہے حتی کہ حضرت جبرئیل یہ آیہ مذکورہ لے کر نازل ہوئے۔ اور حضرت جبرئیل نے آنحضرتؐ کی کمر مبارک میں تلوار لٹکائی۔

پس حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار و مشرکین سے مامور بہ قتال وجہاد ہوئے۔ کتاب کافی میں وارد ہوا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نُزِلَ فِي عَلِيٍّؑ، وَجعفرٍ وحمزة وَجَرَت فی الحسینؑ۔

یعنی کہ یہ آیۂ مجیدہ حضرت علیؑ، جعفر طیار اور حمزہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ بر شکر ظلم و ستم کی یورش کی وجہ سے اپنے گھروں اور شب کو یعنی مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ تھا۔ صرف اتنی سی بات تھی کہ انہوں نے کافروں، مشرکوں کے طریقہ کو چھوڑ دیا تھا۔ اور راہ حق و صداقت، صراط مستقیم پر ثابت قدم تھے۔ یہ ہی چیز ظالموں اور مشرکوں کو گران گزرتی تھی۔ پس ان کافروں اور مشرکوں نے ان اہل حق کو ہجرت کرنے اور راہ مسافرت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور زمین مکہ ان کے لیے تنگ کر دی۔ ان پاک و پاکیزہ خدا رسیدہ بندوں نے اعداء دین سے جہاد کیا اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ جب حضرت حمزہ عم نامدار رسول خدا درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اور اکثر مسلمان مدینہ میں

شہید کر دیئے گئے۔ بعدہ مسلمان واپس مدینہ پہنچے۔ تو مدینہ کے گھروں میں صدائے نوحہ وزاری بلند ہو رہی تھی۔ اور تمام عورات مدینہ اپنے اپنے مقتول کو رو رہی تھیں۔

لیکن جناب حمزہؓ پر کوئی رونے والا نہ تھا۔ کوئی نہ تھا۔ کہ عزاء جناب حمزہؓ بپا کرتا۔ جناب حمزہ کے گھر سے جب گریہ وزاری کی آواز نہ آئی تو حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ۔ اَمَّا عَمِّی حمزۃ فَلاَ بَوَاکِی لَہٗ ھٰھُنَا۔ یعنی کہ میرے عم نامدار حمزہ پر کوئی رونے والا نہیں ہے حمزہ یہاں پر غریب ہے۔ یعنی مسافر ہے پس جب انصار نے آنحضرتؐ کا یہ حزن وملال دیکھا کہ آپ کے چچا کی لاش پر کوئی رونے والا نہیں ہے اپنی عورتوں سے کہا کہ جاؤ حمزہ پہ روؤ اور نوحہ کرو۔ پڑھو اور پھر اپنے کشتوں پر روؤ۔ چنانچہ عورات انصار پہلے جناب حمزہؓ کے گھر گیئں اور وزاری کیا۔

جب ان کے رونے اور نوحہ کی آوازیں گوش ہمایونی نبویؐ میں پہنچیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ کون رو رہا ہے اور کس پر رویا ہے تو بتلایا کہ امیر حمزہ کا ماتم ہو رہا ہے۔ اور انصار کی عورات ماتم کر رہی ہیں۔ آنحضرتؐ نے ان کو دعا دی اور فرمایا خدا انم سے راضی ہوا۔

(از مترجم) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہید راہ خدا پر رونا موجب خوشنودی خدا و رسول ہے اور شہید راہ جس قدر بلند درجہ پہ نائز ہی گا وہ جس قدر ظلم وستم سے شہید کیا جائے گا اسی اعتبار سے اس پر زیادہ رونا اور ماتم کرنا روا ہو گا)

وجرت فی الحسینؑ اور احادیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ آیۂ مذکورہ حضرت امام حسینؑ سے متعلق ہے۔ سے پوری طرح مربوط ہے اور اس

کلی طور پر مصداق حضرت امام حسینؑ ہیں۔ کیونکہ آپ نے یزیدی ظلم وجور سے وطن چھوڑا ہے۔ آپ کو دشمنوں نے بے جرم وخطا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا ہے اور آخرالامر۔ امر الہٰی بھی آپ کی ہجرت میں شامل ہے۔ اور امام حسینؑ کا لشکر ابن زیاد وعمر بن سعد سے جنگ کرنا حکم الہٰی ہی کی تعمیل میں ہے۔ آپ کا جہاد فی اللہ ہے۔ یعنی خاص اللہ کے لیے جہاد ہے نہ کہ دنیاوی غرض وغایت کے تحت (از مترجم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاد حسینیؑ منفرد ہے اگر کوئی اس کی انفرادیت کو ختم کرتا ہے تو وہ عارف جہاد امام حسینؑ نہیں ہے) امام حسین علیہ السلام خالصاً بوجہ اللہ قتال کرتے تھے۔ اور آپ خصوصی طور پر ولایت کی طرف کہ جو اعظم توحید خداوندی ہے دعوت دے رہے تھے۔ اور یہ چیز آیۂ مجیدہ میں "ربنا اللہ" کی تفسیر ہے جو کہ آپ نے روز عاشورا ۱۰ محرم قوم بے حیا اور لشکر عمر بن سعد ملعون کے سامنے فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا۔ خَبِّرُونِی هَل تطلبونی بِقَتِیلٍ قتلهٗ اَوْ بِقِصَاصَةٍ اَوْجراحته او بمال استملکته ام علیٰ سُنَّةٍ غَیَّرْتُهَا اَمْ علیٰ شریعةٍ بدّلها۔

یعنی کہ مجھے تبلاؤ کہ تم نے کیوں میرا محاصرہ کیا ہے۔ کیوں میرے قتل پر آمادہ ہو گیا کسی کا خون بہا میرے ذمہ ہے یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے۔ یا کوئی قصاص میرے ذمہ ہے۔ کس امر کا تم مجھ سے مطالبہ کرتے ہو۔ کیا میں نے کسی کا کوئی مال غصب کر لیا ہے۔ کیا میں نے شریعت میں کوئی تغیر کیا ہے۔ کیا سنت رسولؐ خدا کو بدل دیا ہے۔ آپ کی ان باتوں کا جواب دشمن کے پاس نہ تھا لشکر عمر ابن سعد میں خموشی طاری تھی۔ اگر کوئی جواب تھا تو یہی کہ باران تیر کر دی۔ حالانکہ آپؑ نے مکرر ان کلمات کا اعادہ کیا۔ لیکن ان بدنہاد قوم پر آپ کے مواعظ کا کوئی

اثر نہ ہوا فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ

(سورۃ البقر آیت ۷۴)

(پس وہ مثل پتھر کے سخت تھے یا اس سے بھی زیادہ کرخت کیونکہ پتھروں میں تو بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں ذرا دراڑ پڑ جاتی ہے۔ اور ان میں سے پانی جاری ہو جاتا ہے)

پس یہ آیۂ شریفہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق میں بدرجہ کمال وارد ہوتی ہے۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ

(سورۃ الحج آیت ۴۰ کہ جسے عنوان مجلس قرار دیا ہے)

وگرنہ خدا اگر لوگوں کو ایک دوسرے سے دور دفع نہ کرتا تو عبادت خانہ تباہ و برباد ہو جاتے۔ پس خدا نے اپنا عذاب ان لوگوں سے دفع کیا بواسطۂ بقیہ ذریت طیبہ، لیکن ان ظالموں پر عذاب ضرور نازل ہوگا کیونکہ انہوں نے زمین پر اہل اللہ کو سرنگوں کیا اور دوسرے عبادت خانے اور مساجد کو خراب کیا یہ چیزیں کہ جن کی بنا پر عذاب الٰہی نازل ہوگا اور غیرت الٰہیہ اس کی مقتضی بھی ہے کیونکہ جب قوم ثمود و عاد نے ناقہ صالح کو پے کیا۔ اور اس کے بچہ کو ذبح کیا۔ عذاب خدا نازل ہوا اور کئی ہزار اشخاص مبتلاء عذاب ہوئے۔ اس مقام پر یہ چیز غور طلب ہے کہ ناقہ صالح خدا کی نظر میں زیادہ عزیز ہے یا فرزند

ختمی مرتبت نواسہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ناقہ صالح نظر خدا میں عظیم نہ تھا لیکن چونکہ خداوند عالم نے اس ناقہ کی اپنے رسولؐ سے سفارش کی تھی اس کو خداوند عالم نے آیت قرار دیا تھا۔ یعنی کہ اپنی نشانی اور حکم دیا تھا۔ کہ اس کو اذیت نہ پہنچائی جائے۔ لیکن جب قوم نے اس کو قتل کر دیا تو خداوند عالم ان کے اس عمل سے غضبناک ہوا اور عذاب نازل فرمایا۔ کہ زمین میں زلزلہ آیا اور پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ ناقہؑ صالح کو پے کرنیکی وجہ سے عذاب نازل ہوا۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام کہ جن کا حق شرعیہ سب لوگوں پر ہے مگر ظالموں نے ان کے حق کی رعایت نہیں کی اور امام حسین علیہ السلام کو تشنہ دہن شہید کیا جسم مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ جبرئیل امین جب زمین پر آتے ہیں تو لاش امام حسینؑ پر کوئی جگہ صحیح وسالم نہ تھی بلکہ قطعہ قطعہ تھی۔ جناب جبرئیل نے اس وقت بھی صیحہ کیا کہ جب ناقہؑ صالح کو قوم ثمود نے پے کیا ہے اور اس ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالی ہیں۔ جبرئیل سے وہ حالت دیکھی نہ گئی حالانکہ وہ ناقہ تھا اور امام حسینؑ فرزند رسولؐ خدا جگر گوشہ بتول عندا ہیں جبرئیل کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ امام حسینؑ نے وقت ذبح صیحہ کیا ہے اور نالہ بلند کیا ہے۔ اس وقت تمام عالم زیر و زبر، درہم و برہم تھا۔ اے آسمان یہ ظلم و ستم امام حسینؑ پر فیا سماءٓ جَرَت ھٰذِہ الامور علی الحسین فموری بعدہٗ موری یعنی کہ اے آسمان یہ تمام ظلم حسین علیہ السلام پر جاری ہوئے۔ اور حسینؑ تشنہ لب شہید ہوئے اور ان کے اہلبیت اسیر ہوئے۔ پس آسمانوں میں تلاطم برپا تھا اور آسمان سرنگوں تھے۔

وانت یا ارضُ صِیری بعدہٗ قِطعًا، ویا جبال علی وجہ الثّریٰ صیری

یعنی کہ اے زمین تجھ پر حسینؑ شہید ہو گئے تجھے بعد حسینؑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا چاہیے تجھے شق ہو جانا چاہیے کہ فرزند بوتراب کا خون ناحق زمین کربلا پر بہایا گیا۔ اور اے پہاڑو۔ تمہیں پارہ پارہ ہو جانا چاہیئے۔ اور اپنی جگہ سے ٹل جانا چاہیئے۔ وقار کوہ دین پارہ پارہ ہو گیا ہے۔

ویا میاہ بن ساقی الحوض مُهجته عطشی قضب نجیهامن بعدہ غوری

آہ آہ فرزند ساقی کوثر سقائی روز محشر، بالب خشک اور با جگر سوختہ شہید کیا پس چشموں میں پانی، اب رحمت کا برسنا سبب کچھ کیوں نہ بند ہو جائے۔

یا خیل یا خیل من بعد الحسینؑ فلا شُدّت علیکِ سروج للمغاز

سرخیل شجاعان عالم اور سردار بہادران عالم یعنی امام حسینؑ جب گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ گویا عرش الٰہی زمین پر گرا۔ اور آپ کا گھوڑا ذا الجناح۔ باگیں کٹی ہوئیں۔ زین خالی۔ تیروں سے زخمی۔ لجام گری ہوئی۔ در خیمہ پر پہنچا تو گھوڑے صیحہ کیا۔ امام حسینؑ کے گھوڑے نے حق رفاقت ادا کر دیا۔ قتل حسینؑ کی سنائی اہل حرم کو دی۔ این الرسولؐ عن الشبل الحسینؑ وقد امیتی مزاراً لقطعات الیعافیر۔

یعنی کہ ایا رسولؐ خدا کہاں تھے کہ وہ اپنے ہے فرزند حسینؑ بن فاطمہؑ کو اس حال میں دیکھتے کہ وہ یکہ وتنہا میدان قتال میں کھڑے ہیں۔ کوئی مددگار و ناصر نہیں ہے کہاں تھے رسولؐ خدا کہ جو اس مصحف ناطق کے اوراق بکھرے ہوئے دیکھتے کہاں تھے رسول خدا کہ اپنے حسینؑ کا سر مبارک نیزہ پر بلند دیکھتے۔ وہ حسینؑ کہ جس کو ہمیشہ اپنے سینہ پر سلایا۔ رسولؐ خدا شافع روز جزا ہمیشہ آپ کے دندان مبارک کو چوما کرتے تھے آج اسی حسینؑ کے لب و دندان خاک و خون میں بھرے ہوئے ہیں۔ آپ کے لبائے مبارک پر ہمیشہ ذکر خدا جاری رہتا تھا۔ کہاں تھے

رسولؐ خدا کہ جو حسینؑ کے یتیموں کی آہ وزاری سنتے۔ اور اہل حرم کی فریاد و بکا سنتے اور اپنے ناموس کو شتران بدرفتار پر سوار دیکھتے۔

خطب تضبضع منهُ الدّین واضطربت قواعد المجد فی الاعرافِ والطّور

یعنی کہ خدا کی قسم امام حسین علیہ السلام کی مصیبتیں ایسی ہیں کہ ارکان الٰہی متزلزل ہیں اور خانہ بزرگ کی اساس یعنی بنیاد کہ جنہیں خداوند عالم نے اعراف وطور سے تاسیس فرمائی ہے جو کہ حضرت رسولؐ آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند کی ہیں۔ متزلزل ہیں اور قریب ہے کہ منہدم ہوجائیں۔

خطب تزلزل منه العرش والطمست معالم الرشد والاحقاف والنّور

یہ ایک حادثہ ہے اور ایسا عظیم حادثہ کہ عرش اعظم الٰہی اس حادثہ سے متزلزل ہوگیا۔ اور آثار ہدایت و نشانیٔ رشد و راہ مستقیم دکھلانا۔ ان سب چیزوں کا محور شہادت امام حسینؑ ہے کیونکہ شہادت ہی کی وجہ سے یہ تمام آثار ہدایت برقرار ہیں۔

اس مصیبت کے ساتھ یہ مصیبت تھی کہ آثار توحید و خدا پرستی پست اور شرک و کفر کی نشانیاں ابھر رہی تھیں۔ اور اہل کفر ونفاق کے بازوؤں میں طاقت آرہی تھی۔ جاننا چاہیئے۔

اگرچہ خداوند عالم نے خود عذاب نازل نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی دنیا میں ان ظالموں کو سرنگوں کیا بلکہ آخرت میں ان کے لیے عذاب مہیا کیا ہے اور چونکہ خداوندعالم حکیم مطلق ہے وہ جب چاہے۔ عذاب دے خداوندعالم عذاب دینے میں تعجیل نہیں کرتا۔ طبرسی نے کتاب احتجاج میں اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کہ ایک حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام

سے بنی اسرائیل کی جماعت کے متعلق تذکرہ ہوا کہ خدا نے ان کو مسخ فرما دیا حالانکہ وہ انسان تھے مگر بندروں کی شکل میں بدل گئے۔ اور ان کو یہ عذاب اوامر الٰہیہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہوا کہ خداوند عالم نے منع فرمایا تھا کہ مچھلی کا شکار بروز شنبہ نہ کریں کیونکہ یہ ان کی عید کا دن ہے۔ پس بوجہ حرمت شنبہ بیان کرتے ہوئے آخر قصہ تک پہنچے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔ اِنَّ اللہَ تعالیٰ مَسَخَ اولٰئک القوم لاعطیاد السّمک فکیف ترٰی عند اللہ عزوجلّ یکون حال من قتل اولادِ رسول اللہ وَھتک حریمہٖ۔ یعنی کہ خدا نے اس جماعت کو بوجہ شکار ماہی کرنے مسخ کر دیا۔ پس جن لوگوں نے اولاد پیغمبرؐ خدا کو قتل کیا۔ حرمت ضائع کی اور اہلحرم حسینؑ کو بے پردہ کیا۔ تب حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا کہ ہم نے آپ سے جو کچھ سنا وہ ہم نے ایک دشمن خاندان رسول سے بیان کیا۔ تو اس نے کہا کہ اگر حسینؑ کا قتل از روئے باطل تھا تو اس کا قتل شکار ماہی سے عظیم تر تھا۔ پس خداوند عالم نے عذاب کیوں نازل نہیں فرمایا۔ جیسا کہ شکار ماہی کرنے والوں پر عذاب نازل کیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ شیطان مردود کی اس سے زیادہ معصیت تھی۔ بہ نسبت جماعت کی معصیت کے کہ اس کے اغواء کرنے پر کافر ہو گئی۔ پس خدا نے اس جماعت کو کہ جو جماعت فرعون تھی۔ یا قوم ہنود تھی کیوں ہلاک کیا۔ اور شیطان کو ہلاک نہ کیا۔ حالانکہ یہ شیطان زیادہ مستحق عذاب و ہلاکت ہے بہ نسبت جماعت کی ہلاکت کے خداوند عالم حکیم علی الاطلاق ہے۔ اور اس کی تدبیر حکمت پہ مبنی ہے۔ جب کسی کو مہلت دیتا ہے تو کوئی نہ کوئی حکمت ضروری ہوتی ہے۔ اور جب ہلاک کرتا

ہے۔ اس میں بھی حکمت کو دخل ہے۔

فذالك هٰؤُلاء الصّامدون فی السّبت وهٰؤلآ القاتلون للحسینؑ

ویفعل فی الفریقین مَا یَعْلَمُ اَنَّهٗ اولی بالصواب والحکمة۔

پس شکار ماہی کرنے والوں کا ہلاک ہونا اور قاتلان امام حسینؑ کی مہلت

دینا۔ جو کچھ ان دونوں کے بارے میں خدا نے کیا وہ ہی حکمت پر مبنی ہے۔

لَا یُسْئَلُ عَمَّا یفعل وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ ٥

خدا سے بازپرس کا کسی کو حق نہیں ہے۔ البتہ وہ تمام لوگوں سے بازپرس

کرنے کا حق رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ صرف حکیم مطلق ہے بلکہ قادر و توانا و غالب ہے

پس خدائی کاموں پر کرنا روا نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ خداوند عالم نے خود فرمایا

ہے کہ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهُ النّاس بعضهم وبَعض لَهُدِّمت صوامعُ

وبیعٌ وصلوٰتٌ ومساجد یذکر فیها اسم الله کثیرًا ٥

اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے دور اور دفع نہ کرتا اور شر انسانی سے

بواسطہ مردان پاک حفاظت نہ کرتا۔ تو گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے

مجوس کی عبادت گاہیں اور مسجدیں کہ جن میں تم خدا کی عبادت کرتے ہو اور کثرت

سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کب کے کب منہدم کر دیئے گئے ہوتے۔ لیکن

خداوند عالم نے نیک اور متقی و پرہیزگاروں کو اشرار یعنی شرپسندوں سے جدا

کیا ورنہ عذاب نازل ہو جاتا۔ لیکن عذاب نازل نہیں ہوا۔ بلکہ عذاب ٹل گیا حضرت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ یہ آیۂ مجیدہ حضرت امام حسینؑ کے

حق میں جاری ہوئی ہے۔ پس اگر امام حسین نہ ہوتے تو ان کی ذریت طاہرہ نہ

ہوتی تو حضرت صاحب الزمان مہدی آخر الزمان قائم آل محمدؐ کہاں سے ہوتے

جو محل فیوضات و برکات الٰہی ہیں۔ اور سبب نزول رحمت ہیں۔ اگر آپ کا وجود ذی جود نہ ہوتا تو بہر صورت دنیا سرنگوں ہو جاتی اور فنا ہو جاتی۔ اس واسطے کہ جگر گوشہ رسولؐ، پارۂ جگر بتولؑ کو قتل کرنا کوئی سہل کام نہ تھا اور نہ ہی دختران علیؑ و فاطمہؑ کو اسیر کرنا کوئی سہل کام نہ تھا۔ بلکہ قتل امام حسین اور اسیری دختران علیؑ و فاطمہؑ عظیم ترین مصیبت ہے۔ اور جب کہ خداوند عالم نے صید ماہی (شکار ماہی در یوم سبت) کی بنا پر عذاب نازل کر دیا اور اس جماعت کو مسخ کر دیا تو پھر کیا خیال ہے کہ اگر کوئی حجت خدا ہو، خلیفہ رسولؐ خدا ہو۔ امام امت ہو، ثانی قرآن ہو۔ زینت عرش کبریا ہو، اور مثل ماہی اپنے دریائے خون میں غرق ہو اور اس کو گروہ عظیم مل کر قتل کر دے اور روز عید کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا جائے حالانکہ اس خدا کی طرف سے اس روز شکار ماہی کرنا بھی منع تھا۔ پس اس گروہ جفاکار کا کیا حال ہوگا کہ جس نے امام حسینؑ کو جو سید و سردار جوانان جنان میں قتل کر دیا اور روز قتل امام حسینؑ، یوم جمعہ تھا۔ جو یوم السبت سے مرتبہ میں افضل و اعلیٰ ہے اس کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ حرمت امام حسینؑ، حرمت ذریت رسول خدا اور حرمت جمعہ کی کہ جو اہل اسلام کے لیے یوم السبت سے زیادہ افضل ہے برباد کی۔ حالانکہ جمعہ کے دن بوقت ظہر خدا نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ اور خدا کا حکم۔ حکم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

پس باطناً حکم خدا کی خلاف ورزی منافی اطاعت رسولؐ ہے اور آنحضرت کی ہتک حرمت کا سبب ہے اس لیے روز جمعہ کی حرمت قائم رکھنا ضروری ہے اور اس لیے جمعہ کو یوم السبت اہل اسلام قرار دیا ہے جس طرح یوم السبت میں صید ماہی حرام تھا اسی طرح روز جمعہ جنگ و جدل و قتال حرام ہے اور وہ بھی

اشرف مخلوقات کو اس روز شہید کرنا۔ اسی لیے بعض روایات میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو المقتول یوم السبت کہا گیا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام روز شنبہ شہید ہوئے ہیں اور اس کی تاویل یہی کی گئی ہے کہ جس کا ذکر کیا جا چکا کہ روز سبت اہل اسلام جمعہ کا دن ہے۔ اگرچہ علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ امام حسین علیہ السلام روز شنبہ شہید ہوئے ہیں۔

مثلاً شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور بعض دوسرے علماء نے بھی یوم شنبہ لکھا ہے مگر ان کا یہ نظریہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کثیر روایات اس امر پر شاید ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کا روز شہادت روز جمعہ ہے اور اس لیے اس کو مسلمانوں کا یوم السبت کہا گیا ہے۔ بہر حال وہ گروہ کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو مسلمانوں کا اس پر عذاب نازل نہیں ہوا اور عذاب اس لیے نازل نہیں ہوا کہ اہل زمین میں حجت خدا موجود تھا۔

(از مترجم) امام حسین علیہ السلام کے بعد ایک حجت خدا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بقیۃ اللہ تھے اور آپ کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام حجت خدا ہوئے اور یہ سلسلہ حضرت امام مہدی علیہ السلام عجل اللہ فرجہ پر ختم ہے اور آپ بقید حیات ہیں جن کی وجہ سے عذاب دفع ہو گیا۔ اور آخرت پر رکھا گیا)

نعم و لولا شموس منه ما طلعت شمس ... و لو لا كان سهر الا و لا حزن
و لم يدر فلك كلا و لا سكنت ... ارض بل اضطربت بها سكنوا

ہاں اگر آفتاب ہائے آسمان عصمت و طہارت، ماہ ہائے برج ہدایت و امامت جو کہ ذریت طیبہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہیں، عالم وجود میں

نہ آتے تو ہر گاہ آفتاب طلوع وغروب نہ کرتا۔ افلاک گردش نہ کرتے، زمین قرار نہ پکڑتی اور زمین وپہاڑ ریزہ ریزہ ہوجاتے۔ لَوْلَمْ يَرِدْ رَبُّنَا اَطْهَارَ حُجَّتِهٖ من صلبه ما استقام الدّهر والزمن یعنی کہ اگر ائمۂ معصومین نہ ہوتے جو حجت خدا ہیں رسولؐ خدا کے خلفاء برحق ہیں اور طاہر ومطہر اصلاب سے خلق ہوئے ہیں تو نہ زمین ہوتی اور نہ آسمان ہوتا۔ زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان موجود ہے۔ آئمہ خدا، حج اللہ کے دم قدم سے قائم ہے۔

مَا عُطِّلَ الْكَوْنُ اِذْ كانت قَلَائِدُهٗ مِنْهُ هُدَاةٌ عَلٰى فِعْلِ التُّقٰى مَرَنُوْا

دنیا مافی ہے۔ دنیا کی چیزیں برقرار ہیں اور دنیا معطل نہیں ہوئی۔ اس لیے درہاء امامت (یعنی ذریت رسول خدا) اپنی تابناکیوں کے ساتھ چمکتے رہے ہیں۔ اور آخری دُرِ امامت آج بھی تابندہ ہے یعنی آقامت دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان ہی وجہ سے خدا کی عبادت ہو رہی ہے۔ ان کی تخلیق کی غرض وغایت عبادت خدا ہے۔

فَلْيَنْدُبِ المجد اهليه كذا وكذا فليعظم الخطب او فليتكبر المحق

پس ندبہ، نوحہ کی بزرگی جو اس کے اہل ہیں عظیم ہونی چاہیئے۔

وَكيف لا ورأي السّادات من مُضرٍ اصحت تَسُوْدُ عليها اَعْبُدٌ فتن

میں یہ حال دیکھ رہا ہوں کہ شہر کے بزرگ اور سادات پر ذلیل لوگ اور غلام علیہ پا رہے ہیں۔ جس سے فضاء حرمت متاثر ہو رہی ہے۔

والله جرّ جورَ الظالمين على ابناء احمد إلّا مَعْشَرٌ قَنَبوا

اعنی الاولیٰ غصبوا میراث حیدرة اخی النبیِّ رسول الله والختن

بخدا یہ کمین لوگوں کو ہرگز جراءت نہ ہوتی کہ اہلبیتؑ اطہار پر ظلم وستم کریں

لیکن ایک گروہ نے میراث حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو غصب کرلیا۔ اور قرابت رسول خدا کا خیال تک نہ کیا اور الجناب نے بحکم خدا صبر کیا۔

ھُمْ اَسَّسوہُ وشاورہُ اُمَیّہ اذا حقادھم فی الطّف والطّعن

یعنی کہ وہ لوگ کہ جنہوں نے ظلم و غصب کی بنیاد رکھی تھی۔ بنی اُمیّہ نے ان کی اساس کو زمین کربلا میں تقویت پہنچائی۔ یعنی حقوق آل محمدؐ غصب کرکے بنیاد ظلم رکھی اور کربلا میں امام حسین فرزند رسول خدا کو قتل کرکے قصر یزیدی تعمیر ہوا۔

نفسی فدا لنفوس نیہ سائلۃ علی الضّبا نھیت اجادھا اللدّن

یعنی کہ میری روح اور جان ان پاک و پاکیزہ نفوس پر قربان ہو جائیں۔ کہ جن کو دشمنوں نے قتل کیا اور وہ اپنے خون میں غلطاں ہوئے اور اعداء دین نے ان کے بدن ہاء مبارکہ کو نیزوں سے غارت کیا۔

لغوس اشرف خلق اللہ من لھم اسادات مشاعر بیت اللہ والرّکن

افدی ھناك حسبنا وھو یفتحم الھیجا لسطوا یقلب قلبہ البدن

میری روح و جان بلکہ تمام عالم کی روحیں اور جانیں حضرت امام حسین پر قربان کہ وقت غربت کہ جب آپ اس گروہ بد شعار میں گھرے ہوئے تھے۔ مثل شیر درندہ دریاء حرب و ضرب میں غوطہ زن ہوئے۔

اَفیہ والدّمن صوب الدّماء غدًا تجری علیٰ وجہ خیل العدی سفن

اس حال میں کہ جب اعداء دین کا خون دریا کی مانند بہہ رہا تھا۔ اور ان کے گھوڑے اور سامان حرب اس دریاء خون میں اس طرح رواں تھا۔ جیسے پانی پر کشتی رواں ہوتی ہے۔

فاصدّہ عن لِقاءِ القوم کثرتھم والاسُدُ ھل سَدّ ھا عن تصورھا ان

اور اس گروہ نابکار نے ظلم و ستم میں جو زیادتیاں کیں ان کا شکوہ کرنا عبث ہے کیونکہ شیر غضبناک کے روبرو وحشی جانوروں کی کیا حقیقت ہے اور حق تو یہی ہے کہ شیر صحرا کو شیر کردگار سے کہ جو قوت ہیں مظہر ذوالجلال ہے کوئی نسبت نہیں دی جاسکتی۔ شیر حق کے مقابلہ میں دشمن کے لشکر کی کیا مجال تھی کہ قائم رہتا اگر حضرت امام حسینؑ ذرا اشارہ فرماتے تو لشکر عمر ابن سعد میں سے کوئی باقی نہ رہتا۔ اور صفحۂ روزگار سے مٹ جاتے اور جہنم آباد ہوتے۔ لیکن حضرت سید الشہداءؑ نے بحکم خدا صرف قوت بشریہ سے کام لیا۔ اور شجاعت جسمانیہ کا مظاہرہ فرمایا کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

حتّٰی اذا شتاق دارالافناء لَھا وشاقہ سادۃ فی عدتھا عدنوا تا

یہ کہ اس ظلمت کدۂ دنیا کو خود انوار قدسیہ نے قابل تابناکی نہیں سمجھا۔ اور صاحبان انوار قدسیہ کے دل اس دنیا میں زندگانی سے سیر ہو گئے تھے یعنی وہ پاکیزہ ہستیاں عالم نور میں رہنے والی ہیں ان کے لیے دنیا ایک جگہ کی مانند ہے۔ ان کی نگاہ کے سامنے ہمیشہ عالم بقا رہتا ہے اور امام حسینؑ اسی انوار قدسیہ میں سے ایک فرد ہیں۔

ان کے جد نامدار، پدر بزرگوار اور مادر گرامیقدر عالم بالا میں ان کے اشتیاق میں ہیں۔

فاخنت الی القدس نفس منہ طاھرۃ ماشانھا فی الوفاء خوفٌ وَلَاحزنٌ

یعنی کہ ان کے نفس زکیہ نے ان کے بدن سے پرواز کی۔ یعنی روح بدن سے جدا ہو کر اعلیٰ علیین میں پہنچی۔

بکتہٗ احکام دین اللہِ اِذٗ نکست اعلامۃ اَسفًا و الفرض و السُّنَن ۔
پس امام حسینؑ کے قتل ہو جانے سے علم ہا دین الہیہ سرنگوں ہو گئے ۔ آثار فرض وسنت فرسودہ وکہنہ ہو گئے ۔ لیکن خداوند عالم نے اپنی حجت کی وجہ سے زمین کو سرنگوں نہ ہونے دیا بلکہ زمین برقرار رہی ۔ اور آسمان کو درہم و برہم نہیں کیا لیکن زمین و آسمان دونوں میں امام حسینؑ کے قتل ہو جانے کے بعد تنزلزل پیدا ہو گیا ایسا ہی نہیں بلکہ آسمان سے خون برسا ۔ فلک نیلگوں کی آنکھ سے اشک خونی برسے ۔ اور زمین سے پانی کے خون آلودہ چشمہ جاری ہوئے ۔ چنانچہ اکثر روایات ، بطریق شیعہ وسنی وارد ہوئی ہیں علاوہ ازیں ابن قولویہؒ کامل الزیارۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ زمین و آسمان مصیبت حسینؑ پر رویا ہے ۔

اور یحییٰ بن ذکریا پر بھی آسمان رویا ہے ۔ امام حسینؑ اور یحییٰ بن مماثلت بھی پائی جاتی ہے ۔ ابن شہر آشوب نے نضرہ ازدیہ سے روایت کیا ہے کہ کہا ۔

لَمَّا قتل الحسینؑ امطرت السّماءُ دمًا وحبابنا وجوا رنا صارت مملوّۃ دماء
کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے ۔ تو آسمان سے خون برسا اور ہمارے برتنوں پر خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے ۔ اور بعض برتن خون سے بھر گئے تھے ابن قولویہؒ نے روایت کی ہے کہ بیت المقدس کے ایک شخص احمد بن عبیداللہ نے کہا بخدا ہم لوگوں کو اسی روز شہادت امام حسینؑ کا علم ہو گیا تھا کہ جس روز آپ شہید ہوئے ہیں ۔ راوی نے اس سے دریافت کیا کہ کیوں کر معلوم ہوا حالانکہ بیت المقدس سے کربلا کا بہت زیادہ فاصلہ ہے ۔ اس نے کہا کہ ہاں یہ صحیح ہے کہ فاصلہ بہت زیادہ ہے لیکن ہمیں اس طرح خبر ہوتی کہ مَا رَفَعنَا

حجرًا ولا مدرًا ولا صخرًا الّا ورأینا تحتہا دمًا یغلی۔

یعنی کہ بیت المقدس کے اطراف میں جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے خون تازہ جوش زن نظر آتا ہے۔ اور درو دیوار بیت المقدس پر خون جما ہوا تھا۔ اور تین روز تک خون برستا رہا۔ اور رات کے وقت ندائے غیبی سنی کہ۔

اترجوا امۃ قتلت حسینًا شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الحساب

کیا وہ گروہ کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ان کے جد بزرگوار کی شفاعت اس گروہ کو نصیب ہوگی۔

معاذ اللّٰہ لا نلتم یَقِیْنًا ! شَفَاعَۃَ احمدٍ وابی ترابٍ

معاذ اللہ شفاعت احمد مختار و حیدر کرار ہرگز نصیب نہ ہوگی۔

قتلتم خَیْرَ من رکب المطایا وخیر الشیب طرًّا والشباب۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ حسینؑ کے نانا، بابا اور ماں کی شفاعت قاتلان حسینؑ کو نصیب ہو کیوں کہ انہوں نے حرمت رسولؐ خدا کو ضائع کیا اور سالار معرکہ شجاعت فرزند رسول خدا کو قتل کیا۔ امام حسینؑ کے قتل کے بعد تین دن تک آفتاب کو گہن لگا رہا اور اس قدر تاریکی چھا گئی کہ چند روز کے بعد خبر قتل سید الشہداء بیت المقدس پہنچی اور اس دن تک آثار خون باقی تھے۔

اور آنسو جو غم امام حسین علیہ السلام میں مومنین کی آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں وہ آثار خون میں سے ہے۔ اور زبان پر یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں کہ۔

بابی انت و امی ۔ دل بے قرار رہتا ہے تشنہ دہانی امام کا تصور رہتا ہے۔ روز عاشورا کا خیال آتا ہے تو بے ساختہ دل سے آہ نکلتی ہے کہ وا حسرتا فرزند رسولؐ پیاسا شہید کیا گیا۔

للہ ما وقعت عاشوراء بانّ لھا۔ فی جبھۃ المجد جرحاً غیر مندمل ابداً

روز عاشوراء حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیشانی مبارک پتھروں سے زخمی ہوئی اور پھر مندمل نہ ہو سکی۔

مصیبۃ بکت السبع الشداد لھا دماً و رزءٌ عظیم غیر محتمل

یعنی کہ اگر آسمان سے بجائے اشک، خون برسا اور مصیبت عظیم تھی کہ تاب تحمل نہ تھی مقصد یہ ہے کہ مصیبت امام حسینؑ سے زمین و آسمان اور کل مخلوق متاثر و غم زدہ تھی۔

کھیفی لہٗ عاقراً ملقی بلا کفن سوی السوائے ولا لحد ولا غسل

واحسرتا وامصیبتاہ کہ جد مطہر امام حسینؑ نے غسل و کفن زمین کربلا پر پڑا رہا۔ اور دشت کربلا کی گرد اور غبار بجائے کفن تن مبارک پر پڑ رہی۔

منترب الخد را ام لنحر منعفرا !

الجبین نحر فصی ظامی الی الوٴمل

افسوس کہ جو صورت مبارک بوسہ گاہ پیغمبرؐ خدا تھی خاک و خون میں غلطاں تھی اور اس وبقیں و بابرکت ذات کو پیاسا شہید کر دیا گیا۔

واقبلت زینب الکبری وقد سفرت من منظرٍ برداء الذُّل مشتمل

حسرتے دادمعھا تتری ومقلتھا عزّی وانفسھا حرّی من لتکل

آہ اس حال میں خواہر امام مظلوم حضرت زینبؑ خاتون خیمہ سے نکلیں اس طرح کہ لباس مذلت وخواری اور جامہ مصیبت وسوگواری امام حسینؑ پہنے ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری، جسم خونی تشک برساتی ہوئی۔ لبوں پر آہ سوزاں تھی۔

تشکو الی جدّہا فعل الطغات بہم بمد معٍ فوق صحن الخد منھما

یعنی کہ حضرت زینب خاتون نے اپنے جد بزرگوار سے اپنی مصیبتوں کی شکایت کی۔ اور کہا۔ یاجدّ قد نکت فینا علوج بنی امیۃ وبقایا عابد العجل
یعنی کہ اے جد نامدار بنی امیہ کے بڑے لوگ اور باقی ہبل کی پرستش کرنے والے کمین گاہ میں بیٹھے تھے کہ آپ کی رحلت کے بعد ہمیں ہلاک و برطرف کردیں۔
یاجدّ ھل جائک النّاعی بقتل اخی وھل عرّفت بمالاقیت من وھل۔
اے نانا جان ایا کسی نے آپ کو ہمارے بھائی کی خبر شہادت سنائی ہے۔ اور کیا آپ جانتے ہیں کہ ہم پر کیا مصیبتیں گزر گئیں۔ یاجدّ ھذا اخی عارٍ تکفّنہُ الریاحی فی نسیجھا منْ مطرف معمل یعنی کہ اے نانا جان یہ بدن اخی الحسین ہے جو بے گور و کفن پڑا ہے۔ ہوائے دشت کربلا نے اس پر گرد و غبار کا کفن ڈالا ہے۔
یاجدّ ھذا اخی ظام یا وقد صورت۔ عن صدرہ البیض بعد العل والنھل
اے نانا جان میرے بھائی حسینؑ کو وقت ذبح پانی تک نہ دیا پیاسا قتل کیا۔ اور حد ہو گئی۔ پانی کے عوض اس کو آب شمشیر و تیر پینے کو ملا۔
واقبلت ترشف الثغر الشّریف وھل ید افع القدر المحتومُ بالقتلِ تقول والسبط تغشاہ المنون وفی فؤادِھا نَاھِیکَ مِنْ شُغُلِ۔ پس بعدہ حضرت زینبؑ لاش برادر پر پہنچیں اور گلوئے بریدہ کا بوسہ لیا۔ اور حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔ انی ھذہ زدحی لکُمْ بَدَل ان کان یّضَعْ صَرَفَ الدّھر بالبدل۔ اے بھائی اے میرے ماں جائے۔ اے حسینؑ غریب میری جان تم پر قربان ہو میں نہیں آواز دے رہی ہوں اور تم جواب نہیں دیتے۔ اگر ہو سکتا تو میں تمہاری مصیبتوں کا فدیہ بن

جاتی۔

اخی اخی کنت نوراً لیتضاء بہٖ الی الطریق الّذی ینجی من الزّلل

اے برادر، اے مظلوم برادر جب تم تھے تو ان ظالموں کے ظلم و ستم سے نجات مل رہی تھی۔ ظلمتیں دور ہو رہی تھیں تمہارے نور کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اب سالکان راہ طریقت تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ اَخی اَخی اَظْلَمَتْ مِنْ بعدکُم طوق الھدی و ربع المعانی امنَ و ھُوخلی۔ اے بھائی حسینؑ تمہارا نور ربطرف ہونے کے بعد راہ ہدایت دھندلی ہوگئی۔ اور منزل بندگی وسعادت خالی پڑی ہے۔ ہاں بخدا تمہارے بعد راہ ہدایت تاریک ہوگئی ہے۔ طریق ہدایت و سعادت کم ہوگئے ہیں۔

عبادت گاہیں اور مساجد خراب پڑے ہیں محراب اور منبر ویران پڑے ہیں۔ آثار تقویٰ و پرہیزگاری کہنہ ہوگئے ہیں۔ علم ہدایت سرنگوں ہوگئے ہیں۔ جسے خدا نے برگزیدہ کیا اور اپنے بندوں پر حجت قرار دیا۔ اور ظلمت کدہٗ دہر میں شمع ہدایت قرار دیا کہ لوگ روشنی حاصل کریں۔ مگر اب احوال یہ ہے کہ سب لوگ فیوضات ایزدی سے محروم ہوگئے ہیں۔ ظالموں نے نظام دین درہم و برہم کر دیا ہے۔ اور لوگ عیش پسندی میں مبتلاء ہیں۔ اور نوردیدہٗ فاطمہؑ زہرا ٹکڑے ٹکڑے زمین پر پڑا ہے۔ اور حسین جو زینت عرش بریں، رونق خلد بریں۔ باب الشفاعت و نجات ہے۔

مگر ظالموں کو ذرا احساس نہیں ہے حالانکہ حیوانات عجم بھی مصیبت حسینؑ میں افسردہ ہیں، پتھر دل کے نیچے خون جوش زن ہے۔ ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر

تھا کہ آپ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا آیا امام علیہ السلام نے جیسے ہی اسے دیکھا اس کو اپنی بغل میں لے لیا اور فرمایا کہ خدا کسی کو اس طرح حقیر نہ کرے (یعنی کہ نزد اعداء حقیر ہونا مراد ہے ورنہ یہ حقارت عین حرمت ہے) اور خدا وند عالم تمہارے باپ کے قاتلوں سے انتقام لے۔ اور خدا چھوڑ دے اس کو کہ جو تمہیں چھوڑ دے۔

اور خدا کی لعنت ہو اس گروہ اشقیا پر کہ جس نے تمہیں آزار پہنچایا پس حضرت امام جعفر صادق پر گریہ طاری ہوا اور فرمایا کہ۔ ابو بصیر اذا نظرت الیٰ ولد الحسینؑ اتانی مالا املکه بما اتی الیٰ ابیہم و الیہم۔

امام حسینؑ کی اولاد میں سے ایک پر میری نظر التفات رہتی ہے۔ اور میری یہ حالت ہے کہ جب میں ان میں سے کسی کو دیکھتا ہوں۔ اور میری نظر ان پر پڑتی ہے۔ تو بے ساختہ مجھ پر گریہ طاری ہو جاتا ہے اور میرے جد حسین ابن علی کی بے کسی و مظلومی کے ساتھ شہید ہوتا یاد آتا ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس دن کا ابھی ذکر کیا گیا اس پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ جب کبھی امام حسینؑ کی شہادت کا ذکر ہوتا تو حضرت صادق آل محمدؐ پر گریہ طاری ہوتا اور پھر اس دن یا اس شب کسی نے آپ کو شاد و خنداں نہیں دیکھا۔ حضرت امام حسین کو کس طرح وطن سے دور کیا گیا۔ کس طرح آپ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ سفر عراق میں دن کی دھوپ، غبار و گرد اور اہل حرم ساتھ ساتھ ہیں کون سی تکلیف ایسی تھی کہ جو امامؑ نے برداشت نہ کی ہو۔ شیخ مفیدؒ اور سید جلیل القدر، سید ابن طاؤس اور ابن شہر آشوب وغیرہ نے امام حسینؑ علیہ السلام کے مدینہ چھوڑنے کا اس طرح حال تحریر کیا ہے کہ جب معاویہ ابن ابوسفیان کا انتقال عذاب مآل ہو گیا اور

اس کے بعد یزید پلید تخت حکومت شام پر متمکن ہوا اور شام کی تاریکی مدینہ منورہ تک پہنچی تو اس نے ولید بن عتبہ یا بروایت شیخ صدوق عتبہ بن ابی سفیان عامل مدینہ کو جو یزید کا چچا تھا نامہ لکھا کہ میری بیعت حسین ابن علیؑ، عبداللہ بن عمر سے لے کہ وہ مجھے خلیفہ مسلمین تسلیم کریں۔ بروایت ابن شہر آشوب عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے بھی بیعت لے اور اگر وہ لوگ وہ بیعت سے انکار کریں تو ان کے سر قلم کر کے شام بھیج دے۔ جب یہ نامہ عامل مدینہ کو پہنچا تو اس نے چاہا کہ بیعت لے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اور اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ ہرگز بیعت نہ کریں گے تو اس نے امام حسینؑ کی صوابدید پر بیعت کے معاملہ کو چھوڑ دیا اور آپ کو اختیار دیا کہ خواہ آپ مدینہ سے چلے جائیں یا مجاورت روضہ رسول خدا انجام دیں۔ امام حسینؑ مدینہ چھوڑنے سے چند شب قبل اپنے جد بزرگوار حضرت رسول خدا کے مزار اقدس پر وداع کرنے تشریف لے گئے۔ جب نزدیک قبر مطہر پہنچے بروایت ایک نور قبر مبارک سے ساطع ہوا۔

جب آپ نے اس نور کو دیکھا واپس تشریف لے آئے، پھر دوسری شب قبر مبارک پر گئے۔ اور چند رکعت نماز پڑھی۔ بعدہ مناجات شروع کی۔ بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ اَللّٰھُمَّ ھٰذا قبر نَبِیَّكَ وَ انا بن بنت نبیكَ و قد حضرنی من الامر ما علمت. خداوندا۔ یہ تیرے پیغمبرؐ کی قبر مبارک ہے اور اور میں تیرے پیغمبرؐ کی دختر فاطمہ زہرا کا فرزند ہوں۔ میں نواسۂ رسولؐ ہوں تیرا حکم پیش نظر ہے اور بلاء عظیم میرے سامنے ہے۔ اے خدا تو جانتا ہے کہ میں خیر و نیکی پسند ہوں اور اچھائی کو دوست رکھتا ہوں۔ بدی اور برائی سے

اجتناب کرتا ہوں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تجھے اس قبر منوّر کا واسطہ اس کا صدقہ کر جو اس قبر مبارک کے اندر دفن ہے اے خدا تو میرے لیے وہ چیز اختیار کر جو تیری اور تیرے رسولؐ کی خوشنودی پر محمول ہو۔ یہ کہہ کر آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور شدید گریہ طاری ہوا۔ اور آپ صبح صادق کے برآمد ہونے تک مصروف گریہ و مناجات رہے سر مبارک تعویذ قبر پر رکھا کہ آپ پر غنودگی طاری ہوئی اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے جد بزرگوار حضرت رسولؐ خدا تشریف لائے ہیں۔

اور آپ کے گرد و پیش ملائکہ ہیں جب آنحضرتؐ امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے تو حضورؐ نے آپ کو اپنے سینہ سے لگایا۔ اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا اے نور نظر اور اے میری بیٹی فاطمہؑ کے نور دیدہ، حبیبی یاحسینؑ کاَنِّی اَراكَ عن قریب مُرَمِّلاً، بدِ مائِكَ مَذْبُوحًا بارضِ کرب وَ بَلا، بین عصابةٍ من اُمّتی وَانْتَ مَعَ ذٰلكَ عَطْشانٌ لاتَسْقٰی وَظَمَانَ لا تروٰی.

اے میرے پیارے حسینؑ گویا میں دیکھتا ہوں ۔ کہ نزدیک ہے وہ وقت کہ تجھے میری امت کا ایک گروہ قتل کرے گا۔ زمین کربلا پر تیرا قتل واقع ہوگا تیرا بدن خاک و خون میں غلطاں ہوگا ۔ اے حسین تو اس وقت پیاسا ہوگا کوئی شخص تجھے پانی نہ پلائے گا۔ ایک گھونٹ پینے کا پانی نہ ملے گا۔ اور وہ لوگ پیاسا ہی تجھے قتل کریں گے۔ اور اس ظلم کے باوجود وہ گروہ میری شفاعت کے طلبگار بھی ہیں۔ (میری شفاعت ان کو نہ پہنچے گی) حبیبی یاحسینؑ ان اَبَاكَ وَاُمّكَ واخيكَ قدّموا علیَّ وهم مشتاقون اليك: اے پیارے حسینؑ تمہارے بابا، تمہارے بھائی اور تمہاری ماں، سب کے سب تمہارے مشتاق

ہیں لیکن۔ واِنّ لکَ فی الجنّاتِ درجات لن تنالھا الّا بالشّھادۃ۔
اے پیارے نورِ نظر تمہارے واسطے بہشت بریں ہیں چند درجات مقرر ہیں لیکن ان درجات کو حاصل کرنے کے لیے شہادت مطلوب ہے۔ پس بغیر شہید ہوئے تم ان درجات کو حاصل نہ کرسکو گے۔

پس امام حسینؑ نے عالم خواب ہی میں آنحضرتؐ کے چہرہ مبارکہ کو دیکھا اور عرض کیا۔ یاجدّاہ لاحاجۃ لی فی الرّجوع الی الدنیا فخذ نی الیک وادخلنی معک۔ اے جد بزرگوار مجھے دنیا کی حاجت نہیں ہے پس مجھے اپنے پاس بلا لیجیے، تاکہ مجھے غمہائے دنیوی سے نجات ملے۔ مجھے شہادت منظور ہے اور میں بقاء خداوندی کے لیے شہادت پسند کرتا ہوں اس کے بعد حضرت امام حسینؑ خواب سے بیدار ہوئے۔ اور آپ نے پریشانی کی حالت میں یہ خواب اپنے اہلبیتؑ سے بیان کیا۔ جب اہلحرم نے خواب سنا تو عورات حرم میں گریہ وزاری شروع ہوگیا۔ اور صدائے گریہ بلند ہوگی لیکن امام حسینؑ نے سامان سفر تیار کرنے کا حکم دیا۔ سامان سفر ترتیب دیا جانے لگا اور بوقت شب اپنی والدہ ماجدہ سیدۂ عالم کی تربت پر تشریف لے گئے کہ وداع کریں۔ بعض کتابوں میں وارد ہوا ہے کہ آپ جب قبر مبارک کے نزد پہنچے تو سلام کیا۔ السّلام علیك یا اُمّاہُ۔ اے مادر گرامی سلام قبول فرمایئے۔ آپ کا حسینؑ رخصت کے لیے آیا ہے۔ یہ میری آخری زیارت ہے ناگاہ قبر مبارک سے آواز آئی۔ علیك السّلام یا مظلوم الام ویا شھید الام ویا غریب الام آواز سلام سن کر امام حسینؑ پر گریہ غالب ہوگیا۔ حزن وملال دل پر چھا گیا۔ اس کے بعد آپ اپنے برادر ذی قدر حسن

مجتبےٰ علیہ السلام کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے۔ اور وداع ہوئے۔ صبح کو اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ سواری کے لیے اونٹوں پر کجاوہ رکھو۔

چنانچہ اونٹوں پر کجاوہ آراستہ کئے گئے اور خواتین عصمت و طہارت محملوں اور کجاووں میں سوار ہوئیں۔ ناگاہ محمد حنفیہ اطلاع ملنے پر کہ حسین ابن علیؑ امادہ سفر ہیں اور کوچ کرنے والے ہیں تشریف لائے۔ اور عرض کیا اے برادر۔

یا اخی انت احبّ الخلق اِلیَّ واعزّھُم عَلیَّ۔ اے برادر تم محبوب ترین خلق ہو۔ میں تمہیں حجت خدا مانتا ہوں۔ اور عرض کیا یہ تو فرمائیے۔ کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے کس جگہ کا قصد کیا ہے۔ آخر اپنے نانا کے روضہ سے جدائی کس لیے اختیار کی ہے اپنے اہلحرم کو کس کی سپرد کیا ہے۔ اے برادر مجھے خوف ہے کہ اس سفر میں قوم آپ کی اذیت نہ پہنچائے۔ اور آپ اور اہلبیتؑ کی جانیں تلف نہ ہوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے برادر کیا کروں مکّہ کا ارادہ ہے اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ محمد حنفیہ نے کہا کہ اگر مکّہ معظمہ میں پناہ نہ ملے تو آپ یمن کی طرف چلے جائیں۔ کیوں کہ وہاں پر ہمارے بابا کے شیعہ اور ہمارے دوستدار رہتے ہیں۔ جو بہت مہربان ہیں وہ آپ کی مہمان نوازی میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ ملک یمن بہت وسیع بھی ہے۔

فَاِنْ اَطْمَاَ نَنَتْ بِكَ الدَّار واِلاَّ لَحِقْتَ بِالرِّمَالِ وَشُعُوْبِ الْجِبَالِ

اور اگر یمن میں پناہ نہ ملے تو وہاں کے صحراؤں کی طرف چلے جانا اور وہاں کے دامن کوہ میں پناہ لینا۔ آپ ہرگز سرزمین عراق نہ جائیں۔ کیونکہ کوفی لوگ کبھی آپ کا ساتھ نہ دیں گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔

یَا اَخِیْ واللّٰہ لَوْلَمْ یَکُنْ فی الدنیا ملجاءٌ ولامأویٰ لمابایعت یزید بن معاویہ۔

یعنی کہ اے برادر خدا کی قسم کہ اگر دنیا میں کہیں بھی جاءِ پناہ نہ ملے۔ بیں ہرگز یزید ابن معاویہ کی بیعت نہیں کروں گا۔ پس حضرت امام حسینؑ نے دوات قلم طلب فرمایا اور وصیت نامہ تحریر کیا۔ جس میں محمد حنفیہ اور بنی ہاشم سے روئے سخن تھا اور یہ تحریر کیا تھا کہ میرے ساتھ مردوں میں سے جو ہیں وہ شہید ہوں گے۔ اور جو مجھ سے انحراف کرے گا وہ فتح وفیروزی نہ پائے گا۔ اور ایک خادم کو خط دیا کہ بنی ہاشم کو پہنچادے۔ بعدہ حکم دیا کہ مخدرات عصمت کو سوار کرایا جائے سب عورات محملوں میں سوار ہوئیں۔ ذوالجناح منگایا اور اس پر آپ سوار ہوئے اور مدینہ سے بطرف مکہ کوچ کیا۔ اس وقت مدینہ اور خصوصاً محلہ بنی ہاشم میں ایک ہنگامہ تھا۔ آسمان تک با حسینا کی صدائیں جا رہی تھیں گریہ وبکا کا شور برپا تھا ابن قولویہؒ نے کامل الزیارت میں روایت کیا ہے کہ ہاشمی عورتوں نے اپنے بال نوچ ڈالے آپ نے ان کو صبر کی تلقین فرمائی کہ راضی برضاءِ الٰہی رہو۔ ان سب نے کہا کہ اگر ہم آپ پر گریہ نہ کریں تو کیا کریں۔ ہمارے لیے آج کا دن ایسا ہے۔ کہ گویا آج رسول خدا نے وفات پائی۔ آج کا دن ایسا ہے کہ علی مرتضیٰؑ نے شہادت پائی۔ آج کا دن ایسا ہے کہ حسن مجتبٰےؑ زہر سے شہید ہوئے اے مولا حسینؑ زینبؑ وام کلثومؑ بھی ہم سے جدا ہو رہی ہیں اگر ہم نوحہ نہ کریں۔ اس وقت آپ کی ایک چچی تشریف لائیں۔ اور کہا اے نور دیدۂ عمہ اے حسینؑ میں گواہی دیتی ہوں کہ اس وقت کہ جن بھی آپ پر نوحہ کررہے ہیں اور انہوں نے تیری شہادت پر تیری صف عزا برپا کی ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ۔

فَاِنَّ قَتِیلَ الطَّفِّ مِن آلِ ھَاشِم — اَذَلَّ رِقَاباً مِن قُرَیشٍ فَذَلَّتِ

حَبِیبُ رَسُولِ اللّٰہِ لَم یَکُ فَاحِشًا — اَبَانَت مُصِیبَتُکَ الاُنُوفَ فَجَلَّتِ

یعنی کہ لے شہید کربلا۔ کمین لوگوں نے آل ہاشم کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور ہمارے قریش ذلیل کر دیئے گئے ہیں۔ رسولؐ خدا کے پیارے حسینؑ نے کبھی کوئی کام خلاف حق و صداقت نہیں انجام دیا ہے اور حسینؑ کی مصیبت عظیم مصیبت ہے اور دوست اس مصیبت میں اپنے چہروں پر خاک ملیں تو کم ہے۔

پس یہ اشعار پڑھے ؎

اَبکُوا حسیناً سیّداً لقتله   شَابَ الشعر و لقتله زلزلتم

و لقتله انکسفَ القمر

یعنی کہ امام حسینؑ کی مصیبت پر گریہ و نوحہ کرو کہ ان کے قتل ہو جانے سے بال سفید ہو گئے۔ اور جوان بوڑھے ہو گئے۔ زمین میں زلزلہ آ گیا۔ اور چاند کو گہن لگ گیا۔

وَاحمرّتْ اٰفَاقُ السَّمَآءِ مِنَ الْعشِیَّةِ وَالسَّحْرِ۔

آسمان پر صبح و ہر شام مصیبت امام حسینؑ سے متاثر ہوتا تھا۔ اور دونوں وقت سرخی کے آثار آسمان پر ظاہر ہوتے تھے۔ آفتاب متغیر ہو گیا تھا۔ اور عالم پر تاریکی غالب تھی۔

ذَالِکَ ابن فاطمة المصابُ به الخلائق و البشر او ذُلّابه جدع الانوف مع الغُرَر۔

اس کشتۂ ظلم و جور حسینؑ ابن فاطمہؑ کی مصیبت میں تمام مخلوق غم و رنج میں تھی ظالموں نے ہمیں ذلیل کر دیا تھا۔ ظاہری ذلت ہمیں گھیرے میں لیے ہوئے تھی۔

شیخ مفید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ

آپ نے فرمایا! ایک گروہ ملائکہ آلات حرب و ضرب سے مسلح آسمان سے نازل ہوا! اسلام کرنے کے بعد عرض کیا۔ اے فرزند رسول خدا، اے یادگار نبیؐ وعلیؑ خداوند عالم نے آپ کی مددگاری و یاوری کے لیے ہمیں بھیجا ہے حضرت امام حسینؑ نے ان سے فرمایا کہ ہماری وعدہ گاہ ایک جگہ ہے کہ جہاں ہم شہید کیے جائیں گے اور جلدی قبر بھی اس جگہ بنے گی۔ اس زمین کو کربلا کہتے ہیں ان فرشتوں نے کہا اے مولا پھر جس جگہ آپ حکم دیں ہم مدد کے لیے حاضر ہوں گے۔

آپ کی اطاعت کریں گے۔ آیا آپ کسی سے خوف محسوس کرتے ہیں۔ تو ہم آپ کے ہمراہ ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان ظالموں کو مجھ پر تسلط نہ ہو گا جب تک کہ میں اپنی قتل گاہ پر نہ پہنچ جاؤں۔ ان کے بعد جنوں کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے مولا ہمیں حکم دیجئے کہ ان دشمنوں کو ختم کر دیں۔ اور انہیں ہلاک کر دیں۔ ہم آپ کے تابعدار ہیں جو حکم دیں گے۔ وہ ہم بجا لائیں گے۔ ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالے تم کو جزاء خیر دے مجھے تمہاری امداد کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ خدائے تعالے نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ؕ

(سورۃ النساء آیت ۷۸)

یعنی کہ تم چاہیئے۔ جہاں ہو تو تم کو موت نے ہی ڈالے گی اگرچہ تم کیسے ہی مضبوط پکے گنبدوں میں جا چھپو اور یہ بھی آیت تلاوت کی۔ لَبَرَزَ الَّذِیۡنَ کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقَتۡلُ اِلٰی مَضَاجِعِہِمۡ ۚ (سورۂ آل عمران آیت ۱۵۴)

(جن کی تقدیر میں لڑکے مرجانا لکھا تھا۔ وہ (اپنے گھروں سے) نکل نکل کے سامنے مرنے کی جگہ ضرور آجائیں گے) اور اگر میں اپنے قتل گاہ پر نہ پہنچوں تو پھر میرا امتحان کیا ہوا۔ یہ گروہ خدا کی رحمت سے دور ہے۔ اور میں ضرور اپنی قبر میں دفن ہوں گا۔ اور خداوند عالم کی مشیت میں ایسا ہی گزرا ہے۔ اور میری قبر کی جگہ کو خداوند عالم نے ہمارے شیعوں کے لیے مرکز زیارت و مودت قرار دیا ہے۔ شیعہ ہماری قبر کی زیارت کو آئیں گے اور خداوند عالم ہمارے زائروں کو روز حشر اپنی رحمت سے نوازے گا۔

اور بروز شنبہ کہ روز عاشورا محرم ہے میں اس کے آخر وقت شہید ہوں گا اور میرا سر نیزہ پر بلند ہو گا۔ اور یزید بن معاویہ کو بھیجا جائے گا۔ جناب نے عرض کیا اے فرزند رسول خدا یہ کہ آپ کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ ورنہ ہم آپ کے دشمنوں سے مقابلہ کرتے اور ان کو غارت کرتے۔ فرمایا کہ ہاں واقعاً تم ایسا کر سکتے تھے مجھے تمہاری قوت کا علم ہے مگر مجھے خداوند عالم کی مخلوق پر حجت تمام کرنا مقصود ہے۔

ناگاہ جناب ام المومنین بی بی ام سلمہؓ تشریف لائیں اور کہا اے فرزند مجھے مغموم و محزون کیوں کرتے ہو۔ تمہاری جدائی مجھے شاق ہے۔ سوئے عراق جا رہے ہو میں نے تمہارے نانا رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یُقتَلُ وَلَدِیَ الحُسَینُ فی الارض العراق فی ارضٍ یقال لھا کربلا۔ کہ میرا فرزند حسینؑ عراق زمین کربلا پر شہید ہو گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے نانی صاحبہ بخدا اب کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ میں مدینہ سے نکل جاؤں اور کربلا پہنچوں۔ میں اپنے مقام شہادت کو پہچانتا ہوں اور میرے

عزیز و اقربا شہید ہوں گے اور میری بہن زینب و ام کلثوم اسیر ہوں گیں پس
یہ سن کر ام سلمہؓ پر گریہ طاری ہوا اور شدید گریہ طاری ہوا۔ حضرت امام حسین
نے فرمایا کہ یا اُمَّاہُ قَدْ شاء اللہ عزوجل ان یرانی مقتولاً مذبوحًا
ظلمًا وعدوانًا۔

اے مادر گرامی خدا کی مشیت یہی گزرا ہے کہ مجھے اپنی راہ میں مقتول
دیکھے۔ دشمن دین مجھے ذبح کریں گے وہ لوگ از روئے ظلم و دشمنی پیش آئیں گے
وَقَدْ شَاءَ ان یری حَرَمِیْ وَرھیطی ونِساء عنی مشردین
واطفالی مذبوحین مظلومین ماسوزین مقیدین وَھُمْ
یستغیثون فلایجدون ناصرًا ولامعینًا ومقدر۔

ارشاد فرمایا کہ ہماری عورات عصمت و طہارت ہماری دختران اور ہمارے
حرم محترم۔ اسیر ہو کر شہر بشہر تشہیر ہوں گے۔ میرے بچے ذبح کئے جائیں گے۔
ان مظلوموں کو اسیر بنایا جائے گا۔ میرے فرزند علیؑ کو طوق و زنجیر پہنایا جائے
گا۔ ہر چند کہ میں فریاد کروں گا مگر میرے استغاثہ پر کوئی لبیک نہ کہے گا۔ اور
میرا کوئی مدد گار نہ ہوگا۔ بروایت دیگر حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ اے فرزند مجھے
تمہارے نانا نے تمہاری قبر کی مٹی دی تھی جو میرے پاس محفوظ ہے۔ تمہارے
نانا نے اس مٹی کو شیشی میں رکھ کے مجھے وہ مٹی دے کر فرمایا کہ اے ام سلمہؓ جب
تم اس مٹی کو خون آلودہ دیکھو سمجھ لینا کہ حسینؑ قتل ہو گیا۔ پس اس گفتگو کے بعد حضرت
امام حسینؑ نے ان کو وداع کیا۔

بروایت شیخ مفیدؒ دو روز ماہ رجب کے باقی تھے کہ شب یک شنبہ
بوقت نصف شب آپ کے قافلہ نے مدینہ سے کوچ کیا۔ اور امام حسین

علیہ السلام نے یہ اس وقت یہ آیت تلاوت کی کہ جسے جناب موسیٰ نے شہر سے نکلتے وقت تلاوت کیا تھا۔

فخرج منها خائفاً يترقب قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۔ (سورۃ القصص آیت ۲۱)

(یعنی کہ موسیٰ وہاں سے امید وبیم کی حالت میں نکل کھڑے ہوئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا پروردگار اب مجھے ظالموں کے ہاتھ سے نجات دے) اور راہ مکہ معظمہ اختیار کی اور جب مکہ میں پہنچے تو آپ نے اس آیۂ مبارکہ کی تلاوت کی۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ○ (سورۃ القصص آیت ۲۲)

یعنی کہ موسیٰؑ نے جب مدین کی طرف رخ کیا اور راستہ معلوم نہ تھا تو آپ ہی آپ کہنے لگے کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھا راستہ دکھا دے) اور بقیہ از اور ماہ شعبان و رمضان و شوال و ذیقعد اور سات دن ذی الحجہ کے مکہ معظمہ میں گزارے آپ نے مکہ ظالمین کے خوف سے چھوڑا کہ ایسا نہ ہو کہ موقع حج حرمت کعبۃ اللہ برباد نہ ہو۔ چنانچہ آٹھویں ماہ ذی الحجہ آپ بسوئے کوفہ روانہ ہوئے۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين ۔

دوسری مجلس

حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کا مکہ سے بسوئے عراق سفر اور ورود کربلا

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا زِیَارَتَہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعْظَمَ شَعَائِرَ الْاِسْلَامِ وَ اَکْرَمَنَا بِالْاِرْشَادِ اِلَی الْحِلِّ وَ الْحَرَامِ وَتَفَضَّلَ عَلَیْنَا بِالرُّکُوْنِ اِلَی الرُّکْنِ وَلِلْمَقَامِ وَجَعَلَ لَنَا حَرَمًا آمِنًا وَحِصْنًا لِلْاَنَامِ وَکَھْفًا لِصُرُوْفِ الْاَیَّامِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَشَرَّفَ بِہِ الْبَیْتُ وَ الْحُطَامُ وَ اسْتَقَامَ بِہِ الرُّکْنُ وَ الْمُقَامُ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ حَقَائِقُ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَبَوَاطِنُ الْحَجِّ وَالْاِحْرَامِ خُصُوْصًا عَلٰی مَنْ بَذَلَ مُھْجَتَہٗ سَعْیًا اِلٰی رِضَاءِ رَبِّہٖ وَمَوْلَاہُ وَفَدَا اَھْلَہٗ وَعِیَالَہٗ وَاَوْلَادَہٗ حِفْظًا لِمَشَاعِرِ الْاِسْلَامِ لَمَا ھُوَ اَقْصٰی مُنَاہُ الَّذِیْ اَزْعَجُوْہُ عَنِ الْاَھْلِ وَالْاَوْطَانِ وَضَیَّقُوْا عَلَیْہِ الزَّمَانَ وَالْمَکَانَ فَقَتَلُوْہُ وَاَصْحَابَہٗ کَالْاَضَاحِیْ وَنَصَبُوْا رَاْسَہٗ عَلَی الْعَوَالِیْ وَ

سَبُوا نِسَائَهُ کالاتاعِ وَالذَّرَارِیْ وَدَارُوا وَابِهِنَّ فِی الْقِفَارِ دِ بِرِدِی
نَهَبُوا مَالَدُ وَایِنَ تَمُوا اَطْفَالَهُ وَاَمْرُو عِیَالَهُ وَکَسَرُوا ظَهْرَهُ وَرَضَضُوا
هَذَرَهُ وَنَحَرَ نَحْرَهُ قَتِیلَ الْاَدْعِیاءِ وَاَسِیرَ الْمِحْنَةِ وَالْبَلاءِ مَسْلُوبَ
الْعِمَامَةِ وَالرِّدَا الْمُخَضَّبُ الشَّیْبِ مِنَ الدِّمَاءِ الْمَذْبُوحِ بِسَیْفِ
الْجَفَاءِ مِنَ الْقَفَاءِ صَاحِبِ الرَّأْسِ الْمَرْفُوْعِ وَالشِّلْوِ الْمَوْضُوعِ
وَالسِّنِّ الْقَرُوعِ وَالْحَقِّ الْمَمْنُوعِ الشَّهِیدِ الْعَطْشَانِ الْبَعِیدِ عَنِ
الْاَوْطَانِ الْمَذْبُوحِ بِالسِّنَانِ الْمَدْفُوْنِ بِلاَ غُسْلٍ وَاَکْفَانٍ الْمُحَلَّقِ
اِلَیْهِ النُّسُورُ وَالْعِقْبَانُ قَلِیلِ الْاَعْوَانِ شَدِیدِ الْاَشْجَانِ الْوَالِهِ الْحَیْرَانِ
الْقَتِیلُ بِظَهْرِکُوفَانِ الْمُعَفَّرِ الْخَدَّیْنِ الْمُتَرَّبِ الْجَبِیْنَانِ الْمَشْطُوعِ
الْوَرِجِیْنَ الظَّمْآنِ الَّذِی التَّرَیْنِ مَلاذُ الْخَافِقَیْنِ وَشَفِیعُ الثَّقَلَیْنِ
سَیِّدِنَا اَبِی عَبْدِاللهِ الْحُسَیْنِؑ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلٰی قَاتِلِیهِ وَظَالِمِیهِ عَنِ الَّذِیْنَ
قَتَلُوا بِقَتْلِهِ الْاِسْلامَ وَهَدَمُوا قَوَاعِدَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَخَرَّبُوا قَوَائِمَ الرُّکْنِ
وَالْمَقَامِ وَنَکَسُوا مَشَاعِرَ الْحَجِّ وَالْاِحْرَامِ وَمَعَالِمَ الْحَلاَلِ وَالْحَرَامِ فَعَلَیْهِمْ لَعْنَةٌ
مُتَّصِلَةٌ مَا اتَّصَلَ اللَّیَالِی وَالْاَیَّامُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامِ۔

وَبَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ فِی کِتَابِهِ الْعَزِیْزِ : لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ
وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْکُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْکُمُ
بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْکُمْ هَدْیًا بٰلِغَ الْکَعْبَةِ اَوْ کَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰکِیْنَ اَوْ عَدْلُ
ذٰلِکَ صِیَامًا لِیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ط عَفَا اللهُ عَمَّا سَلَفَ ط وَمَنْ عَادَ
فَیَنْتَقِمُ اللهُ مِنْهُ ط وَاللهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔

(سورۃ المائدہ آیت ۹۶)

یعنی کہ جب تم حالتِ احرام میں ہو تو شکار نہ مارو اور تم میں سے جو کوئی جان بوجھ کر شکار مارے گا۔ تو جس (جانور) کو مارا ہے جو پاؤں میں سے اس کا مثل تم میں سے جو دو منصف آدمی تجویز کریں۔ اس کا بدلہ (دینا) ہوگا۔ (اور یہ) کعبہ تک پہنچا کر قربانی کی جائے یا (اس کا) جرمانہ (اس کی قیمت سے) محتاجوں کو کھانا کھلانا یا اس کی برابر روزے رکھنا۔ یہ جرمانہ اس لیے ہے کہ اپنے کیئے کی سزا کا مزہ چکھے جو ہو چکا اس سے تو خداوند عالم نے درگذر کی اور جو پھر ایسی حرکت کرے گا۔ تو خدا اس کی سزا دے گا۔ اور خدا زبردست بدلہ لینے والا ہے جاننا چاہیئے کہ خداوند تعالےٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض چیزوں کو برگزیدہ قرار دیا ہے اور ان چیزوں کا احترام و اکرام کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور اپنے بندوں پر ان کی تعظیم فرض قرار دی ہے۔ ان میں سے مکہ معظمہ ہے کہ اس کو خداوند عالم نے اپنا حرم قرار دیا ہے۔ اسی طرح کہ بلا تشبیہ بادشاہان دنیا اپنے مکان خلوت کو حرم خود اور محل خواص جانتے ہیں۔ اور وہ مکان کہ جسے خود خداوند علی الاعلیٰ حرم خود قرار دے وہ کس قدر عظمت والا ہوگا۔ مکہ معظمہ اور اس کی اطراف و جوانب بوجہ احکام خاص منفرد ہے۔ اور اس انفرادیت کے یہی معنی ہیں کہ اے ایمان دارو جب تم حالت احرام میں ہو تو جانور شکار نہ کرو۔ اور اگر کوئی عمداً شکار مارے گا۔ اور اس شکار سے مشابہ اس کا مثل بدلا دینا ہوگا۔ اگر مثلاً ہرن شکار کیا ہے تو گوسفند دینا ہوگا۔ اور اگر صحرائی گائے شکار کی ہے تو گائے (یعنی جو پالا کرتے ہیں) دینا ہوگی۔ اور اسی طرح یہ حکم عاید ہوتا رہے گا۔ جیسا جانور شکار شدہ ہے۔ اس کی مثل جانور باجود منصف مزاج اشخاص فیصلہ کر دیں وہ بدل قرار پائے گا۔ اور یہ کہ کعبہ تک پہنچا کر قربانی کی جائے۔ یا اس کی قیمت (جرمانہ) سے محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے یا اس کی برابر روزے رکھے ایسا اس لیے ہے کہ انسان محرم اپنے

کیے کی سزا بھگتے۔ اور اس سے پہلے جو ہو چکا خدا معاف کرنے والا ہے اور اب جو خلاف ورزی کرے گا۔ شعائر اللہ کا احترام نہ کرے گا تو خدا انتقام لے گا۔ کیونکہ وہ صاحب قدرت و اختیار ہے۔ خداوند عالم نے حرمت خانہ کعبہ لازم قرار دی ہے اور اگر کوئی خانہ کعبہ میں پناہ لے تو اس کے لیے امان ہے۔ اور اگر کوئی چیز پڑی ہوئی مل جائے، اشجار و شکار والے پرندہ ان کے چند احکام ہیں جو شارع علیہ السلام نے مقرر فرماتے ہیں۔ جو مجتہدین کے عملیہ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کعبۃ اللہ کی حرمت اور بزرگی مخفی نہیں ہے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ :-

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا۔

(سورۃ آل عمران آیت ۹۶)

لوگوں کی عبادت کے واسطے جو گھر سب سے اول بنایا گیا وہ تو یقینا یہی کعبہ ہے جو مکہ میں ہے بڑی خیر و برکت والا ہے۔ اور سارے جہاں کے لوگوں کا راہ نما ہے)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیہ مجیدہ کے ذیل میں فرمایا ہے۔ کہ

فَاَوَّلُ بُقْعَۃٍ خُلِقَتْ مِنَ الْاَرْضِ الْکَعْبَۃُ ثُمَّ مُدَّتِ الْاَرْضُ مِنْھَا۔

یعنی کہ پہلی جگہ جو اللہ تعالےٰ نے خلق فرمائی زمین کعبہ ہے۔ پھر زمین ایک مدت خاص میں خلق فرمایا:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے فرمایا کہ کعبہ کی جگہ زمین سفید و نورانی یعنی مثل آفتاب منور تھی۔ اور جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا زمین کعبہ سیاہ ہوگئی۔ اور جب آدم جنت سے زمین

پر آئے۔ تو خداوند عالم نے آدم کے لیے زمین کعبہ کو بلند کر دیا اور آپ نے دیکھا کہ یہ قطعۂ زمین نورانی ہے۔ بارگاہ خدا میں عرض کیا پالنے والے یہ قطعۂ زمین نورانی کیوں ہے۔ ندا آئی کہ اے آدم اس قطعۂ زمین پر میرا دم ہے اور ہم نے تجھ پر اس کا طواف واجب قرار دیا ہے۔ پس روزانہ سات مرتبہ اس حرم کا طواف کیا کرو۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تمام زمینوں میں زمین مکّہ تمام شجر و حجر میں، شجر و حجر مکّہ اور تمام زمین کے پانی میں زمین مکہ کا پانی بہتر ہے۔ بغرض کہ زمین مکّہ کے پہاڑ، پانی اور درخت وغیرہ دوسری جگہ کی ان چیزوں سے افضل و بہتر ہیں۔ حدیث میں یہ وارد ہوا ہے۔ کہ جس کسی نے اس زمین محترم کے بارے میں نیت بد کی اور بُرا ارادہ کیا تو پروردگار عالم اس پر غضبناک ہوا۔ چنانچہ ایک بادشاہ گزرا ہے کہ جس کا نام تبع تھا اس بادشاہ کی وسیع مملکت تھی جو مشرق و مغرب پر پھیلی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ اس بادشاہ نے یہ ارادہ کیا کہ اہل مکّہ کو قتل کرے۔ عورتوں کو اسیر بنائے اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرے چونکہ خداوند عالم کو حرمت کعبہ عزیز تھی اس بادشاہ کی آنکھیں کور ہوگئیں یعنی کہ وہ نابینا ہو گیا۔ بعض لوگوں نے اس کو علاج کا مشورہ دیا مگر بینائی بدستور محبوس رہی اس نے اپنے درباریوں سے تذکرہ کیا تو سب نے کہا کہ زمین مکّہ نزد خدا محترم ہے اور خانہ کعبہ بیت اللہ ہے اس کے وارث و متولی ابراہیم خلیل خدا ہیں تو ان کی طرف رجوع کر شاید کہ وہ اس کا کوئی علاج بتلائیں اس نے درباریوں سے کہا کہ بے شک مجھے خلیل خدا کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ ابراہیم خلیل خدا کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کے متعلق تیری نیت خراب ہے اپنے ارادہ سے باز آ۔ اور بارگاہ خداوندی میں توبہ کر۔ یہی تیرا علاج ہے۔ پس حکیم ربانی کے کہنے پر اس بادشاہ نے اپنی سوئے نیت پر توبہ کی خداوند عالم اس کو دوبارہ نور عطا کیا۔ اور وہ بینا ہو گا۔

آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور اس جماعت مردمان کو قتل کرا دیا کہ جنہوں نے حرمت کعبہ مٹانے کا اس کو مشورہ دیا تھا۔ اور وہ از خود خانہ کعبہ حاضر ہوا۔ اور کعبہ پر غلاف چڑھایا اور تین دن تک سو اونٹ روزانہ نحر کیے گئے اور اہل مکہ کی دعوت کی سب لوگ حسب خواہش کھانا کھاتے اور اگر کھانا بچ جاتا تو پہاڑوں پر وحش وطیور کے لیے رکھ دیا جاتا تھا۔ اس طرح کیفیت اصحاب فیل ہے یہ مشہور و معروف واقعہ ہے۔ اور قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت مسلمہ کے بعض نام نہاد لوگوں نے خانۂ کعبہ کی حرمت کو برباد کیا اور بنی امیہ کے زمانہ حکومت میں دو مرتبہ خانہ کعبہ برباد و غارت کیا گیا۔ پہلی مرتبہ پسر معاویہ یزید پلید نے لشکر بھیجا کہ جس نے مدینہ رسولؐ خدا کو تباہ کیا مسجد نبوی کو اصطبل کی جگہ استعمال کیا گیا اور اس لشکر نے بحکم یزید خانہ کعبہ پر بذریعہ منجنیق پتھر برسائے۔ آگ کے گولے پھینکے۔ غلام خانہ کعبہ نذر آتش ہو گیا اور دیوار منہدم ہو گئی۔ دوسری مرتبہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے اس طرح حملہ کیا کہ خانہ کعبہ منہدم ہو گیا۔ ان حملوں کا سبب عبداللہ بن زبیر تھے کہ انہوں نے اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے کعبہ میں پناہ لے رکھی تھی۔ بہر حال اس تباہی پر خدا نے عذاب نازل نہیں کیا۔ خداوند عالم مختار کل ہے اس نے مہلت دی ہے کہ ظالم لوگ اپنے پوری طرح بے نقاب ہو جائیں تاکہ ان ظالموں کا ظلم اور حرم خدا کی بے حرمتی ان کے ناحق خلیفہ ہونے کی دلیل بن جائے۔ چنانچہ یہ تمام چیزیں بزبان حال بتلا رہی ہیں کہ ان لوگوں کا خلافت رسولؐ خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ لوگ دنیاوی بادشاہ ہیں کہ جنہوں نے خلافت کا کھیل کھیلا تھا۔ خداوند عالم نے ہر اس ذی روح کو جو کعبہ میں پناہ لے محفوظ و مامون قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ

(سورہ آل عمران آیت ۹۷)

اور جو اس گھر میں داخل ہوا امن میں آگیا۔

حرم خدا جاد امن ہے۔ اس میں پناہ لینے والوں کے لیے امن و امان ہے۔ یہاں تک کہ اس میں درخت کاٹنا گھاس تراشنا، وغیرہ ممنوع ہے۔ چنانچہ حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا ہے کہ

كُلَّ شَيْءٍ يَنْبِتُ فِي الحرم فَهُوَ حَرَامٌ عَلَى النَّاسِ اجمعين اِلَّا مَا انبتهُ انت او غرسته۔

ہر وہ چیز کہ جو حرم میں زمین سے پیدا ہو۔ تمام لوگوں پر حرام ہے اگرچہ خود کاشت ہو یا درخت زمین میں لگایا ہو)

یہاں تک کہ کسی درخت کی جڑ حرم سے باہر ہے اور اس درخت کی شاخ حرم کے اندر ہے اور ایسا درخت کہ اس کی اصل (جڑ) حرم میں ہے اور شاخیں باہر ہیں۔ اس کا کاٹنا بھی حرام ہے۔ وارد ہوا ہے کہ گرا پڑا سامان اٹھانا بھی حرام ہے۔ مگر ایسی حالت میں جب کہ اس چیز کا مالک فریاد کر رہا ہو۔ شکار مارنا بھی حرام ہے۔ پس کتاب خدا اور سنت رسولؐ خدا دونوں حرم خدا کی (خانہ کعبہ اور مسجد) کی حرمت ظاہر کر رہے ہیں۔ اور اس پر علماء کرام کا اجماع ہے۔ عملیہ کی کتابوں تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ بہر حال خانہ کعبہ کی حرمت اور تقدس برقرار رکھنا سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ جو اس میں داخل ہوگیا وہ مامون و محفوظ ہے لیکن دشمنان دین اور یزید بن معاویہ کے گماشتوں نے نواسہ رسول خدا حضرت امام حسین علیہ السلام کو جو بہ نص رسولؐ خدا رہبر و الامامت ہیں۔ حرم خدا میں بھی امن سے نہ رہنے دیا بلکہ

حاجیوں کے لباس میں لوگوں کو فرزند رسولؐ خدا کو قتل کرنے کے لیے بھیج دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام حج کو عمرہ سے بدل کر آمادۂ سفر کوفہ و عراق ہوئے۔ حالانکہ حضرت امام حسینؑ وارث کعبۃ اللہ ہیں۔ اور حضرات محمد وآل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے طفیل میں کائنات خلق ہوتی ہے۔ اور ان کی ولایت کا اقرار کرنے پر آب تلخ کو شیرینی عطا ہوئی۔ اور کائنات میں جس چیز نے ان کی ولایت کا اقرار کیا اسے اس کی نوع کے اعتبار سے درجہ عظیم عطا ہوا ہے۔

حضرت باب مدینۃ العلم علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ خداوند تعالےٰ نے میری ولایت جب زمین پر عارض کی پس زمین کے جس حصہ نے میری ولایت قبول کی خدا اسے پاک وپاکیزہ قرار دیا اور وہاں کی نباتات کو مٹھاس عطا کیا اثمار میں لذت عطا کی۔ اور پانی کو شیرینی عطا کی۔ اور جس قطعۂ زمین نے میری امامت و ولایت سے انکار کیا۔ تو اس خدا نے اس زمین کو شور اور وہاں کی نباتات کو تلخی دے دی۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ سب سے پہلے جس زمین کے حصہ نے ہماری ولایت قبول کی ہماری امامت قبول کی وہ زمین مدینہ طیبہ ہے۔

پس خداوند عالم نے زمین مدینہ کو حرم رسولؐ خدا قرار دیا۔ اور جاۓ دفن گردانا (از مترجم یہی وجہ ہے کہ آنحضرتؐ نے حرم خدا یعنی کعبہ سے بسوے مدینہ کہ وہ آپؐ کا حرام اقدس ہے ہجرت فرمائی) اس کے بعد زمین کوفہ نے ولایت کو قبول کیا تو خداوند عالم نے اس قطعہ زمین کو برگزیدہ کیا۔ اور اسے حرم حضرت شاہ ولایت علی المرتضیٰ علیہ السلام قرار دیا۔ اور جاۓ دفن قرار دیا۔ اور یہ حرم ہے۔ مثال کعبہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے مدینہ سے بسوے کوفہ ہجرت کی۔ اور اسے دار الخلافہ

نظامت اسلامیہ قرار دیا۔ اور عالم تشبیہ میں حرم امیر المومنین اور حرم خدا میں وجہ تشبیہ پائے جاتی ہے اس طرح کہ حرم خدا میں شکار کرنا حرام ہے، اور یہاں حسنؑ وحسینؑ اور اولاد علی علیہ السلام میں جن کی حرمت وتقدیس ومودۃ سب پر فرض ہے حتیٰ کہ نجف اشرف میں روضہ علی مرتضیٰ میں جو کبوتر اڑتے رہتے ہیں ان کا شکار ممنوع ہے اس حرم علیؑ کے اہلحرم حسنؑ وحسینؑ ہیں جو کہ ذریت رسول خدا ہیں۔ پس ان کی مودۃ واجب فرض ہے۔ قرآن مجید میں خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط

(سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳)

اے رسولؐ تم کہدو کہ میں اس تبلیغ رسالت کا اپنے قرابتداروں کی محبت کے سوا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا)

علاوہ اسی آیہ مجیدہ کے آنحضرتؐ اپنی حیات مبارکہ میں برابر اپنے اہلبیت وعترت کے بارے میں اپنی امت کو وصیت فرماتے رہے کہ ان کی محبت اختیار کرنا ان کی حرمت کی حفاظت کرنا۔ لیکن دشمنان دین نے حرم ہائے خدا اور رسولؐ وعلیؑ کی ہمیشہ بے توقیری کی حرمت کو ضائع کیا۔ شکار کو مارا، درختوں کو کاٹا۔ حرم کعبہ کو لوٹا اور غارت کیا۔ امام حسنؑ جو حرم رسولؐ خدا میں مثل صید تھے کہ جس کا شکار کرنا حرام ہے۔ آپ کو زہر دیا گیا۔ اور صید دیگر یعنی امام حسینؑ کو حرم رسول خدا چھوڑنے پر مجبور کیا اور آپ حرم خدا سے بھی نکلنے پر مجبور کئے گئے۔ ؎

؎ آن صاحب حرم چہ توقع کنند باز
آن ناکسان کہ تیر بصید حرم زدند

یعنی کہ صاحب حرم کو باز سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ حرم میں شکار نہ کرے

جب کہ کمینے اور نالائق لوگ حرم خدا میں شکار کی طرف تیر پھینکتے ہیں یعنی کہ باز کا تو کام ہی شکار کرنا ہے وہ شکار کرے تو کیا تعجب اس سے شکار نہ کرنے کی توقع بیکار ہے جب کہ نام نہاد مسلمان حرمت کعبہ برقرار نہ رکھیں۔ (اور صاحبان حرم خدا یعنی علیؑ و حسنؑ و حسینؑ کو شہید کریں) ہاں جو حرم میں داخل ہو جائے اسے پناہ دینی چاہیئے چہ جائیکہ اس کو حرم خدا میں قتل کرنے کے درپے ہوں۔ پس امام حسین علیہ السلام نے ناچار ہو کر کعبہ سے ہجرت کی اور حج کو عمرہ سے بدلا عازم سفر کوفہ ہوئے۔ لیکن وارد کربلا ہو کر سفر تمام کر دیا۔ حالانکہ امام حسین علیہ السلام حرم خدا میں اس طرح محفوظ رہتے جیسے کبوتر حرم۔ حرم خدا میں مامون و محفوظ رہتا ہے۔ آپ کا اموال و اسباب لقطہ حرم کی طرح ہے جس طرح حرم میں گرا پڑا سامان اٹھانا جائز نہیں ہے۔ اسی مال امام حسینؑ کو لوٹنا کیا معنی؟ مگر نام نہاد مسلمانوں نے کربلا میں اموال امام حسینؑ کو جی بھر کے لوٹا اور ان کے اہل حرم کی چادریں لوٹیں سکینہ خاتون کے طمانچہ لگائے۔ اور پردہ داروں کو بے چادر کیا۔ اولاد رسولؐ خدا پر کربلا میں قیامت گزر گئی۔ اور ان کو اسیر بنا کر شہر بشہر تشہیر کیا۔ یا رسولؐ اللہ قبر مبارک سے باہر تشریف لائے۔ ذرا کربلا میں دیکھئے کہ آپ کی اولاد پر کیا کیا مصیبتیں گزر گئیں۔ اور بنی امیہ کے ظالموں نے انہیں نشانہ ظلم و ستم بنا ڈالا بعض بچے شہید ہو گئے۔ بعض نے صحرا کا رخ کیا اور موت کی نیند سو گئے۔ اور آپ کی نواسیاں رسن بستہ اسیر ہوئیں ؎

هذا الحسين بها عضر الثرى　　فى ملة خرابه نسبج دمائها

یہ آپ کا حسینؑ، آپ کا میوۂ دل۔ راحت جان حسینؑ ہے کہ جو خاک و خون میں غلطان ریگ گرم پڑا ہے۔ لباس مبارک پارہ پارہ ہے ایسا نظر آتا ہے کہ عبا خونی زیب تن ہے بدن مبارک لہولہان ہے۔

مقطوع راسٍ هُشِمّت اضلاعُهٗ   عُریان من آثوابه بُعرائها

واحسرتاہ واویلاہ شمر ولد الحرام نے گردن سے سر مبارک جدا کر دیا ہے دونوں پہلو شکستہ ہو گئے ہیں۔ لباس تن اتار لیا گیا ہے۔ یارسول اللہ ہوائے کربلا نے حسینؑ کو خاک کا لباس پہنا دیا ہے ؎

هٰذا الّذی قد کنت تلثم نحرهٗ
اَمسٰی نَحِیرًا من حدود ضبائها

یہ وہ ہے کہ جس کے گلوئے نازنین کے یارسول اللہ آپ بوسہ لیتے تھے اب حال یہ ہے کہ دشمنوں نے اس کو تیروں، تلواروں اور تیروں کا نشانہ بنایا ہے اور مثل قربانی اس کا گلا کاٹ دیا ہے۔ یعنی ذبح کر ڈالا ہے۔ اور نحر بھی کیا ہے۔

مِنْ بَعْدِ حِجرِكَ یارسول اللہ قَدْ   اُلْقِیَ طریحًا فی ثرٰی ومُغائِها

یارسول اللہ حضور نے حسینؑ کو اپنی گود میں پرورش کیا۔ لعاب نبوت چوسایا اب چونکہ حسینؑ کو آپ سے دور کر دیا گیا ہے۔ آپ کی آغوش کے اب حسینؑ ایک گرم اور ہوائے گرم میں تپاں ہے۔

هٰذا جثّة الشّریفة قد غدت   لِلصّافنات یجول فی اعضائها

یہ ظالم لوگ اس قدر ظلم پر اتر آئے کہ جسم مبارک کو پامال سُم اسپان کر دیا۔

وَنساوهٗ تُسبی الاماء کما تقی   وَ تقاد فی الاغلال من اُسرائها

ظالم لوگ اس پر بھی راضی ہوئے یہاں تک کہ مخدرات عصمت و طہارت کو اسیر کیا۔ اور باقی یعنی سجاد کو طوق و زنجیر بنایا۔

یا قومُ ماذنبُ الذ فارلترکوا   بهم الصّغار وتعلنوا باذائها

یعنی کہ اے گروہ اشرار جفا کار اگر تمہارے زعم ناقص میں ان کے مرد گناہ گار تھے

توان کے بچوں نے کیا قصور کیا کہ ان کو تم نے حقیر و ذلیل کیا اور اسیر کیا ہے۔

یَا وَیْلَکُمْ مَا یشف غل صدورکم قَتْلَ الْمَوَالِیَ الْیَوْمَ مِنْ کِبَرائِہَا

یعنی سینوں میں سلامتی دین نہیں ہے۔ بلکہ بغض و کینہ کی آتش بھڑک رہی ہے تم نے ان کے بزرگوں کو بھی قتل کیا جو عالمین میں برگزیدہ تھے اور تم نے بچوں کو بھی تہ تیغ کیا۔ عورات عصمت و طہارت کو اسیر کیا۔ ہمارے واسطے یہ ابتلاء عظیم ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور ابتلاء نہیں ہے۔ اگر اینٹ اور پتھر کے بنے ہوئے مکان کو خداوند عالم اس قدر حرمت دے سکتا ہے کہ اس میں پناہ لینے والا اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے اور خانہ کعبہ کا اور ان چیزوں کا جو اس کے اندر ہیں احترام واجب ہے اور اس کی بے حرمتی کرنا اس کے درجہ میں کمی کرنا موجب ناراضگی خداوند عالم ہے تو کیا اولیاء خدا، جو مقرب بارگاہ ایزدی ہیں جو اولاد پیغمبر خدا ہیں۔ ان کا خدائے تعالےٰ کی نظر میں کیا کوئی مقام نہیں ہے۔ سوچو غور کرو جو خدا کے گھر کے اہل ہیں ان پر ظلم کرنا کیوں کر روا ہو سکتا ہے۔ جن کے طفیل میں کائنات بنی اور زمین خلق ہوئی اور زمین پر کعبۃ اللہ بنا کہ وہ قبلہ قرار پائے۔ پس کیوں کر روا ہو سکتا ہے کہ حضرات محمدؐ و آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی حرمت و تقدس ضائع کرنے والا خدا کی نگاہ میں ظالم قرار نہ پائے۔ اور جب ظالم قرار پا گیا تو اب وہ عذاب خدا سے نہیں بچ سکتا۔ تمہارا فرض ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے فضائل و مناقب سنو، کتابوں میں پڑھو اور معرفت حاصل کرو تا کہ تمہاری بصیرت میں اضافہ ہو۔ سلار ابن عبد العزیز دیلمی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب شب معراج مجھے آسمان پر لے گئے۔ اور میں ملائکہ سموات کے عبادت خانوں سے گزرتا ہوا۔ سدرۃ المنتہی پہنچا تو جبرئیل امین نے مجھ سے رخصت ہونا چاہا۔

اور وہ اس مقام پر ٹھہر گئے۔ میں نے جبرئیل سے سوال کیا اے اخی جبرئیل کیا بات ہے کہ اس جگہ سے آگے نہیں بڑھتے۔ جبرئیل نے کہا کہ یا رسول اللہ میں اس مقام سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اگر ایک انگلی کی برابر بھی اس جگہ سے تجاوز کروں تو میرے بال و پر جل جائیں گے۔ پس جبرئیل اسی جگہ رہ گئے اور میں عالم نور میں اس مقام تک پہنچا کہ جہاں تک نظر قدرت میں میرا مقام تھا۔ پھر خداوند عالم نے مجھ پر وحی کی۔

یا محمد انی اطلعت علی الارض اطلاعًا فاخترتک منہا۔

یعنی کہ خدا نے فرمایا اے محمدؐ میں نے زمین پر نگاہ علمی کی تو میں نے تجھے منتخب کر لیا۔ اور اپنی نبوت و رسالت کے لیے چن لیا۔ دوسری مرتبہ نگاہ علمی ڈالی تو میں نے علیؑ کو چن لیا اور تمہارا اوصی و وارث علوم قرار دیا۔ اور پھر اس کے صلب سے تمہاری ذریت کے ائمہ ہدیٰ کو چن لیا اور ان کو خلعت عصمت سے آراستہ کیا۔ امام بنایا۔ اور اے ہمارے رسولؐ۔ فلولاکم ماخلقت للدنیا والاخرۃ ولا جنۃ والنار پس اگر تم نہ ہوتے تو میں نہ اس دنیا کو خلق کرتا۔ نہ آخرت اور نہ جنت و دوزخ پیدا کرتا۔

یہیں سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ جنت محمد و آل محمد کے دوستوں اور ان پر ایمان لانے والوں اور حرمت برقرار رکھنے والوں کے لیے تھے اور دوزخ ان کے دشمنوں کے لیے ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں ایک روز حضرت رسولؐ خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ارنی الحق حتّٰی انظر الیہ۔ کہ مجھے حق کو اس طرح دکھا دیجئے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ لوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس پردہ کے اندر جاؤ۔ میں پردہ میں گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام رکوع سجدہ کی حالت میں ہے۔ نماز

پڑھ رہے ہیں اور جب آپ نے نماز ختم کی تو بارگاہ ایزدی میں یوں عرض پرداز ہوئے
کہ اللّٰھُمَّ بحرمۃ محمدٍ عبدکَ وَرَسُوْلِکَ اغفر للغَاطِئین مِنْ شیعتی
خداوندا تو اپنے حبیب محمد بن عبداللہ کے صدقے میں میرے شیعوں کے گناہوں
کو معاف کر دے ان کو بخش دے۔ عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر پردے
سے باہر آگیا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ رسول خدا نماز میں مشغول ہیں اور اس طرح دعا فرما
رہے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ بِحُرمَۃِ علی ابن ابی طالب صلوٰت اللہ وسلامہ
علیہ اغفر للعامین مِنْ اُمَّتی۔ خداوندا بحق علی ابن ابی طالب علیہ السلام کہ میری
امت کے گناہگاروں کی خطاؤں کو معاف کر دے ان کی خطاؤں سے درگزر کر۔ ابن
مسعود کہتے ہیں کہ میں یہ واقعہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور مجھ پر خوف طاری ہو گیا کہ خدایا یہ
ماجرا ہے کہ علیؑ دعا میں نبی پاک کو وسیلہ بنا رہے ہیں اور کہ اے ابن مسعود کیا ایمان لانے
کے بعد کفر کی طرف جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا معاذ اللہ ایسا تو نہیں ہے۔ خدا
کی پناہ میں کفر کی طرف کیوں جاتا۔ میں نے تو یہ عجیب بات دیکھیں کہ علی ابن ابی طالب
آپ کی حرمت کا واسطہ دے کر دعا کر رہے ہیں۔ اور آپ بہ نفس نفیس علیؑ کی حرمت
کا واسطہ دے کر دعا فرما رہے ہیں۔ یا رسول اللہ پھر یہ بھی ظاہر فرمائے کہ آپ دونوں
میں کون افضل ہے۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے "علیؑ، فاطمہؑ"
حسن اور حسینؑ کو تمام مخلوقات سے ہزاروں سال پہلے خلق فرمایا جب کہ مخلوقات
میں کچھ نہ تھا اور ہم سب اس وقت تسبیح خدا کر رہے تھے۔ پس خداوند عالم نے
میرے نور کو شگافتہ کیا اور اس نور سے آسمانوں اور زمینوں کو خلق فرمایا۔ بخدا میں آسمانوں
اور زمینوں سے افضل ہوں۔ پھر نور علیؑ کو شگافتہ کیا اور اس نور سے آسمانوں اور زمینوں
کو خلق فرمایا۔ بخدا میں آسمانوں اور زمینوں سے افضل ہوں پھر نور علیؑ کو شگافتہ کیا اور

اس سے عرش و کرسی بنائے پس علیؑ اجل من العرش و الکرسی
کہ علیؑ عرش و کرسی سے بزرگ تر ہے۔ ارفع و اعلیٰ و بلند تر ہے۔ پس نور حسنؑ کو شگافتہ
کیا اور اس سے لوح و قلم خلق ہے۔ پس حسنؑ لوح و قلم سے افضل ہے۔ پھر نور حسینؑ
کو شگافتہ کیا تو اس سے بہشت و دوزخ خلق کئے اور حسینؑ ان سے افضل ہے۔
(از مترجم اس ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کو حق شفاعت عالم نور ہی سے حاصل ہے۔
پس تمام عوالم مشارق و مغارب تاریک تھے۔ جنہوں نے بسوئے حضرت احدیث عرض
کیا کہ اللّٰھُمَّ بحرمة هٰذه الاشباح الَّتِیْ خَلَقْتَھم اِلَّا مَا فرجت لنا
من هٰذه الظلمة۔ یعنی کہ خداوندا ان اشباح مقدسہ کی حرمت
و بزرگی کا واسطہ ہماری اس تاریکی کو دور فرما۔ اور ہمیں اس تاریکی سے نجات دے۔ پس
حق تعالےٰ نے ایک روح کو خلق فرمایا اور اس کو ایک دوسری روح سے نزدیک کیا۔
اس سے ایک نور ظاہر ہوا۔ اور پھر تاریکی دور ہوں اور اس نور کا نام زہراؑ قرار دیا۔ لفظ
زہرا کے معنی ہیں روشنی دینے والا۔ فرمایا اے ابن مسعود جب قیامت کا دن ہوگا تو حق تعالیٰ
مجھ سے اور علیؑ سے خطاب فرمائے گا کہ اَدْخِلَا الجنَّة مِنْ شِئْتُمَا
و اَدْخِلَا النَّار مِنْ شِئْتُمَا۔ یعنی کہ جس کو تم چاہو داخل بہشت کرو
اور جسے چاہو داخل جہنم کرو۔ اسی چیز کی طرف قرآن مجید میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا
ہے۔ اَلْقِیَا فِیْ جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ۔ (آیت ۲۴ سورۃ قٓ)
یعنی تم دونوں ہر سرکش اور ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو (از مترجم۔ مسند امام احمد بن
حنبل میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ خدا نبیؐ و علیؑ سے فرمائے گا کہ تم دونوں
اپنے دوستوں کو بہشت میں داخل کرو اور اپنے دشمنوں کو داخل جہنم کرو)۔ اور آنحضرت
نے فرمایا ہے کہ کافر وہ شخص ہے جو میری نبوت کا انکار کرے اور عنید وہ شخص ہے کہ

کہ جو علی اور اولاد علیؑ اور شیعیان علیؑ سے دشمنی رکھے۔

سلار دیلمی نے اپنی کتاب ارشاد القلوب میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ میں اسرافیل نے جبرئیل پر اپنی فوقیت ظاہر کی اور افتخار کیا کہ میں اے جبرئیل تم سے بہتر ہوں جبرئیل نے کہا کہ کیونکر بہتر ہو۔ اسرافیل نے کہا کہ میں ملائکہ حاملان عرش کا صاحب ہوں اور میں صور پھونکنے پر مامور ہوں پس میں مقرب ترین ملائکہ میں سے ہوں جس پر جناب جبرئیل نے کہا کہ میں تم سے زیادہ بہتر و برتر ہوں کہ میں امین وحی الٰہی ہوں۔ اور خدا کے انبیاء کی طرف رسولؑ ہوں۔ یعنی پیغام الٰہی پہنچانے پر مامور ہوں۔ اور میں صاحب خسوف ہوں یعنی زمین میں اتر جانے والا ہوں۔ اور میں صاحب قذوف یعنی کنگرے والا ہوں۔ اور میں قوموں پر زمین میں عذاب نازل کرنے والا ہوں اور قوموں کو عذاب آسمانی سے ہلاک کرنے والا ہوں۔

خدا جب کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے۔ تو میرے ہی ہاتھوں عذاب نازل ہوتا ہے۔ غرض کہ باہمی مفاخرہ نے جب طول پکڑا۔ تو دونوں ملک خدائے تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنا مفاخرہ احکم الحاکمین اب ذوالجلال والاکرام کی بارگاہ میں پیش کیا خداوند عالم نے ان پر وحی کی کہ اے میرے ملائکہ اُسْکتا وعزّتی وجلالی لقد خلقت مَن هُوَخَيْرٌ مِنْكُمَا۔ خموش رہو مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے۔ کہ میں نے ایک ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے کہ جو تم سے مرتبہ و جلالت میں بزرگ تر ہے اور تم اس کے مقابل جس قدر کم تر ہو۔ اچھا تم ساق عرش کی طرف نظر کرو۔ جب ان دونوں نے ساق عرش پر نظر کی تو دیکھا کہ اس پر تحریر ہے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ وَّعَلِیٌّ و الحسنؑ والحسینؑ۔ اور بعض روایات میں یہ ہے کہ اسم علیؑ کے بعد

اسم فاطمہؑ بھی تحریر تھا۔ یہ دیکھ کر دونوں ملائکہ حیران رہ گئے کہ اللہ اکبر۔ یہ وہ اسماء مبارکہ ہیں کہ جن کے مسمیات عرش سے افضل ہیں۔ اور ان کے اسماء مبارکہ زینت عرش الٰہی ہیں۔ جبرئیل امین نے سبقت کرتے ہوئے بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ یَارَبِّ فَاِنِّی اَسْئَلُكَ بِحَقِّهِمْ عَلَيْكَ اِلَّا جَعَلْتَنِی خَادِمَهُمْ یعنی کہ خداوندا ان اسماء کے مسمیات کا واسطہ اور ان کے اس حق کا واسطہ جو تجھ پہ ہے مجھے ان کا خادم قرار دے۔ ارشاد خداوند عالم ہوا۔ قَدْ جَعَلْتُ ہاں تجھے ان کا خادم قرار دیا۔ اور جبرئیل الامین کو سید الملائکہ ہونے کا شرف ملا۔ اسی لیے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْت۔ کہ سلمان ہمارے اہلبیت سے ہے۔ پس سلمان فارسی، سلمان محمدیؐ ہیں۔ چونکہ حضرت جبرئیل خادم پنجتن پاک ہے۔ پس آپ نے سیدہ عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت کرنا اپنے پر فرض کر لیا۔ ادائیگی فرض بھی اور ملائکہ پر فوقیت بھی چنانچہ ام ایمن سے روایت ہے۔ کہتی ہیں کہ میں اپنی آقا زادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں گئی۔ گرمی کا زمانہ تھا۔ جب در سیدہ پر پہنچی دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔ میں نے دروازہ سے جھانک کر دیکھا تو نظر آیا کہ سیدہ عالم سو رہی ہیں۔ اور آپ کے قریب چکی رکھی ہوئی ہے جو خود بخود چل رہی ہے۔

مگر چکی چلانے والا نظر نہیں آتا اور چکی برابر کام کر رہی ہے۔ آٹا نکل رہا ہے۔ گہوارہ کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ گہوارہ جنبش میں ہے۔ مگر گہوارہ جنبان نظر نہیں آتا۔ اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں تسبیح ہے اور تسبیح کے پڑھنے کی آواز آ رہی ہے۔ مگر آپ محو استراحت ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے بہت زیادہ تعجب ہوا اور میں فوراً آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا۔ وہ بیان کیا آنحضرتؐ نے فرمایا اے ام ایمن میری بیٹی فاطمہؑ روزہ سے ہے۔ خداوند عالم نے اس

پر نیند غالب کر دی ہے کہ قدرے آرام کر سکیں۔ اور ان کاموں کو انجام دیں کے لیے خداوند عالم نے فرشتوں کو متعین فرمایا ہے کہ بقدر قوت عیال چکی گردانی کریں اور آٹا تیار رہو۔ اور فاطمہؑ کے نور نظر حسینؑ کے گہوارہ کو جھلاتے رہیں لوریاں دیتے رہیں تاکہ حسینؑ کی استراحت میں فرق نہ آئے۔ اور ایک فرشتہ کو تسبیح پڑھنے پر مامور کیا کہ جب تک سیدہ عالم بیدار ہوں وہ فرشتہ تسبیح خوانی کرے۔ ام ایمن نے سوال کیا یا رسول ان فرشتوں کے نام بھی ارشاد فرمائے کہ وہ کون کون سے فرشتے تھے فرمایا کہ چکی چلانے والے جبرئیل امین تھے۔ تسبیح کرنے والے اسرافیل تھے اور گہوارہ جنبانی کرنے والے میکائیل ہیں "سبحان اللہ" سیدہ عالمین کا مرتبہ اللہ اکبر عجب مرتبہ فرشتے خدمت کرنا فخر سمجھتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک روز جبرئیل امین زمین پر نازل ہوئے خانہ سیدہ عالم پر پہنچے دیکھا کہ سیدہ عالم محو خواب ہیں اور امام حسینؑ گہوارہ میں رو رہے ہیں پس جبرئیل امین گہوارہ کے نزدیک آئے اور اس کو جھلانا شروع کیا اور لوریاں دینے لگے کہ امام حسینؑ خوش ہو گئے اور سو گئے۔ روایت میں ہے کہ جبرئیل امین نے گہوارہ جنبانی کرتے ہوئے یہ اشعار لحن ملکوتی میں پڑھے۔

اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ نَھْرًا مِنْ لَبَنٍ لِعَلِیٍّؑ وَحُسَیْنٍؑ وَحَسَنْ
کُلُّ مَنْ کَانَ مُحِبًّا لَھُمْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ غَیْرِ حَزَنْ

یقیناً جنت میں دودھ کی نہر ہے جو کہ علیؑ و حسنؑ اور حسینؑ کے لیے ہے۔ ہر وہ شخص جو کہ ان کا محب ہو گا بغیر کسی دشواری کے جنت میں داخل ہو گا۔

پس جب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بیدار ہوئیں آپ آسیا گردانی اور گہوارہ جنبانی کا واقعہ اپنے پدر بزرگوار رسول مختار سے بیان کیا۔ ارشاد فرمایا اے نور دیدہ وہ جبرئیل تھا کہ جو حسینؑ کو لوریاں دے رہا تھا۔ اے شیعیان اہلبیتؑ امام حسینؑ پر گریہ کرو

جب حسینؑ گہوارہ میں تھے تو جبرئیل ان کا رونا نہ دیکھ سکے۔ کہاں تھے جبرئیل امین کے کہ جب حضرت امام حسینؑ کربلا میں استغاثہ بلند فرما رہے تھے۔ الا رحیم لوجہ اللہ یرحمنا ایا رؤف بنا راج یو اسینا۔ آیا کوئی رحم کرنے والا نہیں ہے کہ جو برائے خدا مجھ پر رحم کرے۔ اور آیا کوئی رفیق نہیں ہے کہ جو امید شفاعت پر میری رفاقت کرے دشمنوں کو مجھ سے دور کرے۔ جبرئیل امین کہاں تھے کہ آپ کا مخدوم، کائنات کا برگزیدہ فریاد کر رہا ہے اور کوئی اس کی مدد کو نہیں پہنچا۔

ابن قولویہؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ جب یزیدی لشکر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کر دیا تو ان ظالموں نے دیکھا کہ مقتل میں ایک مرد کھڑا ہے اور بے تابانہ گریہ و بکا کر رہا ہے۔ بلند آواز سے رو رہا ہے۔ اور فریاد بلند کر رہا ہے۔ ان لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ اے شخص تو کیوں رو رہا ہے اس نے جواب دیا کہ میں کیوں کر گریہ و بکا نہ کروں میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت رسول خدا کھڑے ہوئے رو رہے ہیں۔ آنحضرتؐ کبھی لاش حسینؑ پر نظر کرتے ہیں۔ اور کبھی غیظ و غضب سے تمہیں دیکھتے ہیں۔ کبھی البسا نہ ہو کہ آنحضرتؐ نفرین کریں اور تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ اور میں بھی ہلاک ہو جاؤں۔ اس گروہ نے کہا کہ یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے۔ بعض یہ کہنے لگا کہ واقعاً ہم نے سخت اور قابل عذاب گناہ کیا ہے کہ فرزند فاطمہؑ کو بے جرم بے خطا قتل کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا مولیٰ وہ کون شخص تھا آپ نے فرمایا کہ سوائے جبرئیل اور کون ہو سکتا ہے۔ اَمَا اَنَّهٗ لَو اَذِنَ فِيهِم لَصَاحَ صَيحَةً يَخطَف منها ارواحهم عن ابدالهم۔ یعنی کہ اگر انہیں اذن بلحاظ تو وہ ایک ایسی آواز بلند کرتے کہ لشکر ابن زیاد میں ہر ایک کے جسم میں لرزہ پیدا ہو جاتا اور ہر ایک کی روح اس

کے جسم سے نکل جاتی اور تمام لشکر ہلاک ہوجاتا اور واصل جہنم ہوجاتے۔ لیکن ان لوگوں کو مہلت دی گئی ہے تاکہ ان کی معصیتوں میں اضافہ ہوجائے اور اس طرح وہ شدید ترین عذاب کے مستحق ہوجائیں۔ یا نکبۃً لبس الدین القدیم لہ سود الحداد وغاض العلم والعمل۔ افسوس کہ دین پیغمبر پر مصیبت پڑی ہے اور چشمہ ہائے علم وعمل جاتے رہے ہیں۔ وقرحۃ اورثت فی قلب فاطمۃ زرعاً عظیماً وجرحاً لیس یندمل

اس مصیبت نے دل فاطمہ زہراؑ مجروح کردیا ہے اور یہ زخم مندمل نہ ہوگا

واحسرتاہ علیٰ ثاوٍ جریحٍ حشاء یسفی علیٰ جسمہ النکباء والشمل

افسوس وملال ہے ان زخمہائے بے شمار پر کہ جو جسم اطہر امام حسینؑ پر تھے۔ اور خاک وخون میں غلطاں لاش اطہر پڑی تھی

واحسرتاہ علیٰ عارٍ نسیمت ، علیہ بالطف من ریح صبا حلل۔

ہائے حسرت ویاس اس مقتول راہ خدا پر کہ جکی لاش مطہر عریاں پڑی تھی اور صحرا کی ہوا نے گردوغبار سے اس کا جد پاک ڈھانپ دیا تھا۔

ملقاً ثلثاً بلا غسلٍ ولا کفن تربُ الفلاء والدمّا الاکفان والغسل

یعنی تین دن تک لاش امام مظلوم بلاغسل وکفن پڑی رہی۔ اور آپ کے جسم مبارک کے خون سے آپ کا غسل ہوا۔ غبار سے لاش چھپی رہی۔

یُسریٰ بھا نسوتہ اسریٰ بلا وطاءٍ فوق المطیّ ولم یضرب لھا کلل

ان کی عورات مخدرات کو اسیر بنایا۔ قید کیا۔ اور شتران بے حجاب پر سوار کرکے شہر بشہر تشہیر کیا۔ مسبیۃً مثل سبی الترکِ قد سلبت منھا القلائد والاسوار والحجل۔ تمام اسیر لوگ عورت ومرد اور بچہ سب کے سب گریہ وزاری کررہے تھے۔ ان کو اس طرح اسیر کیا تھا جیسے ترک دیلم کے قیدی ہوتے ہیں۔ عورتوں

سے زیور چھین لئے تھے۔ سَوَاجعاً کحمام الایك نادیةً نیهصد من شجُوهِنَّ الصّخر والجبَل سب کے سب غمگین و نالاں، نوحہ کناں مثل اس کبوتر کے کہ جو آشیانہ میں نہ ہو، دل مثل پتھر کے ہو گئے تھے۔

والزینبُ بین ذالك السبّی حاسرةٌ لَهَا علیٰ حزنها ندبٌ ومُرتجلِ

تقولُ انا شمس اٰبای ویا قمری، اذا کفیٰ علی الحادث الجلال۔

اور اس دوران جناب زینبؑ خاتون روتی ہوئیں نوحہ کرتی ہوئیں فرماتی ہیں کہ اے روشنی زمانہ۔ اور اے ماہ شب تار اور حوادث روزگار میں پناہ دینے والے میں پکار رہی ہوں اور تم جواب نہیں دیتے۔

یا غائباً لَیسَ یُرجیٰ عَودُہٗ اَبداً او لا یہ بَعدَ ھذ القضل متّصَلٌ

اے میری آنکھوں سے اوجھل اب دوبارہ تیرے دیدار کی امید نہیں ہے۔ اور نہ معلوم اس کے بعد ہم پر اور کیا مصائب پڑیں۔

وَیَا طریحاً جریحاً لارواللہ۔ کیف الدّواءُ ومنہُ الراس متصِلاً۔

اے پیکر مجروح تیرے زخم مرہم کے قابل نہیں ہیں۔ اب تجھ سے کیا امید وابستہ ہو جب کہ تیرا سر مبارک نیزہ پر بلند ہے۔ ظَنَنتُ انك کهفی بحیر بہ۔ عن الزّمان نخاءِ الظّن والامل۔ یعنی کہ اے برادرم کبھی میں اس حال میں تھی کہ تم پشت پناہ تھے کہ مشکلات زمانہ میں دستگیری فرماتے تھے۔ اب جب کہ تم شہید ہو گئے ساری امیدیں خاک میں مل گئیں اب نہ کوئی ہمارا پشت و پناہ ہے۔ اور نہ یا در و مددگار۔ اسیری ہے اور بیکسی ہم گھیرے ہوئے ہے۔

اُمّ قَومیِ لیث غدی دَمہٗ نعل وحش الفلاقیه و تنتهل

اے مادر گرامی قبر سے باہر آیئے اور دیکھئے کہ شیر بیشہ حیدر کرار خاک و خون میں غلطاں

پڑا ہے۔

اَنَا مناتکَ یا اُمّاہ قد حُملت اسریٰ واَمّا بنوکِ العِزّ قد قتلوا

اے مادر گرامی آپ کی بیٹیاں اسیر ہو گئی ہیں۔ ہمیں قیدی بنایا گیا ہے۔ اونٹوں پر سوار کیا ہے۔ اور اے اماں تمہارے بیٹے شہید ہو گئے ہیں یہ عجیب عظیم مصیبت ہے۔ یہ مصیبت عجیب ابتلا ہے یہ مصیبت فرزند مکّہ و منیٰ ہے یہ مصیبت فرزند زمزم و صفا ہے یہ مصیبت فرزند رکن و مقام ہے یہ مصیبت فرزند مشعر و حرم ہے یہ مصیبت رسولؐ خدا ہے۔ اس گروہ پر کہ جس نے امام حسینؑ پر یہ مصیبت ڈالی اور آپ کو قتل کیا کس قدر عذاب نازل ہو گا اس کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا۔ انہیں عذاب آخرت کی بشارت ہو۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَنْ قَتَلَ نَفْسًا فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا۔ یعنی جو شخص کسی ایک نفس (جان) کو قتل کر دے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لو ان اھل السموات واھل الارض اجتمعوا فشرکوا فی دمِ امرٍ مُسلِمٍ ورضوا به لکبھم اللہ علیٰ مفاخرھم فی النّار۔ یعنی کہ اگر تمام اہل سماوات و ارض کسی ایک مرد مومن کو بے گناہ قتل کر دے اور کوئی شخص اس قتل پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالےٰ سب کو اوندھے منہ دوزخ میں دھکیل دے گا۔ پس اے اہل فرزند رسول خدا، امام معصوص من اللہ کے قتل میں شریک ہونے والے اور قتل کا حکم دینے والا۔ اس جرم سے راضی ہونے والا خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ ان پر کس قدر سخت عذاب ہو گا اس کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا حضرت حسین ابن علیؑ امام معصوم من اللہ ہیں ؎

معارفٌ مَافی البرایا عارفون لھم ھاؤں والغیر جُھّالٌ مجاھیل

وراجنا الدھر من نضفاض جودھم   مملومان وما الفیض تعطیل

یعنی گروہ خداشناس ہیں۔ وہ ہدایت کرنے والے ہیں۔ وہ پیشواء متقیان ہیں وہ مقتداء خداپرستان ہیں وہ لنگر زمین وآسمان ہیں۔ وہ مقصود آفرینش ہیں یعنی یہ نہ ہوتے تو بزم کائنات نہ سجائی جاتی وہ مفتاح اسماء الٰہیہ ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ ہر ایک فیض اور ہر ایک بخشش جو فیاض مطلق یعنی خدائے ذوالجلال کی طرف سے ہوتی انہی کے وسیلہ سے ہم تک پہنچتی ہے۔ یہ کائنات عالم میں مشکل کشاء ہیں کتاب ارشاد القلوب میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نَحْنُ اَهْلُ الْبَيْتِ لَا قِيَاسَ بِنَا اَحَدٌ ۔ یعنی کہ ہم وہ اہلبیتؑ ہیں کہ جن پر کسی اور قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ہم وہ ہیں کہ ہمارا دوست خدا کا دوست ہے۔ اور ہمارا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ پس جو ہمیں قبول کرتا ہے اور ہماری اقتداء کرتا ہے۔ وہ ہمارا دوست ہے اور خداوند تعالیٰ نے ہم پر وحی کی ہے کہ جو ہماری اطاعت کرتا ہے۔ اور قربة الی اللہ ہم سے محبت کرتا ہے وہ کسی دوسرے کو ہم پر قیاس نہیں کرتا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم (ع) سے سماعۃ بن مہران روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اے سماعہ اگر تمہاری خدا سے کوئی حاجت ہو تو اس طرح دعا کیا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ فَاِنَّ لَهُمَا شَاْنًا مِنَ الشَّاْنِ وَقَدْرًا مِنَ الْقَدْرِ فَبِحَقِّ ذَالِكَ الشَّاْنِ وَبِحَقِّ ذَالِكَ الْقَدْرِ اَنْ تُصَلِّىَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَفْعَلَ بِىْ كَذَا ۔

(تفعل کے بعد ہاتھ بلند کر کے دعا مانگے اور اپنی حاجت بیان کرے) یعنی کہ اے خداوندا میں تجھ سے محمدؐ و آل محمدؐ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ اس لیے کہ ان کی تیری بارگاہ میں ایک شان ہے تیرے نزدیک وہ صاحب قدر و منزلت ہیں۔ خدایا پس ان کی

شان اور اس قدر و منزلت کے واسطے سے تو صلواۃ بھیج محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر اور میری حاجت روا فرما یہ یقین رکھے کہ خداوند عالم ضرور حاجت پوری کرے گا۔

فَاِنَّهٗ اِذَا کَانَ یوم القیامۃ لم یبق مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نبیٌّ مرسَلٌ وَلَا مومنٌ اَمْتَحَنَ اللہ قلبہٗ لِلایمان اِلَّا هُوَ محتاجٌ اِلَيْهِمَا فی ذالک الیوم۔

پس اے سامعین قیامت کے روز کوئی ملک مقرب کوئی نبی و مرسل اور کوئی مومن کہ جس کے دل کا خداوند عالم نے امتحان لے لیا ہو ایسا نہیں ہوگا جو نبیؐ و علیؑ اور ان کی اولاد طاہرہ کی شفاعت کا محتاج نہ ہو۔ اور مستحقین اس لیے بھی ان کی شفاعت کے محتاج ہیں کہ جنت و نار کی کنجیاں ان کے پاس ہیں علیؑ ابن ابی طالبؑ قسیم النار والجنۃ ہیں (حدیث) اور جملہ خلائق کا حساب ان کے ذمہ ہوگا۔ اور جب تک کسی شخص کے پاس پروانہ محبت علی ابن ابی طالب نہ ہوگا۔ وہ داخل جنت نہ ہو سکے گا حضرت محمدؐ و آل محمدؐ اور ان کے شیعہ جب تک جنت میں داخل نہ ہو جائیں گے اس وقت تک ساری امت پر بہشت میں داخلہ جائز نہ ہوگا۔ جملہ انبیاء مرسلین حضرت محمدؐ و آل محمدؐ کے شیعوں میں سے ہیں اور ان کے ساتھ داخل جنت ہوں گے۔

مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیات درج ذیل کی تفسیر دریافت کی۔ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝ سورۃ الغاشیہ آیت ۲۵ اور ۲۶) یعنی کہ بے شک ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ پھر ان کا حساب ہمارے ذمہ ہے۔

حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا کہ نَحْنُ وَاللہِ اِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ وَ عَلَيْنَا يُعْرَضُوْنَ وَعَنْ حُبِّنَا يُسْئَلُوْنَ ۔ کہ وہ بخدا ہم ہی ہوں گے کہ جن کی طرف لوگ لوٹائے جائیں گے۔ ہمارے سامنے سب لوگ پیش کئے جائیں

گئے اور ہماری ہی محبت کے بارے میں سب سے سوال کیا جائے گا۔
شیخ صدوق نے آمالی میں تحریر فرمایا ہے کہ جب روز قیامت اولین و آخرین کے لوگ ایک مقام پر جمع ہوں گے۔ تو سب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آواز دی جائے گی اور آنحضرت مع علی ابن ابی طالب علیہ السلام تشریف لائیں گے اس وقت آپ سبز رنگ کا حُلہ زیب تن کئے ہوں گے کہ اس کے سبز نور کی ضیا میدان حشر میں پھیلی ہو گی۔ اور اس کی مثل ایک حلہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے زیب تن ہوگا۔
ان کے بعد آپ کی اولاد طاہرہ میں جو آئمہ ہدیٰ ہیں وہ تشریف لائیں گے اس وقت خداوند عالم مخلوق سے حساب لینے کا حق ہمیں عطا فرمائے گا۔ اور پھر ہم جنتی دوزخی لوگوں کا فیصلہ کریں گے۔ جو اہل بہشت ہوں گے ان کے داخل بہشت کریں گے اور جو اہل نار ہوں گے انہیں واصل جہنم کریں گے اس وقت دوسرے تمام انبیاء تشریف لائیں گے جن کی دو صفیں ہوں گی۔ جو کہ عرش کے نزدیک کھڑے ہوں گے اور جب تمام انسانوں کا حساب ہو جائے گا۔ تو جو اہل بہشت ہیں وہ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کو حسب مراتب درجات ملیں گے۔ اور جو اہل دوزخ ہیں۔ دوزخ میں داخل کئے جائیں گے۔ حضرات محمدؐ و آل محمدؐ کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہ ان کے مرتبہ کو پہچان سکتا ہے۔ ان کے درجات عقول انسانی سے بالاتر ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اِنَّ الَّذِیْ ظَهَرَ لِلْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ مِنْ مَعْرِفَتِهِ آلِ مُحَمَّدٍ قَلِيْلٌ مِنْ كَثِيْرٍ لَا يُحْصٰى۔
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملائکہ مقربین کو اسرار معرفت آل محمدؐ میں سے کم حصہ ملا ہے۔ جو کہ قلیل ہے اس کثیر کے مقابلہ میں کہ جو معرفت آل محمد سے مربوط ہے۔ پس اس کثیر

کا کوئی شخص احصاء نہیں کر سکتا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ (اقتباس از خطبۂ الخنابؑ) ظاہرہٗ ظاهره لا يُملكُ وباطنهٗ غَيبٌ لَا يُدرَكُ واحدُ دهرهٖ وخليفةُ اللهِ وَوَلِيُّ امره لَا يوجد لهٗ مَثِيلٌ وَلَا يَقُومُ لَهٗ بديلٌ فَمَنْ ذَا يَعرفُ معرفَتِنَا اَوْ يَنَالُ دَرَجَتَنَا اَوْ يَشهدُ كرامتنا اويدرك منزلتنا۔ کس کی یہ طاقت ہے کہ وہ ہماری معرفت کو جو ظاہر پر مبنی ہے پا سکے یا ہمارے درجات تک پہنچ سکے اور ہماری کرامت و بزرگی کا ادراک کر سکے ارباب عقل و دانش، اولی الالباب ہماری معرفت کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے ہمارے بارے میں عقلیں سرگردان ہیں۔ اور اسی خطبہ میں آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

هَلْ يعرفُ اَوْ يُوصَفُ اَوْ يَعلَمُ اَوْ يَفهَمُ شانٌ مَنْ هُوَ نقطة الموجودات وقطب الدائرات وَسِرّ الكائناتِ وشعاعُ جلالِ الكبرياءِ جَلَّ مقامُ آلِ محمّدٍ عَنْ وَصفِ الواصفين ونعت النّاعين وان يقاس بهم احدٌ من العَالَمِين یعنی کہ جب تک کہ معرفت نہ ہو کوئی شخص کس طرح وصف بیان کر سکتا ہے۔ اور پھر اس کا مرتبہ اور اس کے درجہ کی تعریف کوئی کیا کر سکتا ہے کہ جو نقطۂ موجودات ہو۔ قطب دائرہ مخلوقات ہو۔ بلند تر ہے مقام آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کہ ہماری تعریف و نعت اور مدح اس کا احاطہ کر سکے۔

حضرت آل محمدؐ کی بلندی درجات کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فَمَا اٰيَةٌ لِلّٰهِ اكبرَ مِنهُم فَهُمْ اٰيَةُ للّٰهِ اكبرُ منهم فهم اٰيةٌ مِنْ دُونها كُلّ اٰيَةٍ وَمَا نعمةٌ الّا وهُمْ اولياءُهَا فهم نعمةٌ صِنْهَا اتت كُلّ نِعمَةٍ۔ ہم خدائے تعالے کی آیات میں سب سے بڑی آیت ہیں یعنی ہم آیۃ اللہ العظمٰی ہیں اور کوئی اولیاء اللہ سے بڑھ کر نعمت نہیں ہے کہ یعنی کہ یہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ کہ کوئی اللہ کا دوست ہو اور ہم اللہ کی

نعمت ہیں اور ہمیں اللہ نے نعمتیں عطا کی ہیں۔ پس اگر خداوند عالم ایک مسلمان کی وجہ سے اہل آسمان و زمین کو عذاب ہو گیا تو اگر کوئی شخص اس کے فضائل میں سے تھوڑے سے فضائل سنے تو اسے کیا کرنا چاہیئے یا اسے کوئی قتل کرے اور اس طرح قتل کرے کہ ایسا کوئی قتل نہ ہوا ہے تو پھر اس مقتول کے لیے خداوند عالم کیا کرے یہ چیز غور طلب ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے زرارہ بن اعین سے فرمایا کہ اے زرارہ، آسمان، زمین سرخی خون ظاہر کر کے اور آفتاب دریا ؤ نے جوش زن ہو کر اور ملائکہ نے چالیس دن تک ہمارے جد مظلوم حسین علیہ السلام پر اپنے اپنے دائرہ انداز میں گریہ و بکا کیا ہے۔

وَمَا اختضبتْ مِنَّا امرأةٌ وَلا ادهنتْ وَلا رَجلتْ وَلا اكتحلت حتّٰى اَتَانا راس۔ عبیداللہ بن زیاد۔ یعنی کہ ہم بنو ہاشم میں سے کسی عورت نے نہ اس وقت تک خضاب لگایا۔ نہ بالوں میں تیل لگایا۔ نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا نہ بالوں میں کنگھی کی۔ جب تک کہ ابن زیادہ بد نہاد و ملعون کا سر نحس ہمیں نہ بھیجا گیا۔ اور ہمارے جد حضرت زین العابدین علیہ السلام جب بھی یاد کرتے تو گریہ فرماتے۔ آپ زندگی بھر شہیدان کربلا پر روتے رہے۔ اور آپ کے گریہ و بکا جب لوگ سنتے تو ان کے دل پاش پاش ہو جاتے تھے اور خود بھی گریہ کرتے تھے۔ جن و ملک سب ہی حسینؑ مظلوم پر روتے ہیں۔ اور حسینؑ اس لیے بھی گریہ و بکا کے مستحق ہیں کہ تین دن کے بھوکے پیاسے شہید کیئے گئے۔ امام مظلوم کے بیٹے بھتیجے بھانجے بھائی سب کے سب آپ کے سامنے قتل کیئے گئے۔ مظلوم کو وقت ذبح پانی نہ دیا گیا۔ حسینؑ خدا اور رسولؐ کے نزدیک عزیز تھے۔ پروردۂ سینہ رسول خدا تھے نو بادۂ بوستان علی مرتضیٰ تھے۔ شگوفہ چمن مرتضیٰ تھے۔ سرو خیابان بتول تھے۔ برادر

حسن مجتبیٰ نے۔ خلق رسولؐ کی ناطق تصویر تھے۔ امام امت، شفیع روز جزا حسینؑ ابن فاطمہؑ کو عمر بن سعد ملعون نے قتل کروایا۔ اے دریائے فرات تو کیوں نہ خشک ہو گیا۔ حسینؑ پیاسے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ایک مصیبت نہ تھی کہ جس کا ذکر کیا جائے بلکہ ہر طرح کی مصیبتیں تھیں اور ایک ذات امام مظلوم تھی اے شیعو حسینؑ پر روؤ اور بلند آواز سے روؤ اے مظلوم شہید ہمارے ماں باپ بلکہ ان کے ماں باپ بھی آپ پر قربان ہو جائیں آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں میں رسن باندھی اے شیعو۔ حسینؑ کی مصیبتیں تمہیں پکار رہی ہیں کہ مجلس عزا کو رونق بخشو (از مترجم۔ اس دور پُر فتن میں مجلس عزاء امام حسین علیہ السلام بھی مظلوم بنی ہوتی ہے۔ ایک دور ایسا آیا کہ جس میں مجلس عزا کے مقابل لفظ "درس قرآن" کی اصطلاح وضع کی گئی۔ مخالف کی یہ اصطلاح شیعیوں میں بھی وارد ہوئی۔ اور درس عمل کا لفظ بجائے مجلس عزا استعمال ہونے لگا حالانکہ مجلس عزا کا انعقاد ہی عزاء امام حسین علیہ السلام ہے جو ائمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات سے مستفاد ہوتا ہے۔ اور صدیوں سے اردو زبان میں لفظ مجلس عزا اشتہاروں میں لکھا جاتا ہے۔ شیعہ قوم کو چاہیئے کہ مجلس عزا کے نام کو برقرار رکھیں۔

ابن بابویہ قمی نے اپنی سلسلہ سند کے ساتھ مفضل بن عمر کے حوالے سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ایک روز حضرت حسین ابن علی علیہما السلام اپنے برادر بزرگوار حسن مجتبےٰ علیہ السلام کی خدمت میں (اس وقت حاضر ہوئے کہ جب آپ پر زہر کا اثر پوری طرح ظاہر ہو چکا ہے امام حسینؑ کی نظر امام حسنؑ کے چہرہ مبارک پر پڑی اور آپ بے ساختہ رونے لگے۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا یا اَبا عَبدِ اللهِ مَا یُبکِیکَ ۔ اے حسینؑ یعنی کہ اے حسین تم کیوں روتے ہو؟ امام حسینؑ نے فرمایا اے برادر ذیقدر آپ کے ساتھ دشمنوں کا سلوک دیکھ کر

رو رہا ہوں کہ نانا کی اُمت نے آپ کے ساتھ یہ ظلم کیا ہے۔ امام حسنؑ نے فرمایا کہ بھیا ہمارے دشمن عرصے سے پوشیدہ طور پر زہر دیتے رہے ہیں۔ لیکن اس مرتبہ زہر نے جگر پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اور اے حسینؑ اے جان برادر تمہارے قتل پر دشمن جمع ہو گئے

یجمعُونَ علیٰ قتلك و سفكَ دمك و انتهاكَ وسَبیٰ ذراریكَ و نِسَاءِ كَ وانتهابِ ثقلك ۔ پس وہ قوم روسیاہ اجتماع کرے گی تمہارے قتل پر، تمہارا خون بہائے گی۔ ہتک حرمت کرے گی۔ آل رسولؐ کو لوٹنے اور اسیر کرنے کے لیے جمع ہو گی اس وقت پروردگار عالم بنی اُمیہ پر لعنت کرے گا۔ آسمان سے خون برسے گا۔ ویبکی علیك کل شیءٍ حتّی الوحوش و فی الصلوٰۃ و الحتیان فی البحار۔ یعنی کہ تم پر تمام کائنات عالم روئے گی۔ یہاں تک کہ جانور ان صحرائی بھی روئیں گے اور دریاؤں میں مچھلیاں تم پر روئیں گی۔

شیخ کشیؒ نے زید شحام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں اہل کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اسی دوران جعفر ابن عفان طائی آ گئے۔ امام علیہ السلام نے ان کو اپنے قریب جگہ دی۔ اور فرمایا اے جعفر طائی میں نے سنا ہے کہ تم ہمارے جد مظلوم حسین شہید کربلا کا مرثیہ کہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں اے مولا میں آپ پر اور حسینؑ مظلوم پر قربان ہو جاؤں میں مرثیہ کہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اچھا تم کار نیک کرتے ہو۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تم مرثیہ پڑھو۔ جعفر طائی نے مرثیہ پڑھنا شروع کیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور آپ نے اس قدر گریہ فرمایا کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور جو اصحاب موجود تھے وہ بھی روتے رہے اور پس پردہ آپ کی عورات مخدرات نے بھی مرثیہ سنا اور گریہ و بکا فرمایا۔ آپ نے فرمایا اے جعفر طائی بخدا ملائکہ مقربین تمہارا

امرثیہ سن کر رو رہے تھے۔ اور ہم سے زیادہ رو رہے تھے۔ اے جعفر جو شخص بھی امام حسینؑ کی مصیبت پر ایک شعر کہتا ہے۔ خدا اس پر بہشت واجب کرتا ہے۔ جو شخص خود روتا ہے۔ یا دوسرے کو رلاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس پر جنت واجب کرتا ہے اور اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

ابن قولویہؒ نے ابی ہارون مکفوف سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی شخص کے سامنے ہمارے جد مظلوم کی مصیبت بیان ہو اور اس کی آنکھوں سے بال برابر بھی آنسو نکل آئے تو اللہ تعالےٰ اس کے لیے جنت اجر قرار دیتا ہے اور اس کے معاصی بخش دیتا ہے۔ پس اگر امام حسینؑ کے غم میں روئے یا رلائے اس پر جنت واجب ہے۔ (از مترجم۔ مجلس عزا کی افادیت کم کرنے کے لیے اکثر مقررین یہ کہتے ہیں کہ مجلس عزا صرف رونے رلانے کے لیے نہیں، ہمیں تلقین عمل بھی کرنا ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ بے شک تلقین عمل کی جائے لیکن اس طرح کہ بکاء علی الحسینؑ کی افادیت برقرار رہے گریہ و بکا کو نظر انداز کر کے تلقین عمل کرنا مستحق نہیں ہے۔ علاوہ ازیں معاذ اللہ تکذیب امام صادق علیہ السلام لازم آتی ہے۔ جو حبط اعمال کا موجب ہے)

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے کتاب ارشاد میں فرمایا ہے کہ جب امام حسن علیہ السلام مدینہ منورہ سے بسوئے مکہ روانہ ہوئے تو تیسری شعبان کو آپ مکہ پہنچے۔ اہل مکہ اور دوسرے لوگ کہ جو وہاں موجود تھے جن میں عبداللہ ابن زبیر بھی تھے۔ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے قیام تک برابر آتے رہے۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام وہاں موجودگی زبیر پر بہت گراں تھی۔ اس لیے کہ وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ جب تک حضرت امام حسین موجود ہیں کوئی شخص ابن زبیر کی طرف توجہ نہیں

کرے گا۔ تاہم ابن زبیر اپنے احساسات کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اور ظاہرداری کے طور پر امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اسی دوران اہل کوفہ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؑ اور ابن زبیر نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور دونوں صاحبان مکہ معظمہ میں بیت اللہ کی پناہ میں ہیں۔ روساء کوفہ اور عمائدین شیعہ جناب سلیمان ابن صرد خزاعیؓ کے مکان میں جمع ہوئے۔ اور معاویہ کی ہلاکت کا ذکر کرتے ہوئے شکر خدا بجالائے۔ اور یہ مشورہ طے پایا کہ امام حسین علیہ السلام کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی جائے۔ سلیمان ابن صرد خزاعی نے فرمایا کہ آپ سب لوگ ان کے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ کے شیعہ ہیں اگر سب لوگ اس امر کا عہد کریں اور یقین رکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کی نصرت و یاوری کریں گے۔ تو امام حسینؑ کو یہاں تشریف لانے کی دعوت دی جائے۔ اور اگر کسی بھی کمزوری کا احساس ہو تو ہم امام عالیمقام کو زحمت نہ دیں۔ اس پر سب نے کہا کہ ہم ان کے دشمن سے جنگ کریں گے اور اپنی جانیں ان پر فدا کریں گے۔ آپ انہیں نامہ تحریر کریں اور درخواست کریں کہ مولا کوفہ تشریف لائیں۔ اس پر سلیمان بن صرد خزاعی نے کہا تو بہتر ہے۔ کہ ان کی خدمت اقدس میں عریضہ ارسال کریں۔ چنانچہ اس مضمون کا خط حضرت امام حسین علیہ السلام کو لکھا گیا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہ سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نجبہ و رفاعہ بن شداد بجلی و حبیب ابن مظاہرؓ اور کوفہ کے معتقد شیعیان علی علیہ السلام کی طرف سے یہ نامہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام ہے اور السلام علیک اور حمد باری تعالیٰ کے بعد عرض پرداز ہیں کہ خداوند عالم نے دشمن دین معاویہ بن ابوسفیان سے ہمیں نجات دی۔ اس نے امت کی رضامندی کے بغیر تسلط حاصل کیا تھا۔ اس نے نیک لوگوں کو قتل کرایا۔ اور اشرار کو ان پر مسلط کیا تھا۔ اس نے مال خدا

غیر مستحقین میں تقسیم کیا اور اب ہمارا سوائے آپ کے کوئی امام نہیں ہے۔ بس آپ کوفہ کی طرف رخ فرمایئے۔ تاکہ ہم آپ کے واسطے سے حق و صداقت پر جمع ہو سکیں۔ اور ہم عامل کوفہ نعمان بن بشیر کی اقتداء میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہو گا کہ آپ کہ آپ کوفہ تشریف لا رہے ہیں تو ہم حاکم کوفہ برطرف کر دیں گے۔ انشاء اللہ تعالے۔ اور یہ خط عبداللہ ابن مسمع ہمدانی اور عبداللہ ابن وال کے سپرد کیا اور ان کو تاکید کی کہ جلد از جلد یہ خط امام حسینؑ کو پہنچا ئیں۔ اور یہ راز کسی پر ظاہر نہ ہو۔ یہ دونوں قاصد ماہ رمضان المبارک کی دسویں تاریخ تھی کہ مکہ پہنچ گئے۔ اور نامہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اس خط کے دو دن بعد قیس مسہر صیداوی اور عبداللہ ابن شداد اور عمارۃ بن عبداللہ سلونی کو تقریباً ڈیڑھ سو خطوط کے ساتھ بطرف مکہ روانہ کیا کہ یہ خطوط امام حسینؑ کو جلد از جلد پہنچا ئیں۔ ان خطوط کا مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ نامہ بسوئے امام حسین علیہ السلام ہے۔ اما بعد فحیَّ هَلاً فَاِنَّ النَّاسَ يَنْتَظِرُونك لا ارى لهُمْ غيرك فالعجل ثُمَّ العجل

یعنی آپ جلد از جلد تشریف لائیں۔ ہم سوائے آپ کے کسی اور کو نہیں پسند کرتے ہم سب آپ کے منتظر ہیں قدم رنجہ فرمانے میں تاخیر نہ کریں۔ آیئے اور جلد از جلد تشریف لائیے۔

سید ابن طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ یہ خطوط اگرچہ پے در پے امام حسینؑ کو ملے مگر آپ نے جواب دینے میں تاخیر کی یہاں تک کہ ایک روز چھ سو نامے آپ کی خدمت میں پہنچے رفتہ رفتہ ناموں کی تعداد بڑھتی رہی اور بارہ ہزار نامے آپ کی خدمت میں پہنچے جو اہل کوفہ نے تحریر کئے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کی روایت کے مطابق روساء کوفہ کی ایک جماعت نے جن میں شیث ابن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن رویم

تمہارے پاس پہنچ کر تمہارے منتقد را اور صاحبان فکر و نظر کے اس امر پر متفق و متحد ہونے کی بابت تحریر کیا تو میں تمہارے حسب ذیل الطلب تمہارے پاس جلد پہنچوں گا انشاء اللہ تعالےٰ والسلام پس آپ نے حضرت مسلم بن عقیل کو بلایا اور ان کو قیس بن مسہر صیداوی عمارہ بن عبداللہ اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن ازدی کے ساتھ کوفہ کی جانب روانہ کیا۔ اعیان کوفہ کے نام آپ نے ایک اور خط تحریر کیا جس میں آپ نے ان کو اپنی نصرت کی دعوت دی۔ اور آپ نے مکہ میں قیام فرمایا اور آٹھویں ذی الحجہ یوم ترویہ کو آپ مکہ سے باہر نکلے کہ سفر کوفہ اختیار کریں۔ مولف کتاب ہذا بیان فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ کے اس قدر کثیر تعداد میں خطوط کا آنا اور قاصد پر قاصد کا پہنچنا بنی امیہ کے لیے گھبراہٹ کا موجب بن گیا تھا۔ اور انہوں نے حضرت امام حسینؑ کو مکہ ہی میں قتل کرنے کی خفیہ اسکیم بنائی چنانچہ یزید ابن معاویہ نے پہلے تو اپنے چچازاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابوسفیان کو مدینہ کی گورنری سے معزول کیا کیونکہ ولید بن عتبہ حضرت امام حسینؑ کے معاملہ میں نرمی سے کام لے رہا تھا یہ چیز یزید پر گراں گزری اسے معزول کر کے عمرو بن سعید ابن ابی العاص کو مکہ اور مدینہ کا عامل مقرر کیا۔ اور ساتھ ہی یہ سازش کی کہ اس کو مکہ بھیجتے وقت اس کو امیر حج مقرر کیا۔ اور تیس اشخاص مسلح جو بنی امیہ میں سے تھے اور دشمنی اہلبیتؑ میں منفرد تھے حاجیوں کے لباس میں عمرو بن سعید بن ابی العاص کے ساتھ کئے کہ وہ موقعہ پا کر حج کے دوران امام حسینؑ کو قتل کر دیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کو جب امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے محسوس کیا کہ اب مکہ میں قیام کرنا قطعاً مناسب نہیں ہے کہ آپ نے اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر کے مکہ معظمہ سے آٹھویں ذی الحجہ کو کوچ فرمایا اس طرح آپ نے حرمت کعبۃ اللہ کی حفاظت کی۔ اور آپ نے سفر کوفہ اختیار کیا۔

زرارہ بن صالح روایت کرتا ہے کہ میں امام حسینؑ کی مکہ سے روانگی سے تین روز قبل ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک اور شخص میرے ہمراہ تھا ہم نے آپ سے کہا کہ اے مولا کوفہ والوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں آپ کے دشمن کی نصرت میں بلند ہوں گی۔ امام علیہ السلام نے یہ سن کر بطرف آسمان نگاہ اٹھائی ہم نے بھی آپ کے ساتھ ساتھ آسمان کی جانب نگاہ کی دیکھا کہ آسمان کے در کھل گئے ہیں اور بے شمار ملائکہ نازل ہوئے ہیں۔ پس اس وقت امام عالیمقام نے فرمایا کہ اگر اجر کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہوتا اور مقامات عالیہ کا اشتیاق دامن گیر نہ ہوتا تو میں ان فرشتوں کے لشکر کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کرتا۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ میرا اور میرے یاور انصار کا مدفن کہاں ہے۔ صرف میرا فرزند علی زین العابدین زندہ بچے گا باقی میری اولاد اور عزیز سب شہید ہو جائیں گے۔ جب یہ خبر جناب محمد حنفیہ ابن علی مرتضیٰ کو معلوم ہوئی کہ حسینؑ بسوئے عراق روانہ ہو رہے ہیں اس وقت آپ وضو فرما رہے تھے۔ جیسے ہی آپ نے یہ خبر سنی بے ساختہ گریہ طاری ہوا۔ یہاں تک کہ پانی میں آنسوؤں کے قطرے گرے آپ نے وضو سے فارغ ہو کر نماز مغرب ادا کی۔ اور اپنے بھائی حسین ابن علی کی خدمت میں آئے اور کہا۔ یا اَخِیْ اِنَّ اھل الکوفۃ قد عَرِفْتَ غَدْرَھُمْ وَمَکْرَھُمْ بِاَبِیْکَ وَاَخِیْکَ مِنْ قَبْلْ۔

یعنی کہ اے جان برادر آپ بہتر جانتے ہیں کہ اہل کوفہ نے آپ کے پدر برادر عالی قدر کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے مجھے خوف ہے کہ مبادا وہ لوگ تمہارے ساتھ بھی بے وفائی نہ کریں۔ کوفی کبھی وفادار نہیں ہوتے "الاشاذ ونادر" امام حسینؑ نے فرمایا، یا اَخِیْ لَوکُنْتُ فِیْ جُحْرِھَامَۃٍ مِنْ ھُوام الارض لَاسْتَخْرَجُوْنِیْ حَتّٰی یَقْتُلُوْنِیْ۔

یعنی ہیں خوف ہے کہ بنی امیہ کے لوگ مجھے حرم میں قتل کر دیں گے اور اس طرح

اور عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج، محمد بن عمرو تیمی نے (ان میں بعض یزیدی لوگ بھی شامل تھے) امام حسینؑ کو نامہ تحریر کیا مضمون خط یہ تھا کہ فَقَدْ اخْضَرَّتِ الْجِنَابُ وَ اَیْنَعَتِ الثِّمَارُ فَاِذَا شِئْتَ فَاقْبِلْ عَلٰی جُنْدٍ لَكَ مُجَنَّدَةٍ صحراءها۔
یعنی کہ ہمارے باغات میں پھل تیار ہیں اگر آپ تشریف لے آئیں تو آپ کے لیے لشکر تیار ہوگا والسلام۔ اے شیعیان حیدر کرار یہ وہ لوگ تھے کہ امام حسینؑ کو خطوط لکھنے کے باوجود لشکر ابن زیاد میں شریک تھے اور حسین ابن علیؑ سے جنگ کر رہے تھے بروایت ابن شہر آشوب یہی عمرو بن حجاج عمر ابن سعد ملعون کی جانب سے اعور سلمی کے ساتھ چار ہزار سپاہیوں کا سالار تھا۔ جو نہر فرات پر متعین تھی کہ حسینؑ اور اصحاب حسینؑ تک پانی نہ جانے پائے اور جس وقت بھی حضرت عباسؑ نہر فرات پانی لینے کے لیے تشریف لے گئے ہیں آپ بہت دور نکل گئے کہ فوج نے محاصرہ کر کے آپ کو شہید کر دیا اور یہی عروہ بن قیس بھی لشکر عمر ابن سعد ملعون میں ایک دستہ کا سالار تھا اور شبث بن ربعی لشکر عمر ابن سعد میں پیادوں کا سالار تھا۔ حالانکہ ان ہی منافقوں نے لکھا تھا کہ ہمارے باغات میں اثمار تیار ہیں آپ تشریف لائیے۔ اسی شبث بن ربعی ملعون نے امام حسینؑ سے جنگ کی۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں کی طرف سے آخری قاصد ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ تھے تب امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے خطوط کے جواب میں آپ نے ایک خط تحریر فرمایا کہ ہانی اور سعید تمہارے خطوط لے کر میرے پاس پہنچے جو کہ تمہارے قاصدوں میں آخری قاصد ہیں۔ میں نے تمہارے خطوط کا جائزہ لیا اور مجھے معلوم ہوا کہ تمہارے پاس کوئی ہادی و امام برحق نہیں ہے۔ پس تمہاری جانب اپنے بھائی، اپنے اہلبیت میں سے معتمد ترین مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں۔ اگر انہوں نے

خانہ خدا کی حرمت ضائع ہو گی ابن حنفیہ نے عرض کیا کہ آپ عراق جانے کی بجائے یمن تشریف لے جائیں۔ یا صحراؤں میں نکل جائیں مگر بنو امیہ کی طرف نہ جائیں اس پر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بھائی اگر میں زمین کے کسی سوراخ میں بھی پناہ لے لوں تب بھی بنی امیہ کے لوگ مجھے وہاں سے نکال کر قتل کر دیں گے۔ جناب محمد حنفیہ مجبور ہو گیے اور آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور امام حسین علیہ السلام نے اپنے برادر کی دلجوئی کے لیے فرمایا کہ میں مزید غور کروں گا۔ جناب محمد حنفیہ روتے ہوئے اپنی جگہ واپس آگئے اور جب سحر نمودار ہوئی تو حضرت امام حسینؑ نے دوگانہ سحر ادا کر کے محلین تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت محمد حنفیہ کو یہ خبر ملی کہ محلین تیار کی گئی ہیں آپ بعجلت تمام حاضر خدمت ہوئے اور میار ناقہ تھام کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت محمد حنفیہ کو یہ خبر ملی کہ محلین تیار کی گئی ہیں آپ بعجلت تمام حاضر خدمت ہوئے اور مہار ناقہ تھام کر عرض کیا اے برادر آپ نے فرمایا تھا کہ میں مزید غور کروں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بھائی بوقت شب خواب میں نانا رسول خدا تشریف لائے مجھ سے فرمایا۔ اور فرمایا یا حسینؑ یا قُرَّۃَ عینی اُخرُج اِلَی العراق فَاِنَّ اللہ عزّوجل قَدْ شَاءَ اَن یراک مقتولاً مخضباً بِدمائک اے نور دیدہ عراق کی سمت جاؤ مشیت خدا میں یہ گزرا ہے کہ وہ تم کو اپنی راہ میں مقتول دیکھے یہ سن کر جناب حنفیہ رونے لگے اور ناقہ کی مہار ہاتھوں سے گر پڑی۔ پھر عرض کیا اے بھائی جان اگر شہادت کے لیے جانا ہی منظور ہے تو مخدرات عصمت وطہارت کو کیوں ساتھ لے جاتے ہو۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ

قَالَ جَدّی اِنَّ اللہ قَدْ شَاءَ اِنْ یَراھُنَّ سَبَایَا مُحرکات فی اَسر الذُّل

بھیا نانا نے یہ بھی خبر دی ہے کہ اہل حرم اور زینبؑ و ام کلثومؑ اسیر ہوں اور شہر بشہر تشہیر کی جائیں۔ یہ سن کر جناب محمد حنفیہ کو ضبط کا یارا نہ رہا اور بیقرار ہو کر رونے لگے۔

حسینؑ نے صبر کی تلقین کی اور وداع ہوئے ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے روایت کیا ہے کہ جیسے امام حسین علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ مکہ سے باہر نکلیں۔ آپ نے اپنے اصحاب اور ساتھیوں کے سامنے ایک خطبہ دیا فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَمَا شَاءَ اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ وصلّی اللّٰہ علیٰ رسولہٖ وسلّم۔

بقیناً خدائے تعالےٰ نے اولاد آدم کی گردن میں موت کا قلادہ ڈالا ہے۔ یعنی کہ ہر انسان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور سب کو بسوئے آخرت جانا ہے۔ وَمَا اَوْلَھِنِی اِلٰی اسلافی اشتیاق یعقوبَ الٰی یوسف۔ یعنی کہ میں اپنے اسلاف کی ملاقات کا اسی طرح مشتاق ہوں جیسے یعقوب اپنے فرزند یوسفؑ کی ملاقات کے مشتاق تھے۔ اور میں نے اپنی شہادت کا مقام منتخب کرلیا ہے۔ کہ میں وہاں تک پہنچ جاؤں کَاَنِّی بِاَوْصَالِی تُقَطِّعُھَا عسلان الفلوات بین النواویس و کربلا۔

گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے اعضاء و جوارح وحشی درندوں (یعنی یزیدیوں) کے ہاتھوں قطع ہوں گے۔ پس کربلا جائے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اور اس کام کے لیے یہ امر الٰہی ایک دن مقرر ہو چکا ہے۔ میں اور میرے اہلبیتؑ نے خود کو اللہ کی سپرد کر دیا ہے۔ ہم عنقریب شہادت کے بعد جنت اعلیٰ میں اپنے نانا رسول خدا کے ساتھ ہوں گے۔ پس جو شخص خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے۔ وہ میرے ساتھ چلے ہم صبح انشاء اللہ تعالےٰ مکہ سے کوچ کریں گے۔

روانگی کے وقت عبداللہ ابن عباسؓ نے بھی آپ کو عراق کا سفر اختیار کرنے سے روکا۔ اور بہت زیادہ اصرار کیا۔ کہ عراق تشریف نہ لے جائیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے ابن عباسؓ میرے جد بزرگوار رسولؐ خدا نے مجھے اس سفر کا حکم دیا ہے۔ اور اس میں ایک راز ہے جو میری شہادت کے بعد لوگوں پر ظاہر ہو گا۔ ابن عباس نے پھر عرض

کیا مولیٰ استخارہ کر لیجئے۔ پس جیسا حکم نکلے عمل کریں۔ پس امام حسین علیہ السلام نے قرآن مجید سے تفاول کیا تو اس وقت یہ آیت نکلی کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ط (سورہ آل عمران آیت ۱۸۵) (سورہ آل عمران آیت ۱۸۵) یعنی کہ ہر ایک جان ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھے گی! تم لوگ قیامت کے دن اپنے کئے کا بدلہ پاؤ گے)

اس وقت امام حسین علیہ السلام کلمہ استرجاع زبان پر جاری فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ صدق اللہ وصدق الرسولؐ. آپ نے فرمایا کہ اے ابن عباسؓ بس زیادہ اصرار مت کرو۔ حکم خدا کے سامنے سر نیاز جھکا ہوا ہے ابن عباسؓ خموش ہو گئے۔ اور امام حسینؑ وداع کیا۔ فریاد واحسیناہؑ کی بلند ہونے لگی۔ اور امام حسینؑ نے حکم دیا کہ کجاوہ اونٹوں پر رکھے جائیں اور اہل حرم سوار ہوں غرض کہ امام حسینؑ مکہ سے روانہ ہوئے اور بطرف کوفہ راہ اختیار کی لَقَدْ دَمَعَتْ عُیُوْنُ بَیْتِ حُزْنَا۔ لِفَقْدِ مُنّیٰ قُلُوْبُ العَارِفِیْنَا۔ اور مجاوران رکن ومقام فراق امام حسینؑ میں سیاہ پوش ہوئے تھے اور مثل عورات کے عزاداری امام مظلوم کو ظاہر کر رہے تھے۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ طَافَتْ طَآئِفُوْهُ طَوَافَ ثُکْلیٰ وَقَدْ لَبِثُوْا سَوَادَ مُلْهِفِیْنَا۔ ساکنان بیت اللہ اور عمرہ غم واندوہ اور رنج کے ساتھ بجالا رہے تھے۔ اور دل حجر اسود اس عرصہ میں بے تاب تھا کہ فرزند رسولؐ خدا حج نہ کر سکے۔

فَقَدْ نَا الیَوْمَ رِیحَانًا وَرُوحًا، وَمَرحَانًا وَزیتونًا وَتَلبِینًا۔

یعنی کہ روح وریحان یعنی خوشبوئیں کم ہو گئیں تھیں۔

فَقَدُنَا هٰهُنَا قَصْرًا مشیدًا، وَبَیْتَ الْعِزِّ وَالْبَلَدَ اَمِیْنًا، فقدنا هَهُنَا کَهْفَ الایامیٰ۔ وَسُوْرَ الْمُحَقِّین وَطُورِ سِینِنا۔

شیخ مفیدؒ روایت کرتے ہیں کہ فرزدق نامی شاعر نے کہا کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ ۶۰ھ میں حج کے لیے جا رہا تھا کہ داخل حرم ہوا تو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام اپنے اہلبیت و انصار کے ساتھ مکہ سے باہر جا رہے ہیں۔ میں آپ کے نزدیک گیا اور سلام کے بعد میں نے عرض کیا۔ بابی انت و امی یا بن رسول اللہ ما اعجلک عن الحج۔ میرے باپ و ماں آپ پر قربان ہوں کیا وجہ ہے کہ آپ نے مکہ سے نکلنا پسند کیا اور حج بجالانے کے لیے قیام نہیں فرمایا۔ اس تعجیل کی کیا وجہ ہے۔ کہ آپ بغیر حج جا رہے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا لو لم اعجل لاخذت ۔ اگر میں مکہ سے نکلنے میں تعجیل نہ کرتا تو بنو امیہ کے آدمی مجھے گرفتار کر لیتے پھر امام عالیمقام نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو اپنا تعارف کراؤ۔ اس نے کہا کہ میں ایک عرب ہوں اس سے زیادہ میرا نام و نشان دریافت نہ کیجئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اچھا یہ تبلاؤ کہ اہل عراق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے میں نے عرض کیا کہ آپ نے ایک مرد عاقل و دانا سے یہ سوال کیا ہے تو عرض کرتا ہوں کہ لوگوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کی حمایت کے لیے ہیں اور جو کچھ قضاء الٰہی ہے وہ ہو کے رہے گی۔ امام عالیمقام نے فرمایا کہ تم درست کہتے ہو وہ کہتا ہے کہ پھر میں نے امام علیہ السلام سے کچھ مسائل دریافت کئے امامؑ نے جوابات دیئے۔ اس کے بعد وہ روانہ ہو گئے۔

ادھر مدینہ میں جب عبداللہ بن جعفر کو امام حسین علیہ السلام کے مکہ سے عراق جانے کی خبر ملی۔ تو آپ نے ایک خط کے ساتھ اپنے دونوں فرزندوں عون اور محمد کو مدینہ سے مکہ روانہ کیا کہ خط امام حسینؑ کو پہنچائیں آپ نے اپنے خط میں یہ تحریر کیا تھا کہ آپ کوفہ نہ جائیں اور مکہ چھوڑنے میں تعجیل نہ فرمائیں کیونکہ میں حاضر خدمت

ہونے والا ہوں۔ اور جناب عبداللہ بن جعفر طیار عمرو بن سعید بن ابی العاص کے پاس گئے کیونکہ وہ اس وقت حاکم مدینہ تھا اور مکہ بھی اس کے کہا کردہ زیر حکومت تھا اور کہا کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایک امان نامہ تحریر کردے جو احسان و نیکی پر مبنی ہو۔ اس نے نامہ لکھ کر عبداللہ کو دیا مگر اس بدبخت نے ان کے رخصت ہونے کے بعد کچھ اپنے آدمی اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کے ساتھ ملہ کر دہ امام حسینؑ کو مکہ سے باہر جانے سے روکیں (اس کا مطلب یہ تھا کہ یزیدی آدمی جو حج کے لیے مکہ وارد ہو چکے تھے وہ امام حسینؑ کو قتل کرنے میں کامیاب ہو سکیں) حضرت امام حسینؑ ابھی مکہ سے نکل ہی رہے تھے کہ عبداللہ بن جعفر طیار اور یحییٰ بن سعید بن ابی العاص مکہ پہنچ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر نے عرض کیا کہ آپ کوفہ تشریف نہ لے جائیں۔ ارادہ سفر عراق ترک کر دیں۔ بعدہ آپ نے وہ امان نامہ بھی امام حسینؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر امام عالیمقام نے فرمایا کہ میرے جد بزرگوار رسولؐ خدا نے مجھے خواب میں اس سفر کا حکم دیا ہے۔ بس میں اس سفر کو ترک نہیں کروں گا۔ جناب ابن جعفر نے عرض کیا وہ کیا خواب ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ خواب کس سے بیان نہیں کیا ہے اور نہ اس خواب کو بیان کروں گا۔ جب کہ عبداللہ مایوس ہو گئے۔ تو آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہنے اور نصرت کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اس وقت یحییٰ بن سعید کے آدمی امام حسین علیہ السلام کی راہ میں رکاوٹ بنے مگر انصار و برادران امام حسینؑ نے ان کو منتشر کر دیا اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ امام حسین علیہ السلام کو مکہ سے باہر نہ جانے دے۔ امام حسینؑ کا یہ مختصر قافلہ بطرف عراق روانہ ہو گیا۔ اور یحییٰ بن سعید مکہ چلا گیا۔ اور ادھر امام حسینؑ مکہ سے نکل کر منزل تنعیم پر پہنچے اور قیام فرمایا۔ وہاں سے کوچ کر کے ذات عرق پر

پر پہنچے تو دیکھا کہ بشر بن غالب عراق کی جانب سے آرہا ہے۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو آپ نے اس سے دریافت کیا کہ اہل عراق کی کیا خبر ہے۔ اس نے بھی یہی کہا کہ ان لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں ان کے نیزے بنی امیہ کی حمایت کے لیے وقف ہیں آپ نے فرمایا کہ اے بشر بن غالب تم سچ کہتے ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔ یعنی کہ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کا حکم دیتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ منزل ثعلبیہ پر پہنچے دن ڈھل چکا تھا ظہر کا وقت تھا گرم ہوائیں چل رہی تھیں کہ امام حسینؑ پر نیند غالب ہو گئی آپ محو خواب تھے جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی عالم خواب میں دیکھا کہ ہاتف غیبی نے ندا دی کہ تم لوگ تو اپنی منزل کی طرف بڑھ رہے ہو مگر موت تمہارے عقب میں ساتھ ساتھ ہے اور جنت کی طرف بلا رہی ہے۔ اس وقت حضرت علی اکبر علیہ السلام نے آپ سے دریافت کیا یَا اَبَتَ اَفَلَسْنَا عَلَی الْحَقِّ۔ آیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے فرزند خدا کی قسم ہم حق پر ہیں۔ ہم حق کے ساتھ ہیں حق ہمارے ساتھ ہے اور ہماری بازگشت حق کی طرف ہے۔ شہزادۂ علی اکبرؑ نے عرض کیا بابا جان پھر ہمیں موت کا کیا ڈر ہے موت ہم پر آپڑے یا ہم موت پر جا پڑیں ہم کہتے ہیں کہ شہزادہ نے موت کی پرواہ نہ کی۔ لیکن آپ کی شہادت نے شیعوں کے دل پاش پاش کر دیے ؎

لَا اَریٰ حزنکم ینسیٰ وَلَا رُزْئکم یُسلیٰ وَان طال المدیٰ۔

یعنی کہ تمہاری مصیبت و اندوہ و غم ہرگز نہ بھولے گی۔ یعنی غم تازہ رہے گا اور شیعوں کے دل اس مصیبت سے پژمردہ رہیں گے۔ ہرگز تسلی و صبر نہ آئے

خواہ کس قدر زمانہ گزر جائے۔ مگر غم امام حسینؑ تازہ ہے۔ قد مضی الدھر و بمضی بعد کم فعد الیوم علیکم للعزاء۔ اگر رسولؐ خدا زندہ ہوتے تو مجلس عزا میں بیٹھتے۔ حضرت امام حسینؑ ایک شب منزل ثعلبیہ میں رہے۔ جب صبح ہوئی تو کوفہ کا ایک شخص ابوہرۃ ازدی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سلام کے بعد عرض کیا۔

کس چیز نے آپ کو حرم خدا اور حرم رسولؐ خدا سے نکلنے پر مجبور کیا۔ کہ آپ باہر نکل آئے امام عالیمقام نے فرمایا کہ ویحك یا ابا ھرۃ اِنَّ بنی اُمَیَّۃَ اَخذُوا مَالِی فَصَبَرتُ وَشَتَمُوا عرضِی فَصَبَرتُ وطلبی دمی فھربتُ۔

اے ابوہرۃ ازدی۔ بنوامیہ نے میرا مال غصب کیا تو میں نے صبر کیا۔ انہوں نے ہماری شان میں ناروا باتیں کیں میں نے صبر کیا۔ لیکن جب وہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہو گئے تو میں مدینہ، اور پھر مکہ سے نکلنے پر مجبور ہو گیا۔ اور میں خدا کی قسم کیا کہ کہتا ہوں کہ یہ گروہ جفا کار مجھے قتل کرے گا تو خدائے تعالیٰ ہمیشہ کے لیے ان کو لباس ذلت و خواری پہنائے گا۔ اور ان پر تیغ ناہو قاطع مسلط ہوں گیں اور ایسے لوگ ان پر مسلط ہوں گے کہ جو اچھی طرح ان کو ذلیل و خوار کریں گے۔

اس گفتگو کے بعد امام حسین علیہ السلام نے وہاں سے کوچ فرمایا۔ اور آپ روانہ ہو کر قصر بنی مقاتل پہنچے تو اس جگہ عمر بن قیس نامی ایک شخص اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ حاضر ہوا۔ اور امام حسینؑ علیہ السلام کو سلام کیا۔ بعدہ، وہ کہنے لگا کہ اے فرزند رسولؐ خدا آپ کی ریش مبارک کے بال خضاب کی وجہ سے سیاہ ہیں یا ان کا یہ طبعی رنگ ہے امام عالیمقام نے فرمایا کہ ہم بنوہاشم کے بال بہت جلد سفید ہو جاتے ہیں یہ خضاب کا رنگ ہے۔ اجئتما لِنُصرتی آیا تم لوگ میری نصرت

ویاوری کے لیے آئے ہو۔ ان بدبختوں نے کہا کہ ہم کثیر الاعیال ہیں اس کے علاوہ ہماری تحویل میں دوسرے لوگوں کا کچھ مال بھی ہے جو ان تک پہنچانا ہے۔ عمر بن قیس کے بھائی نے بھی ایسا ہی عذر پیش کیا۔ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان میں بوئے سعادت نہ پائی تو فرمایا کہ اچھا تم اس قدر دور چلے جاؤ کہ تم ہم بے کسی کے عالم میں نہ دیکھ سکو۔ اور نہ ہی ہماری آواز استغاثہ تم تک پہنچ سکے۔ کیونکہ جو شخص ہماری بے کسی کی حالت دیکھ کر اور آواز استغاثہ سن کر بھی ہماری نصرت و یاوری نہ کرے گا تو خداوند تعالٰے اس شخص کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دے گا۔ اے مولا وآقا۔ خدا لعنت کرے اس جماعت پر اور عذاب کرے گا کہ جو آپ کی بے کسی دیکھے اور تم پر رحم نہ کرے۔ فَلَیْتَ اَلْحَمْدُ والکرّار والِدہٗ، یَنْشَقُّ بِالطَّفِ عَنْ شخصیھا التُّرَبُ۔

کاش کہ آپ کے جد نامدار اور آپ کے والد بزرگوار ہوتے۔

لِینظُرٰہُ علی الرّمضاءِ مُنعَفِرُ، وَنفسہُ بِشَبَا الاَسْیافِ تَنْھَب،
وَلَیْتَ یکْشِفُ عَنْ وجہِ البتول لہ۔ یَراقِعُ القَبْرِ لَوْیکشِفُھا الکرب۔

کاش کہ مادر حسینؑ یعنی فاطمہؑ زہرا قبر سے باہر آئیں اور اپنے فرزند حسینؑ کو دیکھیں کہ جسے آپ نے بڑے ناز و نعم سے پالا تھا۔ لِمُتَبَصِّر الْمُعَیْنُ مِنْھَا فِیْ مَحَاسِنِہِ ولِلْذّا سِنَّۃِ جَدٌّ والصُّبّا لَعَبٌ۔ کہاں ہیں فاطمہ زہراؑ۔ تا کہ ان کے فرزند حسینؑ پر دشمن نیزے کس طرح مار رہے ہیں کہ بدن مبارک چاک چاک ہو رہا ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب عبید اللہ ابن زیاد بد نہاد کو یہ خبر ہوئی کہ حضرت سبط رسول الثقلین امام حسینؑ مکہ معظمہ سے بطرف کوفہ تشریف لا رہے ہیں تو اس نے حصین بن نمیر کو ایک بہت بڑی فوج دے کر کوفہ کی ناکہ بندی

کرنے پر مامور کیا۔ ابن نمیر ملعون نے ایک جانب قادسیہ سے قطقطانیہ تک ناکہ بندی کی اور تمام راستے کہ جن سے آپ کوفہ داخل ہوتے مسدود کر دیئے۔ ادھر جناب مسلم بن عقیلؓ کوفہ پہنچے ہی تھے اور اولاً اہل کوفہ نے ایک بھاری جمعیت کے ساتھ ان کے ہاتھ پر نصرت امام حسین علیہ السلام کرنے کی بیعت کر لی تھی اس وقت جناب مسلم بن عقیل نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں اس مضمون کا نامہ ارسال کیا تھا کہ اہل کوفہ کے ہزاروں لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور آپ سے پیشتر اہل کوفہ خود بھی امام عالیمقام کو عریضے ارسال کر چکے تھے۔ جس میں تحریر کیا تھا کہ سو ہزار تلواریں آپ کی نصرت و یاوری کے لیے تیار ہیں۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ آپ کوفہ تشریف لائیے اور تاخیر نہ کیجیے۔ حضرت مسلمؑ نے یہ خط اپنی شہادت سے ستائیس دن پیشتر لکھا تھا جو کہ امام حسینؑ کو مکہ میں موصول ہو چکا ہے۔ اس وقت تک امام حسینؑ کو حضرت مسلمؑ کی شہادت کی خبر نہیں ملی تھی۔ حالانکہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے آٹھ ذی الحجۃ کو کوچ کیا اور نویں ذی الحجۃ کو حضرت مسلمؑ کوفہ میں شہید کر دیئے گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے منزل حاجز پر پہنچ کر اہل کوفہ کے نام ایک خط تحریر کیا تھا کہ اے اہل کوفہ میرے پسر عم مسلم بن عقیل نے مجھے تمہاری کثیر جماعت کے بیعت کرنے کی خبر دی ہے اور تمہاری نیک تمناؤں سے مجھے مطلع کیا ہے میں تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں۔ میں بروز سہ شنبہ آٹھویں ذی الحجۃ تمہاری طرف مکہ سے کوچ کر چکا ہوں۔ پس تم اپنے معاملات کو درست رکھو میں چند روز میں تم لوگوں تک پہنچ رہا ہوں امام عالیمقام نے یہ خط اپنے رضاعی بھائی جناب عبداللہ یقطر، یا بروایت جناب قیس ابن مسہر صداوی کے حوالہ کیا اور تاکید کی کہ بعجلت کوفہ جاؤ اور یہ خط پہنچاؤ۔ جب قاصد

امام حسینؑ منزل حاجز سے نکل کر قادسیہ پہنچے تو حصین بن نمیر ملعون نے ان کو گرفتار کر لیا۔ لیکن قاصد نے وہ خط پارہ پارہ کر دیا کہ مضمون خط کسی پر ظاہر نہ ہو سکے ابن نمیر ملعون نے قاصد امام حسینؑ کو گرفتاری کے بعد ابن زیاد ملعون کے پاس بھیج دیا بروایت سید ابن طاؤس ابن زیاد ملعون نے کہا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ میں شیعیان علی ابن ابی طالبؑ سے ہوں اور ایک شیعہ کا فرزند ہوں۔ اس ملعون نے کہا کہ تم نے خط کو کیوں چاک کیا۔ انہوں نے کہا اس لیے کہ تم مضمون خط سے آگاہ نہ ہو سکے۔ پھر اس نے کہا کہ اس خط میں کیا لکھا تھا اور کس کے نام تھا۔ جواباً کہا حسینؑ ابن علیؑ کا خط تھا کوفہ کے چند لوگوں کے نام لیکن میں ان کے نام نہیں جانتا وہ بدنہاد غضبناک ہوا اور کہنے لگا میں تجھے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ ہاں البتہ اگر ان لوگوں کے نام بتا دے یا منبر کوفہ مسجد پر جا کر حسین ابن علیؑ اور ان کے باپ پر تبرا کر۔ انہوں نے کہا اچھا مجھے منبر پر جانے کا موقعہ دے۔ چنانچہ ابن زیاد ملعون نے قاصد حسینؑ کو منبر پر جانے کی اجازت دی۔ بس عبداللہ ابن یقطر قاصد امام حسین منبر پر گئے اور حمد الٰہی بجالانے کے بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجا۔ اور بہت زیادہ طلب رحمت کی۔ بعدہ انہوں نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی اولاد امجاد پر درود و سلام بھیجا یعنی ان کے لیے خداوند عالم سے طلب رحمت کی۔ اور ابن زیاد ملعون پر اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور بنی امیہ میں سے ہر ایک کا نام لے کر لعنت کی۔ اس کے بعد حاضرین مسجد سے مخاطب ہو کر کہا اے گروہ مردم کوفہ میں حسین ابن علیؑ کا قاصد ہوں۔ میں نے ان کو کوفہ کی راہ میں فلاں منزل میں چھوڑا ہے یعنی کہ امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ سے بطرف کوفہ روانہ ہو چکے ہیں تم سب ان

کا انتظار کرو۔ بروایت شیخ مفیدؒ عبداللہ یقطر کو منبر پر ہی گرفتار کرلیا گیا۔ اور رسیوں سے باندھ کر تمام قصر پر سے گرا دیئے گئے۔ اور اس مومن آل رسولؐ کو وہاں سے نیچے گرا دیا جس سے ان کی استخوان ٹوٹ گئے۔ ابھی قدرے جان باقی تھی کہ ابن زیاد ملعون کے حکم سے ان کے سر کو تن سے جدا کیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد اس بدنہاد نے ناکہ بندی میں اور سخت انتظامات کیئے۔ کوئی شخص نہ داخل کوفہ ہو سکتا تھا اور نہ ہی کوفہ سے باہر نکل سکتا تھا۔ ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام منزل بمنزل سفر طے کر رہے تھے کہ درمیان راہ کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی حالات دریافت کیے تو انہوں نے کہا کہ ہم اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتے کہ کوفہ میں نہ کوئی شخص داخل ہو سکتا ہے۔ اور نہ وہاں سے کوئی شخص داخل ہو سکتا ہے اور نہ وہاں سے کوئی شخص باہر آسکتا ہے۔ صاحب مناقب فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام وارد منزل خزیمیہ ہوئے شب کو وہاں قیام فرمایا۔ صبح کو وقت جناب زینب خاتون سلام اللہ علیہا آپؑ کی خدمت میں آئیں اور فرمایا کہ بھیا جب ہم رات کو خیمہ سے نکلے تو ہاتف غیبی کی یہ آواز آئی جو کہ میں نے سنی وہ یہ نوحہ پڑھ رہا تھا۔

اَلَا یَا عَیْنُ فَاحْتَفِلِی جَھْدِی ‏ فَمَنْ یُّبْکِی عَلَی الشُّھَدَاءِ بِعَدِی

یعنی اے آنکھ آنسو بہا ان شہیدوں پر جو اپنی وعدہ گاہ کی طرف رواں دواں ہیں۔

علیٰ قومٍ تسوقھم المنایا ‏ بمقدارٍ الیٰ انجاز وعدٍ

اے آنکھ گریہ کر یعنی رو اس قوم پر کہ موت ان کو قتل گاہ کی طرف لے جا رہی ہے تاکہ وہ اپنا وعدہ وفا کریں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بہن جو قضائے الہٰی میں گزرا ہے وہ پورا ہوگا۔ ابن قولویہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب

عقبۃ البطن پہنچے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ مَا اَرَانِی اِلَّا مقبولاً ۔
یعنی کہ میں یقین کرتا ہوں کہ میری شہادت نزدیک ہے اصحاب نے عرض کیا آخر کیا وجہ ہے۔ ارشاد فرمایا۔ رَایتُ کِلاَباً تنتشبی اَسدّھا علیّ کلبٌ ایقعُ
یعنی کہ میں نے رات خواب میں دیکھا کہ گویا بہت سے کتے مجھ پر حملہ آور ہیں اور مجھے نوچ رہے ہیں ان میں سے ایک ابلق رنگ کا کتا زیادہ حملہ کرتا ہے۔

قبیلۂ بنی اسد کے دو افراد عبداللہ و منذر کا بیان ہے کہ ہم حج سے فارغ ہو کر تیزی کی ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قافلہ سے ملحق ہو گئے۔ منزل ثعلبیہ کے قریب ایک سوار کو دیکھا جو کوفہ کی طرف سے آرہا تھا۔ اور وہ ہمیں دیکھ کر راستہ چھوڑ کر ایک طرف ہو گیا۔

امام حسینؑ نے بھی اسے دیکھا تھا آپ اس سے دریافت احوال کے لیے قدرے ٹھہرے مگر جب وہ ہماری راہ سے ہٹ کر چلنے لگا تب امام حسینؑ اپنی راہ پر روانہ ہو گئے۔ لیکن ہم دونوں اس شخص کے تعاقب میں گئے۔ اور ہم اسے راستہ ہی میں پا لیا۔ اس کا نام ونشان پوچھا تو اس نے کہا کہ میں بنی اسد ہوں۔ ہم نے اس سے کوفہ کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے کوفہ سے نکلنے سے پہلے دیکھا کہ مسلم ابن عقیل اور ہانی ابن عروہ کی لاشوں کو ان کے پیروں میں رسی باندھ کر کھینچا جا رہا تھا۔ بازاروں اور گلی کوچوں میں تشہیر کی جا رہی تھی یہ خبر سن کر ہم قافلہ امام حسینؑ میں آگئے۔ رات کو امام عالیمقام نے منزل ثعلبیہ پر مقام فرمایا صبح ہم فرزند رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ہمیں اس سوار نے یہ خبر دی ہے کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ شہید کر دیئے گئے اور ان کی لاشوں کو بازاروں میں تشہیر کیا جا رہا ہے۔ جب حضرت امام حسین

علیہ السلام نے یہ خبر سنی تو فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ علیھما۔ ہم نے امام عالیمقام کی خدمت میں عرض کیا بہتر ہے کہ آپ یہیں سے واپس چلے جائیں کیونکہ کوفہ میں آپ کا کوئی مددگار نہیں ہے اور آپ اپنے اہلبیتؑ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم کے بچوں کو بلایا اور انہیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے دریافت کیا تمہارا کیا خیال ہے انہوں نے بیک زبان عرض کیا کہ ہم آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوں گے۔ جب تک کہ مسلم کا قصاص نہ لے لیں یا خود شہید نہ ہو جائیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان لوگوں کے بغیر زندگی میں کوئی مزہ نہیں ہے۔ پس ہمیں یقین ہو گیا کہ امام حسینؑ واپس نہیں جائیں گے۔ شہید ہوں گے۔ پھر آپ نے دختر مسلم بن عقیل کو بلایا جو کہ کمسن تھی اسے اپنے زانو پر بٹھایا۔ اور غیر معمولی طور پر جب شفقت فرمائی تو بچی نے کہا اے فرزند رسول خدا، اے عم محترم، آپ مجھے اس طرح پیار کرتے ہیں جیسے کوئی کسی یتیم کو پیار کرتا ہے۔ کیا میرے بابا شہید ہو گئے۔ یہ سن کر حضرت امام حسینؑ کو ضبط کا یارا نہ رہا۔ بلکہ گریہ طاری ہو گیا۔ اور فرمایا اے بیٹی اب تم مجھ کو اپنا بابا سمجھو۔ دختر مسلم سمجھ۔ دختر مسلم سمجھ گئی کہ بابا شہید ہو گئے۔ وہ رونے لگی اور تمام اہلحرم میں کہرام برپا ہو گیا۔ یہ پہلا ماتم تھا کہ جو دوران سفر اہلحرم حسینؑ نے شہادت مسلمؑ پر کیا ہے۔ اور عزیز و انصار سب گریہ و زاری کرنے لگے۔ بروایت ابن طاؤسؒ امام حسینؑ کو خبر شہادت حضرت مسلمؑ منزل زبالہ پر ملی ہے۔ فرزدق شاعر امام عالیمقام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا ابن رسول اللّٰہِ کیف تَرْکَنُ اِلیٰ اھل کوفۃ وَھُمُ الَّذِیْنَ قَتَلُوا ابن عَمِّکَ مسلم بن عقیلٍ۔

یعنی کہ اے آقا آپ کس طرح اہل کوفہ پر اعتماد کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے آپ کے

چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو قتل کردیا۔ اور کوفی آپ کے پدر بزرگوار کے قتل کا باعث بھی ہوئے۔ اور آپ کے بھائی حسن مجتبےٰؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسوں بھر آئے اور فرمایا کہ مسلمؑ واصل رحمت الٰہی ہو گئے۔ اِنَّهُ قضیٰ ماعَلَیْهِ وَبقی ما علینا جو کہ ان کے مقدر میں تھا ہوگیا اور جو ہمارے مقدر میں ہے قضاء الٰہی جاری ہو کر رہے گی۔ پھر آپ نے دنیا کی ناپائیداری پر چند اشعار پڑھے۔

بروایت شیخ مفیدؒ منزل زبالہ پر امام حسینؑ کو خبر قتل عبداللہ ابن یقطر ملی ہے اس وقت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب و انصار و اقرباء کو جمع فرمایا اور اس طرح خطاب کیا کہ مجھے مسلمؑ، ہانی اور عبداللہ یقطر کی شہادت کی خبر مل چکی ہے۔ جن لوگوں نے ہماری نصرت اور یاوری کا وعدہ کیا تھا وہ منحرف ہو چکے ہیں۔ وہ اپنے وعدوں سے پھر گئے ہیں میں تم سب کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم لوگوں میں سے جس کا دل چاہے وہ چلا جائے۔ میری جانب سے اجازت ہے اور بنی اُمیّہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پس جو لوگ دنیاوی طمع و لالچ میں آپ کے ساتھ تھے وہ امام حسین علیہ السلام کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اس وقت نہ معلوم امام حسینؑ علیہ السلام کے دل پر کیا صدمہ گزرا ہوگا۔ صرف وہ لوگ رہ گئے کہ جو آپ کے مخلص و وفادار صحابی تھے اور جنہیں رضاء خدا مطلوب تھی آنحضرتؐ کی خوشنودی مدنظر تھی انہوں وہ سب کے سب حضرت امام حسینؑ علیہ السلام سے جدا نہیں ہوئے۔ وہ امام حسین علیہ السلام کی معرفت رکھتے تھے اور خود شہادت کے جویا تھے۔

اور یہ وہ لوگ تھے کہ روز اوّل سے ہمرکاب شاہ امام تھے۔ اس وقت ان کے تیور یہ کہہ رہے تھے کہ لَاخَیْرَ بَعْدَكَ فِی الْحَیٰوةِ وَنَحْنُ فِی ظِلّ

اَلْکَرَامَۃِ وَالسَّلَامَۃِ نَلْعَبُ لَا کَانَ یَوْمٌ لَا تَکُوْنُ وَلَاخَلَتْ مِنْکَ الدِّیَارُ وَلَا الْقِفَارُ وَ سَبْسَبُ یعنی کہ آپ کے بعد ہم دنیا کا کیا کریں گے۔ ہمیں دنیا سے کیا تعلق ہمیں آپ کی سلامتی درکار ہے۔ ہمیں خدا وہ روز بد نہ دکھلائے کہ ہم زندہ رہیں اور آپ نہ ہوں وہ زمانہ نہ آئے کہ آپ نہ ہوں بعدہ امام حسین علیہ السلام بطن عقبہ سے روانہ ہوئے تو اثنائے راہ بنو عکرمہ کے ایک شخص عمرو بن یوزان آپ کی خدمت حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ اے سید و سردار آپ کہاں جا رہے ہیں فرمایا کہ کوفہ جا رہا ہوں۔ اس نے کہا اے مولیٰ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں آپ کوفہ تشریف نہ لے جائیں۔

فَوَاللّٰہِ مَا تَقْدَمُ اِلَّا سِنَّۃِ وَحَدِّ السُّیُوْفِ یعنی کہ بخدا وہاں آپ تلواروں اور سنانوں کی یلغار کے سوا کچھ اور نہ پائیں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بندہ خدا جو تو کہتا ہے وہ مجھے بھی معلوم ہے لیکن امر الٰہی پر مجھے عمل کرنا واجب ہے۔ فرمایا۔ اللّٰہِ لَا یدعونی حتّٰی یَسْتَخْرِجُوْا ھٰذِہِ العلقۃ مِنْ جَوْفِیْ۔ بخدا یہ لوگ میرا خون بہائے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ اور جب یہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالےٰ ان کو تمام امتوں سے زیادہ ذلیل و خوار کرے گا۔ اے مظلوم کربلا۔

فَاَیُّ عَیْنٍ عَلَیْکَ مُنْھَمِلٌ وَاَیُّ قَلْبٍ عَلَیْکَ غَیْرُ مَفْطُوْر

اے غریب کربلا کون سی ایسی آنکھ ہے کہ آنسو نہ بہائے آپ یاد آئیں اور گریہ گلوگیر نہ ہو

یَا وَقْعَۃِ الطَّفِ قَدْ اَضْرَمْتُ نَارَ جَوَیٰ فِیْ کُلِّ قَلْبٍ مِنَ الْاَشْجَانِ مَسْجُوْر

یعنی کر واقعہ کربلا ایک ایسا واقعہ ہے کہ جو دلوں میں ہمیشہ رہے گا۔ ہرگز فراموش نہ ہوگا۔

مروی ہے کہ ابن زیاد کے جاسوسوں نے اس کو یہ خبر پہنچائی کہ امام حسینؑ بطرف کوفہ برابر منزل بہ منزل بڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ ابن زیاد ملعون نے لوگوں کو امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ ترغیب دلائی اور لالچ دیا۔ اس نے حر بن یزید ریاحی کو ایک ہزار سپاہیوں کا لشکر دے کر اس حکم کے ساتھ روانہ کیا کہ حسین ابن علیؑ جہاں کہیں بھی ہوں ان کو بے آب و گیاہ میدان میں جبراً اتار دیا جائے۔ اور یہ بھی تاکید کی اس حکم پر عمل کے بعد اطلاع دی جائے تا کہ دوسرا حکم جاری ہو سکے۔ یہ لشکر فوری طور پر کوفہ سے روانہ ہو گیا۔ اور ادھر امام حسین علیہ السلام منزل بطن عقبہ سے کوچ کر کے منزل شرافت پہنچے اور وہاں مقام فرمایا۔ آپ نے حکم دیا کہ جس قدر ممکن ہو پانی بھر لیا جائے۔ چنانچہ اصحاب نے زیادہ سے زیادہ مقدار میں پانی بھر لیا اور امام حسین علیہ السلام وہاں سے بوقت سحر روانہ ہوئے دوپہر کے قریب آپ اپنے اصحاب کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ اصحاب میں سے ایک شخص نے با آواز بلند اللہ اکبر کہا۔ امام عالیمقام نے فرمایا کہ تم نے کیا دیکھا کہ نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اس شخص نے کہا کھجوروں کے درخت نمایاں ہو رہے ہیں، اس پر دوسرے اصحاب نے کہا کہ یہاں تو کوئی نخلستان نہیں ہے۔ اس پر امام علیہ السلام نے ان سے سوال کیا اچھا تمہیں کیا نظر آ رہا ہے۔ ان لوگوں نے عرض کیا۔ وَاللّٰہِ نَرٰی اَسِنَّۃَ الرِّمَاحِ وَاٰذَانَ الْخَیْلِ ۔ یعنی خدا یہ تو نیزوں کی انیاں اور گھوڑوں کے کان معلوم ہوتے ہیں۔

اور یہ لشکر مخالف ہے امام عالیمقام نے فرمایا کہ آگے بڑھ کر دریافت کرو کہ کیا مقصد ہے۔ اصحاب حسینؑ ان کے پاس گئے مگر وہ لوگ زیادہ توجہ سے پیش نہیں آئے۔ ادھر امام حسین علیہ السلام نے اپنے قافلہ کو قریب ہی واقع کوہ ذوحسم کے دامن میں فروکش ہونے کا حکم دیا مگر لشکر مخالف نے بھی آپ کے اصحاب کی طرف رخ موڑ لیا لیکن قافلہ امام حسینؑ دامن کوہ میں پہنچ کر فروکش ہو گیا۔ اس لشکر کا سردار حر بن یزید ریاحی تھا۔ حرؑ اپنے لشکر کے ساتھ اس وادی کوہ میں پہنچا تو لشکر حر اصحاب امام حسینؑ کے مقابلے میں صف بستہ ہو گئے مگر گرمی کی شدت، گرم ہوا اور پیاس نے غلبہ کیا اور وہ لوگ شدت پیاس کی وجہ سے بے حواس ہو رہے تھے۔ جب حضرت امام حسینؑ نے ان کی تشنگی دیکھی تو اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ان لوگوں سے بات چیت کئے بغیر پہلے ان کو خوب سیراب کرو۔ چنانچہ اصحاب و انصاران امام حسینؑ نے ان سب کو اچھی طرح سیراب کیا۔ حتیٰ کہ ان کے جانوروں کو بھی پانی پلایا۔ اور جب وہ اپنا منہ پانی سے ہٹا لیتے تھے تب پانی کے طشت ہٹائے جاتے تھے۔ لشکر حرؑ کا ایک سپاہی علی ابن طعان محاربی کہتا تھا کہ اس پر تمام لشکر سے زیادہ پیاس کا غلبہ تھا۔ پیاس اور دھوپ کی شدت کی وجہ سے اس کی آنکھوں تلے اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ لشکر والوں کے عقب میں اس جگہ پہنچ گیا کہ جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام کرسی پر رونق افروز تھے۔ وہ سوار آپ کو نہ پہچان سکا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا یا ابن الاخ اپنے اونٹ کو بٹھاؤ۔ اس نے اونٹ کو بٹھایا اور آپ کے ایک اصحابی نے مشک کا دہانہ اس کے منہ کے سامنے کھول دیا۔ اور علی ابن طعان محاربی بے حواسی کی حالت میں پانی پی رہا تھا اور پانی ادھر ادھر گر رہا تھا کہ امام حسینؑ بہ نفس نفیس کرسی سے اٹھے اور کھڑے

ہو کر مشک کے دہانہ کو درست کیا۔ اس نے پانی پیا تو اس کی آنکھوں میں روشنی آگئی۔ اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ فرزند رسولؐ خدا کھڑے ہو کر اس کو پانی پلا رہے ہیں۔ مگر وا حسرتا ان ہی کوفہ والوں نے امام علیہ السلام پر پانی بند کر دیا روز عاشورا جب امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و انصار اور بچوں پر پانی بند ہو گیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا:

اَسْقُوْنِیْ شَرْبَةً مِنَ الْمَآءِ فَقَدْ تَقَنَّقَمَتْ کَبِدِیْ مِنَ الظَّمَآءِ

اے لوگو مجھے ایک شربۂ آب دو کہ تشنگی کی وجہ سے دل کباب ہو رہا ہے مگر لشکر عمر ابن سعد ملعون نے ایک گھونٹ پانی نہ دیا۔ نہر فرات کے آب شیریں کو امام ترستے ہی رہے ؎

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں
خوش داشتند حرمت مہمان کربلا

غرض کہ جب حرؑ اور اس کا لشکر سیراب ہو چکا تو اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضرت امام حسینؑ نے حجاج بن مسروق کو اذان دینے کا حکم دیا۔ جب اذان ہو چکی تو حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے خیمہ سے ردا بر دوش تشریف لائے۔ اور آپ نے حر کے لشکر والوں سے خطاب فرمایا اولاً حمد و ثناء الٰہی بجا لائے اپنے جد بزرگوار پر درود و سلام بھیجا اور فرمایا اے کوفہ کے لوگو۔ میں تمہاری طرف تمہارے خطوط پہنچنے کے بعد آیا ہوں۔ ان خطوط میں تم لوگوں نے لکھا تھا کہ اب ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ یہاں تشریف لائیے تاکہ آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق و ہدایت پر جمع کر دے۔ امام عالیمقام نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنی تحریرات کی روشنی میں اپنے زبان کے پابند ہو۔ اور قول و قرار پر راسخ ہو تو مجھے اپنے

عہد و میثاق سے مطمئن کرو۔ اب میں بیان آگیا ہوں۔ اور اگر تم اپنے عہد و پیمان سے پھر گئے ہو تو میں جہاں سے آیا ہوں اسی جگہ واپس چلا جاؤں گا۔ لیکن امام حسین علیہ السلام کے اس خطبہ کا لشکر کوفہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر کار امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اقامت کہو۔ آپ نے حر سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم علیحدہ جماعت کراؤ گے۔ اس نے کہا کہ ہم سب آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے سب نے امام حسین علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد حر اپنے پانچ سو اصحاب کے ساتھ اپنے خیمہ میں چلے گئے مگر حر آزردہ تھے۔ دوسرے لوگوں کو جہاں سایہ نظر آتا آرام کیا۔ یہاں تک کہ حرؑ کے لشکریوں نے اپنے گھوڑوں کے سایہ میں دوپہر بسر کی۔ امام حسینؑ نے نماز عصر کی اذان کا حکم دیا اور اذان و اقامت کے بعد آپ نے پھر ایک مرتبہ فوج حر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے قوم ہم آل رسولؐ ہیں ہم اہلبیت نبوۃ ہیں ہمارے ہی گھر میں جبرئیل امین وحی الٰہی لے کر نازل ہوئے ہیں تم جس امیر کی طرف سے مامور ہوئے ہو کہ میری راہ روکی جائے تمہارا وہ امیر باطل پر ہے۔ وہ ہمارے ساتھ بدشمنی پیش آ رہا ہے۔ کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں اکابرین کوفہ نے مجھے خطوط لکھ کر بلایا ہے۔ بعدہ امام حسینؑ نے عقبہ بن سمعان سے فرمایا:

أُخْرُجِ الْخُرْجَيْنِ الَّذِي فِيهِمَا كُتُبُهُمْ۔ کہ اے عقبہ بن سمعان خطوط کی تھیلی لاؤ انہوں نے خطوط پیش کئے اور امام حسین علیہ السلام نے حرؑ سے کہا کہ یہ خطوط تمہارے ہی ارسال کردہ ہیں۔ حرؑ نے کہا کہ مولیٰ مجھے ان خطوط کا علم نہیں ہے تو اس امر پر مامور ہوں کہ آپ کو ابن زیاد لعین کے پاس لے چلوں آپ نے فرمایا لوگو۔ میرا حق پہچانو اور ظالموں کے ساتھی نہ بنو۔ اور اگر تم مجھے راستہ دو تو میں جہاں سے آیا ہوں۔ واپس چلا جاؤں۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ مخالفانہ انداز میں پیش آیا تو امام

حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ثکلتك اُمُّك ما ترید۔ اے حر تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو کیا ارادہ رکھتا ہے حر نے کہا کہ اگر کوئی اور شخص میری ماں کو کہتا تو میں بھی جواب دیتا۔ لیکن آپ کی ماں خاتون جنت ہیں۔ دختر رسول خدا ہیں۔ میں کیوں کر جواب دوں۔ مجھے ابن زیاد کا یہی حکم ہے کہ آپ کی راہ روک کر آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جاؤں۔ نہ آپ مکہ واپس جا سکتے ہیں اور نہ مدینہ۔ سوائے اس کے کہ ابن زیاد کے پاس چلیں امام حسین علیہ السلام نے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن حر کا لشکر سد راہ ہوا۔ اور اس نے حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے کی لجام پر ہاتھ ڈال دیا۔ امام عالیمقام نے اس کو منع فرمایا۔ اس پر حُر نے کہا کہ اگر آپ کوفہ جانا نہیں چاہتے کہ ابن زیاد کے سامنے پیش ہوں تو علاوہ مدینہ کے کوئی اور راستہ اختیار کیجیے تا کہ میں ابن زیاد بدنہاد کو مطلع کر سکوں۔ شاید کہ خداوند عالم مجھے آپ کے معاملہ سے نجات دے۔ حر نے یہ بھی کہا۔ یا حسینؑ اِنِّی اُذَکِّرُكَ اللہ فی نفسك فَاِنِّی اَشْهَدُ لَئِنْ قَاتَلْتَ لَتُقْتَلَنَّ۔

اے حسینؑ میں آپ سے ملتمس ہوں اور بطور خیر خواہی عرض پرداز ہوں کہ حکومت یزید کی مخالفت نہ کریں ورنہ اگر آپ نے جنگ کی تو آپ قتل کر دیئے جائیں گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے حر کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو۔ کیا تم نے قبیلہ روس کے اس مجاہد کا قول نہیں سنا۔ جو رسولؐ خدا کی مدد کو جانا چاہتا تھا۔ اور اس کا چچا زاد بھائی اسے موت سے ڈرا رہا تھا۔ تو اس نے کہا تھا ؎

سَاَمْضِیْ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتٰی اِذَا مَا نَوٰی حَقًّا وَّجَاهَدَ مُسْلِمًا

یعنی کہ عنقریب میں جہاد کے لیے جاؤں گا۔ اور جوان مرد کے لیے اس وقت مر جانے میں کوئی عار نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ حق کی نیت رکھتا ہوں اور اللہ کیلئے

جہاد کرتا ہو ۔

وواسی الرجال الصالحین بنفسہٖ وفارق مثبوراً وباعد مجرماً

یعنی کہ جوان مرد کے لیے مر جانے میں اس وقت کوئی عار نہیں ہے جب کہ وہ اپنی جان کے ذریعہ صالحین نکوکاروں کا ساتھ دے رہا ہوں اور اس نے مجرموں کو چھوڑ دیا ہو تا کہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے۔

فَاِنْ عِشْتُ لَمْ اَنْدِمْ وَاِنْ مِتُّ لَمْ اُلَمْ !

کفیٰ بکَ ذُلًّا اَنْ تعیش و ترغما

پس اگر مر جاوں تب مجھے کوئی ملامت نہیں کرے گا اور زندہ رہا تو مجھے ندامت نہیں ہوگی تمہارے لیے یہ ذلت کتنی بڑی ہوگی کہ تم زندہ رہو اور تمہاری ناک رگڑی جائے۔

حُر امام حسینؑ کی گفتگو سن کر اپنے لشکر میں چلے گئے۔ کچھ فاصلہ کے ساتھ حر کا لشکر امام حسینؑ کے لشکر کے ساتھ ساتھ رہا۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب میں سے آگے کر دیا کہ وہ راستوں سے واقف تھا۔ اور آپ نے خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ خیمہ نصب کیے گئے اور اہل حرم خیمہ میں اترے۔ امام عالیمقام نے وہاں پر ایک خیمہ دیکھا فرمایا کہ کس کا خیمہ ہے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ عبداللہ ابن حر جعفی کا خیمہ ہے۔ امام حسینؑ نے اپنا آدمی بھیجا اور بلایا اس بد بخت نے کہا کہ میں نے تو کوفہ اسی لیے چھوڑا ہے کہ اگر حسین ابن علی کوفہ پہنچیں تو میں وہاں موجود نہ ہوں۔ بخدا میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے دیکھیں اور میں ان کو دیکھوں جب امام حسین علیہ السلام نے اس کا جواب سُنا تو خود اپنے خیمہ سے اٹھے اور اتمام حجت کے لیے اس کے پاس تشریف لے گئے اور بعد سلام مسنون کے بعد

اپنی نصرت کی اس کو دعوت دی اس نے عذر کیا مگر ایک خوش رفتار گھوڑی پیش کی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو میری نصرت کرنے میں کوتاہی کرتا ہے۔ لیکن میرے خلاف تلوار نہ اٹھاتا ورنہ ہلاک ہوگا۔ اس نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ میں آپ کے جنگ کروں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر اتنی دور چلے جاؤ کہ میری آواز استغاثہ نہ سن سکو۔ کیونکہ جو میری آواز استغاثہ پر لبیک نہ کہے گا وہ جہنمی ہوگا۔ یہ فرمایا کہ امام حسینؑ اپنے خیمہ میں واپس آگئے۔

اور شب کے آخری حصہ میں وہاں سے کوچ فرمایا اور صبح تک چلتے رہے حُر کا لشکر بھی ساتھ تھا۔ اور جب بھی حُر آپ ماہ کوفہ اختیار کرنے کو کہتا آپ انکار فرما دیتے تھے کہ میں ہرگز ابن زیاد کے پاس نہیں جاؤں گا۔ یہاں تک کہ آپ دشت نینوا میں پہنچ گئے۔ جب صبح ہوگئی تو کوفہ کی جانب سے ایک سوار آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے قریب پہنچ کر حُر کو سلام کیا۔ مگر امام حسین علیہ السلام کو اس شخص نے سلام نہیں کیا۔ اس نے حُر کو ابن زیاد بدنہاد کا خط دیا۔ ابن زیاد ملعون کے خط کا یہ مضمون تھا۔ اَمَّا بَعْدُ فَجَعْجِعْ بِالْحُسَیْنِ حِیْنَ یَبْلُغُکَ کِتَابِیْ هٰذَا عَلَیْکَ رَسُوْلِیْ وَلَا تُنْزِلْهُ اِلَّا بِالْعَرَاءِ فِیْ غَیْرِ خُضْرٍ وَلَا عَلٰی غَیْرِ مَاءٍ۔

یعنی کہ جس جگہ میرا خط تجھے ملے اسی جگہ حسینؑ کو آگے بڑھنے سے روک دے۔ البتہ انہیں کسی بے آب و گیاہ جگہ ٹھہرنے پر مجبور کر اور ایسی جگہ کہ جہاں پانی کا نام و نشان نہ ہو ان کو اتارا جائے۔ میرا قاصد اس وقت تک تیرے ساتھ رہے گا جب تک تو میرے حکم نہ کی تعمیل نہیں کرے گا۔ حُر نے امام حسینؑ کو ابن زیاد کے مضمون خط سے مطلع کر دیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ کچھ اور بڑھنے دو تا کہ ہم کسی قریبی گاؤں میں

اُتر سکیں۔ بس حُر نے چاہا کہ آپ اس بیابان میں اتریں۔ حُر نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ قاصد ابن زیاد کا جاسوس ہے۔ اور یہ اس کو خبر پہنچائے گا کہ میں نے آپ کو رعایت دی ہے۔ اس طرح میری اور میرے اہل و عیال کی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس وقت زہیر بن قین نے امام عالیمقام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم ان جفا کاروں سے جنگ کریں اور اس وقت ان سے جنگ کرنا آسان بات ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں جنگ میں ابتداء نہیں کروں گا صاحب مناقب کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے اہلبیتؑ کو جمع کیا۔ تمام برادران اور فرزندان اور عزیز و اقارب پر ایک نظر ڈالی۔ اور گریہ فرماتے رہے اور فرمایا کہ اِنَّا عِتْرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَقَدْ اُخْرِجْنَا وَطُرِدْنَا وَاُزْعِجْنَا عَنْ حَرَمِ جَدِّنَا وَتَعَدَّتْ عَلَيْنَا بَنُو اُمَيَّةَ ۔ یعنی کے اے خداوند عالم میں تیرے نبیؐ کی ذریت ہوں اور بنی امیہ مجھ پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور ان ظالموں کی وجہ سے میں حرم خدا اور حرم رسولؐ خدا سے نکلا ہوں۔ پروردگارا میری یاوری فرما۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس زمین کا کیا نام ہے۔ لوگوں نے اس زمین کے نام بتلائے کہ اس زمین کو کربلا کہتے ہیں۔ بروایتے جب آپ نے نام کربلا سنا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَرْبِ وَالْبَلَاءِ پروردگارا سختیوں اور بلاؤں میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ هٰذَا مَوْضِعُ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ هٰهُنَا مُنَاخُ رِكَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا وَمَسْفَكُ دِمَائِنَا ۔ یہ جگہ اندوہ و بلا کی جگہ ہے۔ اس جگہ ہمارے اونٹ اور گھوڑے باندھے جائیں گے۔ ہماری محملین یہاں اتریں گی۔ ہمارے جوان قتل کئے جائیں گے ہمارے اہلحرم اسیر ہوں گے۔

فیھا تقتلُ ابطالی و تذ بّحُ اطفالی و تستَعبدُ والاحوار اوُ زال۔

یہ وہی وہ زمین ہے کہ جس پر ہمارے جوان قتل کئے جائیں گے۔ ہمارے اطفال ذبح کئے جائیں گے ہمارے الحرم اسیر بنائے جائیں گے۔

حُطّ الرّجال بھا یقوم انصرقوا   عینی فمالی عَنْھا قَطُ تُرحال

چنانچہ امام مظلوم نے محملوں کو اتارنے کا حکم دیا۔ خیمے نصب کرسکو حکم دیا۔ فرمایا کہ یہ میری آخری منزل ہے۔ اس سے آگے ہم نہیں جائیں گے۔ اصحاب نے خیام نصب کئے۔ خیموں میں مخدرات عصمت و طہارت داخل ہوئیں۔

ھی خیمۃ جبرئیل یَخدمُ اَھْلھَا   والرّوح و الاملاك خِدمَۃ قفیرُ

یہ وہ خیام تھے کہ جبرئیل و میکائیل و ملائکہ مقربین پاسبان و نگہداران تھے۔ حاجب درخیمہ ملائکہ اور جانبین میں عزیز و اقارب کے خیام تھے۔

ھی خیمۃ خضعت لھا   خِیَمُ المَلِكِ کتُبّعٍ و کَقَیْصَرٍ

خیام سلاطین یا جاہ و جلال ان خیموں کے مقابلہ میں ہیچ تھے۔

فِی خیمۃٍ ابوا بھا فی فتحھا   بصیر یرھا ضاعت بُکا المُسْتَعْبِرِ

کہ جب درہائے خیام کھلتے تھے تو آواز اذان آتی تھی۔ اور آواز گریہ و بکا آتی تھی گویا خدا کی یاد اور حسین مظلوم پر گریہ و بکا ساتھ ساتھ ہو رہا تھا۔

فِی خَیْمَۃٍ لو کان اَحْمَدُ حَاضِرًا   لَبَکیٰ لَھَا مِثْلَ السَّحَابِ المُمْطِرِ

اگر اس زمانہ میں پیغمبر خدا بھی ہوتے تو ان کی آنکھوں سے آنسو اس طرح برستے جیسے ابر برستا ہے

اگر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ ہوتے تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہوتے۔ بعض ثقہ حضرات نے بیان کیا ہے۔ کہ دشت کربلا کی ہولناکی دیکھ

کہ جناب ام کلثومؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا کہ بھائی جان ہمیں یہاں خوف محسوس ہوتا ہے۔ یہ پُرخطر دشت ہے کسی دوسری جگہ چلیئے۔ آپ نے فرمایا اے بہن میں اپنے بابا کے ساتھ جنگ صفین میں تھا کہ بابا جان بھائی حسن مجتبیٰ کے زانو پر سر رکھ کر تھوڑی دیر کے لیے سو گئے۔ میں سرہانے بیٹھا ہوا تھا کہ بابا بیدار ہوئے تو آپ کے چہرہ پر آثار حزن و ملال ہویدا تھے۔ اور آپ زار و قطار رو رہے تھے۔ بھائی حسن مجتبیٰؑ نے رونے اور پریشان کا سبب دریافت کیا تو بابا جان نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ سارا صحرا خون کا ایک دریا ہے اور میرا حسینؑ اس میں ڈوب رہا ہے۔ حسینؑ لوگوں کو مدد کے لیے پکار رہا ہے۔ مگر کوئی مدد نہیں کرتا حسینؑ کے استغاثہ پر کوئی لبیک نہیں کہتا۔ پھر بابا نے فرمایا کہ اے بیٹا حسینؑ جب ایسا ہوگا کہ تم اس صحرا میں نرغہ اعداد میں میں گھر جاؤ گے تو کیا کرو گے عرض کیا بابا جان میں صبر کروں گا اور جام شہادت پیوں گا۔ اے بہن ام کلثوم تم بھی صبر کرو۔ تم تو صابرہ کی بیٹی ہو۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

تیسری مجلس

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا کربلا پہنچنا اور واقعات تا شبِ عاشوراء محرّم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اٰلَائِهٖ وَالشُّكْرُ لِلّٰهِ عَلٰی نَعْمَائِهٖ حَمْدًا یَسْتَعْظِمُهٗ سُكَّانُ اَرْضِهٖ وَسَمَائِهٖ وَیَسْتَكْثِرُهٗ قُطَّانُ صُقْعِ جَبَرُوْتِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ سُفَرَائِهٖ وَاَفْضَلِ اَصْفِیَائِهٖ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ اَنْبِیَائِهٖ وَاَكْمَلِ اَوْلِیَائِهٖ وَعَلٰی خُلَفَائِهٖ وَاَوْصِیَائِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاُمَنَائِهٖ خُصُوْصًا عَلٰی شِبْلِهٖ وَ فَرْخِهٖ الْبَعِیْدِ عَنْ وَطَنِهٖ وَاَحِبَّائِهٖ الْمَقْتُوْلِ لِوَجْهِ اللّٰهِ مَعَ اَوْلَادِهٖ وَعَشِیْرَتِهٖ وَاَقْرِبَائِهٖ الْمَحْزُوْقِ حِبَائُهُ الْمَسْلُوْبِ رِدَائُهُ الْمُرَضَّضِ اَشْلَائُهُ الْمُقَطَّعِ اَعْضَاؤُهُ الْمَنْهُوْبِ نَعْلُهُ وَحِذَائُهُ الْمَقْتُوْلِ اِخْوَانُهُ وَاَبْنَائُهُ الْمَسْبِیِّ عِیَالُهُ وَنِسَائُهُ

الماسُودِ بِنَائِہٖ وَاِمَائِہٖ الممنوع مائہٗ المخضبہٗ شیبہٗ بدمائہٖ الذی تستقی علیہِ ویورہٗ و رخائہٗ ولم یمترضہٗ احد فی ضمائہٖ الخائض فی بحرِ محن و البلایا والبلایا فی ابتداءِ وجودِ الی انتہائہٖ سیدنا المظلوم وامامنا المعصوم المھموم المغموم ابی عبد اللہ الحسین و اللعن الدائم والعذاب الفاطم علیٰ قاتلیہ وظالمیہ ومانعیہ شربِ الماءِ وعلیٰ من خذلہ واعان علیہ او فرج بقتلہ او رضی بہ اجمعین ابدا الابدین ودھر الداھرین اما بعد فقد قال سبحانہٗ۔

مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَۃَ عَجَّلْنَا لَہٗ فِیْہَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَہٗ جَہَنَّمَ یَصْلٰہَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَہَا سَعْیَہَا وَ ہُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ کَانَ سَعْیُہُمْ مَّشْکُوْرًا ۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۸تا۱۹)

ترجمہ:-

جو شخص دنیا کا خواہاں ہو تو ہم جسے چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں اسی میں سردست اسے عطا کرتے ہیں (مگر) پھر ہم نے اس کے لیے تو جہنم ٹھہرا ہی رکھا ہے کہ وہ اس میں بُری حالت میں راندہ ہوا داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا متمنی ہو اور اس کے لیے خوب جیسی چاہیے کوشش بھی کی۔ اور وہ ایماندار بھی ہے۔ تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش مقبول ہوں گی۔

ان آیات مجیدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خواہش دینا رکھتا ہے۔ اور طلب دنیا کرتا ہے تو اس کی آخروی حیات میں کوئی حصّہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ مورد عذاب ہو ۔ اور جو شخص آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے اور

اور آخرت کا طلب ہے۔ ایمان رکھتا ہے اور سعی کرتا ہے اور دنیا اس کی نگاہ میں ہیچ ہے تو ہم اسے آخرت میں نعمات لازوال سے نوازتے ہیں۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ طالب دنیا کے لیے آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

فی طلب الدُّنیا اضرارٌ من الاٰخِرَۃَ وفی طلب الاخرۃ اضرارٌ بالدنیا۔
یعنی کہ دنیا طلبی میں ضرور نقصان آخرت ہے اسی طرح اگر کوئی شخص طلب آخرت کی سعی کرتا ہے تو اس کے لیے دنیا میں ضرر ہے۔

حضرت سید الساکین، حجۃ اللہ فی العالمین امیر الزاہدین، امام المتقین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

اَلدُّنیَا وَالاٰخِرَۃُ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ وَسَبِیْلاَنِ مُخْتَلِفَانِ فَمَنْ اَحَبَّ الدُّنیَا وَتَوَلَّهَا اَبْغَضَ الاٰخِرَۃِ وَعَادَاهَا۔ یعنی کہ دنیا اور آخرت باہم ایک دوسرے کی دشمن ہیں یہ دو الگ الگ راستے ہیں ایک راستہ کی منزل دنیا اور دوسرے راستہ کی منزل آخرت ہے۔ اگر ایک طرف رخ کریگا تو لامحالہ دوسری منزل اس سے دور ہو جائے گی۔

وَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَهُمَا بَعْدُ ضَرَّتَانِ۔
ان میں باہمی دوری مشرق و مغرب کی دوری کی برابر ہے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی ایک شخص کے دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کو راضی رکھتا ہے تو دوسری ناراض رہتی ہے۔ دنیا سے محبت ہے تو آخرت سے نفرت اور آخرت سے محبت ہے تو دنیا سے نفرت لازمی امر ہے۔ یہ بھی ارشاد امیر المومنین علیہ السلام ہے کہ اِنَّمَا اَنْتُمْ فِیْ هٰذِہِ الدُّنیَا غَرَضٌ

تَنْتَصِلُ فِیْهِ اَشْنَایَا مَعَ کُلِّ جُرْعَۃٍ شَرَقٌ فِیْ کُلِّ اَکْلَۃٍ غُصَصٌ لَا تَتَنَاوَلُوْنَ مِنْهَا نِعْمَۃً اِلَّا لِفِرَاقِ اُخْرٰی وَلَا لِعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِنْکُمْ مِنْ عُمُرِہٖ اِلَّا بِهَدْمِ اٰخَرَ مِنْ اَجْلِہٖ۔

یہاں پر ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو۔ (یعنی گلا پھنس جانا) ہے اور ہر نوالے کے ساتھ گلا گھٹ جاتا ہے۔ یہاں کی ہر نعمت فانی ہے۔ اور یہاں کے لمحات جانے والے ہیں۔ پس بدنصیب ہے وہ شخص جو باقی کے بدلے فانی کو لے لے۔ یعنی آخرت پر دنیا کو ترجیح دے۔ انسان اس دنیا میں ایک خواب راحت بھی نہیں کرتا کہ کوچ ہو جاتا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان دنیا طلبی میں پڑ جاتا ہے تو آخرت کی طرف سے اپنا ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے۔ کہ یَا بْنَ اٰدَمَ اِنْ رَضِیْتَ بِمَا قَسَمْتُ لَكَ اَرَحْتُ قَلْبَكَ وَاَنْتَ مَحْمُوْدٌ عِنْدِیْ وَاِنْ لَمْ تَرْضَ بِمَا قَسَمْتُ لَكَ سَلَّطْتُ عَلَیْكَ حُبَّ الدُّنْیَا حَتّٰی تَرْكُضَ فِیْهَا رَكْضَ الْوَحْشِ فِی الْبَرِّیَّۃِ ثُمَّ لَا تَنَالُ مِنْهَا اِلَّا مَا قَدَّرْتُ لَكَ وَاَنْتَ مَذْمُوْمٌ عِنْدِیْ۔

رب العزت فرماتا ہے کہ اے فرزند آدمؑ اگر تو میری عطا کی ہوئی قسمت سے راضی رہے گا۔ یقیناً راحت پائے گا۔ اس رضا کا نام قناعت ہے۔ جو پسندیدہ امر ہے۔ اور اگر تو راضی نہ رہا۔ تو تجھ پر دنیا کی محبت غالب آجائے گی۔ مگر پھر بھی وہی ملے گا۔ جو مقدر کر دیا گیا ہے۔ پس مقدرات پر راضی نہ رہنے والا خدا کے نزدیک پسندیدہ بندہ نہیں ہے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے مروی ہے۔

اِنَّ اخسَرَ النَّاسِ صَفقَةً وَاَخیَبَہُم سَعیاً رَجُلٌ اَخلَقَ بَدَنَہُ فِی طَلَبِ اٰمالِہ وَلَم تُسَاعِدُہُ المَقَادِیرُ عَلیٰ اِرَادَتِہ فَخَرَجَ مِنَ الدُّنیا بِحَسرَتِہ وَقَدِمَ عَلَی الاٰخِرَةِ بِتَبِعَتِہ۔ یعنی کہ روز قیامت زیاں ترین وہ شخص ہے کہ اپنے جسم وتن کو اپنی خواہشات اور آرزوؤں سے کمزور کرے جب کہ اس کی آرزو کا پورا ہونا اس کے احاطہ سے اختیار باہر ہے۔ پس اکثر لوگ دنیا طلبی اور جاہ طلبی میں ملوث رہتے ہیں۔ اور آخرت سے بے خبر ہیں یہ چاہیئے تھا کہ قوی ہیں ضعف ہوتا اور عمل میں قوت۔ خواہش اگر ہو تو آخرت سنوارنے کی نہ کہ دنیا میں مبتلا رہنے کی۔ دنیا میں اکثر لوگوں نے طمع مال و زر میں اپنی زندگی بسر کی ہے۔ یہ کبھی خیال نہ کیا کہ حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔ حد ہو گئی کہ لوگ طمع دنیا میں پھنس کر فرزند رسولؐ خدا سے جنگ کرے۔ حالانکہ ان کو ان کی مراد حاصل نہ ہوئی۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب عیون میں تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قاتلان حسینؑ ایک تابوت میں ہیں کہ جہاں پورے دوزخ کے نصف عذاب کی برابر عذاب ہے۔ اور قاتلان امام حسین اوندھے منہ اس عذاب میں جھونک دیے جائیں گے۔

وَلَہُ رِیحٌ تَتَعَوَّذُ اَهلُ النَّارِ اِلیٰ رَبِّهِم مِن شِدَّةِ نَتنِہ۔

اس قدر شدید عذاب ہوگا اور اس کی بدبو اس قدر تیز ہوگی کہ دوسرے اہل جہنم بھی اس بدبو سے گھبرائیں گے اور جس جماعت نے قاتلان حسینؑ کی

معاونت کی ہے اور قتل امام حسینؑ کو راضی ہوئی ہے۔ وہ بھی اسی مقام جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ ان کے جسموں سے کہاں جل جائیں گی پھر نئی کھال ملے گی وہ بھی جل جائے گی۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ جناب ہارون کے انتقال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استغاثہ کیا کہ یَا رَبِّ اِنَّ اَخِیْ هَارُوْنَ مَاتَ فَاغْفِرْ لَهٗ کہ خداوندا میرے بھائی ہارون نے انتقال فرمایا۔ دنیا سے رخصت ہوگیا تو اسے بخش دے۔ وحی ہوئی کہ

یاموسیٰ لَو سَالیتنی فی الاوّلین وَالْاٰخِرِیْنَ وَلَاجِبْتُكَ مَاخَلَا قَاتِلِ الْحُسَیْن بن علی فَاِنِّیْ اَنْتَقِمُ لَهٗ مِنْ قَاتِلِهٖ۔ یعنی کہ اے موسیٰؑ اگر تم اولین و آخرین کی شفاعت کا سوال کرو تو تمہارا سوال رد نہ ہوگا مگر قاتلان حسینؑ ابن علیؑ کے لیے شفاعت ہے اور نہ ان کی نجات ہے۔ میں منتقم حقیقی ہوں قاتلان حسینؑ سے صرف بدلا لوں گا اور ان پر عذاب شدید کروں گا۔ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ جو معاف نہ ہوسکے مگر قاتلان حسینؑ کی نجات ہرگز نہیں ہے۔ کتاب ثواب الاعمال میں روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ

اِنَّ فِی النَّارِ مَنْزِلَةً لَمْ یَكُنْ یَسْتَحِقُّهَا اَحَدٌ مِنَ النَّاسِ اِلَّا بقتلِ الحسین ابنِ علی علیه السلام ویحییٰ بن زکریا۔

یعنی کہ جہنم میں ایک منزل ایسی ہے کہ جس میں صرف امام حسینؑ اور یحییٰ بن ذکریا کے قاتل ڈالے جائیں گے۔ اور ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ۔

یَخْرُجُ عَلَیْهِمْ شِرَارُ اُمَّتِیْ لَوْ اَنَّ اَحَدَ هُمْ شَفَعَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ والارض فَاشْفَعُوْا فیهِ۔ یعنی کہ بری امت کے شدید

لوگ، جفا کار حسینؑ پر خروج کریں گے۔ یعنی جنگ کریں گے۔ اگر آسمان و زمین کے تمام رہنے والے بھی قاتلان حسین کی شفاعت کریں تب بھی قاتلان حسینؑ کی نجات و شفاعت قبول نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ آتش جہنم میں رہیں گے۔ ان لوگوں نے امام حسینؑ کو قتل کر کے دل فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ دکھایا ہے اور پیغمبر خدا کو مصیبت زدہ بنایا ہے۔ ان کے اس عمل سے مومنین کے دل کباب ہو گئے ہیں اور صف عزاء حسینؑ بچھ گئی ہے۔

ابن قولویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام اپنے جد بزرگوار کی خدمت میں جاتے تو رسولؐ خدا ان کو اپنی گود میں لے کر حضرت علیؑ سے فرماتے۔ اے علیؑ اس نور چشم کی نگہداشت کرو۔ اور خود کبھی گلوئے نازنین حسینؑ کو چومتے اور کبھی لب و دندان کا بوسہ لیتے تھے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تو امام حسینؑ فرماتے کہ یَا اَبَهُ لِمَ تَبْكِي ۔ کہ اے بابا جان کس لیے آپ گریہ فرماتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے نور دیدہ، حسینؑ میں تمہارے زخموں کے مقامات کو چومتا ہوں کہ جہاں نیزے اور تلواریں پڑیں گی۔ امام حسینؑ نے عرض کیا۔ بابا کیا میں قتل کیا جاؤں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں اے بیٹا تمہارا باپ بھائی حسن بھی قتل ہوگا اور تم بھی قتل کئے جاؤ گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کیا ہماری قبریں بھی دور دور ہوں گی۔ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہاں بیٹا ایسا ہی ہے۔ امام حسین نے دریافت کیا۔ نانا جان یہ تو فرمائیے۔ کہ ہماری زیارت کو کون آئے گا۔ ارشاد فرمایا کہ لَا يَزُوْرُنِي وَ يَزُوْرُ اَبَاكَ وَاَخَاكَ وَاَنْتَ اِلَّا

الصِّدِّیقُوْنَ مِنْ اُمَّتِیْ۔

میں اور تمہارے بابا علیؑ اور تمہارے برادر حسنؑ زیارت کریں گے اور میری اُمّت میں سے صدیقین زیارت کریں گے۔ یعنی زیارت کو آنے والے میری امت کے صدیق ہوں گے۔ شیخ ابو جعفر بن نما نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ جب حضرت رسولؐ خدا پر مرض موت طاری ہوا۔ اور آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو امام حسین علیہ السلام قریب گئے آپ نے ان کو اپنے سینۂ اقدس سے لگا لیا۔ اور روتے ہوئے فرمایا۔

مَالِیْ وَلِیَزِیْدَ لَعَنَ لَا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْہِ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ یَزِیْدَ لَعَنَ۔

یعنی کہ آہ میں نے یزید کا کیا بگاڑا ہے مجھے اس سے کیا سروکار۔ خداوندا تو یزید پر لعنت فرما۔ یہ کہہ کر آپ پر غش طاری ہو گیا۔ اور جب پھر ہوش آیا تو حسینؑ کو پیار کیا۔ پھر فرمایا اے میرے فرزند حسین میں تیرے قاتل سے قیامت کے دن خدا کے سامنے انتقام لوں گا۔

بعض کتب معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں خدمت حضرت رسول خدا میں حاضر ہوا دیکھا کہ حسنؑ آپ کے دوش مبارک پر بیٹھے ہیں اور حسینؑ آپ کی گود میں ہیں۔ آنحضرتؐ دونوں شہزادوں کا مونہہ چوم رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خداوندا تو اسے دوست رکھ جو کہ ان کو دوست رکھے اور تو دشمنی رکھ اس سے کہ جو میرے ان دونوں بیٹوں سے دشمنی رکھے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا۔

یَا بْنَ عَبَّاسٍ کَاَنِّیْ بِہٖ وَقَدْ خُضِبَتْ شَیْبَتُہٗ مِنْ دَمِہٖ۔ یَدْعُوْا فَلَا یُجَابُ وَیَسْتَنْصِرُ فَلَا یَنْصُرُہٗ۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا بیٹا

حسینؑ اپنے خون میں غلطاں ہو گا اور وہ استغاثہ کر رہا ہوں گا مگر کوئی شخص اس کے استغاثہ پر لبیک نہ کہے گا۔ کوئی اس کی مدد کو نہیں آئے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ حسینؑ کو کون قتل کرے گا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت کے بدترین لوگ قتل کریں گے۔ اور انہیں میری شفاعت نہیں پہنچے گی۔

اللہُ اکبرُ یالَہُ مِنْ حادثٍ اَضحیٰ لَہُ المجدُ الرّفیعُ مُھدّمَاً

"اللہ اکبر" یہ کس قدر عظیم مصیبت ہے کہ جس کی وجہ سے رفعت و بلندی کی بنیادیں منہدم ہو گئی۔

اللہ اکبرَ یالَہُ مِنْ حیادثٍ اَمسٰی لَہُ الاُفُقُ المُنَوَّرُ مُظلِمَاً

یعنی کہ اس مصیبت کی وجہ سے آفتاب علم و ہدایت منکسف ہو گیا اور اطراف عالم میں تاریکی چھا گئی۔

اللہُ اکبر یالَہُ مِنْ حادثٍ اَبکےَ المَشَاعِرَ وَالمَقَامَ وزمزمَا

آہ اس مصیبت سے مشاعر علوم و مقامات عبادت اور آثار دین گریاں کناں ہیں

یَا رَاکِبًا نَحوَ المدینۃ قِف بِھا عِنْدَ الرَّسُوْلِ مُعَزِّیًا مُتظلِّمًا

یعنی کہ اے سوار مکہ کیا تو مدینہ جا رہا ہے۔ جب مدینہ پہنچے تو روضہ رسول خدا پر جا کر تعزیت ادا کرنا اور کہنا کہ وَقُل السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ الوَرٰی نَسَبًا وَاکرَمَھُمْ وَاَشرَفَ مفتمٰی۔

اَوْصَیْتَ بِالثَّقَلَیْنِ اُمَّتَکَ الَّتِیْ لَمْ تَاْلُھَا نُصْحًا لَھَا وَتکرّمًا

اور حضور نبویؐ کی بارگاہ میں سلام کرنے کے بعد کہنا کہ اے برگزیدۂ خلق آپ

نے اپنی امت کو اپنی عترت کے بارے میں وصیت کی تھی کہ یہ تا ثقلین ہیں۔ ہم پلہ قرآن صامت ہیں یہ قرآن ناطق ہیں۔ یارسول اللہ کیا آپ کی امت نے آپ کی وصیت پر عمل کیا۔

هَاقَدْ اَضَاعَتْ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا تَمَّمَتْ بِذِمَّتِهَا وَعَهْدًا مُبْرَمًا

یارسول اللہ۔ یہ آپ کی امت ہے کہ جس نے آپ کی وصیت پر عمل نہ کیا اور تیرے عہد کو توڑ دیا۔

هٰذَا الْحُسَيْنُ بِكَرْبَلَا عَهْدِي بِهٖ شَفَتَاهُ شَفَتَانِ مِنْ حَرِّ الظَّمَاءِ

یارسول اللہ یہ آپ کا حسینؑ ہے کربلا میں پیاسا ہے نہر فرات سامنے جاری ہے مگر امت نے پانی بند کر دیا ہے اور لب خشک ہیں۔ اور شہید ہونے کے بعد مخالفوں نے آپ کے حسینؑ کی لاش مبارک پر گھوڑے دوڑا دیئے۔

وَبَنَاتُكَ الْخَضَرَاتُ فِي اَيْدِي الْعِدٰى خَلْفَهُنَّ مُكَشَّفَاتٍ كَالْاِمَاءِ

یعنی کہ یارسول اللہ آپ کی بیٹیاں مثل کنیزان برہنہ سر تشہیر کی گئی ہیں اور ظالموں نے انہیں رسن بستہ کیا ہے

اَبْرَزْنَ مِنْ بَعْدِ السُّتُوْرِ حَوَاسِرًا سَلَبَ الْعِرٰى مِنْهَا الْوَرٰى وَالْمِعْصَمَا

ظالموں نے اہل حرم کو بے پردہ کیا۔ باہر کھینچے ہوئے لائے اور ان کو اسیر بنایا۔

اُخِذَتْ سَبَاحُرِقَتْ خِيَامٌ شُتِمَتْ اَيَا مَا كَانَ اَهْلًا يُسَبُّ وَيُشْتَمَا

یارسول اللہ امت کے لوگوں نے ان کے خیام میں آگ لگا دی اور یتیموں کو ناروا الفاظ کہے۔ حالانکہ یتیموں کے پدر رعالیقدر مستحق تعظیم تکریم تھے اے شیعیان حیدر کرار ذرا غور کرو۔ تفکر کرو کہ ان اشقیاء نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا اختیار کی۔ اور غضب الٰہی کو از خود دعوت دی ہے۔ ابن مسعودؓ سے

سے روایت ہے کہ ایک روز ہیں خدمت حضرت رسولؐ خدا میں حاضر تھا۔ کہ قریش کی ایک جماعت جس میں عمر بن سعد بھی تھا داخل مسجد ہوئی آنحضرتؐ کی نگاہ جب اس ملعون پر پڑی تو آپ کا چہرۂ مبارک متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ یہ کیا بات ہے کہ اس وقت چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ فرمایا

اِنِّی ذَکَرتُ مَا یُلقِی اَھلُ بَیتِیْ مِنْ اُمَّتِیْ مِنْ قَتلٍ وَضَربٍ وَشَتْمٍ وَسَبٍّ وَتَطرِیدٍ وَتَشرِیدٍ۔ یعنی کہ ہم اہلبیتؑ نے دنیا کے مقابلہ میں آخرت اختیار کی ہے۔ میرے بعد میرے اہلبیتؑ۔ سب وشتم قتل وضرب اسیری وجلاوطنی کی جن مصیبتوں سے گزرنے والے ہیں وہ مجھے یاد آگئیں۔

وَاِنَّ اَوَّلَ رَاسٍ یُحمِلُ عَلٰی راسِ رمحٍ راس وَلَدِیَ الحسینؑ۔ یقیناً میری امت میں سب سے پہلا سر جو نوک نیزہ پر چڑھایا جائے گا وہ میرے فرزند حسینؑ کا سر ہوگا۔ مجھے جبرئیل نے اس کی خبر دی ہے۔

امام حسینؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ یَاجدّ اَمَنْ یَقتُلنِی مِنْ اُمّتِکَ یعنی اے نانا جان آپ کی امت میں سے مجھے کون قتل کرے گا۔ میرا قاتل کون ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یَقتُلُکَ شَرُّ النَّاس واشار اِلٰی عمر بن سعد یعنی کہ تیرا قاتل بدترین خلق ہے۔ اور پھر آپ نے ارشارہ کیا عمر ابن سعد کی طرف چنانچہ جب اصحاب رسولؐ خدا اس کو مسجد میں آتے ہوئے دیکھتے تو کہتے تھے کہ ھٰذا قاتل الحسینؑ کہ یہ امام حسینؑ کا قاتل ہے ایک مرتبہ وہ ملعون حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا اور کہا اے اباعبداللہ۔ کہ کم عقل لوگوں کا میرے بارے میں یہ خیال ہے کہ میں آپ کا

قاتل ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ وَاللّٰہِ اَنْتُمْ لَیْسُوْا سُفَہَاءَ۔ یعنی کہ خدا کی قسم جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ کم عقل و سیفہ نہیں ہیں بلکہ وہ علماء و حکماء ہیں اور یقیناً تو ہی میرا قاتل ہے۔

کسف الغمہ اور ارشاد شیخ مفیدؒ میں عبداللہ بن شریک عامری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اصحاب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے سنا کہ جب کبھی عمر ابن سعد مسجد میں داخل ہوتا تو امیر المومنین فرماتے ہذا قاتل الحسینؑ کہ یہ حسینؑ کا قاتل ہے۔

شیخ ابن بابویہؒ نے اصبغ ابن بناتہ سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنین علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے۔ کہ آپ نے فرمایا۔

سَلُوْنِی قبل ان تَفْقِدُوْنِیْ۔

جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو۔ (خواہ گذشتہ سے متعلق ہو یا آئیدہ سے) مجھ سے دریافت کرلو۔ پس سعد بن وقاص اس مجمع میں سے کھڑے ہوئے اور کہا اَخْبِرْنِی کَمْ فِی رَاسِی وَلِحْیَتِیْ مِنْ شعرۃ یعنی مجھے خبر دیجئے کہ میرے سر اور میری ڈاڑھی میں کتنے بال ہیں۔ جناب امیر المومنینؑ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے رسولؐ خدا نے خبر دی ہے کہ تم مجھ سے ایسا سوال کرو گے۔ سنو اگر میرے جواب کی تصدیق ہوسکتی تو میں نہیں ضرور جواب دے دیتا مگر میں تم کو ایک ایسے امر کی خبر دیتا ہوں جس کی تصدیق ہو جائے گی۔ اور وہ یہ کہ اِنَّ فِی بیتك نَسْلٌ یقتلُ الحسینؑ۔ یعنی کہ تمہارے گھر میں ایک ایسا ناخلف بچہ ہے جو میرے بیٹے حسینؑ کا قاتل ہوگا۔ اس وقت عمر بن سعد اپنے باپ کے ساتھ چلنے کے

قابل ہوا تھا۔

شیخ مفیدؒ اور طبرسی نے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے کہ ارشاد فرمایا سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ۔ کہ مجھ سے روز قیامت تک کے حالات پوچھ لو۔ اس سے پہلے کہ تم مجھے نہ پاؤ۔ پس ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے سوال کیا کہ میرے سر دار ڈاڑھی میں کتنے بال ہیں۔ یہ سن کر آنجنابؑ نے فرمایا کہ مجھے مخبر صادق حضرت رسولؐ خدا نے خبر دی ہے کہ اے علیؑ تجھ سے ایک شخص سر اور داڑھی کے بالوں کی تعداد دریافت کرے گا۔ اور فرمایا کہ اس سے کہنا کہ تیرے سر کے ہر ایک بال سے ایک ملک (فرشتہ) ہے جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور تیری ریش (ڈاڑھی) کے ہر ایک بال پر شیطان ہے جو تجھے اغوا کرتا ہے اور تیرے گھر ایک ایسا بچہ ہے کہ جو حسینؑ ابن فاطمہؑ کو قتل کرے گا۔ اور جب واقعہ عالم شہود میں آئے گا تو تجھے میری صداقت ظاہر ہو جائے گی۔ اس وقت میں ابن سعد ملعون کی عمر بہت کم تھی۔ اور جب واقعہ کرب و بلا واقع ہوا تو یہی ملعون قتل سید الشہداء علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔

شیخ فخرالدین طریحیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ سے سوال کرنے والا خولی ملعون کا باپ یزید اصبحی تھا خولی ملعون اس وقت بچہ تھا۔ روز عاشورا محرم اسی ملعون نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سینۂ اقدس پر نیزہ مارا تھا۔ یہ نیزہ ایسا کاری لگا تھا کہ پشت امام حسین سے باہر نکل آیا تھا کہ غَلَّتْ عَيْنَيْكَ يَا شَقِيُّ وَشُلَّتِ الْيُسْرٰى فَسَقَطَ الْحُسَيْنُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَخُوْنُ فِىْ دَمِهٖ وَيَشْكُوْ اِلٰى رَبِّهٖ۔

پس امام حسین علیہ السلام اپنے خون میں غلطان ہو گئے۔ اور گھوڑے سے زمین پر گرے اور خدائے تعالے سے اس ملعون کی شکایت کی۔ اور اس ملعون نے امام مظلوم کا سر بھی تن سے جدا کیا تھا۔ اے آقا حسینؑ پر رونے والوں یہی خولی ملعون علمدار لشکر ابن زیاد بھی تھا۔ اور اس ملعون نے اکثر اصحاب امام حسینؑ کو شہید کیا اور حضرت عباس علمدار کے عثمان ابن علیؑ کو جنکی عمر بیس اکیس سال کی تھی۔ آپ کی جبین مبارک پر تیر مارا اور آپ کے مرکب کو قتل کیا اور آپ کا سر مبارک تن سے جدا کیا۔ دوسرے جعفر ابن علی تھے جو حضرت عباسؑ کے حقیقی بھائی تھے کہ اسی ملعون نے آپ کو بھی تیر مارا۔ گھوڑے کو قتل کیا آپ گھوڑے سے گرے اور روح پرواز کر گئی۔ یہی ملعون امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ کربلا سے کوفہ تک لے کر گیا تھا۔ شب کو کوفہ پہنچا اور رات کو جب اس ملعون نے اپنے گھر قیام کیا تو سر مطہر امام حسین علیہ السلام کو تنور میں رکھا۔ اور صبح کو سر مبارک ابن زیاد بدنہاد کو ہدیہ کیا۔

بروایت ابن طاؤس، صاحب مناقب، و محمد ابن ابی طالب مذکور ہے کہ یہ ملعون ان لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے قتل امام حسینؑ پر کمر باندھی تھی اور اس نے اپنے ساتھیوں سمیت اپنے آپ کو عمر ابن سعد کے روبرو پیش کیا تھا۔ کہ امام حسینؑ کو قتل کریں۔ لیکن ان لوگوں میں سے کسی کو جرائت نہ ہوئی کہ امام حسینؑ کو قتل کرے لیکن یہ ملعون لالچ میں آگیا اور اس نے عمر بن سعد سے کہا کہ میں حسین ابن علیؑ کا کام تمام کرتا ہوں۔ وہ امام حسین علیہ السلام کی طرف بڑھا۔ اور آستین چڑھائیں اور امام مظلومؑ کے نزدیک پہنچا آپ پر ضعف غالب تھا کہ۔

غَلَّتْ عینیکَ یا شَبقیُّ وشُلَّتِ الیُسری وَ ابعدَکَ المھمنُ من عدوا
اس ملعون کے ہاتھ شل ہو جائیں اور اس کے ہاتھوں میں غضب الہٰی
کی ہتھکڑیاں پڑ جائیں۔ رحمت الہٰی سے دور، عذاب الہٰی اس کا منتظر
اَتَجَزُّ راسُ الرّاس من راسھا صُدُورَ الصُّدُورِ وھو الرّئیسُ والامجدُ
کیا تو سید و سردار اہل اسلام کا سر مبارک جدا کرنا چاہتا ہے۔
ریحانۃ المختار و قُرَّۃَ عینہ انسانُ عین المرتضیٰ السیّد
کیا تو نہیں جانتا کہ باغ نبوت کا گل ریحان ہے اس کی خوشبو سے دامن اسلام
معطر ہے یہ حیدر کرار کی آنکھوں کا نور ہے۔
خُذْ منْ غریب فی العراق لِساکنی ارض الحجاز رسالۃ بکَ تُنفذُ
اے صبا، تیز رو تو بہت جلدی مدینہ پہنچ اور غریب نینوا کا پیغام ساکنان حجاز
کو پہنچا دے۔
اَبْلِغْ قُریشًا اَنَّ سیّد ھا لَقی بِالطَّفِ شِلوًا لَا تلحدُ
یعنی کہ قریش اور بنی ہاشم کے افراد سے کہے کہ تمہارا بزرگ خاندان سید و
سردار بنی ہاشم زمین کربلا پر خاک و خون میں غلطاں پڑا ہے۔ کوئی دفن کرنے والا
نہیں ہے۔
اَبْلِغْ قُریشًا اَنَّ سیّد ھا قضا عَطَشًا حشَاہُ بِالظِّما تتغقدُ
یعنی کہ اے صبا جلد تر قریش اور بنی ہاشم کو یہ پیغام پہنچا دے انہیں خبر کر دے
کہ تمہارا سردار دنیا سے پیاسا اٹھ گیا۔
اَبْلِغْ قریشًا اَنَّ سیّد ھا علی اَضْلَاعِہٖ تَطَأُ الخیول و تَطْرُدُ
یعنی قریش سے کہو کہ تمہارے سردار کی لاش پائمال سم اسپاں ہو گئی۔

اَبلغ قُریشًا اَنَّ راس امیرھا یھدیٰ لِنغلٍ للرّسالۃِ یجحدُ

یعنی قریش سے خبر کردو کہ تمہارے سیّد و سردار کا سر مبارک ابن زیاد ملعون، اور یزید پلید کو ہدیہ کیا گیا ہے۔

اَبلغ قریشًا اَنَّ دخل امیرھا وَنِساءُہ صارا مُغنمًا یتبدّدُ

یعنی قریش اور بنی ہاشم کو خبر کرو کہ اسباب واساس امام حسینؑ غارت کر دیا گیا۔ اور ان کے اہلحرم کو اسیر بنایا گیا۔

لِلّٰہِ مَصرَعَہُ الشَّنِیعَ وَرزیّۃُ الخَطبُ الفظیعَ فَمِثلِہٖ لَا یُوجَدُ فتعسًا لِاُولٰئِکَ الکُفَّارِ الاشرارِ وبُؤسًا لِھٰؤُلَآءِ الفُجّارِ لَقَدْ اَبکُوا عیُونَ المختار واَحرَقُوا قلبَ الوصی الکرّار فَوَیلَھُمْ ماذا یَقُولُونَ حِینَ یُعرِضُونَ وَمَا یُجِیبُونَ حِینَ یَسئَلُونَ ھُنَالِكَ تَبلُوا کُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسلَفَتْ وَرُدُّوا اِلَى اللّٰهِ مَولٰھُمُ الحَقِّ وَضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوا یَفتَرُونَ ۝

(آیت بخطوط وحدانی۔ سورۃ یونس آیت ۳۰)

ترجمہ :۔

وہاں ہر شخص جو کچھ جس نے پہلے دنیا میں کیا ہے۔ جانچ لے گا۔ اور وہ سب کے سب اپنے حقیقی مالک کی بارگاہ میں لوٹا کر لائے جائیں گے۔ اور دنیا میں جو افترپردازیاں کرتے تھے۔ سب ان کے پاس سے نکل جائیں گی) اے اشقیاء و جفاکار تم نہیں جانتے کہ کس قدر صدمات محبان آل محمدؐ کو تم نے پہنچائے ہیں تمہارے دل واغوار ہو رہے ہیں۔ اور تم نے کس قدر اسلام میں رخنہ ڈالا ہے۔

اور کس قدر خدا اور رسولؐ خدا کے ساتھ عداوت کا برتاؤ کیا ہے اور کس قدر دنیاء میں فتنہ برپا کیا ہے۔ اور ایسا کام کیا ہے کہ جس پر یہود و نصاریٰ بھی ہنستے ہیں کہ امت رسول خدا ہونے کا دعویٰ اور فرزند رسولؐ خدا کو قتل کرنا کیا یہی دعویٰ مسلمانی ہے! فرعون و نمرود سے بڑھ کر ظلم کیا ہے ابن زیاد کے مظالم کی کوئی حد ہے۔ خدا ان ملعون کو عذاب الیم چکھائے۔

روایت کی گئی ہے کہ ایک روز حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو عمر ابن سعد ملا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا کَیۡفَ تَکُوۡنُ اِذَا قُمۡتَ مَقَامًا تَتَخَیَّرُ فِیۡہِ بَیۡنَ الۡجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَتَخۡتَارُ لِنَفۡسِکَ النَّارَ۔ یعنی کہ اس دن تیرا کیا حال ہوگا۔ جب کہ تو جنت و جہنم کے درمیان فیصلہ کر رہا ہوگا اور پھر تو جہنم کو اختیار کرے گا اس نے کہا معاذ اللہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا، ایسا ہی ہوگا" اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ جب ابن زیاد نہاد حاکم کوفہ بن کر وہاں پہنچا ہے تو اس نے حضرت امام حسینؑ کے خلاف لشکر بھیجنے کے لیے سردار و سالار لشکر کا انتخاب کرنا چاہا مگر کوفہ کے رہنے والوں میں سے کسی نے اس عہدہ کو قبول نہ کیا۔ اس کی نظر انتخاب عمر ابن سعد ملعون پر پڑی اسے طلب کیا اور عہدہ تفویض کرنا چاہا تو اس نے عذر کیا اور عہدہ قبول نہ کیا۔ اس پر ابن زیاد بدنہاد نے کہا کہ پھر حکومت رے سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ تجھے حکومت کا پروانہ واپس کرنا پڑے گا۔ عمر ابن سعد نے کہا اچھا مجھے سوچنے کے لیے ایک شب کی مہلت دی جائے یہ بات کہ حکومت رے کو چھوڑ دے۔ عمر ابن سعد کے لیے ناگوار تھی (حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی

پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی جب کہ وہ ابن زیاد سے مہلت مانگ کر یہ سوچتا رہا کہ وہ قتل امام حسینؑ کا مرتکب ہو کر واصل جہنم ہو اور حکومت رے حاصل کرے۔ یا ایسا نہ کرے)

روایت میں ہے کہ اس کے باپ کے دوستوں میں سے ایک نیک آدمی تھا جس کا نام کامل تھا۔ ابن سعد نے دوسرے لوگوں کے علاوہ اس سے بھی مشورہ کیا اس نے ابن سعد کو قتل امام حسینؑ کے جرم عظیم سے بہت ڈرایا بہت سمجھایا۔ مگر شقی ازلی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ حکومت کے لالچ میں ایسا دیوانہ نہ تھا کہ اس نے کامل کی نصیحت پر عمل نہ کیا۔ کامل نے اس کو یہ واقعہ بھی سنایا کہ وہ اس کے باپ سعد کے ساتھ ایک جنگی مہم میں شریک تھا راستے میں پانی ختم ہو گیا اور تمام لوگ شدت پیاس کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے یہ لوگ تلاش آب میں ایک راہب کے دیر کے پاس پہنچے اور دق الباب کیا۔ راہب نے دیر کے اوپر سے سعد کو دیکھ کر پوچھا کیا تم اس پیغمبرؐ کی امت سے ہو جو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔ سعد نے کہا کہ ہم امت مرحومہ میں سے ہیں اس نے کہا تم لوگ اپنے نبیؐ کے نواسہ کو قتل کر دگے اور ان کے اہلحرم کو قید کر دگے۔

سعد نے کہا تم ایسا کیوں کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں اس طرح کی پیشین گوئی پڑھی ہے راہب نے بھی کہا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو اپنی ان پر قربان کر دیتا اور ان کی مدد و نصرت کرتا۔ یہ کہہ کر راہب دیر میں چلا گیا اور پانی نہیں دیا۔ کامل نے کہا کہ اس وقت تیرے باپ سعد سخت پریشان ہوا کہ مبادا اس کا فرزند "ابن سعد" اس گناہ عظیم کا مرتکب ہو گا۔ ابن سعد بد نہاد

پر کامل کی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا اور عذاب آخرت سے نہ ڈرا۔

عمر ابن سعد ایک ہیجانی کیفیت سے ضرور گزرا جب کہ وہ سرداری لشکر ابن زیاد کے قبول کرے یا قبول نہ کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے اس موقع پر چند اشعار بھی کہے مگر اس پر حکومت رے کی طمع اس قدر غالب تھی کہ اس نے اس حکومت کو نقد سودا قرار دیا۔ اور وہ بدبخت آخرت کو ادھار سمجھا۔ اسے درحقیقت آخرت پر یقین نہ تھا۔

بعض کتب علماء میں وارد ہوا ہے کہ جب اسیران کربلا اور سرہائے شہداء علیہم السلام کوفہ پہنچے تو عمر ابن سعد ملعون نے سر امام حسین علیہ السلام ابن زیاد ملعون کو ہدیہ کیا کیونکہ وہ دل ہی دل میں خوش تھا کہ اس نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے۔ اب ابن زیاد سے جائزہ و انعام طلب کرے۔ لیکن ابن زیاد اس وقت عمر ابن سعد سے کہا کہ حکومت رے کی سرداری کا پروانہ واپس کر۔ عمر ابن سعد نے کہا کہ وہ گم ہو گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا آج ہی پروانہ واپس کرو ورنہ تجھے کوئی جائزہ و انعام نہیں ملے گا۔

اس پر ابن زیاد ابن سعد میں ناچاقی ہو گئی۔ اس پر عمر ابن سعد نے کہا اے امیر میں نے تیرے کہنے پر یہ کام کیا ہے اگر میرے باپ بھی کہتا تو میں قتل حسینؑ پر راضی نہ ہوتا۔ یہ سن کر ابن زیاد غصہ میں بھر گیا اور عمر بن سعد کو گالیاں دیں اور کہا کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ ابن زیاد کے بھائی عثمان بن زیاد نے کہا عمر بن سعد سچ کہتا ہے کہ کوئی دوسرا اس کام کو انجام دینے پر راضی نہ ہوا مگر یہ شقی ازلی راضی ہو گیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تو نے سخت جرم کیا ہے پس تیرے لیے دنیا میں حسرت اور آخرت میں عذاب الٰہی ہے۔ پس عمر ابن سعد اس کی مجلس سے مغموم اٹھا اور اپنے آپ

مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

ذَالِكَ هُوَالْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ" اَيِ وَاللّٰه فَلَعْنَةُ اللّٰهِ۔ وَالْاِمْلَاكِ قَاطِبَةٌ عَلٰی ابن سعدٍ واذ باب الضلالات فَاسْتبدِلُوا بعلِي ابْنَ هِنْدٍ شَقِي وَبالحسَيْن يَزِيدًا اِذ لعواياتٌ۔ لعنت خدا ملائکہ مقربین ہو تمہ برائے عمر بن سعد۔ شقی و گمراہ ازلی کس قدر گمراہ ہوا کہ بجائی علیؑ۔ پسر ہند (معاویہ) اور بجائے حسینؑ یزید کو اختیار کیا۔ فَمَا رَعُو فَاطِمَة فِي سَفْكِ مُهْجَتِها، وَلَا رَا وأُجرة للفاطمة یعنی کہ نہ حرمت فاطمہؑ کو نگاہ میں رکھا اور ان کو اسیر کیا۔ بَلْ اَرْقَعُوا الفتك في آلِ النّبی، وما ابرقوا على الطفل او سبى العليات بلکہ آل رسولؐ خدا کے دغا و فریب کیا۔ ان کو قتل کیا اور عورات فاطمہ کو اسیر و قید کیا۔ وَاَبْرَزَ والحاسرات العزّ من حجبٌ ۔ مُشهّراتٍ علٰى ظَهرِ الجمالِ۔ کہ عورات فاطمہ اور علویہ کو بے پردہ کیا۔ اور اونٹوں پر سوار کرکے تشہیر کیا۔ قتل وا سر و تستيبٌ وَمَسّ اذی مُوذَعاتٍ علٰی خیر البریات۔

گویا قتل اور اسیری در بدری اور آزاد و تکلیف ان کو پہنچائیں تو بہترین خلق ہیں۔ پھر بھی مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا۔

فَمِنْهُمْ مَنْ تَمَسّ الارضَ وجنَةٌ، ومنهم خائضٌ بحرالمنيات۔

پس روتے ہوئے وہ مردود زمین پر گر پڑا۔ اور اپنا چہرہ خاک پر ملنے لگا۔ غم و الم میں مبتلا ہوا۔ گرچار جانب بلاؤں میں پھنس گیا یعنی کہ محرم دو عالم ہوا فصاح ھاتف یعنی کہ ہاتف غیبی نے ندا دی۔ اهل البیت من ولدٍ هذا الحسينٌ عبرئٌ بالرمالاتِ ناگاہ ہاتف غیبی نے فریاد کی کہ یہ مقتول حسین علیہ السلام کہ جس کا لباس چھلنی ہو گیا ہے بے کفن ریگ کربلا پر پڑا ہے

براسِ دُمحِ سنانٍ راسہ اشّرًا ، والنُّور یسطعُ منہُ ایَّ سطعاتٍ

یہ حسینؑ ہیں کہ جن کا سر بریدہ نیزہ پر نصب ہے۔ اور ان کے چہرہ سے نور ساطع ہو رہا ہے۔

تزعزعَ العرشُ مِن ھٰذا المصابُ اَسیً ، وَاَظلَمَ الحقُّ مکسُوفُ المنیرات

آہ عرش عظیم تزلزل کی حالت میں ہے ہوا تاریک ہوگئی ہے آفتاب عالمتاب گہن میں آگیا ہے۔ اب ہم ایک اور حکایت سپرد قرطاس کرتے ہیں تاکہ بصیرت میں اضافہ ہو۔

صاحب مناقب لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام زمین کربلا پر فروکش ہوئے حر ابن یزید ریاحی اس بات کی اطلاع ابن زیاد کو بھیج دی تو اس ملعون نے ایک نامہ اس مضمون کا حضرت امام عالیمقام کو تحریر کیا۔

اَمّا بعد فقد بلغنی نزولکَ بکربلا وقد کتبَ اِلیَّ امیر المؤمنین یزید (علیہ اللعن) ان لا اتوسّدَ الدّثیرَ ولا اشبعَ مِنَ الخبیزِ اِلّا ان اقتلکَ و الحقکَ باللطیف الخبیر اَو ترجعَ اِلیٰ حُکمی و حکم یزید بن معویۃ والسلام

یعنی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کربلا میں فروکش ہوئے ہیں مجھے یزید ابن معاویہ نے یہ تحریر کیا ہے کہ میں اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھوں جب تک آپ کو قتل نہ کرادوں یا آپ میرے اور یزید بن معاویہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں ابن زیاد کا یہ خط آپ کو دیا گیا۔ تو آپ نے اسے پڑھ کر حقارت سے پھینک دیا اور فرمایا کہ میں مخلوق کی رضامندی نہیں چاہتا مجھے رضاء خدا مطلوب ہے قاصد نے جواب مانگا تو آپؑ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ قاصد واپس کوفہ پہنچا اور واقعہ بیان کیا تو وہ مردود وازلی بہت زیادہ غضبناک ہوا۔ بروایت شیخ

مفید اور عمر ابن سعد کو طلب کیا اور اس کی ماتحتی میں چار ہزار سپاہیوں کا لشکر بطرف کربلا روانہ کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے اور بھی چار چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر کربلا روانہ کیا ہے۔ عمر ابن سعد جب اپنے لشکر کے ساتھ وارد کربلا ہوا۔ تو اس نے عروہ بن قیس کو امام حسینؑ کے پاس خط بھیجنے والوں میں شامل تھا۔ پس اس نے امام عالیمقام کے پاس جانا منظور نہیں کیا۔ پھر چند ایک آدمیوں نے بھی امام علیہ السلام کی خدمت میں بغرض استفسار جانا پسند نہیں کیا۔ آخر کار قُرّۃ بن قیس حنظلی۔ کو عمر ابن سعد نے طلب کیا اور خدمت امام عالیمقام میں بھیجا۔ وہ اس کا پیغام لے کر امام عالیمقام کی طرف روانہ ہوا۔ آپ نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا ہے کہ یہ کون ہے حضرت حبیب ابن مظاہر نے عرض کی یہ شخص قبیلۂ حنظلہ بنی تمیم میں سے ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اور اس کا اعتقاد بھی صحیح ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ہماری طرف آرہا ہے وہ جب نزدیک پہنچا تو اس نے سلام کیا۔

اور کہا کہ امیر لشکر عمر ابن سعد دریافت کرتا ہے کہ آپ ان اطراف میں کس لیے تشریف لائے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل کوفہ کے متعدد خطوط آئے جن میں یہ تحریر تھا کہ ہمارا کوئی رہبر و امام نہیں ہے۔ آپ تشریف لائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالٰے ہم لوگوں کو حق و راستی پر جمع کر دے اگر تم لوگ میرا یہاں آنا پسند نہیں کرتے تو میں واپس جانے کو تیار ہوں یہ جواب لے کر جب قرۃ ابن قیس جانے لگا تو حبیب ابن مظاہر نے کہا۔ قرۃ اب تم کہاں جا رہے ہو آؤ فرزند رسولؐ کی نصرت کرو۔ اس نے کہا کہ میں اس وقت ایک

ایک پیغام رساں ہوں۔ پیغام پہنچادوں تو غور کروں گا عمر ابن سعد کو جب امام حسینؑ کا یہ پیغام ملا۔ تو اس نے یہ سوچ کر جنگ سے چھٹکا ٹل جائے گا۔ ابن زیاد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ حسینؑ یہاں سے واپس جانا چاہتے ہیں لہٰذا انہیں جانے دیا جائے۔ حسان ابن قائد کہتا ہے کہ جب ابن سعد کا خط ابن زیاد کو ملا تو میں اس وقت دربار ابن زیاد میں موجود تھا۔ اس نے عمر ابن سعد کا خط پڑھ کر کہا کہ اَلْآنَ اِذَا عَلِقَتْ عَنْ مُخَالِبِنَا بِہٖ یَرْجُوا النَّجَاۃَ وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ۔ کہ اب جب کہ وہ ہمارے چنگل میں آچکے ہیں۔ واپس جانا چاہتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ چنانچہ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو خط لکھا کہ۔ فَاعْرِضْ عَلَی الْحُسَیْنِؑ اَنْ یُّبَایِعَ لِیَزِیْدَ لعن ھُوَ وَجَمِیْعُ اَصْحَابِہٖ۔

یعنی کہ وہ اور ان کے تمام اصحاب (امیر المومنین) یزید کی بیعت کریں۔ بعدہ ہم ان کے بارے میں سوچیں اور فیصلہ کریں گے۔ چونکہ ابن زیاد اچھی طرح سمجھتا تھا کہ فرزند رسولؐ پسر معویہ کی ہرگز بیعت نہیں کریں گے۔ اس لیے اس نے کوفہ کی جامع مسجد میں تمام اہل کوفہ کو جمع کیا۔ اور اعلان کیا کہ جو حسینؑ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا اور ان کو مال و متاع دینے کا وعدہ کیا۔ اور اعلان کیا کہ جو حسینؑ سے جنگ کرنے نہیں جائے گا۔ اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ اہل کوفہ کی اکثریت حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے پر چند درہم اور معمولی انعام کے لیے جو شخص بھی تیر و تلوار لے کر آگیا وہ فوج میں داخل کر لیا گیا چنانچہ فَاَوَّلُ خَرَجَ شِمْرُ بْنُ ذِی الْجَوْشَنِ فِی اَرْبَعَۃِ اٰلَافٍ۔ کہ سب سے پہلے شمر ولد الحرام کی سرکردگی میں چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر روانہ ہوا۔ لشکر عمر بن سعد میں چار ہزار اور لشکر حر میں ایک ہزار اور لشکر شمر ولد الحرام میں چار ہزار اس طرح نو ہزار پر لشکر مشتمل

ہو گیا۔ یزید بن رکاب کلبی کی سرکردگی میں دو ہزار، حصین بن نمیر سکونی کی سالاری میں چار ہزار، نصیر بن فلاں کے ساتھ دو ہزار، اور قبیلہ مازن سے تین ہزار افراد پر مشتمل لشکر کربلا روانہ ہو گیا کہ فرزند رسول خدا امام حسینؑ سے جنگ کرے بروایت ابن بابویہ عبداللہ حصین تمیمی کی سالاری میں ایک ہزار سوار اور محمد بن اشعث بن قیس کے ہمراہ ایک ہزار سوار، شیث بن ربعی کے ساتھ ایک ہزار سوار کربلا روانہ کئے گئے۔

بروایت دیگر شبث کی سرکردگی میں چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر کربلا روانہ ہوا محمد بن ابی طالب الموسوی جو علماء ثقہ میں سے ہیں فرماتے ہیں فَمَا زَالَ يُرْسِلُ بِالْعَسَاكِرِ حَتّٰى تَكَامَلَ عِنْدَهٗ ثَلٰثُوْنَ اَلْفًا مَا بَيْنَ فَارِسٍ وَرَاجِلٍ۔
یعنی کہ اس گمراہ ازلی نے تیس ہزار سوار و پیادہ پر مشتمل لشکر جمع کیا تھا اور یہ بہت مشہور اور موثق قول ہے۔ بروایت بائیس ہزار سوار و پیادہ تھے۔ محمد بن اسمعیل بخاری جو کہ امام اہلسنت ہیں فرماتے ہیں کہ چالیس ہزار افراد سوار و پیادہ پر لشکر ابن زیاد مشتمل تھا اور سید ابن طاؤسؒ کہ جو علماء شیعہ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد ایک لاکھ افراد پر مشتمل تھا ابو مخنف، لوط بن یحییٰ ازدی کہتا ہے کہ لشکر ابن زیاد میں ایک سو بائیس ہزار سوار و پیادہ وغیرہ تھے۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ اسی ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادہ اور مابقی نعل بند، اور نیزہ و تلوار تیز کرنے والے اور توشہ بردار تھے۔ المختصر حضرت امام حسین علیہ السلام کی مختصر ترین اصحاب و انصار کے مقابلہ میں کربلا میں چاروں طرف دشمنی کی فوجیں پڑی ہوئی تھیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ کی روایت کے مطابق بروز جمعرات دوسری محرم ۶۱ھ

کو امام حسین علیہ السلام وارد دشت کربلا ہوئے۔ اور تیسری محرم بروز جمعہ عمر بن سعد ملعون اپنا لشکر لے کر وہاں پہنچ گیا ہے۔ اور چھ محرم تک ابن زیاد کا پورا لشکر کربلا میں جمع ہو گیا تھا۔ تمام افواج کا سپہ سالار عمر ابن سعد اور اس کا فرزند خوص تھا جو کہ وزیر عمر ابن سعد تھا شمر ملعون کے پاس دو منصب تھے ایک یہ کہ وہ پیادہ لوگوں کا سردار تھا سنان بن انس مخفی لشکر نویس تھا یعنی کہ فوجی ریکارڈ کا انچارج تھا۔ خولی اصبحی، حرملہ بن کاہل علمدار لشکر تھے۔ ابو ایوب غنوی گھوڑوں سے متعلق سامان کا نگران تھا۔ اس ملعون نے امام مظلوم علیہ السلام کے حلق مبارک پر نیزہ مارا تھا۔ محمد بن اشعث یہ حضرت ابو بکر کی بہن کا فرزند تھا۔ اور اس کا باپ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے قتل میں شریک ابن ملجم تھا۔ اور اس کی خواہر اسماء نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا تھا۔ اور محمد بن اشعث خود قتل امام حسینؑ میں شریک تھا۔ عمر بن صبیح صیداوی کربلا میں سنگ باری کرنے والوں کا سردار تھا۔ منقذ بن مرۃ عبدی قاتل حضرت علی اکبر ہے۔ غرض کہ ان سب جفا کاروں نے قتل امام حسین میں حصہ لیا۔ اور نبی و فاطمہؑ کو اذیت پہنچائی۔ ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون کو یہ لکھا تھا کہ میں نے تیرے لیے سواروں اور پیادوں میں کوئی کمی نہیں رکھی ہے۔ پس تو اس بات کا خیال رکھ کہ ہر صبح و شام کی خبر مجھے دیتا رہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ابن زیاد کے اس خط کے ساتھ ایک اور بھی خط عمر بن سعد کو پہنچا جس میں تحریر تھا کہ

حُلْ بَیْنَ الْحُسَیْنِ وَاَصْحَابِہٖ وَبَیْنَ الْمَآءِ وَلَا تَدَعْھُمْ یَذُوْقُوْا مِنْہُ قَطْرَۃً کَمَا صُنِعَ بِالتَّقِیِّ الزَّکِیِّ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ۔

یعنی کہ اے عمر بن سعد تو حسینؑ اور اصحاب حسینؑ پر پانی بند کر دے اور ایک قطرہ آب وہاں نہ جانے پائے جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اور یہ لکھا کہ اگر تم پورے طور سے میرے احکام پر عمل کرنے کو تیار ہو تو تم امیر لشکر ہو ورنہ سالاری کا عہدہ شمر بن ذی الجوشن کی سپرد کر دو۔

چنانچہ عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج کو نہر فرات پر لشکر کے ساتھ متعین کیا کہ پانی حسین بن علیؑ کے خیموں میں نہ جانے پائے۔ اور یہ بندش آب ساتویں محرم کو کی گئی تھی۔ حصین ازدی ملعون نے لشکر امام حسینؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھتے ہو نہر فرات آب شیریں جاری ہے۔ مگر تم ایک قطرہ پانی نہ دیا جائے گا اس وقت امام حسین علیہ السلام نے بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ اقْتُلْهُ عطشاً وَلَا تغفر لَهٗ ابداً خداوندا تو اس کو پیاسا ہی قتل کر اور اس کو ہرگز نہ بخشنا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ بخدا میں نے دیکھا کہ وہ ملعون پانی پیتا تھا اور اس کی پیاس نہ بجھتی تھی۔ یہاں تک کہ اس قدر پانی پیا کہ اس کا شکم پھٹ گیا اور وہ فی النار ہوا۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب امام مظلوم کے بچوں اور اہل حرم و اصحاب پر پیاس نے غلبہ کیا تو آپ نے بیلچہ طلب کیا اور پشت خیمہ چند گام بسمت قبلہ زمین کھودی کہ چشمۂ آب برآمد ہوا۔ سب نے پانی پیا بعدہٗ وہ چشمہ آب غائب ہو گیا۔ جب یہ خبر ابن زیاد کو پہنچی اس نے عمر بن سعد کو نامہ لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؑ نے کنواں کھودا ہے اور پانی پیا ہے تو اپنے کام کو ان پر سخت سے سخت تر کر دے۔ تا کہ حسینؑ اور اصحاب حسینؑ پیاسے ہی ختم ہو جائیں۔ ادھر امام حسینؑ نے حضرت عباس علیہ السلام کی تیس سواروں کے ہمراہ نہر فرات بھیجا کہ پانی لائیں۔ جب آپ شب کے وقت نہر فرات

پر پہنچے تو عمرو بن الحجاج نے آواز دی کہ تم کون لوگ ہو۔ ہلال بن نافع بجلی نے کہا کہ ہم تیرے نبی عم میں اور تیرے قبیلہ سے ہیں۔ پانی پیتا ہے۔ اس نے کہا اشرب ہنیاً۔ کہ شوق سے پانی پیو۔

تم پر پانی پینا مباح ہے۔ لیکن عمرو بن حجاج نے نہر کا راستہ نہیں کھولا۔ اس پر ہلال بن نافع نے کہا کہ ویحك كيف تامُرُنِي اَنْ اَشْرِبَ والحسين وَمَنْ معهُ يموتون عطشاً یعنی کہ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے مجھے تو پانی پینے کی اجازت دے دی مگر حسین بن علیؑ اور ان کے اہلحرم اور اصحاب سب ہی پیاسے ہیں اور پانی لے جانے سے ہمیں روکتا ہے یہ سن کر اس ملعون عمرو بن الحجاج نے شور مچایا اور اپنے نگرانوں سے کہا کہ پانی نہ جانے پائے۔ اس کا لشکر مانع ہوا۔ اور جنگ شروع ہو گئی مگر تاہم حضرت عباسؑ اور ان کے ہمراہی پانی بھرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور خیام میں پانی پہنچا یا اور سب نے پانی پیا۔

اس جنگ میں امام حسینؑ کا کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔ اور حضرت عباسؑ کو شرف سقایت ملا۔ اور آپ سقائے اہلبیتؑ کہلائے۔ علماء حضرات فرماتے ہیں کہ ان چند دنوں میں سوائے دو مرتبہ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلبیت و اصحاب تک پانی نہیں پہنچا۔ پیاسے ہی شہید ہوئے البتہ آب شمشیر و تیغ و سنان سے پیاس بجھی۔ واحسرتا فرزند ساقی کوثر پر بندش آب اور امت رسول خدا کے ہاتھوں۔ ہماری جانیں قربان ہو جائیں ان سرہائے بریدہ پر کہ جو شام میں یزید کو ہدیہ کے لیے گئے۔ پس حضرت امام حسینؑ نے عمر بن سعد کو یہ پیغام دیا کہ میں تجھ سے اسی شب میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور مقام گفتگو دونوں

لشکروں کے درمیان ہوگا چنانچہ جب عمر ابن سعد کو یہ پیغام ملا تو وہ بیس آدمیوں کو لے کر اپنے لشکر سے نکلا اور ادھر حضرت امام حسینؑ بھی بیس افراد کے ساتھ اپنے خیمہ سے برآمد ہوئے اور مقام معینہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت عباس علمدار اور حضرت علی اکبرؑ آگے آگے تھے اور اس کے ہمراہ اس کا بیٹا حفص اور ایک غلام تھا۔ جب نزدیک پہنچے حضرت امام حسینؑ نے اس سے فرمایا۔

وَيلَكَ يَا ابنَ سعدٍ أَمَا تَتَّقِي اللهَ الَّذِي إِلَيهِ معادُكَ أَتُقَاتِلُنِي وَأَنَا ابنُ مَنْ عَلِمْتَ۔ یعنی کہ اے پسر سعد تجھ پر وائے ہو کہ تجھے خدا کا خوف نہیں ہے تو خدا سے نہیں ڈرتا کیا تو مجھ سے جنگ کرے گا حالانکہ تو مجھے جانتا ہے۔ کہ میں کس کا فرزند ہوں میرے پدر اور نانا کو تو خوب جانتا ہے۔

ذَرْ هٰؤُلَاءِ وَكُنْ مَعِي فَإِنَّهُ أَقْرَبُ لَكَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

اس جماعت جفاکار کو چھوڑ دے۔ میری نصرت و یاوری کر جو موجب خوشنودی خدا اور رسولؐ ہے۔ لیکن اس ملعون نے کہا۔ أَخَافُ أَنْ يُهْدَمَ دَارِي۔ یعنی کہ وہ میں ڈرتا ہوں کہ ابن زیاد میرا گھر غارت کرا دے گا۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں تیرا مکان بنوا دوں گا۔

اس نے کہا کہ نہیں مجھے بہت خوف ہے کہ میری زراعتی زمین ضبط کرلے گا آپ نے فرمایا کہ مدینہ میں تجھے اپنی زمین دے دوں گا۔ لیکن اس نے کہا لِي عِيَالٌ وَأَخَافُ عَلَيْهِمْ۔ کہ میرے اہل و عیال کوفہ میں ہیں اور وہ پسر زیادہ سے خائف ہیں۔ یہ کہہ کر وہ بدبخت خاموش ہوگیا امام حسین علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ اس شقی ازلی پر کوئی نیک بات اثر نہیں

کرنی۔ اور اس کا دل سخت ہو چکا ہے۔ آپ نے اس کو اس آیت کا مصداق
پایا کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ الخ یعنی کہ کتنا ہی چاہو
منزل تک نہیں پہنچا سکتے (سورۃ القصص آیت ۵۶) حضرت امام حسینؑ نے اس
پر نفرین کی کہ خدا تجھے تیرے بستر پر قتل کرے اور تجھے نہ بخشے۔ فَوَاللہِ لَا
ارجوان تاکل من برّ العراق الّا یسیراً یعنی کہ مجھے امید ہے کہ تجھے گندم عراق کھانا
نصیب نہ ہوں گے اس بدنصیب نے بطور استہزا کہا کہ اگر گندم نہ سہی تو جو تو
ملیں گے حضرت امام مظلوم کا یہ ارشاد فرمایا کہ تجھے گندم عراق کھانا نصیب نہ ہوں
گے از معجزہ تھا ایسا ہی ہوا کہ اس کو بوجہ بیماری گندم کھانا نصیب نہ ہوا اور
وہ واصل جہنم ہوا۔ اور عمر ابن سعد واپس ہونے کے بعد ابن زیاد کو ایک خط
لکھا کہ خدا نے آتش فتنہ سرد کردی اور امت اصلاح پذیر ہو جائے گی کہ حسین
علیہ السلام اس امر پر راضی ہو گئے ہیں کہ مدینہ واپس چلے جائیں۔ اور گوشہ نشینی
اختیار کرلیں۔ اور عام مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ یہ خط ابن زیاد کو ملا۔
مضمون خط پڑھا بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ اس وقت ابن زیاد کے پاس
شمر ولد الحرام بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا کیا اس کو تو قبول کرتا ہے ابن سعد تو حسین
ابن علیؑ کو ان اطراف سے جانے دینا چاہتا ہے۔ ابن زیاد کو اس کے جاسوسوں
کے ذریعہ ابن سعد سے متعلق جملہ خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس نے عمر ابن سعد
کے نام اس امر کا خط لکھا کہ میں نے تمہیں حسینؑ سے باتیں کرنے کے لیے نہیں
مامور کیا ہے۔

انہیں زندگی کی امید دلانے کے لیے نہیں بھیجا ہے۔ اُنْظُرْ فَاِنْ نَزَلَ
حسینؑ واصحابہ علی حکمی واستسلموا فابعث بہم اِلَیَّ سلماً۔

اس بات کا خیال رکھ اگر حسینؑ اور ان کے اصحاب میرے حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں تو ان سب کو میرے پاس بھیج دے۔ اور اگر وہ اس بات کو۔ (بیعت یزید کرنے کو) نہ مانیں تو ان کے قتل کے سوا کوئی اور صورت نہیں ہے

فَاِن ابوا فَازحف بهم حتّٰی تقتلهم وَتمثّل بهم فَاِنّهم لذالکَ مستحقون

اگر قبول نہ کریں تو ان پر ہجوم کر ان کا محاصرہ کر۔ اور ان سے جنگ کر۔ اور ان کو قتل کر۔ ان کے ہاتھ پیر قطع کر۔ کیونکہ (معاذ اللہ) وہ اس عقوبت کے مستحق ہیں۔

فَاِن قتلتَ حسیناً فاوطی الخیلَ صدرہ وظهرہ فَاِنّہ عاتٍ ظلومٌ۔

کہ جب تو حسینؑ کو قتل کردے تو ان کی لاش پر گھوڑے دوڑا دینا۔ پامال سم اسپان کرنا لعنة اللہ علیه وعلیٰ کلامہ یعنی کہ خدا کی لعنت ہو ابن زیاد حرامزادے پر اور اس کے کلام پر کہ جو اس نے امام مظلوم کے بارے میں لکھا ہے۔

صُدُوْرُ الْعُلیٰ اَمسَتْ بعرصة کربلا، ترض برکض العادات صُدُوْرِهَا۔

آہ صد آہ کہ تاجدار امامت پروردۂ رسول خدا، نازنین فاطمہؑ زہرا، علیؑ کی گود کی زینت آج زمین کربلا پر خاک و خون میں غلطاں پڑا ہوا ہے۔ اور سینۂ اقدس جو محل علوم الٰہی ہے پائمال سم اسپان ہوگیا ہے۔

اس کو پیاسا شہید کیا ہے حالانکہ نہر فرات سامنے بہہ رہی ہے جب ابن زیاد بے نہاد کا نامہ عمر ابن سعد شقی کو ملا۔ شمر ملعون ولدالحرام نے کہا کہ آیا تو امیر ابن زیاد کے حکم پر عمل کرے گا یا نہیں اگر اس کے حکم پر عمل کرنا نہیں چاہتا تو سالاری سے الگ ہو جا میں سالار لشکر بنتا ہوں مجھے ابن زیاد نے زبانی

بھی اس کا حکم دیا ہے چنانچہ عمر بن سعد نے بروز پنجشنبہ ۹ /محرم ۶۱ھ کو عصر کا وقت تھا کہ نواسہ رسولؐ خدا پر حملہ کر دیا۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام خیمہ میں اپنی تلوار پر صیقل فرما رہے تھے۔ کہ آپ پر غنودگی طاری ہوئی اور محو نیند تھے۔ آپ کی بہن زینبؑ خاتون لشکر اعداء کی ہاہو اور شور و غل سن کر آپ کے نزدیک آئیں اور آپ کو بیدار کیا امام حسینؑ نے فرمایا اے بہن ابھی نانا رسول خدا کو خواب دیکھا کہ فرماتے ہیں اے حسینؑ عنقریب تو ہمارے پاس ہو گا۔ دنیا کی تکلیفوں سے نجات پائے گا۔ جیسے ہی حضرت زینبؑ خاتون نے سنا اپنے منہ پر طمانچہ لگائے۔ اور گریہ و بکا کرنے لگیں۔

امام حسینؑ نے تلقین صبر کی اور فرمایا اے بہن تم تو صابرہ کی بیٹی ہو خدا تم پر رحمت کرے۔ صبر کرو۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت حضرت عباس ابن علیؑ آپ کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کیا یَا اَخِیْ اَتَاكَ الْقَوْمُ۔ اے برادر لشکر ستم شعار آ پہنچا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ اور ان سے دریافت کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اور کس غرض سے منہ اس طرف کیا ہے۔ حضرت عباسؑ بیس سواروں کے ہمراہ لشکر عمر ابن سعد کے سامنے تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ اے قوم تم کیا چاہتے ہو۔ اور ہم تو صرف اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے آقا و مولا نے مامور کیا ہے۔ کہ تمہاری آمد کا سبب معلوم کریں۔ اس پر ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم کو ہمارے امیر نے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا کہ قدرے صبر کرو تاکہ ہم اپنے برادر ذی قدر حسین علیہ السلام کو تمہارے نظریہ سے مطلع کر دیں۔ جب حضرت عباسؑ نے واپس آکر سارا حال بیان

کہا تو امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بھیا:

اَنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُؤَخِّرَهُمْ اِلٰی غَدٍ وَتَدْفَعَهُمْ عَنَّا الْعَشِيَّةَ لَعَلَّنَا نُصَلِّيْ لِرَبِّنَا اللَّيْلَةَ وَنَسْتَغْفِرُهُ فَهُوَ يَعْلَمُ اَنِّيْ قَدْ اُحِبُّ الصَّلٰوةَ لَهٗ وَتِلَاوَةَ كِتَابِهٖ وَكَثْرَةَ الدُّعَاءِ وَالْاِسْتِغْفَارِ

اے برادر اگر تم کر سکتے ہو تو ان لوگوں کو راضی کرو کہ جنگ ذرا ملتوی کریں۔ اور آج کی شب ہمیں مہلت دیں کہ ہم اپنے معبود کی عبادت کریں نمازیں پڑھیں کثرت سے دعائیں مانگیں۔ کیونکہ ان چیزوں کو بہت دوست رکھتا ہوں حضرت عباسؑ لشکر اعداء کی طرف گئے۔ ان کو آگے بڑھنے سے روکا اور فرمایا کہ فرزند رسول خدا تم سے ایک شب کی مہلت طلب کرتے ہیں تاکہ وہ جی بھر کے اپنے معبود کی عبادت کریں اور اپنے معبود سے راز و نیاز کی باتیں کریں۔ شمر ملعون اور عمر ابن سعد بدنہاد مہلت دینے پر راضی نہ تھے مگر ان کے لشکر میں بعض لوگوں نے کہا کہ اے ابن سعد اگر غیر مسلم بھی عبادت کے لیے مہلت مانگتا تو ہمیں انکار کرنا نہیں چاہتے تھا چہ جائیکہ فرزند رسول خدا۔ نور نظر فاطمہ زہرا اور پسر علی مرتضیٰ ہم سے ایک شب کی مہلت مانگ رہا ہے اور تو لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم نہیں دیتا۔ بہر حال عمر ابن سعد ملعون نے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا اور امام حسینؑ کو ایک شب (یعنی شب عاشور ۱۰ محرم) کی مہلت دی۔ اور کہا کہ ایک شب کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر حکم ابن زیاد تسلیم کریں تو خیر ورنہ صبح جنگ ہوگی۔ امام حسینؑ نے اور آپ کے ہمراہیوں اور اہلبیت اطہار نے رات بھر عبادت میں بسر کی تسبیح و تقدس بجالائے امام عالیمقام کے خیموں سے اس طرح تسبیح و تقدیس کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں جیسے شہد کی مکھیوں کی گونج کی آواز بلند ہوتی ہے

چوتھی مجلس

شب عاشورا محرم کے غم اندوز واقعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ رَفَعَ مَدَارِجَ السُّعَدَاءِ وَاَعْلٰى مَعَارِجَ
الشُّهَدَاءِ وَاخْتَبَرَهُمْ بِضُرُوْبِ الرَّزَايَا وَصُنُوْفِ الْاِبْتِلَاءِ وَ
ارْتَضَاهُمْ بِجَمِيْلِ الصَّلٰوةِ وَالْعَزَاءِ وَعَوَّضَهُمْ عَنِ الْحَيٰوةِ الْفَانِيَةِ
وَالنِّعْمَةِ الدَّنِيَّةِ حَيٰوةً بَاقِيَةً وَنَعِيْمًا بِلَا فَنَاءٍ فَقَالَ ـ وَلَا تَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ ـ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰى قُدْوَةِ خَيْلِ الْاَنْبِيَاءِ وَنُخْبَةِ اَهْلِ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَاُسْرَتِهِ
الْبَرَرَةِ الْاَصْفِيَاءِ وَعِتْرَتِهِ النُّجَبَاءِ السُّعَدَاءِ خصوصًا عَلٰى سبطِ
الشهيد وولده الشهيد جليل المناقبِ فى البلاءِ والصابر
فى الباساءِ والضراء قتيل الظماءِ ومحروقِ الخباءِ مقطعِ الاعضاءِ
ومجزوز الراس من لقفاءِ مسلوب العمامة والرداء مخضب
الشيب من الدماء ابى الشهداء واخى الشهداء وسيد الشهدا

وَخَامِسِ اَصْحَابِ الْکِسَاءِ اَبِی عَبْدِاللهِ الْحُسَیْنِ الْمَظْلُوْمِ. وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِهِ النُّجَبَاءِ وَاَصْحَابِهِ السُّعَدَاءِ السَّالِکِیْنَ مَسَالِکَ الْمَحَبَّةِ وَالْوَفَاءِ الْمُرْتَضِیْنَ اعلٰی مَدَارِجِ اَرْبَابِ الْوُدِّ وَالْوَلَاءِ صَلٰوۃً مُتَّصِلًا دَائِمَةً مَاظَهَرَ لِلْقَمَرِ نُوْرٌ وَلِلشَّمْسِ ضِیَاءٌ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلٰی اَعْدَائِهِمُ الْاَشْقِیَاءِ وَبَعْدُ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللهِ کَمَا قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَکَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ۝

(سورۃ الصف آیت ۱۴)

ترجمہ:

اور اے ایمان دارو خدا کے مددگار بن جاؤ۔ جس طرح مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے حواریوں سے کہا تھا۔ کہ (بھلا) خدا کی طرف (بلانے میں) میرے مددگار کون لوگ ہیں تو حوارین بول اٹھے تھے۔ کہ ہم خدا کے انصار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ان پر ایمان لایا۔ اور ایک گروہ کافر رہا تو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد دی تو (آخر) وہی غالب رہے۔

اس آیت میں خداوند تعالےٰ نے گروہ مومنین سے خطاب فرمایا ہے کہ اے ایماندارو خدا کے انصار بن جاؤ۔ خدا کے مددگار بن جاؤ۔ واضح رہے کہ خداوند عالم غنی بالذات ہے۔ یعنی کہ اس کو کسی کی احتیاج نہیں ہے۔ لہٰذا خداوند عالم کا یہ فرمانا کہ ایمان والوں خدا کے مددگار رہنو۔ یہاں اس سے یہ مراد ہے

کہ جو بزرگان خاص خداوند عالم کی طرف ہدایت نوع انسانی کے لیے بھیجے گئے
ہیں ان کی مدد کرو۔ پس نبی و امامؑ کی مدد کرنا یعنی اعلائے کلمۃ الحق میں ان کا ساتھ
دینا خواہ مددگار کی جان باقی نہ رہے۔ مطلوب و پسندیدہ خداوند عالم ہے۔
اور ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی نے خدا کی مدد کی۔ اور عالم مثال میں خداوند عالم نے
حضرت عیسیٰ اور ان کے حواریوں کو پیش کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے دعوت نصرت
دینے پر ان کے حواری بول اٹھے کہ ہم اللہ کی نصرت کے لیے تیار ہیں۔ اور
چونکہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے انکار کیا وہ کافر ہو گئے اور بنی اسرائیل
کا ایک گروہ ایمان لے آیا۔ پس خدا نے ان کی مدد کی کہ جو ایمان لے آئے تھے
یہیں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ نبی و امامؑ جو ہادیان برحق ہیں اگر مدد کے
لیے بلائیں تو ان کی مدد کرنا دلیل ایمان ہے اور ان کے استغاثہ پر لبیک نہ
کہنا دلیل کفر ہے۔ اگرچہ بظاہر لبیک کہنے والا امت رسولؐ میں سے ہی کیوں
نہ ہو۔ خداوند عالم چونکہ صاحب قوت ہے۔ اَنَّ قُوَّتَ لِلّٰہِ۔
تمام قوتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ پس جس ضعیف و ناتواں کو وہ چاہے
قوت دے سکتا ہے لہذا راہ حق میں نصرت کرنا اللہ کی نصرت کرنا ہے واضح
رہے کہ نصرت و مدد کی بہت صورتیں ہیں۔ مثلاً زبان سے مدد کرنا یہ نصرت قولی
ہے۔ قلم سے مدد کرنا یہ بھی جہاد میں شامل ہے۔ تیغ و تلوار وغیرہ سے مدد کرنا
یہ نصرت کی بہترین صورت ہے کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی راہ
خدا میں مارا جائے تو وہ زندہ جاوید ہے اسے مردہ نہ کہو۔ مردہ نہ سمجھو۔ پس
یہ آیہ مجیدہ درس دے رہی ہے۔ کہ صاحبان ایمان کو اولیاء اللہ کی مدد کرنی
چاہیئے اور جس قسم کی نصرت مطلوب ہو اس سے مدد کرنا لازمی ہے۔ اور

ایسے ہی مددگاروں کو قرآن مجید میں انصار خدا سے تعبیر دی گئی ہے۔ حقیقت میں نبی و امامؑ کی مدد کرنا اور ان کے استغاثہ پر لبیک کہنا ہی ہمارے ایمان کا امتحان ہے۔ اور اس میں جہاد باللسان بھی شامل ہے۔ جہاد بالسیف بھی شامل ہے اور جہاد بالقلم بھی شامل ہے۔

لہٰذا ان تینوں صورتوں میں ناصران امام حسین علیہ السلام انصار اللہ ہیں اور تمام انبیاء و مرسلینؑ اور اولیاء و ائمہ معصومین سب کے سب نے دین خدا کی اشاعت کی ہے اور دین خدا کی طرف سے ہے۔ پس انصار ان خدا میں بادیان برحق سر فہرست ہیں۔ ان ہی کو خداوند عالم نے جند اللہ سے بھی تعبیر فرمایا ہے۔ اگر تخریب شریعت ہو رہی ہے تو ہر صاحب ایمان پر فرض ہے کہ احیاء شریعت کے لیے نبی و رسول اور امام برحق کی مدد کرے۔ اور دین و شریعت کو زندہ رکھے سعادت کی موت مرنا بہتر ہے اس زندگی سے کہ انسان دیکھ رہا ہوں۔ کہ دین خدا بدلا جا رہا ہے۔ شریعت رسولؐ میں تقصیر کی جا رہی ہے۔ اور پھر بھی انسان مدد نہ کرے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے برّیان بن شبیب سے فرمایا: يَا بْنَ شَبِيبُ اِنْ سَرَّكَ اَنْ يَكُوْنَ لَكَ مِنَ الثواب مِثْلُ مَالِمَنْ اِستشهدَ مَعَ الحُسَيْنِ فَقُلْ مَتىٰ مَاذَكَرتَهُ يَالَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَافُوزَ فوزًا عظيمًا۔
یعنی کہ ارشاد فرمایا کہ اے ابن شبیب اگر تم چاہتے ہو کہ تمہیں اصحاب و انصاران امام حسینؑ کی برابر ثواب ملے جو کربلا میں امام مظلوم کے ساتھ شہید ہوئے ہیں تو تم شہداء کربلا کو یاد کرتے وقت یہ کہا کرو۔

کاش میں حضرات شہدائے کربلا علیہم السلام کے ساتھ ہوتا تو فوز عظیم حاصل

کرتا۔ ایک دوسری حدیث میں سرور کائنات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو شخص ہماری نصرت ویاوری سے عاجز ہو اسے چاہیئے کہ وہ ہر نماز کے بعد ہمارے دشمنوں پر لعنت کرے۔ خداوند عالم اس کی آواز کی ثریا سے لے کر عرش تک جس قدر ملائکہ ہیں ان تک پہنچائے گا اور وہ سب کے سب اس کا ساتھ دیں گے۔ اور ملائکہ اس طرح اس میں اضافہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَبْدِكَ ھٰذَا الْقَدْ بَذَلَ مَافِیْ وُسْعِهٖ وَلَوْ قَدَرَ عَلٰی اَكْثَرَ مِنْ ھٰذَا لَفَعَلَ۔ یعنی کہ خداوندا تو رحمت نازل کر اس اپنے بندے پر کہ جو اس کے بس میں تھا۔ بجالایا۔ اگر اس کا زیادہ بس چلتا اور بھی زیادہ عملی مظاہرہ کرتا۔ بس خداوند عالم کی طرف سے ندا آئے گی کہ اے میرے فرشتو تمہاری دعائیں نے سنی اور قبول کی۔ اور اپنی رحمت اس کی طرف نازل کروں گا۔ اور اس کی برگزیدہ قرار دوں گا۔ یہ ہے شہیدان کربلا کے ساتھ ہونے کی اور نصرت امام حسین کرنے کی ارزو کا ثمر کہ خدا اپنے بندہ کو رحمت سے نوازتا ہے۔ نصرت دین الہٰی کرنے والوں میں سرفہرست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے کہ جنہوں نے راہ خدا میں ایسا جہاد کیا جیسا کہ حق جہاد ہے۔ اور حضور پر زور کے ساتھ ان کے مجاہدین نے نصرت دین کی ہے۔ اگرچہ قوم کے ہاتھوں تکالیف اور اذیتیں اٹھائیں ہیں۔ اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا۔ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ یعنی کہ جیسا ظلم اور جیسی اذیتیں مجھے دی گئی ہیں۔ کسی نبی کو ایسی اذیت نہیں پہنچی۔ آنحضرت کے بعد جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام میں کہ جنہوں نے آنحضرت کی اتباع میں زندگی بھر نصرت

دینِ الٰہی کی ۔ کبھی تلوار کے ذریعہ ، جہاد فی سبیل اللہ انجام دیا اور کبھی خاموش رہ کر صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ۔ اور اپنا حق حاصل کرنے کے لیے تلوار نہ کھینچی اگر حضرت علیؑ کی نصرت اسلام کے شاملِ حال نہ ہوئی ۔ تو اسلام سربلند نہ ہوتا اور اگر علیؑ کی ضربیں نہ ہوتی تو آوازہ تکبیر بلند نہ ہوتا ۔ آپ کے بعد امام حسنؑ مجتبٰے علیہ السلام نے نصرت خدا کی اور سرکشی ختم کرنے کی لیے صلح اختیار کی ۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ امام حسن مجتبٰے علیہ السلام کی معاویہ ابن ابوسفیان سے صلح کرنا اتنا ہی مبنی بر خیر تھا ۔ کہ جیسے آفتاب بر آمد ہوتا ہے تو سب ہی افادہ کرتے ہیں ۔ آپ کی اس صلح نے اہل ایمان کو اموی قید و بند سے بچا لیا ۔ لیکن امیر شام کی عہد شکنی نے اسلام کو دوبارہ معرضِ خطر میں ڈال دیا ۔

اس دور میں اہل ایمان اور شیعیان اہلبیت طاہرینؑ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے ۔ قتل و غارت کا بازار گرم تھا ۔ اس وقت ضرورت تھی کہ پروردۂ آغوش رسالت تلوار بکف میدان میں آئے اور اسلام کو یزیدی دست بُرد سے محفوظ رکھے ۔

چنانچہ حضرت امام حسنؑ مجتبٰے علیہ السلام کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت خامس آل عبا ، شاہ گلگوں قبا حسین ابن علیؑ نے استغاثہ اسلام پر لبیک کہی اور دینِ الٰہی کی نصرت کے لیے بھرے گھر اور بھری مجلس ایمانی کے ساتھ نکل آئے ۔ اور اس شان سے دینِ الٰہی کی مدد کی کہ بہتر قربانیاں دے کر اپنے خون میں غلطان ہو کر انصار اللہ بن گئے ۔ ہمیں یاد ہے کہ حسینؑ کے جد اعلیٰ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام قربان گاہ پر آرام کر کے ذبیح اللہ کہلائے اور حسین فرزند رسولؐ خدا ذبیح اللہ بھی ہیں ۔ شہید راہ خدا بھی ہیں ۔ محسن اسلام بھی ہیں

اور ناصر دین الٰہی بھی ہیں ساتھ ہی ساتھ مظلوم کربلا بھی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ حسین منّی وانا من الحسین ۔ کہ حسینؑ مجھ سے ہے۔ اور میں حسینؑ سے ہوں۔ گویا نصرت دین خدا کرنے میں حسینؑ اور حسینؑ کے نانا رسول خدا میں مماثلت ہے۔ اور بقاءِ دین اسلام کی خاطر امام حسینؑ نے اپنا سینہ تیغ و تبر کی سپرد کر گیا ہے

شاہ مظلوم تیرا نام رہے گا باقی
ساتھ اس نام کے اسلام رہے گا باقی

قطب راوندی نے سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا امام نے اپنی شہادت سے پہلے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ میرے جد بزرگوار رسولؐ مختار نے مجھ سے فرمایا تھا کہ یا بُنَیَّ انك ستساق الی العراق کہ اے فرزند جلد تر ایسا ہوگا کہ تجھے لوگ سوئے عراق کھینچیں گے۔ اور ایسی زمین پر نقل ہوگا کہ جہاں انبیاء و مرسلین نے اذیت اٹھائی ہے۔

اے حسینؑ تو بھی شہید ہوگا۔ اور تیرے تمام اصحاب و انصار شہید ہو گئے۔ مگر وہ ایسے ہوں گے کہ وہ لوہے کی گرمی اور زخموں کی اذیت محسوس نہ کریں گے۔ امام علیہ السلام نے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی :۔

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى إِبْرَاهِيمَ ۔

(آیت ۶۹ سورۃ انبیاء)

یعنی ہم نے کہا کہ اے آگ تو ٹھنڈک اور سلامتی بن ابراہیمؑ پر"۔ پھر آپ نے اپنے اصحاب کو بشارت دی کہ اگر وہ لوگ ہم کو قتل کریں گے تو ہم پیغمبرؐ خدا کی خدمت

میں پہنچیں گے۔ یہ سن کر حضرت کے اصحاب ویاور وانصار نے اس جانفشانی سے آپ کی نصرت کی کہ جس کی مثال رہتی دنیا تک نہیں ملے گی۔ تیر و تبر و تلواریں کھائیں اور جام شہادت نوش کیا اور ناصران دین الٰہی میں نام ثبت کر گئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ قبیلۂ بجیلہ و فزارہ کے کچھ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ زہیر بن قین کے ساتھ حج کر کے مکّہ سے روانہ ہوئے تھے اور قافلہ امام حسینؑ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ مگر جس مقام پر امام حسین علیہ السلام قیام کرتے تھے۔ ہم وہاں سے دور ٹھہرتے تھے۔ ایک روز ہم لوگ بیٹھے ہوئے کچھ کھا رہے تھے کہ ناگاہ ایک قاصد آیا اور سلام کرنے کے بعد کہا اے زہیر ابن قین آپ کو فرزند رسولؐ خدا بلاتے ہیں۔ یہ سن کر زہیر ابن قین اور ہم سب اس قدر گھبرائے کہ ہمارے ہاتھوں سے لقمے گر گئے۔ یہ دیکھ کر زوجۂ زہیر ابن قین نے جن کا نام دیلم تھا کہا سبحان اللہ۔ فرزند رسولؐ خدا تم کو بلاتے ہیں اور تم بیٹھے ہو۔ زہیر ابن قین اپنی جگہ سے اٹھے اور قاصد کے ساتھ خدمت امام عالیمقام میں پہنچے چند لمحہ امام عالیمقام کے ساتھ گفتگو رہی وہاں سے واپس ہوئے تو بہت زیادہ مسرور و خندان تھے۔ اور اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اپنا خیمہ بھی حضرات امام حسین کے خیام کے ساتھ نصب کر دو۔ بعدہ آپ نے اپنی زوجہ سے کہا کہ میں نے حضرت امام حسینؑ کا ساتھ دنیا ان کی نصرت کرنا طے کر لیا ہے۔ بہتر ہے کہ تم اپنے اہل قبیلہ میں چلی جاؤ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی اذیت پہنچے وہ منہ یہ سن کر رونے لگی اور کہا اے زہیر تم فرزند رسولؐ خدا کی نصرت کے لیے جا رہے ہو اور مجھے جدا کر رہے ہو اَسْئَلُكَ اَنْ تَذْكُرَنِیْ فِی الْقِیَامَةِ عِنْدَ جَدِّ الْحُسَیْنِ۔ یعنی کہ اے زہیر ابن قین میری تم سے صرف یہ حاجت

ہے کہ جب تم روز قیامت پیغمبر اسلامؐ کے نزدیک ہو تو مجھے یاد رکھنا اور میری سفارش حسینؑ کے نانا سے کرنا جناب زہیرؓ نے وعدہ کیا اور جو کچھ ساز و سامان تھا۔ وہ اس کو دے کر رخصت کیا اور ان کے چچازاد کی نگرانی میں ان کو ان کے قبیلہ والوں میں بھیج دیا۔

حضرت زہیر ابن قین کا خیمہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے خیام کے ساتھ نصب ہوا اور زہیر حضرت امام حسینؑ کے ہمرکاب ہو کر وارد کربلا ہوئے یہ جناب زہیر بن قین ہی تھے کہ آپ نے روز عاشوراء محرم جب امام حسین علیہ السلام نے نماز ظہر ادا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مگر یزیدی فوج نے آپ کو نماز پڑھنے کی مہلت نہیں دی۔ تو سعید ابن عبد اللہ حنفی اور زہیر بن قین حضرت امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے نماز خوف تیروں کی بارش میں پڑھی فوج یزیدی کی طرف سے جو تیر امام عالیمقام کی طرف آتا تھا یہ دونوں جانباز آگے بڑھ کر تیر کو روکتے تھے اور سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ امام حسینؑ نے نماز ختم کی۔ تو دونوں انصار دین خدا زمین پر گرے اور سعید بن عبد اللہ جان بحق ہو گئے اور زہیر نے امام حسین علیہ السلام سے اذان جہاد طلب کیا اور میدان میں پہنچے اور رجز پڑھا ؎

أَنَا زُهَيرٌ وَأَنَا ابنُ قَين أَذُودُكُم بِالسَّيفِ عَن حُسَين
إِنَّ حُسَيناً أَحَدُ السِّبطَين مِن عِترَةِ البَرِّ التَّقِيِّ الزَّين
يَا لَيتَ نَفسِي قُسِمَت قِسمَين

یعنی کہ میں زہیر ہوں میں قین کا فرزند ہوں۔ میں تلوار کے ذریعہ تم کو اپنے مولا و آقا حسینؑ سے دور رکھوں گا۔ یقیناً حسینؑ سبطین نبویؐ میں سے ایک

سبط ہیں یعنی سبط اکبر حسن مجتبےٰ ہیں اور سبط اصغر حضرت امام حسینؑ ہیں یہ نبی پاک کی عترت طاہرہ ہیں۔ متقی وابرار ہیں۔ اے کاش میری مدد ح دو حصہ ہوتے تاکہ میں دو طرفہ دشمنوں کو دفع کرتا ہوا انتہائی جذبۂ نصرت ہے کہ جسے رجز میں زہیر بن قین نے پیش کیا ہے۔ پس رجز پڑھ کر فوج جفا کار پر حملہ آور ہوئے اور ایک سو بیس افراد کو واصل جہنم کیا۔ اس اثنا میں دشمنوں نے آپ کو گھیرے میں لے لیا آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور ان ملعونوں نے آپ کو شہید کیا امام حسینؑ نے اس وقت ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے زہیر خدا تم کو جوار رحمت میں جگہ دے تمہارے قاتلوں پر خدا لعنت کرے ۔

یَا جِبَالاً مَا لَکَتْ وَمَا کُنْتَ اَدرِی قَبْلَ هٰذَا اِنَّ الْجِبَالَ تَمِیْلُ
یَا سُیُوْنَا هَزَّتْ بِیَوْمِ صِدَامٍ فَرَمَاهَا مِنَ الْخطوب غَلُوْلُ

اے اندوہ رنج وحسرت ان بزرگ ہستیوں پر کہ جو حلم وعلم میں کوہ صفت تھے اور امت رسولؐ کے ہاتھوں نشانۂ ظلم وستم بنے اور شہید ہو گئے۔ اور حسرت ہے ان جوانوں پر کہ جو شجاعان عالم تھے اور انہوں نے اپنی تلواروں سے کفار اور دسمنان دین کو پارہ پارہ کیا۔

یَا غُصُوْنًا مِنْ دَرجَةِ الْمَجْدِ بِالطَّفِّ عَرَاهَا مِنَ الزَّمَانِ ذُبُوْلُ

اے پاکیزہ شجرہ مقدسہ نورانیہ کی شاخوں کہ جو کربلا میں ہوا ہے ظلم وستم سے پژمردہ ہو گئیں۔ اور خشک ہو گئیں۔ یعنی کہ انصاران حسینؑ شہید کر دیئے گئے۔ اور کائنات ان کے غم میں سوگوار ہوئی۔

پس شریعت پیغمبر خدا پر تاریکی کے بادل چھا گئے علوم معقول ومنقول ورطۂ حیرت میں پڑ گئے

فَلیبکیھم عُیُونُ المعَالِی وَلیبکِھُم الفخار اِلّا الا ثیلُ
وَلیبکیھُم التلاوۃ والذکر یُبکی التبیح والتھلیل۔

پس ان پر گریہ کرنا چاہیئے کہ جو صاحبان کمال وجمال تھے۔ ان کی زبانوں پر ہمیشہ ذکر الٰہی رہتا تھا۔ تسبیح وتقدیس الٰہی کا ببوہ تھا۔ وَبَیَومِ النَّزَالِ یبکیھِمُ الخَیلُ وَیُبکی سُمُ القنار النعول وبیوم النوال یبکیھم الوفد ویبکی المعرُوفُ والتفصیل یعنی کہ سزاوار ہے کہ میدان قتال و جدال میں کافروں کو قتل کریں۔ اور ان ناصران دین الٰہی کی شہادت پر جس قدر گریہ کریں کم ہے۔ کیونکہ انہوں نے جو قتال کیا ہے۔ وہ خوشنودی خدا اور رسولؐ میں ہے۔ ان کے دلوں میں محبت علیؑ و اولاد راسخ تھی۔ روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب شہید ہو گئے۔ تو معاویہ نے بعض دوستداران حضرت امیر المومنین کو ان کی محبت ترک کرنے پر مجبور کیا بعض کو تحفہ دلوایا بھیجے کہ کہ طمع دینا میں آکر محبت علیؑ ترک کردیں۔ اس نے ابو الاسود دؤلی کو مختلف اقسام کا حلوہ بھیجا۔ اور ان میں شہد از قسم مز عفر بھی تھا جب یہ تمام چیزیں ابو الاسود دیلی کو پہنچیں اور ان کو دی گئیں۔ اس وقت ان کی ایک دختر پانچ چھے سالہ بھی موجود تھی وہ دوڑتی ہوئی آئی اور وہ شہد ابو الاسود کے ہاتھ سے لے لیا وہ کھانا ہی چاہتے تھے۔ لڑکی نے کہا کہ با باجان یہ مت کھائیں اس میں زہر ہے۔ ابو الاسود نے کہا کہ شہد مزعفر زہر نہیں ہوتا اس لڑکی نے کہا اے پدر کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ پسر ہندہ نے بھیجا ہے کیونکہ ہم محبت علی علیہ السلام رکھتے ہیں۔ اور معاویہ اس کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لڑکی نے کہا اے بابا شہد چونکہ معاویہ پسر ہندہ نے بھیجا ہے اس لیے کہ وہ ہیں علی ابن ابی طالب مولائے

کائنات سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے۔ لہذا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم دامن مولائے دو جہاں اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیں۔ اور اس کا تحفہ اپنے استقلال میں لائیں بے شک دوستدان اہلبیتؑ الطہار کی ہی شان ہے کہ وہ اہل و عیال اور جان و دل سب مولا کی راہ میں نثار کر دیتے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ ہمارے جد حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے روز عاشورا ء محرم نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا:

اَشْهَدُ اَنَّهٗ قَدْ اُذِنَ فِیْ قَتْلِکُمْ یَا قَوْم۔

میں شہادت دیتا ہوں یعنی کہ خبر دیتا ہوں کہ تمہارا سب کا قتل ہونا مقدر ہو گیا ہے۔ کہ فضل ابن زبیر نے بیان کیا کہ حضرت میثم تمار کہ جو اصحاب حیدر کرار سے تھے ایک گھوڑے پر سوار ہو کر کوفہ میں ایک بازار سے گزر رہے تھے کہ دوسری جانب سے جناب حبیبؓ نے میثم سے کہا کہ میں ایک بھاری بھرکم بوڑھے کو دیکھ رہا ہوں جسے محبت آل رسولؐ میں سولی دی جائے گی۔ اور اس کو تختہ دار پر چڑھایا جائے اور اس کا شکم چاک کیا جائے گا۔ حضرت میثم نے فرمایا کہ میں ایک سرخ و سفید بوڑھے کو دیکھ رہا ہوں جس کی دو زلفیں ہیں وہ نواسہ رسولؐ کی نصرت کو جائے گا اور قتل کیا جائے گا۔

پھر اس کا سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا جائے گا اور گھوڑے کی تیز رفتاری کی وجہ سے اس کا سر زمین پر ٹھوکر کھائے گا یہ باتیں کر کے دونوں حضرات اپنے اپنے راستہ پر چلے گئے۔ جو لوگ اس جگہ بیٹھے ہوئے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم نے ان سے زیادہ جھوٹ بولنے والے نہیں دیکھے۔ ابھی یہ لوگ اسی قسم کی گفتگو کر رہے تھے کہ ایک طرف سے رشید ہجری آ گئے۔ رشید ہجری رضی اللہ عنہ

محرم راز حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے آپ ان دونوں ، بزرگوار دل یعنی کہ حبیب ابن مظاہر اور میثم تمار کو بلانے آئے اور ان لوگوں سے کہ جو وہاں موجود تھے ۔ ان کو دریافت کیا جوابًا ان لوگوں نے کہا کہ وہ دونوں اس طرف سے گزرے ہیں تھوڑی دیر یہاں کھڑے رہے اور یہ باتیں کر کے چلے گئے ۔ اس پر جناب رشید ہجری نے کہا کہ خدا رحمت کرے میثم تمار پر یہ کہنا بھول گئے کہ جو حبیبؓ کا سر کاٹ کر لائے گا۔ اس کو انعام اور لوگوں سے ایک سو ہزار درہم زیادہ دیا جائے گا۔ جب رشید ہجری وہاں سے چلے گئے ۔ تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص ان دونوں سے بھی زیادہ دروغ گو ہے ۔ پس تھوڑے دنوں کے بعد دیکھا کہ میثم تمار کو دروازہ عمرو بن حریث پر سولی دی گئی ۔ ان کا شکم چاک کیا گیا۔ اور حبیب ابن مظاہر کربلا میں نصرت امام حسین علیہ السلام میں شہید ہوئے ۔ اور ان کا سر بریدہ اطراف کوفہ میں پھرایا گیا۔ حبیب ابن مظاہر ان انصاران امام حسینؑ میں سے تھے کہ جو یاوری و نصرت امام حسینؑ میں مثل کوہ آہن تھے لیکن جب وہ شہید ہو گئے تو ان کا کاٹا گیا۔ اور ان کے قاتل ملعون کے سر بریدہ کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکالیا۔ اور کوفہ کے بازاروں میں سر مبارک کو تشہیر کیا۔ جیسے جیسے اس کا گھوڑا چلتا تھا ویسے ہی ویسے آپ کا سر مبارک ٹھوکر کھاتا تھا ۔

قطب راوندی حضرت امام زین العابدین سے روایت کرتے ہیں ۔ کہ جس رات کی صبح کو میرے بابا شہید ہوئے میرے بابا نے اسی شب اپنے اصحاب و اعزا کو جمع کر کے فرمایا۔ میرے دوستو میرے اصحاب تم سے بہتر اصحاب نہ میرے میرے نانا کو ملے اور نہ میرے بابا کو ملے اور نہ ہی میرے بھائی حسنؑ کو ملے ہیں

نہیں آگاہ کرتا ہوں کہ یہ افواج یزید صرف میرے خون کی پیاسی ہے میں ضرور قتل کیا جاؤں گا۔ تم لوگ اس پردۂ شب میں جدھر چاہو چلے جاؤ۔ میں تم سے اپنی بیعت اٹھائے لیتا ہوں۔ یہ سن کر تمام اصحاب و انصار و اعزا نے کہا کہ وَاللهِ لَا يَكُونُ هٰذَا اَبَدًا۔ بھلا ایسا ہم ہرگز نہیں کریں گے کہ آپ کو نرغۂ اعدا میں چھوڑ کر چلے جائیں۔ ہم آپ کی نصرت میں مریں گے تا کہ فوز عظیم حاصل ہو۔

الحمد لله الَّذِیْ اَشْرَفَنَا بِالْقَتْلِ معك۔

ہم خدا کی حمد و ثنا کرتے ہیں کہ آپ کے ہم رکاب ہو کر جام شہادت پئیں گے یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا اچھا تو ذرا آسمان کی طرف دیکھو۔ سب نے نگاہیں اٹھائیں تو ہر ایک نے جنت میں اپنا اپنا مقام دیکھ لیا۔ امام عالیمقام نے فرمایا کہ هٰذَا مَنْزِلُكَ يَا فُلَانَ۔ کہ اے شخص جنت میں یہ تیرا مقام ہے۔ اور یہ اور یہ فلاں شخص کا مقام اس طرح اپنے تمام انصار و اعزا کو ان کے مقامات جنت دکھائے۔

بس پھر ہر ایک میں جذبۂ شہادت ابھرا یا اور امنگیں پیدا ہو گئیں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگا۔ اور سب کہنے لگے کہ یہ زندگی دو روزہ ہے۔ زندگی جاوید شہادت میں ہے اپنی جانیں دے کر حیات ابدی حاصل کریں گے۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (سورۃ التوبۃ آیت ۱۱۱)

اس میں شک ہی نہیں کہ خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور اموال اس بات پر خرید کر لی ہیں کہ ان کی قیمت) ان کے لیے بہشت ہے۔ پس ان وفادار

کا جان دینا بہ سبب ایمان کاملہ اور بہ سبب مودۃ امام عالیمقام تھا۔ وہ خوشنودی خدا و رسولؐ خدا چاہتے تھے۔ نہ کہ حور و غلمان نہ باغ جنان۔ اور خود انصار ان حسینی نے فرمایا ہے کہ ہماری خوشی رضاء خدا و رسولؐ خدا حاصل کرنے میں ہے اور رضاء خدا سب سے برگزیدہ و اکبر ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے وفاداروں اور انصاروں میں سے ایک مجالس ابن شبیب شاکری بھی ہیں۔ جو نہایت تیغ زن اور شجاع ترین تھے جب وہ نصرت کرنے کے لیے میدان قتال میں آئے تو یزیدی فوج کے ربیع ابن تمیم نے ان کو پہچان لیا۔ اور اس نے اپنے ساتھیوں کو عابس ابن شبیب کی بہادری کے بارے میں آگاہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دیر تک کوئی شخص لشکر عمر ابن سعد سے ان کے لیے نہیں نکلا۔ اس پر عمر ابن سعد بد نہاد اپنے لشکر والوں کو سرزنش کی مگر پھر بھی کوئی ان کے مقابلہ کو نہیں نکلا عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ ان پر پتھر برساتے جائیں جناب عابس نے اپنی زرہ اتار دی اور تلوار سے حملہ کرتے ہوئے ان کی صفوں میں گھس گئے۔ فوج یزیدی نے ان کا محاصرہ کر لیا اور ہزاروں آدمیوں نے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عابس کے قتل کا دعویٰ متعدد لوگوں نے کیا کہ ہم نے قتل کیا دوسرا کہتا تھا۔ کہ میں نے قتل کیا ہے اس پر عمر بن سعد بد نہاد نے یہ فیصلہ کیا کہ سب نے مل کر ان کو قتل کیا ہے۔ جس قدر بھی اصحاب امام حسینؑ تھے سب ہی نے جان نثار کرنے میں سبقت کی ہے۔

آہ آہ فکم من اکباد محروقۃٍ بالظماء !!

واجسادٍ مرملۃٍ بالدماءِ وکم من کریم علی السنان

وشریفٍ بسام ام خسف الھون۔ فوا اسفاہ علی تلک

الانواة الیابسة من الظماء والشیبات المخضوبۃ من لدماء
وراحز قلبا ہ علی تلک الجثث العاریا والابدان المطروحۃ فی الفلوات
بنفسی نفوساً اوردت مورد الردی وما بردت بالماء منها کبودها

میری روح اور جان ان نفوس قدسیہ یعنی انصاران امام حسینؑ پر فدا ہو کر جو ظالموں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے اور شہید ہوئے۔ اور وہ سوختہ جگر دم شہادت پانی بھی نہ پاسکے۔

بنفسی رؤساً سامیات علی القنا کمثل ید ورواقفتها سعودها

ان سرہائے بریدہ کے میں اور میری روح نثار کہ جو نیزوں پر بلند ہوئے تو وہ مثل ماہ تاب کے درخشاں تھے۔

بنفسی ونحوراً ادابدات علی الثری تارخ من جاری دما مہا صیعیدھا

روح و جان من ان بریدہ گردنوں پر قربان کہ جو خون آلودہ زمین گرم پر پڑی تھیں اور ان کے خون سے مٹی کو معطر کرایا تھا۔

مخضبۃ بالدم جبا ھہا فیاطال للہ ماطال سجودھا

کہ ہمیشہ سجود و عبادت خدا میں رہتے تھے اگرچہ خون آلود ہیں مگر عبادت خدا ہو رہی ہے۔

بنفسی جسوماً ترکض الخیل فوقہا۔ کان لم یطل من فوقہن صعودھا

میری روح اور جان ان پر قربان ہو جائے۔ کہ دشمنوں کے گھوڑوں ان کی لاشوں پر دوڑائے گئے۔ اور لاشیں پائمال ہوگئیں۔

ملا بساھا ما بین اغبر فاتم واحمر قان قد کساہ صدیدھا

یعنی کہ بجائے کفن گرد وغبار جسم مطہر پر پڑی تھی۔ علاوہ اس کے خون میں غلطان

تھے گویا خونی کفن پہنے ہوئے تھے۔

مُخْبِرٌ عَلَيْهِ النَّاشِرَاتُ وَ يُوْلُهَا دَخْرًا سُهَا وَحُشُ الْفَلَا وَاُسُوْدُهَا

ہوائے صحرا ان پر چل رہی تھی اور صحرائی جانور لاش مبارک کی پاسبانی کر رہے تھے۔

بنفسی نِسَآءٌ كَانَتِ الشَّمْسِ لَا تَرَىٰ لَهُنَّ وُجُوْهًا ثُمَّ تُدْمٰى خُدُوْدُهَا

میری روح اور جان آپ پر قربان ہو۔ وہ مخدرات عصمت و طہارت کہ جن کے چہروں پر چشم آفتاب نہ پڑی تھی ان کے چہرہ اعداء دین کے طمانچوں سے خون آلودہ ہو رہے تھے۔

لَهُنَّ مَقَالِيْدُ النِّشَاطِ مَقَامِعٌ وَاَمَّا قُيُوْدُ الْقَوْمِ فَهِيَ عَقُوْدُهَا

آہ آہ دشمنوں کے تازیانوں سے ان کی پشت زخمی ہو رہی تھی۔ مقنعہ کی بجائے زنجیران کی گردن میں پڑی تھی رسن بستہ تھے۔

فَمَنْ مُبَلِّغٌ بِنْتَ النَّبِيِّ بَنَاتَهَا تَسُبُّ وَتُسْبٰى ثُمَّ تَلْجِيْ جُدُوْدُهَا

یعنی کہ کون خبر کرے کہ دختر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ان کی دختروں کو اعدائے دین نے اسیر کیا ہے اور ان کے باپ دادا پر لوگ سب وشتم کرتے ہیں

تُجَاذِبُ اَعْدَاءُهَا السُّتُوْرَ جِهَارًا يَرِقُّ لَهَا مِنْ ظَالِمِهَا عَقُوْدُهُمَا

کہاں ہیں فاطمہ زہرا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو اسیر دیکھیں دشمنوں نے ان کی چادریں سروں سے اتاری ہیں اور وہ نوحہ کناں ہیں۔

وَاَنَّ بَنِيْهَا الشُّمُوْسِ ضُبَافَةٌ عَلٰى رَغْمِهَا فَوْقَ الرِّغَامِ رُقُوْدُهَا

کون خبر دے کہ آنحضرتؐ کی بیٹیوں کی اولاد شمشیر وسنان کھائے ہوئے زمین کربلا پر سوتے ہیں۔

یعنی کہ ان کے سرہاءِ بریدہ بنی حرب و بنی امیہ کے لوگوں نے نیزوں پر بلند کئے ہیں۔

وَاِنَّ ابْنَهَا السَّجَّادُ يُقْتَادُ صَاغِرًا   حقيرًا اسيرًا تخنقهٗ قيودها

اور فرزند امام حسینؑ علی زین العابدین کو اسیر کر کے حقارت نیز طریقہ سے لے جا رہے ہیں۔ جسم مبارک زخمی ہو گیا ہے۔ اگرچہ شہیدان کربلا اپنی جانیں نذر کر چکے ہیں۔ اور ملک جاودان پہنچ گئے ہیں۔ اور خود حزب اللہ اور جند اللہ بن گئے ہیں بابی انتم و اُمّی کے مصادیق ہیں۔ یعنی کہ ہر ایک مومن و مومنہ ان پر اپنی جانیں قربان کرنے کا خواہش مند ہے۔ لیکن ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ ہر شخص اس میدان جہاد میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا مگر جس پر فضل خدا ہو اور جسے خدا چاہے بیٹے وہ اس سعادت کو حاصل کرتا ہے۔ تفسیر امام حسن علیہ السلام میں ہے۔ کہ جب حضرت امام حسینؑ وارد کربلاء معلّٰی ہوئے اور معرض امتحان میں پڑے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ان لوگوں کو صرف میرے سر کی ضرورت ہے۔ میں اپنی بیعت اٹھائے لیتا ہوں تم میں سے جس کا دل چاہے وہ اپنے قبیلہ کی طرف چلا جائے۔ میں یہاں قتل ہو جاؤں گا۔ یہ قوم جفا کار صرف میری خواہش مند ہے۔ اے قوم میرا خدا میرا مددگار رہے۔ اور ہمیشہ خدائے تعالےٰ نے میری اور میرے آباءو اجداد کی مدد فرمائی ہے۔ پس آپ کے لشکر میں سے بہت لوگ چلے گئے۔ اور جو لوگ آپ کے اصحاب خاص تھے جو اقرباء تھے اور بھائی بھتیجے و بھانجے تھے وہ سب کہنے لگے کہ ہم ہرگز آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ آپ کی نصرت کریں گے اور جام شہادت نوش کریں گے اور آپ کی نصرت و یاوری میں خوشنودی خدا و رسولؐ ہے اس پر امام عالیمقام نے فرمایا کہ خدا نے

ہمیں جو کرامت و امامت عطا کی ہے وہ ہمارے امتحان سے مربوط ہے۔ اور فرمایا کہ واعلموا انّ الدّنیا حلوھا و مرّھا حُلُمٌ والانبیاء فی الاخرۃ۔ اور آگاہ رہو کہ دنیا کو بمنزلہ خواب سمجھو اور آخرت کو بیداری سمجھو۔ کتاب العیون میں وارد ہوا ہے کہ سکینہ خاتون دختر امام حسینؑ فرماتی ہیں کہ ایک شب چاندنی پھیلی ہوئی تھی کہ ہمارے خیمہ کے عقب سے کسی کے رونے کی آواز آئی میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ جب شب ختم ہوئی میں خیمہ سے باہر آئی میرا دل گواہی خیر نہیں دے رہا تھا۔ میں نے جب خیمہ سے باہر قدم رکھا دیکھا کہ میرے پدر بزرگوار بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے اصحاب گرد و پیش جمع ہیں۔ میں نے بابا جان کو یہ کہتے سنا کہ تم لوگ میرے پاس اس لیے آئے ہو کہ میں نے بیعت کرلی ہے۔ ایسے لوگوں پر کہ جو ان خیال کرتے ہیں شیطان غالب ہے۔ خدا سے ڈرو۔

والآن لَمْ یَکُنْ لَھُمْ مقصوی سوی قتلی و قتل من یجا ھدو بَیْنَ یَدَیَّ وَ سَبْیِ حریمی بعد سلبھم۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ان ملاعین کی خواہش ہے کہ مجھے قتل کردیں میرے اہلحرم کو اسیر کریں۔ ہمارے خیام کو غارت کریں۔ اور مجھے خوف ہے کہ آیا تم لوگ یہ جانتے ہو یا نہیں جانتے ہو کہ ہم اہلبیت طاہرین کے ساتھ یہ مکر و فریب پیش آنا حرام ہے۔ اگر کوئی شخص ہماری یاوری چاہتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ رہے اور کسی کا دل چاہے وہ چلا جائے۔ اور جو ہمارے ساتھ رہے گا وہ جام شہادت نوش کرے گا اور جنت میں جگہ پائے گا۔ آگاہ رہو کہ مجھے میرے جد بزرگوار نے مجھے میرے جد بزرگوار نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ وَلَدِی الحُسَین یُقْتَلُ بِطَفِّ کربلا غریبا وحیدا عطشانا من نصرہ فقد نصرنی و نصر ولد القائم۔

یعنی کہ میرا فرزند حسینؑ کربلا میں تشنہ دہن شہید ہوگا غریب و بے کس ہوگا اور غریب و بے کس ہوگا اور جو شخص اس کی یاوری کرے گا اس نے یقیناً میری نصرت و یاوری کی تو میرا فرزند قائم المہدیؑ اس کی یاوری کرے گا۔ اور جس کسی نے میری زبان سے بھی مدد کی تو قیامت میں وہ حزب اللہ میں شامل ہوگا۔ جناب سکینہؑ خاتون فرماتی ہیں۔ واللہ مَا اَتَمَّ کَلَامَہٗ اِلَّا وَ تَفَرَّقَ الْقَوْمُ مِنْ نَحْوِ عَشْرَۃٍ وَعِشْرِیْنَ۔ یعنی کہ بخدا کہ ابھی میرے بابا کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ بڑا قا لوگوں کا ایک گروہ اپنی جگہ سے اٹھا اور چونکہ وہ لوگ طمع دنیا کے لیے جمع ہوئے تھے بابا کو چھوڑ کر چلے گئے صرف بہت قلیل لوگ ایسے تھے کہ جو بابا کے ہمراہ رہے اور انہوں نے اپنی وفاداری، جان نثاری کا یقین دلایا۔ پس جب کہ بابا نے یہ دیکھا تو رونے لگے اور آسمان کی طرف رخ کیا فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ خَذَلُوْنَا فَاخْذُلْ لَھُمْ

خدایا ان لوگوں نے میری مدد نہیں کی تو ان کو چھوڑ دے ان کی دعاؤں کو قبول نہ کر۔ ان پر فقر و فاقہ مسلط کر۔ اور ان کو میرے جد کی شفاعت سے محروم رکھ۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ میں خیمہ روتی ہوئی واپس آئی۔

میری پھوپی ام کلثومؑ نے دیکھا تو فرمایا کہ اے بیٹی سکینہؑ کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو۔ میں نے واقعہ بیان کیا جسے سن کر الحرم میں گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوگئیں۔

واحسیناہ واقلۃ ناصراہ۔

جب میرے بابا نے رونے کی آواز سن خیمہ میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ آواز گریہ و بکا کیسی ہے۔ میری پھوپی نے باباجان سے کہا کہ اے برادر ہمیں مدینہ

پہنچا دیجئے:

فرمایا اے بہن ایسا کس طرح ہو سکتا ہے پھر جناب ام کلثومؑ نے فرمایا کہ اے بھائی۔ اپنے جد و پدر و مادر کی شخصیت ان لوگوں کو یاد دلا دیتا شاید کہ یہ قوم جفا کار آپ کو پہچان سکے۔ آپ نے فرمایا۔ ذَکَّرتُھُم فَلَمْ یَذَّکَّرُوا وَ وَعظھم فَلَمْ یَتَّعِظُوْا وَلَمْ یَسْمَعُوْا قَولِی۔ یعنی کہ میں یہ سب کچھ ان کے گوش گزار کیا۔ اپنا اور اپنے آباء و اجداد کا تعارف کرایا۔ نصیحت کی مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا انہوں نے میری کوئی بات سُن ہی نہیں اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ اب سوائے میرے قتل ہو جانے کے اور کوئی صورت نہیں رہی۔

وَلَا بُدَّ اَنْ تَرَوْنِی علی الثَّریٰ جَدِیلاً۔

افسوس کہ اب کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ مگر یہ کہ خاک کربلا پر سو جاؤں۔ لیکن میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ صبر و تقویٰ کا دامن نہ چھوڑنا۔ جو میرا وعدہ ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔

شیخ مفیدؒ اور ابن طاؤسؒ روایت کرتے ہیں کہ جب رات ہو گئی حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو جمع کیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا۔ اٹھ نہیں سکتا تھا مگر بمشکل تمام میں ان کے نزدیک پہنچ گیا کہ دیکھو اصحاب کیا کرتے ہیں۔ اسی اثناء میں میرے بابا حسینؑ نے کلام کا آغاز کیا۔ اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا کہ:

فَاِنِّی لَا اَعْلَمُ اَصحاباً اَوْفی وَلَا خَیراً مِن اَصحابی وَلا اَھل بَیتٍ اَبَرَّ وَ اَوْصَلَ مِنْ اَھلِ بَیتی فَجزاکُمُ اللہ عَنِّی خَیراً۔

یقیناً کہ میرے اصحاب سے بہتر کسی کے اصحاب نہیں ہیں اور میرے

اہلبیتؑ سے نیکوتر کوئی اور نہیں ہے۔ خدا تم سب کو جزا وخیر دے۔ اور تم لوگ آگاہ رہو کر تمہاری سب کی عمریں ایک دو روز سے زیادہ نہیں ہیں۔ میں تمہیں اس شب رخصت کرتا ہوں اور اپنی بیعت کو تم پر سے اٹھائے لیتا ہوں جس کا جس طرف دل چاہے چلا جائے۔

یہ تاریکی شب کو غنیمت جانو اور اندھیرے میں جو جانا چاہتا ہو وہ چلا جائے۔ وَلیَاْخُذْ کُلّ رَجل منکم بید رجل منکم من اھل بیتی وتفرّقوا فی سواد ھذا اللیل وَذَرونی وھؤلآءِ القوم فانھم لایریدون غیری

یعنی کہ تم میں سے ہر ایک میرے اہلبیت کے مردوں کا ہاتھ پکڑے اور چلا جائے اور اس تاریکی شب میں جانے کا اور بھی اچھا موقعہ ہے کہ کوئی ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے گا۔ مجھے ان ستمگاروں میں رہنے دو یہ سب کے سب میرے قتل کے لیے جمع ہوتے ہیں۔

پس برادران وفرزندان، اور برادرزادگان اور اولاد عبداللہ بن جعفرنے بیک زبان یہ عرض کیا کہ اے آقا و مولیٰ کہ خدا ہمیں وہ روز بد نہ دکھلائے کہ ہم آپ کو نرغہ اعداء میں چھوڑ کر چلے جائیں اور ہم زندہ رہیں آپ شہید ہو جائیں۔

اولاد عقیل نے بھی فداکاری کا یقین دلایا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ مسلمؑ مارے گئے۔ ان کی شہادت تمہارے لیے کافی ہے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ چلے جاؤ۔ بروایت عبداللہ ابن مسلمؑ نے جواباً عرض کیا کہ اگر ہم چلے جائیں تو لوگ ہمیں کیا کہیں گے کہ بزرگ خاندان کو تنہا چھوڑ کر چلے آئے۔ ہم ہرگز ہرگز ایسا نہیں کریں گے۔ ہم آپ پر اپنی جان نثار کریں گے عزیز واقرباءکے اصحاب باوفا نے اپنی جان نثاری کا یقین دلایا اور مسلم بن

عوسجہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ نَحْنُ نُخَلِّیْکَ وَنَنْصَرِفُ عَنْکَ وَقَدْ اَحَاطَ بِکَ ھٰذَا العَدُوَّا یَا۔ یعنی کہ ہم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے کہ آپ کو اس نرغہ اعداء میں چھوڑ کر چلے جائیں خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہوگا ہم دشمنوں کو قتل کریں گے اور خود اپنے سینوں پر نیزہ کھائیں گے اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے گی آپ کے دشمنوں سے جنگ کروں گا۔ اور اگر میں شہید نہ ہوا تو صحرا سے پتھر لا کر دشمنوں کو ماروں گا۔ یہاں تک کہ شہید ہو جاؤں۔

آپ کے بعد سعید بن عبداللہ کھڑے ہوئے۔ اور کہا کہ ہم ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گے تاکہ بحسب وصیت پیغمبرؐ ہم آپ کے ہمرکاب رہیں۔

امّا واللہ لو علمتُ اَنِّی اُقْتُلُ ثُمَّ احیی ثم اُحْرَقُ ثُمَّ اذری ولفعل ذالک بی سبعین مَرَّۃً مَا فَارَقتُکَ۔ اگر ہم قتل ہو جائیں اور پھر زندہ ہوں اور پھر ہمیں آگ میں جلا دیا جائے اور ستر مرتبہ ایسا ہی ہو کر زندہ ہوں۔ اور قتل ہوں تب بھی ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ فَکَیْفَ وَاِنَّمَا ھِیَ قَتْلَۃٌ وَاحِدٌ۔ ہم کس لیے آپ سے ہاتھ کھینچ لیں کس طرح جدائی اختیار کریں جب کہ ہمارا یقین ہے کہ ایک دفعہ قتل ہوں گے اور دائمی سعادت حاصل کریں گے اس کے بعد زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور کہا کہ اگر دنیا ہمارے لیے ہمیشہ باقی رہے تو بھی ہم شہادت حاصل کریں گے۔ زندگی چند روزہ ہے ہم دائمی حیات کے طالب ہیں۔

واللہ یا بن رسول اللہ انی لوردتُ اَنِّی قُتِلْتُ ثم نُشِرتُ الف مَرَّۃٍ وَاَنَّ اللہ یَدِ یُعْرِبذلکَ القتلَ عَنْکَ وَعَنْ ھٰؤُلَاءِ الفِیْتَۃِ مِنْ اِخْوٰنِکَ وَاھل بیتک۔

خدا کی قسم میں اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ قتل ہو جاؤں۔ اور پھر زندہ ہوں اور ہزار بار قتل ہوں اور زندہ ہوں تب بھی جان نثار کروں گا۔ آپ کے دشمنوں سے جہاد کریں تا کہ آپ کے جد نامدار بروز قیامت ہماری شفاعت فرمائیں۔ چنانچہ جس قدر اصحاب تھے سب ہی نے امام حسین علیہ السلام کو اپنی اپنی جان نثاری کا یقین دلایا۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ محمد بن بشیر حضرمی کو اطلاع ملی کہ ان کے فرزند کو روم میں ملکی سرحد پر قید کر لیا گیا ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا میں نہیں چاہتا کہ وہ قید ہو۔ امام حسینؑ نے جب ان کی بات سنی تو فرمایا کہ میں نے تم سے اپنی بیعت اٹھائی ہے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے تم اپنے فرزند کو رہائی دلانے کا انتظام کرو۔

پس یہ سن کر وہ کہنے لگے مولا مجھے جنگل کے درندہ پھاڑ کھائیں اور مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں کہ اگر میں آپ کے قدموں سے جدا ہوں۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام نے تقریباً کپڑوں کے پچاس قیمتی جوڑے جو ہزار دینار کے برابر تھے انہیں عطا فرمائے۔ اور فرمایا کہ انہیں بھیجو اور تا کہ تمہارا دوسرا بیٹا اپنے بھائی کی رہائی کا انتظام کر سکے۔

بروایت شیخ مفیدؒ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ شب عاشورا محرم حضرت امام حسین علیہ السلام نے اصحاب کو حکم دیا کہ اہل حرم کے خیام ایک دوسرے سے ملا کر نصب کئے جائیں۔ اور ایک خیمہ کی طناب دوسرے خیمہ کی طناب سے ملا دی گئی تا کہ راہ مسدود ہو جائے۔ پھر اپنے تمام خیموں کے گرد خندق تیار کرائی اور اس میں صحرا کے خشک خس و خاشاک اور لکڑیوں سے

پر کرادیا تھا تاکہ اگر دشمن بیک وقت حملہ کرے تو وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ اور اپنے فرزند علی اکبرؑ سے فرمایا کہ کچھ ساتھیوں کو لے جاؤ اور نہر فرات سے پانی لاؤ تاکہ اسے ہم پئیں اور غسل کریں۔ اور لباس تبدیل کریں کہ یہ ہمارے کفن کی بجائے ہے۔ افسوس کہ وہ لباس جو بجائے کفن پہنا تھا روز عاشورا تیروں تلواروں سے چھلنی ہوگیا۔ خاک وخون میں بھر گیا۔ اور شہیدان کربلا کے لاشے عریاں پڑے ہوئے تھے۔

بِاَبِی الْجُسُوْمِ العاریاتِ علی الثّریٰ مَاسِتْرُھا اِلَّا مُثَارَ غُبَارٍ۔

میرے پدر و مادر ان جسد ہائے پاکیزہ ومجروح پر فدا ہوں کہ جن پر کفن نہیں پڑا تھا بلکہ کفن کی جگہ گرد وغبار پڑا تھا

بِاَبِی الجُسُوْمِ الضّائعات وحیدۃً مَا اُنسُھَا اِلَّا وحوش قفارٍ

میرے پدر و مادر فدا ہو جائیں ان بدنہائے پاکیزہ پر جانوران وحشی ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ اور امام عالیمقام اور اصحاب واعزاء نے نماز وتلاوت تسبیح وتقدس وتہلیل میں رات بھر بسر کی۔ اور امام حسینؑ کے خیموں سے تسبیح کی یوں آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی گونج ہوتی ہے ابن طاؤس کی روایت کے بموجب اس رات کے اندھیرے میں بتیس ۳۲ افراد لشکر عمر ابن سعد سے نکل کر امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور ان سب نے اپنی فداکاری اور نصرت کا یقین دلایا۔ امام حسین علیہ السلام گاہے عبادت کرتے کبھی عورتوں اور بچوں کو تسلی دیتے اور کبھی آلات حرب درست کرتے۔ اور کبھی نہ فکر لاحق ہوئی تھی کہ اہلحرم اسیر ہو جائیں گے۔ اہلحرم پر یہ رات ایسی گزری کہ کسی پر اس طرح نہ گزری ہوگی۔

لَیۡلَةٌ صَارَتۡ صبیحتھا بَدُوۡدُ آل رَسُوۡل فی خسف

خدا رات کو نورانی نہ کرے کیونکہ اس شب میں عترت رسولؐ خدا کے ماہ تاب جلالت منخسف ہو گئے۔

لَا اَشۡرَقَتۡ شَمۡسٌ یَوۡمَ مَا بَیۡ عَدَہٖ شموش آلِ رسول اللّٰہ فی کسف

خدا آفتاب کو روز عاشور ا کو روشنی نہ دے کہ اس کی صبح نمودار ہوتے ہی عترتِ رسولؐ خدا کے آفتاب رفعت و جلالت گہن میں آ گئے۔ اور تیروں تلواروں اور نیزوں کے زخم کھا کر زمین پر گر پڑے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عاشور کی شب مجھ پر مرض کا سخت حملہ تھا۔ میری پھوپی حضرت زینب علیہا میری تیمارداری کر رہی تھیں۔ بابا جان برابر کے خیمہ میں مصروف تیاری جہاد تھے اور زیر لب کچھ اشعار پڑھ رہے تھے جو کہ یہ ہیں ؎

یَا دَھۡرُ اُفٍّ لَکَ مِنۡ خَلِیۡلٍ کَمۡ لَکَ بِالۡاِشۡرَاقِ وَالۡاَصِیۡلِ
مِنۡ صَاحِبٍ وَطَالِبٍ قَتِیۡلٍ وَالدَّھۡرُ لَا یَقۡنَعُ بِالۡبَدِیۡلِ
وَاِنَّمَا الۡاَمۡرُ اِلَی الۡجَلِیۡلِ وَکُلُّ حَیٍّ سَالِکٌ سَبِیۡلٍ

یعنی کہ اے زمانہ تو کیسا دوست ہے کہ ہر صبح و شام کس نہ کسی کو موت کی نیند سلا دیتا ہے۔ مگر زمانہ کا بھی کیا قصور کہ سب ہی کی بازگشت اللہ کی طرف ہے۔ اور ہر زندہ کے لیے ذائقہ موت، چکھنا لازمی امر ہے ہر زندہ یہ راستہ اختیار کرے گا اور میں بھی اسی راستہ پر گامزن ہوں۔ جب میں نے یہ اشعار اپنے پدر بزرگوار سے سنے تو مجھے یقین ہو گیا کہ بابا شہید ہو جائیں گے اس خیال سے مجھ پر گریہ طاری ہو گیا مگر میں نے ضبط سے کام لیا کہ میری پھوپی اماں

پریشان نہ ہوں لیکن اس اثنا ہو میں پھوپی اماں کی توجہ جب ادھر ہوئی تو فوراً برہنہ پا اس خیمہ میں گئیں کہ جہاں امام حسینؑ رونق افروز تھے۔ اور ان پر گریہ طاری ہو گیا۔ اور کہنے لگیں۔

وَاثُکلاہ لَیتَ الموتُ اَعدمِنیَ الحیات مَاتَتْ اُمِّی فاطمۃَ وَاَبِی علیّ واخی الحسنُ یَاخلیفۃ الماضی وَشِمال الباقی۔

اے برادر حسینؑ کاش میں اس وقت ہی مر گئی ہوتی کہ جب میرے پدر و مادر اور بھائی حسنؑ دنیا سے رخصت ہوئے اور اب تم پشت و پناہ تھے۔ سو ہماری آس اب ٹوٹ گئی۔ تم بھی مرنے پر کمربستہ ہو۔ امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا۔ یا اُختَا لاَ یُذْھِبَنَّ حِلمُکِ الشّیطان اے خواہر زنیقدر حلم و بردباری کو برقرار رکھو۔ اے خواہر اَمْ تترکِ القطا لَنَا مَ۔

یعنی اے بہن اگر تم مجھے چھوڑ سکتی ہو تو کم از کم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ اے بھیا اب کوئی چارہ کار نہیں ہے بسوائے اس کے کہ میں گریہ وازاری کروں۔

پس آپ نے اپنے منہ پر طمانچہ مارے مقنعہ سر سے پھینک دیا۔ اور بیہوش ہو گئیں۔ امام حسینؑ سرہانے موجود تھے آپ کی آنکھوں سے جب حضرت زینبؑ کے چہرہ پر آنسو گرے تو جناب زینبؑ نے آنکھیں کھولیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے بہن تم صابرہ کی بیٹی ہو صبر کرو صبر کرو۔

یا اختاہ اِتّقی اللہ وتعزّی بعزاءِ اللہ واعلمی اَنَّ اھل الارض یَمُوتُونَ واھل السماء لایبقون۔

کہ اے بہن اللہ پر نگاہ رکھو۔ راضی برضائے خدا رہو اور اے بہن تمام اہل

زمین و آسمان کے لیے فنا ہے۔ بجز ذات خدا کے سب ہی فانی ہیں۔ اور اے بہن جب میں شہید ہو جاؤں تو چہرہ پر خراشیں نہ ڈالنا۔ صبر سے کام لینا۔ بابا جان نے پھوپھی اماں کو سمجھا کر میرے پاس بٹھا دیا۔

بعض روایات و احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ شب عاشورا حرم امام حسین علیہ السلام آپ کے الحرم، آپ کی اولاد اور اعزا و اصحاب میں سے کوئی محو استراحت نہیں ہوا۔ سب ہی رات بھر عبادت خدا کرتے رہے۔ کبھی امام حسینؑ کی غریبی کا تصور اصحاب کے پیش نظر تھا اور کبھی اپنی جان قربان کرنے کا تصور ہوتا تھا۔ سحر کے قریب حضرت امام حسینؑ پر غنودگی طاری ہو گئی۔ پھر جب بیدار ہوئے تو اپنی بہن زینبؑ خاتون سے فرمایا کہ اے بہن میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ رایتُ کانَ کِلاباً قد شَدَّت عَلَیَّ عَلی التَمفشینی یعنی کہ خواب میں دیکھا کہ بہت سے کتوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے اور وہ مجھے نوچ رہے ہیں۔ ان میں سے ایک چت کبرا کتا ہے کہ وہ مجھ پر سخت حملہ کر رہا ہے پھر میں نے جد امجد حضرت رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ یا بُنَیَّ اَنتَ شَہیدُ آلِ مُحَمَّدٍ وَقَدِ استَبشَرَ بِکَ اَہلُ السَّمٰوٰتِ وَاَہلُ الصَّفیحِ الاَعلیٰ فَلیَکُن اِفطارُکَ عِندی اللَّیلَۃَ عَجِّل وَلَا تُؤَخِّر۔

یعنی کہ اے فرزند مظلوم حسینؑ تم شہید آل محمدؐ ہو۔ تمام اہل آسمان اور ساکنان عالم بالا تمہاری روح مقدس کے آنے پر فخر کریں گے۔ اور سب تمہارے انتظار میں ہیں کہ تو ہمارے ساتھ فاقہ شکنی کرے۔ اور آب کوثر نوش کرے اور فرشتے تیرا خون آسمان پر لے جائیں گے۔ اے بہن یہ میرا خواب ہے اور قد اَنِفَ الاَمرُ واقتَرَبَ الرَّحیلُ مِن ہٰذَا الدُّنیا لَاشَکَّ فی ذٰلِکَ۔

اے بہن میرا جام زندگی لبریز ہو چکا ہے۔ اب چھلکنے کی دیر ہے۔اس سرائے فانی سے میرے کوچ کا وقت قریب آگیا ہے۔ یہ ہی خواب جب آپ کے اصحاب باوفا نے سُنا معلوم کس قدر اندوہ وغم نے گھیرا ہو گا کیونکہ وہ تو حضرت امام حسینؑ کی زندگی پر اپنی زندگیاں قربان کرنے والے تھے۔

اَللَّیْلَۃُ الْحَشْرِ لَا بَلْ لَیْلُ عَاشُوْرٍ　　اَنفخۃُ الصُّوْرِ لَا بَلْ نَفثُ مَصْدُوْرٍ

آیا شب عاشوراء شب قیامت ہے کہ پریشانی اور گریہ وزاری برپا ہے۔ یہ شب قیامت نہیں ہے بلکہ شب عاشوراء محرم جس کی صبح حسینؑ اور رفقاء حسینؑ کے لیے پیغام قتال ہے۔

لَیْلٌ بِہٖ خَسَفَتْ بَدْرُ الْھُدٰی اَسَفًا　　وَاَصْبَحَ الدِّیْنُ فِیْہِ کَاسِفَ النُّوْرِ

شب عاشوراء ہدایت کا چاند منخسف ہو گیا یعنی گہن لگ گیا۔ اور دین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے نور ہو گیا۔ شریعت رسولؐ پژمردہ ہو گئی جسد اسلام بے جان ہو گیا۔

یَوْمٌ بِہٖ ذَھَبَتْ اَبْنَآءُ فَاطِمَۃَ لِلْبَیْنِ مَا بَیْنَ مَقْتُوْلٍ وَمَاثُوْرٍ۔

آج کی رات ہے کہ جس کے دن میں اولاد فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نیزہ و شمشیر و تیر کا نشانہ بنے گی۔

فَاَیُّ دَمْعٍ عَلَیْھِمْ غَیْرُ مُنْھَمِلٍ　　وَاَیُّ قَلْبٍ عَلَیْھِمْ غَیْرُ مَفْطُوْرٍ

میں نہیں جانتا کہ کون سی آنکھ پُرنم نہیں ہے یعنی کہ ہر ایک آنکھ میں آنسو امنڈ آئے ہیں۔ اور کون سا دل ہے کہ جو اس غم میں فگار نہیں ہے۔

یَا وَقْعَۃَ الطَّفِّ خَلَّدْتِ الْقُلُوْبَ اَسًی　　کَاَنَّمَا کُلُّ یَوْمٍ یَوْمُ عَاشُوْرَا

یعنی کہ اے واقعہ کربلا تو نے مومنین کے دلوں کو شگافتہ کر دیا ہے اور تمام دنوں

کو روزِ مصیبت وحزن وملال بنا دیا ہے۔

یَا وَقْعَةَ الطَّفِّ هَلْ تَدرِينَ اَیَّ فَتیً اَوْ قَعْتِهِ وَهُنَّ تُعقِيرٍ وَتَعْفِيرِ

اے واقعہ کربلا کیا تجھے خبر ہے کہ کیسے کیسے عالیمقام امام زادے اور پارۂ جگر تجھ پر پارہ پارہ پڑے ہیں خاک وخون میں غلطاں ہیں۔

یہ حسین جگر گوشہ بتولؑ اور نواسہ رسولؐ ہیں کہ جو تیری زمین پر قتل ہوئے اور ان کی لاش بے گور وکفن پڑی ہے۔ اور کائنات ان کے غم میں رو رہی ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔

پانچویں مجلس

واقعاتِ صبح عاشورا محرّم قبل از ظہر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اٰتَانَا مِنْ رَحْمَتِہٖ کِفْلَیْنِ وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا مِنْ نِعْمَتِہٖ قِسْمَیْنِ عَظِیْمَیْنِ والصّلوٰۃ والسّلام علی کاشفِ الاسرار العالمین المقصود بایجاد النشاتین المخصوص بمقام قابَ توسین محمّد سیّد الکونین و شفیع المطاع فی الدّارین وعلیٰ اَھلِ بیتہ المصطفین واوصیائہ المجبّین وَلَا سِیّمَا علیٰ قُرّۃ عینیہ ونور بصریہ الشّہید المقتول المقطوعۃ الورجین المجزوز الوریدین المعفر الخدَیْنَ المخضب الجبین المقروع بالشفتین مقطوع الکفَیْنِ اسیر الفرقین غریب العراقین المبعد عن الحرمین الظّمانِ لَدَی النّھرین ابن الاذن وَ الْعَیْن والفِضّۃ ابن الذّھبین والکوکب ابن القمرین والمرجان الخارج من البحرین مولینا ابی عبد اللہ الحسینؑ ولعنۃ اللہ علی

قاتلیہ وظالمیہ لعنۃ مستمرۃ ما استفیدت النور من الکوکبین وما استقام نظام العالمین وبعد فقد قال سبحنہٗ فی کتابہ العزیز۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۚۙ

(آیت ۲۸ سورۃ الحدید)

یعنی کہ اے ایمان دارو خدا سے ڈرو۔ اور اس کے رسولؐ (محمدؐ) پر ایمان لاؤ تو خدا تم کو اپنی رحمت کے دو ٹکڑے اجر عطا فرمائے گا۔ اور تم کو ایسا نور عنایت فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے۔ اور تم کو بخشش بھی دے گا اور خدا تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اس آیۂ مجیدہ میں خداوند عالم نے اہل ایمان سے خطاب فرماتے ہوئے۔ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ خدا سے ڈرو رسول خدا محمدؐ بن عبداللہ پر ایمان لاؤ۔ اس کا صلہ یہ ہوگا کہ خدا اپنی رحمت کے دو ٹکڑے تم کو عطا کرے گا اور اس کی روشنی میں تم چلو گے۔ یعنی کہ رحمت کے دو ٹکڑے دو نور کے ٹکڑے ہیں جن کی ضیا باری میں روشنی پھیلے گی اور تاریکی دور ہوگی۔ یعنی بے دینی پاس نہ آئے گی۔ چنانچہ علی بن ابراہیم اور کلینیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ کفلین (دو ٹکڑے) سے حضرت امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام مراد ہیں۔ خدا نے ان دونوں کو رحمت کے دو ٹکڑے دو حصہ قرار دیا ہے۔ اور ان دونوں کے ذریعہ بنی نوع انسان کو ہدایت ملے گی۔ اور اسی کی روشنی میں تم چلو گے یعنی کہ

دین ان ہی کے نقش قدم کا نام ہے۔ اگر ان سے دوری ہے تو دین نبویؐ سے دوری ہے۔ ایک روایات میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ نور سے حضرت علی مرتضیٰ اور آپ کی اولاد طاہرہ میں سے آئمہ ہدیٰ مراد ہیں۔ اور ان ہی کی معرفت دین ہے اس پر نجات منحصر ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔ نَحْنُ نُوْرٌ لِمَن تبِعُنَا وَهُدىً لِمَنْ اِهْتَدٰی بنا وَلَمْ یکن مِنَّا فَلَیْسَ مِنَ الاسلام فی شیءٍ یعنی کہ ہم اُس کے لیے نور ہیں سراجاً منیراً ہیں جو ہماری اتباع کرے۔ اور ہم اس کے لیے راہ ہدایت یعنی صراط مستقیم ہیں جو ہم سے طالب ہدایت ہو۔ اور جو ہمارا مطیع و منقاد نہ ہو۔ فرمانبردار نہ ہوا سے اسلام سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

بِنَا فتحَ اللّٰه وبنا ختَم و بِنَا اطعمکم عشب الارض وبنا یُمسِكُ السّمٰوٰتِ والارض ان تزولا وبنا ینزلُ الغیثَ مِنَ السماء یعنی کہ خداوند تعالےٰ نے ہم (آلِ محمدؐ) میں سے افتتاح کیا ہے اور ہم پر ختم کرے گا۔ ہمارے ہی سبب سے تمہیں زمین سے رزق ملتا ہے ہمارے ہی سبب سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اور ہمارے ہی سبب سے بارش ہوتی ہے۔ ابر رحمت برستا ہے تو ہمارے سبب سے۔ ہم تمہیں دریا میں غرق ہونے سے بچاتے ہیں ہم ہی قبر میں بھی مدد کو آتے ہیں۔

مَثَلُنَا فی کتاب اللّٰهِ مثل المشکوٰةَ والمشکوٰة فی القندیل نورٌ علی نورٍ۔ یعنی کہ ہم وہ ہیں کہ خدائے تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ہماری مثال مشکوٰۃ سے دی ہے جو قندیل میں ہے اور نورٌ پر نور ہے۔

والمصباح محمدٌ ونورٌ علی نورِ علیٌ وفاطمۃ یھدی اللہ من یشآء یھدی اللہ بولایتنا من یشآء۔

رسول اللہ ہیں اور نور علی نور سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام مراد ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے۔ ہماری ولایت کی طرف ہدایت فرماتا ہے خدا نے ہمیں نور بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

فنحن النجباء ونحن نقبآء ونحن النور والضیاء۔

یہ تمام چیزیں کہ ہم ہی شرفا و نقباء و نور ہیں تفسیر ہیں اس آیۂ مبارکہ کی۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـٴُـهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ۔ (سورۃ البقرآیت ۲۵۷)

ترجمہ:

خدا ان لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لا چکے ہیں۔ انہیں گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشن میں لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے۔ ان کے سرپرست شیطان ہیں کہ ان کو ایمان کی روشنی سے نکال کر کفر کی تاریکیوں میں ڈال دیتے ہیں۔

اس آیت میں ولایت سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں ائمہ ہدیٰ نے فرمایا کہ ظلمات سے مراد ائمہ جور کی ولایت ہے جنہیں خدائے تعالیٰ نے طاغوت فرمایا ہے اور نور سے مراد ہماری ولایت حقہ ہے۔ کلینیؒ نے ابی خالد کابلی سے روایت کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے آیہ مجیدہ:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ط (سورۃ تغابن ایت)

(تم خدا اور اس کے رسولؐ پر اور اس نور پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا ہے)

نے فرمایا کہ اے خالد خدا کی قسم اللہ نے جس نور پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ وہ ہم ہی ہیں۔ یعنی کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی ذریت طیبہ میں ائمہ معصومین مراد ہیں۔ نُوْرُ اللّٰهِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهِ یا اباخالدٍ لَنُوْرُ الامامِ فی قلوبِ المؤمنین اَنْوَرُهٗ مِنَ الشَّمْسِ المضیئةِ بالنّهار۔

یعنی کہ اے ابو خالد نور امام مومنین و عارفین کے دلوں میں آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہے۔ بخدا ہمارا نور مومنین کے دلوں کو روشن کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ ائمہ معصومینؑ انوار الہیہ ہیں (از مترجم۔ پھر بھی مقصرین کہتے ہیں کہ ائمہ من باب المجاز نور ہیں۔ حالانکہ ان ذوات مقدسہ پر نور کا اطلاق من باب الحقیقت ہے)

چنانچہ اور بھی احادیث نور ہونے کے بارے میں وارد ہوتی ہیں جو آئمہؑ معصومینؑ کے نور ہونے پر مشاہد ہیں۔ اور ملائکہ بھی ان کے نور ہونے پر حیرت میں ہیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب اکمال الدین، علل الشرائع و عیون اخبار الرضاؑ میں اپنی سند متصل کے ساتھ یہ نقل فرمایا ہے۔ کہ امام رضا علیہ السلام اپنے آباء طاہرین کے سلسلۂ سند سے حضرت امیر المومنینؑ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ افضل ہیں یا جبرئیل امین ارشاد فرمایا اے علیؑ پیغمبروں کو خدائے تعالٰی نے ملائکہ پر فضیلت دی ہے اور مجھے تمام انبیاء و مرسلینؑ پر فضیلت عطا کی ہے

اور اے علیؑ میرے بعد فضیلت و کرامت و بزرگی تمہارے لئے ہے اور یہ درجہ تمہارے بعد تمہاری اولاد طاہو کے ائمہ ہدیٰ کے لیے ہے۔

وَاِنَّ الملائکۃُ لَخُدَّ امنَا وَخُدَّ امُ مُحِبِّینَا۔

اے علیؑ ملائکہ ہمارے خدّام ہیں اور ہمارے محبوں کے بھی خدام ہیں اور اے علیؑ حاملان عرش اور وہ فرشتے جو اطراف میں ہیں وہ سب کے سب ان لوگوں کے لیے دعاء مغفرت کرتے ہیں جو ہماری روایت کو قبول کرتے ہیں اے علی اگر ہم نہ ہوتے تو آدمؑ و حوا پیدا نہ ہوتیں۔نہ زمین و آسمان ہوتا۔ پس ہم ملائکہ سے کیسے افضل نہ ہوں جب کہ ملائکہ نے تسبیح و تہلیل و تقدیس الہٰی ہم سے سیکھی ہے اسی لیے خدائے تعالےٰ نے سب سے پہلے ہماری ارواح کو خلق فرمایا۔ پس ہم نے توحید و حمد الہٰی سے اپنے نطق کا اظہار کیا۔ پھر جب ملائکہ نے ہمیں دیکھا تو خدا کی تسبیح و تہلیل بجالائے جو کہ ان کا وظیفہ ہے۔ ہماری ہی وجہ سے ہے اور خدا کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اے علیؑ جب میں معراج میں گیا اور آسمان چہارم پر پہنچا تو بیت المعمور میں جبرئیل امیں نے اذان و اقامت کہی اور میری اقتداء میں شب فرشتوں نے نماز پڑھی لیکن میں کوئی فخر نہیں کرتا۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر جبرئیل ٹھہر گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو میرے بال و پر جل جائیں۔

پس میں نے عالم انوار میں وہاں تک بلندیاں جہاں تک خدا نے چاہا۔ وہاں آواز آئی۔ "یا محمدؐ" یعنی اے محمدؐ" میں نے آواز پر لبیک کہا یعنی لبیک وسعدیک کہا۔ آواز آئی تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں۔ پس میری یہ عبادت کر اور مجھ ہی میرا بھروسہ رکھ۔ یقیناً تو میرے بندوں میں نور ہے۔ میرا رسول

اور میری حجت ہے میں نے تیرے لیے اور تیری پیروی کرنے والوں کے لیے جنت خلق کی ہے۔ اور تیری نافرمانی کرنے والوں کے لیے دوزخ بنایا ہے "یا محمد" اوصیائک المکتوبون علیٰ ساق العرش یعنی اے محمدؐ میں نے تیرے اوصیاء کے نام ساق عرش پر لکھے ہیں۔ میں نے جب ساق عرش پر نگاہ کی تو وہاں میرے بارہ اوصیاء کے نام حروف نورانی میں لکھے ہوئے دیکھے ان میں سے پہلے علی ابن ابی طالبؑ اور آخری مہدی قائم ہیں۔ میں نے عرض کیا پروردگارا یہ سب کے سب میرے وصی ہیں جواب ملا۔ یہ ہی تمہارے اوصیاء اور میرے اولیاء میں میری حجت ہیں۔ میری مخلوق پر میں ان ہی کے آخری ذریعہ کلمہ حق بلند کروں گا۔

(از مترجم اس حدیث مبارکہ حضرت امام العصر مہدیؑ القائم کی حیات واضح ہے) اس حدیث اور دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ یہ حضرات معصومین نور ہیں پس آیۂ کریمہ مذکورہ کی تفسیر و تاویل یہی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ذریعہ اہل ایمان کی ہدایت کرتا ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے رسالہ توحید میں بسند خود روایت کی ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ نحن العاملون بامرہٖ والداعون الیٰ سبیلہ بنا عُرِفَ اللہ وَبنا عَبَدُ اللہ نحنُ الادلاءِ علی اللہ ولولانا ما عبدا اللہ ۔ یعنی کہ ہم ہی اللہ تعالیٰ کے امر کے مطابق عمل کرنے والے ہیں اور اس کی طرف بلانے والے ہیں۔ ہمارے ہی ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوئی ہے۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کے حوالہ سے رسولؐ اللہ سے روایت کی ہے کہ

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے، علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور ان کی ذریت کے آئمہ کو اپنے نور سے خلق فرمایا ہے اور ہمارے شیعوں کو ہمارے نور سے خلق کیا ہے۔ ہم سے پہلے کوئی موجود نہ تھا۔ ہم ہی اول العابدین ہیں۔ اور ہم ہی سب سے پہلے وسیلۂ نزول رحمت ہیں اور ہم ہی ہیں کفیلین رحمت ہیں۔ یعنی کہ حسنؑ و حسینؑ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بارے میں فرمایا: کہ مَنْ اَحَبَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا کہ جس نے امام حسنؑ و امام حسینؑ سے محبت کی وہ ہمارے ساتھ جنت میں ہوگا۔ اور جس نے ان دونوں سے عداوت کی اس کے لیے جہنم ہے۔

ابوہریرہ سے بطریق عامہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باہر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کے داہنے کاندھے پر حسنؑ تھے اور بائیں کاندھے پر حسینؑ تھے۔ آنحضرتؐ کبھی ان کو پیار بھی کرتے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ان کو دوست رکھتے ہیں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِيْ یعنی کہ جو شخص ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ نیز روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بِي اُنْذِرْتُمْ ثُمَّ بِعَلِيٍّ اِهْتَدَيْتُمْ یعنی کہ تم لوگ میرے ذریعہ عذاب الٰہی سے ڈرائے گئے اور علیؑ کے ذریعہ تم ہدایت پاؤ گے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ○ سورہ الرعد آیت ۷ (یعنی اے رسولؐ تم تو صرف (خوف خدا سے) ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔ (از مترجم: ابن مردویہ، ابن جریر اور ابونعیم نے معرفت

ہیں اور دیلمی، ابن عساکر اور ابن نجار نے روایت کی ہے کہ جب یہ آئمہ مذکورہ نازل ہوئی تو رسول اللہ نے اپنے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھا اور فرمایا یعنی کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

انت الهادی یا علیؑ بك یهتدی المهتدون

اے علیؑ تم ہی ہدایت کرنے والے ہو اور میرے بعد تمہارے ہی ذریعہ سے لوگ ہدایت پائیں گے۔ اور بعض روایات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس آیت کا مصداق دوازدہ آئمہ معصومین ہیں کہ یہ ہی ائمہ ہدیٰ ہیں) پھر فرمایا کہ بالحسنؑ اُعطیتُو الاحسان یعنی کہ حسنؑ کے ذریعہ تم احسان پاؤ گے۔ و بالحسینؑ تَسۡعَدُوۡنَ وَبِہٖ تَشۡقُوۡنَ یعنی کہ حسینؑ کے ذریعہ تم سعادت پاؤ گے یا شقاوت میں مبتلا ہو گے۔

اَلَا وَاِنَّمَا الحسینُ بابٌ من ابواب الجنّۃِ مَنۡ عَاندَہٗ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ رائحۃَ الجنّۃِ۔

بقیناً حسینؑ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں یعنی کہ حسینؑ کی ہمراہی جنت میں لے جائے گی جو شخص ان سے عداوت رکھے گا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ اقامہ عزا اور بکا علی الحسینؑ محبت کی نشانی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو از روئے محبت زیارت امام حسینؑ کے لیے باہر قدم رکھتا ہے تو پہلے ہی قدم پر خدا اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ پھر ہر قدم پر اس کی کرامت و سعادت میں اضافہ ہوتا ہے یہاں تک کہ جب وہ ضریح اقدس تک پہنچتا ہے۔ تو حق تعالے کی جانب سے

غیبی ندا آتی ہے۔ "میرے بندے جو کچھ مانگنا ہے مانگ لے میں تیری دعا کو مستجاب کروں گا۔

کتاب کشف الغمہ میں روایت ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہلبیت، یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور حسنین شریفین کے ساتھ رونق افروز تھے۔ اثنائے گفتگو میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔

یَا اَھْلَ بَیْتِیْ کَیْفَ لِیْ بِکُمْ اِذَا کُنْتُمْ صَرْعٰی وَقُبُوْرُکُمْ شَتّٰی یعنی کہ اے میرے اہلبیت میرا کیا حال ہوگا جب تم سب شہید ہوگے اور قبریں بھی دور دور ہوں گی۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے جو سب سے چھوٹے تھے دریافت کیا۔

یَا جَدُّ نَمُوْتُ مَوْتًا اَوْ نُقْتَلُ قَتْلًا۔ ایا ہمیں قتل کی صورت میں موت آئے گی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ! یَا بُنَیَّ تُقْتَلُ ظُلْمًا وَعُدْوَانًا وَ یُقْتَلُ یَا بُنَیَّ تُقْتَلُ ظُلْمًا وَعُدْوَانًا وَ یُقْتَلُ اَخُوْکَ ظُلْمًا وَعُدْوَانًا وَتُشَرَّدُ ذَرَارِیْکُمْ شَرْقًا وَغَرْبًا۔

آنحضرت نے فرمایا اے فرزند تم تو ظلم و جور سے قتل کیئے جاؤ گے۔ اور تمہارے بھائی کو بھی ظلم و جور سے زہر دیا جائے گا۔ اور تمہاری اولاد متفرق و جدا ہو جائے گی۔ آپ نے پوچھا کہ نانا جان مجھے کون شہید کرے گا تو آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ تمہیں قتل کرے گا۔ پھر سوال کیا آیا آیا ہماری زیارت کے لیے لوگ آئیں گے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک جماعت تمہاری زیارت کو آئے گی۔ اور وہ لوگ تم پر گریہ وزاری بھی کریں گے اور خدائے تعالےٰ ان زائروں اور گریہ کرنے والوں کو بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔

ابن قولویہ نے محمد ابن مسلم کے حوالے سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِیْ زِیَارَةِ الْحُسَیْنِ مِنَ الْفَضْلِ لَمَاتُوْا شَوْقًا وَ تَقَطَّعَتْ اَنْفُسُهُمْ عَلَیْهِمْ حَسَرَاتٍ یعنی کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ زیارت امام حسینؑ میں کتنی فضیلت ہے۔ تو وہ شوق زیارت میں جان دینے لگیں۔ ابن مسلم نے کہا کہ اے مولیٰ زیارت کا ثواب بھی تو بیان فرمائیے۔ امام علیہ السلام نے کہا کہ زیارت کرنے والے کے لیے ہزار حج اور ہزار عمرہ کا ثواب ہے اسے ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔ ہزار روزے ہزار صدقہ مقبول، اور ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا ہوتا ہے۔ اور وہ اس سال ہر آفت اور خصوصاً اغواء شیطانی سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر وہ اس سال مر جائے تو فرشتے اس کے غسل و کفن میں شریک ہوتے ہیں۔ اور اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ وہ فشار قبر سے بھی بچا رہتا ہے۔ اور تا حد نظر اس کی قبر میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

فشار قبر اور منکر و نکیر کے خوف سے محفوظ ہوتا ہے۔ اور اس کی قبر میں ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دیا جاتا ہے اور اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن اس کا چہرہ نورانی ہوگا۔ اور ایک منادی ندا کرے گا۔

هٰذَا مِنْ زُوَّارِ الْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیٍّ شَوْقًا اِلَیْهِ۔

یہ مرد مومن ہے مزار حسینؑ کی زیارت کرنے والا ہے اور بڑے شوق و الا کے ساتھ زیارت کرنے والا ہے۔ اس وقت لوگ کہیں گے کاش ہم بھی زائر ہوتے۔

داؤد ابن فرقد سے بہ سند معتبر روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص ہر جمعہ کو زیارت قبر حسین کرتا ہے وہ دنیا سے اس طرح رخصت ہوگا کہ اس کی ہر تمنا پوری ہوگی اور آخرت میں وہ امام حسینؑ کے جوار میں ہوگا۔

مشہور شاعر دعبل بن علی بن محمدؒ خزاعی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کرکے خراسان سے رے آیا۔ وہاں ایک شب اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا زیر لب اپنا مشہور و معروف قصیدہ پڑھ رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی میں نے پوچھا کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں میں نے یہ سن کر دروازہ کھول دیا تو ایک نہایت ہیبت ناک شخص اندر آیا جس کو دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے۔ وہ ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا گھبراؤ نہیں میں تمہارا بھائی جن ہوں میں بھی اسی رات پیدا ہوا تھا کہ جس رات تم پیدا ہوئے اور میں تمہارے ساتھ میں تمہارے سن کو پہنچا ہوں میں تمہیں ایک حدیث سنانے آیا ہوں یہ حدیث تمہارے لیے باعث اضافہ بصیرت ہوگی۔ پھر اس جن نے کہا کہ مجھے حضرت علیؑ مرتضیٰ سے سخت عداوت تھی۔ ایک شب میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ زیارت قبر امام حسینؑ کو جا رہے ہیں۔ میں ان کو اذیت و نقصان پہنچانے کے لیے ان کے ساتھ ہو گیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ ملائکہ ان کی حفاظت کر رہے تھے یہ دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ میں گویا خواب سے بیدار ہو گیا ہوں۔ اور میں نے محسوس کیا کہ یہ ساری کرامت اس صاحب قبر کی ہے جو قبر میں شہید ہو گیا۔ میں بھی اس قافلہ والوں کے شامل ہو گیا۔ پھر میں حج کے لیے گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ کچھ لوگ ایک بزرگ ہستی کے

چاروں طرف جمع ہیں میں بھی ایک اعرابی کی شکل وہاں پہنچا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آل رسولؐ ہیں۔ چنانچہ میں سلام کر کے ان کے قریب بیٹھ گیا۔ مجھ سے انہوں نے فرمایا کہ مرحبا اے اعرابی۔ تم نے اس رات کو کیا دیکھا جب تم کربلا میں تھے۔

تم نے جو کچھ دیکھا وہ اس کرامت و شرف کی بنا پر ہے جو ہمیں خدائے بزرگ و برتر نے عطا فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ خدا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے آپ کے دشمنوں میں سے نکال لیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے آپ کے طفیل میں میرے دل کو پاکیزہ کر دیا۔ یا بن رسولؐ اللہ کوئی حدیث سنائیے جو میرے اور میری قوم کے لیے تحفۂ معرفت ہو۔ حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار محمدؑ باقر سے۔ اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار زین العابدین سے اور انہوں نے حضرت امام اپنے پدر بزرگوار زین العابدینؑ سے اور انہوں نے حضرت امام اپنے پدر بزرگوار حسینؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر عالیقدر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اور انہوں نے حضرت رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ بہشت اس وقت تک تمام انبیاء و مرسلینؑ پر حرام ہو گی۔ جب تک کہ میں بہشت میں داخل نہ ہو جاؤں اور تم اور تمہاری اولاد طاہرہ میں سے ائمہ معصومین میرے ساتھ داخل ہو گئے۔ اور تمام امتوں پر جنت حرام ہو گی۔ جب تک کہ میری امت داخل جنت نہ ہو جائے۔ اور میری امت میں سے ہر اس شخص پر جنت حرام ہو گی جو تمہاری ولایت کا اقرار نہ کرتا ہو۔ دعبل کہتے ہیں کہ پھر اس شخص نے کہا یا دعبل خذ ھا فلن تسمع مثلھا من مثلی کہ تم اس حدیث

کو یاد کر لو۔ تم ایسی حدیث مجھ جیسے شخص سے پھر کبھی نہ سنو گے۔ میں نے یہ حدیث اس لیے سنائی ہے کہ تم میرے بھائی ہو۔ یہ کہہ کر وہ شخص غائب ہو گیا اور نہ معلوم کہ وہ زمین میں سما گیا یا آسمان میں ابن قولویہؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے قیامت میں کرام الہٰی اور شفاعت پیغمبر خدا نصیب ہو۔ بس اسے چاہیئے کہ وہ قبر حسینؑ کی زیارت کرے تاکہ روز قیامت لے افضال الہٰی سے حصّہ ملے۔ اور دنیا میں بھی اس کے گناہ معاف ہو جائیں خواہ وہ یک بار صحرا کی برابر ہوں۔ کیوں حسین مظلوم اور ان کی اولاد اور اصحاب واقربا بڑے ظلم وستم سے قتل کیے گئے ہیں اور پیاسے ہی شہید ہوئے ہیں۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ اے شیعو۔ ہم نے ثواب زیارت قبر حسینؑ مجملاً درج کتاب کیا ہے حالانکہ اس مضمون پر بہت زیادہ احادیث وارد ہوئی ہیں۔

حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر میں فضائل زیارت امام حسین علیہ السلام بیان کروں تو لوگ حج بیت اللہ کرنا ترک کر دیں اور مکہ کا سفر اختیار نہ کریں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیارت قبر امام حسینؑ کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ احادیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ زیارت قبر امام حسین بروز عرفہ کی جائے تو اس کا ثواب ہزار ہزار حج کی برابر ہے۔ اور حج بھی ایسا کہ جو حضرت امام العصر مہدی آخرالزمان کی معیت میں کیا ہو۔ اور ہزار ہزار عمرہ کا ثواب عطا ہو گا عمرہ وہ کہ جو رسولؐ خدا کی معیت میں کیا ہو۔ ہزار ہزار بندوں کے آزاد کرنے کا ثواب، اور ہزار ہزار گھوڑے جہاد اسلامی میں دینے کا ثواب ملے گا۔ یہ خداوند تعالےٰ کی رحمت ہے کہ اس قدر ثواب عطا کرے گا۔

اور یہ رحمت بہ سبب شہادت امام حسین ہے۔ ابو ہارون مکفوف سے مروی ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا امام علیہ السلام نے فرمایا سنا ہے کہ تم ہمارے جد مظلوم کا مرثیہ کہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ میں مرثیہ کہتا ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمیں بھی مرثیہ سناؤ۔ امام صادق آل محمدؐ نے جب اپنے جد مظلوم کی مصیبت سنی تو فرمایا: لَا کَمَا تَنْشِدُوْنَ وَ کَمَا تَرْثِیْهِ عِنْدَ قَبْرِہٖ یعنی یوں نہیں بلکہ اس طرح جیسے تم لوگ قبر امام حسینؑ کے پاس مجلس کرتے ہوئے مرثیہ پڑھتے ہو چنانچہ میں نے شروع کیا۔

اُمْرُرْ عَلٰی جدث الحسینؑ فقل لِاَعظمہِ الزکیۃِ ۔

میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام پر گریہ طاری ہوا میں خاموش ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ اور پڑھو۔ پس میں نے یہ شعر پڑھی ؎

یَامریمُ قومِی واندبِی مولاکِ وَعلی الحسینؑ فاسعدِی بِبکاکِ

اے مریم اٹھو اور آقا و مولا حسینؑ پر نوحہ وزاری کرو۔ اور ان کی مصیبت پر رو کر ان کی یاوری کرو۔

پس جب کہ یہ شعر پڑھا تو امام علیہ السلام پر شدید گریہ طاری ہوا۔ اور آپ کے الحرم میں صدائے گریہ بکا بلند ہوئی۔ جب گریہ کم ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابی ہارون جو شخص مصائب امام حسینؑ میں ایک شعر کہے اور اس سے دس لوگوں کو رلائے تو اس کے لیے بہشت واجب ہے پھر آپ نے ایک ایک کم کرتے گئے۔ یہاں تک کہ فرمایا کسی ایک شخص کو بھی رلائے تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس کسی کے سامنے ہماری مصیبتوں کا ذکر ہو۔ اور اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی نکل آئے تو اس پر جہنم حرام ہے۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ اے شیعو تم ذرا غور کرو کون سا ظلم تھا۔ جو حضرت امام حسینؑ پر نہیں ہوا۔ حسرتا قلب فاطمہؑ زہرا حسینؑ کی مصیبتوں سے پارہ پارہ ہوگیا۔ ہمارے دل کس طرح خوشی محسوس کر سکتے ہیں جب کہ ہمارے امام پیاسے شہید ہوئے اور کربلا کی زمین پر لاش مبارک پڑی رہی۔ اور باغ رسالت کا گل ریحان پژمردہ ہوگیا۔ خوشبو چمن میں پھیل گئی۔

اَمْ کَیفَ اَفرِشُ فَرشًا وَهُوَ منجدل بجندلٍ قَدْ عَلَا عَلَیَّا آیِهِ عَوْلٌ

آہ کون سا بستر راحت بچھا تھا کون سا فرش زیبا تھا کون سا تکیہ تھا۔ حال یہ ہے۔ کہ سید الشہداء بروئے خاک پڑے ہوئے ہیں۔ اور بڑے بڑے گھوڑے آپ کی لاش مبارک پر دوڑائے گئے۔

شُعثٌ نَزائِمِ بِهِنَّ العُجُفُ الهُزلِ۔

کیونکہ خوشبوئے نفیس میرے کام آئے جب کہ اہل حرم حسینؑ شتران بے کجاوہ پر سوار ہیں بال بکھرے ہوئے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

بلا وِطَاءٍ وَلا سِترٍ یحللها عن اَعیُنِ النَّاس الا الحزن والثکل۔

آہ امام حسین کی بہنوں بیٹیوں کو قید کیا گیا۔ اور تماشائی لوگ ان کو دیکھ رہے تھے۔ پردہ داری کا کوئی انتظام نہ تھا۔ البتہ جامہ ہائے اندوہ وغم پہنے ہوئے تھے جو پردہ پوشی کر رہے تھے۔

مَستَّبیةٌ مِثلَ سَبیِ الرّومِ قَد سُلِبت مِنهَا القَلَائِدُ والاسوار والحجل

یعنی کہ اہلحرم کو مثل کفار اسیر کیا تھا۔ اور اہلحرم کے زیورات لوٹ لیئے۔
سَواجِعا کحَمام الایٰكِ نادبةٌ ینهدّ من شجوهنّ الصخرُ والجبل.
اہلحرم حسینؑ نے بے کسی و مصیبت میں ایسے جگرسوز نالے کئے اور روئے کہ پتھر کے دل بھی ہوں تو وہ بھی شگافتہ ہو جائے۔ نہ معلوم ملک نیلگوں کیوں گر پڑا نہ معلوم نظام عالم کیوں نہ درہم و برہم ہو گیا۔ آسمان سے آگ کیوں نہ برسی۔ پتھروں کی بارش کیوں نہ ہوئی۔ ابن قولویہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب جبرئیل امین نے خدا کی طرف سے خبر شہادت امام حسینؑ آنحضرت کو پہنچائی۔ تو از جانب خدا حضرت رسول خدا نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور گوشہ تنہائی میں تشریف لے گئے۔ اور اس راز شہادت حضرت علیؑ پر ظاہر کیا اس وقت دونوں پر گریہ و بکا طاری ہوا۔ جبرئیل امین نازل ہوئے۔ اور کہا کہ خداوند جلیل تم دونوں کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے۔ کہ عَلَیْکُمَا لَمَّا صَبَرْتُمَا۔ یعنی کہ خدا قسم دیتا ہے۔ کہ تم دونوں اس مصیبت میں صبر کرو۔ پس نبیؐ و علیؑ نے صبر کیا۔ ہاں صبر کیا اور اسی صبر کی وجہ سے ان کی رفعت شان میں چار چاند لگ گئے۔
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں صفینؑ کی جانب سفر میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ جب آپ زمین کربلا پر وارد ہوئے تو آپ کے چہرہ مبارکہ کا رنگ فق ہو گیا اور آثار غم و رنج ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ یہی وہ زمین ہے کہ جہاں ہمارا خون بہے گا۔ پھر آپ نے مقتل کی نشاندہی فرمائی اور رونے روتے بے ہوش ہو گئے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ سے عرض کروں۔ مولائے کائنات آپ زمین کربلا پہ روتے

روتے غش کر گئے۔ کیا حال ہوتا ہے آپ اگر حسینؑ اور اپنے تمام نور نظر کو قتل ہوتے دیکھتے۔ آپ کیا کرتے۔

فَاَیْنَ لَیْثُ بنی عدنان والدٗ اَبْنَ الْعَشَائِرُ ابن السَّادۃِ الاوّل

اَمَا دَرَوْا اَنَّ نَحْرًا کان یلثمه فمُ الرّسُولِ بِسَیْفِ الشمر متبذل

کہاں تھے حیدر کرار اسد کردگار، غالب کل غالب شجاعان قریش کہاں تھے۔ سادات بنی ہاشم کہاں تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ گلوئے مبارک کہ جس کے بوسے رسول خدا لیتے تھے شمر ملعون کی تلوار سے کٹ گیا۔

اَمَا دَرَوْا اِنَّ جسمًا کَانَ بجمدُهٗ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ فوق الترب منجدلٗ

آیا نہیں جانتے کہ امام حسینؑ کہ جو بہترین خلق اور برگزیدۂ خلق کے دوش پر سوار ہوا کرتے تھے آج حسینؑ کی لاش خاک و خون میں غلطاں زمین کربلا پر پڑی ہے۔

وَهَلْ دَرَوْا اَنَّ رَاسًا قَدْ عَلَا شَرَفًا علی سِنَانِ اَحتم الکعبِ قد حقلوا

آیا جانتے ہو کہ یہ سر مبارک از روئے شرف و بزرگی اعلیٰ مراتب رکھتا ہے۔ واحسرتا اب وہ نیزہ پر ہے۔

وَاَنَّ نِسْوَتَهٗ اَسْرٰی بلاوطا وَلَا قتاعٍ علی الاقتاب قد حملوا

یعنی کہ مخدرات شتران بے کجاوہ پر سوار ہیں۔

وَاوَیْلَا لِلّٰهِ کَمْ بدوٗ وَسَعدٍ فی التراب دی
وَانجم فِی عُراص الطف قد افلوا

خدارا غور کرو۔ اہلبیت رسولؐ خدا کے اکثر ماہ صفت جوان گلے کٹائے ہوئے زمین کربلا پر ٹھہرے ہیں اور علی عمران کے بہت سے ستارے میدان کربلا میں۔

پڑے ہوتے ہیں اور وہ ظلم و ستم کی گھٹاؤں میں چھپ گئے ہیں۔

وَکَمْ وَجوہٌ لَقَدْ ابلی محاسنہا حرّ الظماءِ وحرّ الشمس وَ الْذُبلِ

ان کے چہرے بہ سبب تشنگی اور بہ سبب تپش آفتاب مرجھا گئے تھے۔

وَکَمْ رُؤُسٌ علی الارماح قد رفعت ومن نجیعِ دماھا شیبہا عطلٌ

ان کے سروں پر کس قدر خشکی پائی جاتی تھی کہ نیزوں پر بلند تھے۔ اور ان کی ریش ہاء مبارک ان کے خون سے رنگین تھیں۔ شیخ مفید اور سید ابن طاؤس اور محمد ابن ابی طالب موسوی رحمہ اللہ نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ جب صبح عاشوراء محرم نمودار ہوئی تو اس وقت آسمان سے کہا اے لشکر خدا اُرکبوا یعنی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ وقت جہاد آگیا۔ اور ادھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اصحاب سے فرمایا کہ فریضہ سحر ادا کرنے کے لیے جمع ہو جائیں اور بجائے وضو تیمم کر لو۔ سب نے خاک کربلا پر تیمم کیا۔ کچھ اس طرح غازیوں نے خاک کربلا پر اپنے ہاتھ مس کئے کہ زمین کربلا کی خاک، خاک پاک ہو گئی حضرت علی اکبرؑ نے بہ لحن داودی اذان دی اور امام عالیمقام کی اقتداء میں اصحاب نے نے نماز صبح ادا کی۔ جب نماز تمام ہوگئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ آج کے ان میرے فرزند علی زین العابدین کے علاوہ ہم سب قتل ہو جائیں گے اور اس دار دنیا سے بطرف عالم بقا چلے جائیں گے۔ پس آپ نے حکم دیا کہ سب کے سب اسلحہ جنگ سے آراستہ ہو جائیں تمام اصحاب وپیادہ و انصار نے اسلحہ جنگ لگائے اور آمادہ جہاد ہوئے

شیخ مفیدؒ کی روایت کے مطابق امام حسینؑ کے ساتھ تبیس ۳۲ سوار اور چالیس پیادہ، اصحاب و انصار تھے۔ ان میں آپ کے اعزاء بھی شامل ہیں۔ مگر

ابن طاوس کی روایت کے مطابق جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ پنتالیس[۴۵] سوار اور ایک سو پیادہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ تھے اور صاحب مناقب کی روایت کے مطابق لشکر امام حسینؑ میں کل بیاسی افراد تھے۔ آنجنابؑ نے زہیر بن قین کو میمنہ اور حبیب ابن مظاہر کو میسرہ کا سردار بنایا۔ اور علم لشکر حق حضرت عباس ابن علیؑ کو دیا کچھ اس شان سے علمدار لشکر بنایا کہ صبح قیامت تک علمداری لشکر کے لیے عباس علمدار کا نام لیا جائے گا۔ امام حسینؑ نے شب عاشوراء کو اپنے خیام کے اردگرد خندق کھدوائی تھی اور اسے صحرا کے خس و خاشاک سے پُر کر دیا تھا۔ صبح کو اس میں آگ دے دی گئی تاکہ دشمن کا لشکر خندق پار کر کے خیام تاراج نہ کر سکے۔ اور دشمن کو حملہ کرنے کا ایک ہی طرف سے موقعہ ملے اور اس کا دفاع عمل میں آسکے۔

ادھر عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر باطل کو ترتیب دیا۔ شمر بن ذی الجوشن کو میسرہ کا سردار اور عمرو بن حجاج میمنہ کا سردار بنایا۔ اور اس بدنہاد نے اپنے لشکر کا علم اپنے غلام دُرید کو دیا گویا اسے لشکر زبون شعار کا سردار بنایا شیث ابن ربعی کو پیادہ لشکر کا سردار مقرر کیا اور ابوایوب غنوی کو سواروں کا سالار بنایا۔ محمد بن اشعث کو تیر اندازوں کا اور عمر ابن صبیح کو سنگ باری کرنے والوں کا امیر مقرر کیا۔ اور روز عاشوراء بوقت چاشت سب سے پہلا تیر عمر ابن سعد ملعون نے امام حسینؑ کی طرف رہا کیا۔ لشکر عمر ابن سعد نے خیام امام حسینؑ پر حملہ کرنے کے لیے سبقت کی اور اس طرف بڑھے دیکھا کہ خیام کے اردگرد خندق ہے اور اس میں آگ روشن کی گئی ہے۔

ابن نما روایت کرتے ہیں کہ یزیدی لشکر سے ایک شخص صفوں سے باہر

نکلا اور اس نے پکار کے کہا حسینؑ کہاں ہیں امام عالیمقام نے فرمایا کہ تو کون ہے اس نے اپنا نام محمد بن اشعث بتایا۔ آپ نے فرمایا تو تمہیں آتش جہنم کی بشارت ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بل اُبشّرُ بربٍّ رحیمٍ وشفیعٍ مُطاعٍ۔ یعنی میں تو خدائے رحمٰن ورحیم وکریم کی طرف جاؤں گا۔ جہنم تیرے لیے ہے۔ اَبشِر بالنّار تَرِدُھا السّاعۃ - یعنی کہ تجھے جہنم کی اس دم بشارت ہو۔ یہ کہہ کر امام حسین علیہ السلام نے اس ملعون کے لیے بارگاہ خدا میں عرض کیا کہ پروردگار اس ملعون کو آتش جہنم کا مزہ چکھا۔ اور دنیا میں بھی آگ میں جلا۔ ناگاہ اس ملعون کا گھوڑا بھڑکا اور وہ گھوڑے سے گرا مگر اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا رہا کچھ دور تک گھوڑا اسے زمین پر گھسیٹا رہا یہاں تک کہ خندق کی آگ میں وہ گرا اور جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔ اس وقت شمر ملعون نے کہا کہ اے حسین تم نے آخرت کی آگ سے پہلے ہی دنیاوی آگ اختیار کرلی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ذلیل عورت کے پسر جہنم کی آگ تیرے لیے ہے نہ کہ ہمارے لیے حضرت مسلم ابن عوسجہ جو ایک کہنہ مشق تیر انداز تھے۔ امام حسینؑ سے عرض کیا مولیٰ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ایک ہی تیر میں اس ملعون کا خاتمہ کردوں لیکن آپ نے فرمایا اے مسلم ابن عوسجہ میں اپنی طرف سے جنگ میں ابتداء کرنا نہیں چاہتا۔ شمر ملعون وہاں سے پیچھے کی طرف ہٹ گیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

رَایتَ کلبًا ابقع یلغ فی دماء اھل بیتی۔

یعنی کہ میں نے دیکھا کہ ایک ابلق یعنی چت کبرا کتا ہے۔ جو میرے اہلبیتؑ کا خون پی رہا ہے۔ اور کچھ کتے ہیں کہ جو مجھ پر حملہ آور ہیں۔ آپؑ نے شمر ملعون سے

فرمایا کہ وہ سگ ابلق تو ہی ہے کہ جو مجھے قتل کرے گا۔ مسلم ابن عوسجہ نے چاہا کہ اس پر تیر برسائیں مگر امام عالیمقام نے اجازت نہ دی پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے بُریر ابن خضیر ہمدانی سے جو مشہور و معروف عالم دین اور نابینا تھے فرمایا کہ جاؤ اور ان لوگوں کے نصیحت کرو کہ ان پر اچھی طرح اتمام حجت ہو جائے۔ بُریر بن خضیر ہمدانی میدان میں آئے اور انہوں نے اہل کوفہ سے خطاب فرمایا اے لوگو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے فرزند رسولؐ کا محاصرہ کیا ہے اور ان کو مظلوم بنا دیا ہے۔ اور تم ان کی مدد نہیں کرتے۔ تم نے ان پر اور ان کے اہل حرم اور بچوں پر پانی بھی بند کر دیا ہے۔ وہ اس طرح نصیحت کر رہے۔ مگر وہ درندہ صفت ان کی باتوں کا مذاق اڑاتے رہے اور وہ بد شوار کہنے لگے کہ ہم تو کچھ بھی نہیں سمجھے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ حضرت بُریرؓ نے ان پر نفریں کی اور امام عالیمقام کی خدمت میں واپس آ کر سارا واقعہ بیان کیا۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے اپنا گھوڑا مرتجز نامی طلب کیا۔ اور اپنے نانا کی زرہ زیب تن فرمائی۔ عمامہ سر پر رکھا۔ اور تلوار کمر میں لگا کر گھوڑے پر سوار ہوئے میدان میں پہنچے تو یزیدی لشکر نے چاروں طرف سے امام عالیمقام کو اپنے محاصرہ میں لے لیا حضرت امام حسین علیہ السلام نے بلند آواز سے فرمایا

وَيْلَكُمْ مَا لَكُمْ اَنْ تَنْصِيتُوا اِلَىَّ فَتَسْمَعُوا قَوْلِي وَاِنَّمَا اَدْعُوكُمْ اِلٰى سَبِيلِ الرَّشَادِ

یعنی کہ امام علیہ السلام نے فرمایا وائے ہو تم پر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میری بات بھی نہیں سنتے حالانکہ میں تمہیں ہدایت کے راستہ کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر تم میری اطاعت کرو گے۔ تو یقیناً گمراہ ہی سے بچ جاؤ گے۔ جب امام حسینؑ نے ان اشقیاء کو سرزنش کی تو وہ متوجہ ہوئے۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور حمد و ثناء درود و سلام کے بعد فرمایا: یَا اَهْلَ الْعِرَاق

کہ اہل عراق فَانْسُوْنِیْ وَانْظُرُوْا مَنْ اَنَا نَسَبٌ۔ اے لوگو دیکھو میرے نسبت پر غور کرو۔ اور سوچو میں کون ہوں کیا میں تمہارے نبی حضرت محمد مصطفٰےؐ کا نواسہ نہیں ہوں۔ کیا میں علی مرتضٰیؑ کا فرزند نہیں ہوں۔ کیا حمزہ سید الشہداء میرے دادا نہیں ہیں۔ اور کیا جعفر طیار ذوالجناحین میرے چچا نہیں ہیں۔ کیا تمہیں میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے بارے میں رسول خدا کا یہ ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا کہ فرمایا الحسنؑ والحسینؑ سیدا شباب اہل الجنۃ اگر تمہیں یقین نہ آئے تو اصحاب رسول خداؐ جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہیل ابن سعد ساعدی زید ابن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ لو۔ وہ میری تصدیق کریں گے۔ بخدا مشرق و مغرب میں اب میرے سوا کوئی اور فرزند رسول نہیں ہے۔ کیا میں نے تمہارا مال چھین لیا ہے۔ کیا میں نے تمہارے کسی آدمی کو قتل کیا ہے کیا میں نے سنت رسولؐ خدا بدل دی ہے۔ آخر تم لوگ میرا خون بہانے کے لیے کیوں اکٹھے ہو گئے۔ میرا خون بہانا کیوں جائز سمجھتے ہو۔ حالانکہ میں اپنے نانا کے دین دین پر قائم ہوں اور دین خدا کا محافظ ہوں۔

اَحَلَلْتُ مَا قَدْ حَرَّمَ الطُّهْرُ اَحْمَدُ اُحَرِّمَتْ مَا قَدْ کَانَ قَبْلُ مُحَلَّا۔

آیا میں نے حلال محمدؐ کو حرام کر دیا ہے کہ تم میرا خون بہانا حلال سمجھتے ہو۔ اور مجھے قتل کرتے ہو۔ ہر چند ان بدشعار لوگوں نے خفت اٹھائی مگر قتل امام حسینؑ سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ امام حسینؑ نے یہ بھی فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے میرے پدر بزرگوار ساقی کوثر ہیں اور لواءالحمد ان ہی کے ہاتھ میں ہو گا ان ہی کے پروانہ پر پل صراط سے لوگ گزر سکیں گے۔ اس اثنا میں اہل حرم اور بچوں کے رونے کی آوازیں آپ کے گوش زد ہوئیں آپ نے حضرت علی اکبرؑ اور حضرت

عباسؑ سے فرمایا کہ ان کو خاموش کراؤ۔ ابھی تو بہت رونا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن شماتت کریں حضرت علی اکبرؑ اور حضرت عباسؑ نے اہلحرمؑ کو تلقین صبر کی اور امامؑ کا پیغام دیا کہ گریہ وزاری نہ کرو۔

اہلحرم خاموش ہو گئے۔ اور ادھر امام حسین علیہ السلامؑ اس قوم جفا کار سے پھر مخاطب ہوئے اور فرمایا اپنے ظلم وستم سے ہاتھ روک لو۔ بروایت شیخ مفیدؒ لشکر عمر ابن سعد خموش ہو گیا۔ آپ نے باواز بلند فرمایا کہ اے شیث ابن ربعی یا حجاز بن بجیرۃ یا قیس بن اشعث یا یزید بن الحارث کیا تم لوگوں نے مجھے خطوط نہیں لکھے تھے کہ کوفہ تشریف لائیں۔ اب میں موجود ہوں تو تم نے ظلم وستم شروع کر دیا۔ قیس ابن اشعث ملعون نے کہا کہ آپ ابن زیاد کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ آپ نے فرمایا: لَا وَاللّٰہِ لَا اُعْطِیْکُمْ بِیَدِیْ اِعْطَاءَ الذَّلِیْلِ وَلَا اُقِرُّلَکُمْ اِقْرَارَ الْعَبِیْدِ۔

آپ نے فرمایا نہیں۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہو گا کہ میں تمہارے ہاتھوں میں اپنے کو ذلیلوں کی طرح حوالہ کردوں۔ میں ہرگز تمہارے سامنے نہیں جھک سکتا یَا عِبَادَ اللّٰہِ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنَ۔ اَعُوْذُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ یعنی اے لوگو میں اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس متکبر کے خلاف جو یوم حساب پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ عمر ابن سعد کہاں ہے اس کو طلب کیا۔ وہ آیا حالانکہ وہ آپ کے سامنے آنا نہیں چاہتا تھا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا کیا تم مجھ کو اس گمان میں قتل کر رہے ہو کہ ولد الزنا ابن ولد الزنا تم کو حکومت رے دے دے گا۔ لہذا تمہارا یہ خیال بالکل خام ہے۔ کجا خیال ہے اے

عمر بن سعد تو وہاں پہنچ بھی نہ سکے گا۔ تجھے میرے قتل کے بعد دنیا اور آخرت دونوں میں خوشی میسر نہ ہوگی۔ اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفہ میں تیرا سر نیزہ پر ہوگا اور لڑکے تجھے پتھر مار رہے ہوں گے یہ سن کر وہ ملعون غصہ میں آگیا اور اس ملعون نے چلہ کمان میں تیر جوڑا اور امام حسینؑ کی طرف پھینکا تیر پھینکتے ہوئے عمر ابن سعد نے کہا شام والو گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر اسی نے حسین ابن علیؑ کی طرف رہا کیا ہے پھر فوج نے تیر برسانا شروع کئے۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی کہتے ہیں کہ اس وقت امام حسینؑ کے لشکر میں سے پچاس اصحاب شہید ہوگئے۔ اور جو باقی رہ گئے تھے وہ خیام امام علیہ السلام کی حفاظت کرتے رہے اور دشمنوں کو پسپا کردیا۔

قَلبتَ اَحمَدُ والکرّار ولدہٗ تَنشقُ بالطفِ عن شخصیھما التُّربُ
ولیت یکشف عن وجہ البتول لہٗ براقعُ القبرلو یکشفھا الکرب

کاش کہ میرے جدّ بزرگوار احمد مجتبیٰ رسول مختار، اور میرے پدر عالی تبار اور میری مادر گرامیقدر فاطمۂ زہرا قبروں سے باہر نکلتیں تو دیکھتیں کہ۔ اَھوتُ عَلَیہِ الصّبا لَمّا علقن بِہٖ کاَنّھا الطیراذتھوی فتخلب یعنی کہ ہر طرف سے تیر اور نیزے اس طرح فضا میں اڑ رہے تھے۔ جیسے پرندے کثیر تعداد میں اڑا کرتے ہیں اور ان تیروں۔ نیزوں کا نشانہ امام حسینؑ اور آپ کے انصار و یاور مدد گار بنے ہوئے تھے۔

بروایت سید ابن طاؤسؒ کہ جب اعداء دین کی طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ تو حضرت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ اَرحِمکُمُ اللہ الی الموتِ الّذی لابدّ مِنہُ فَاِنّ ھٰذہِ السّھام رُسُلہ القوم اِلَیکُم۔

یعنی کہا اے دوستو اللہ تم پر رحم کرے آمادہ جنگ ہو جاؤ۔ یہ تیر جو قوم جفا شعار کی طرف سے آ رہے ہیں پیغام موت ہیں تم بھی ان سے جنگ کرو۔ پس اصحاب امام حسینؑ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح۔ امام حسینؑ اور بنی ہاشم کی حفاظت میں ڈٹ گئے۔ آگے کی صف والوں نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ آخر کار لشکر ابن سعد ملعون نے تیر و نیزے بڑی شدت سے برسائے اور کچھ وقت کے اندر اندر اصحاب امام حسینؑ شہید ہو گئے۔

لِلّٰہِ کَمْ مِنْ شَھْبَۃٍ وشَیْبَۃٍ فِی کربلا۔ بِشِبَا الصوارم قطعٌ۔

خدارا غور کرو اصحاب امام حسین میں سے خواہ پیر ہوں یا جوان بڑی مردانگی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔ ان ملعونوں کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گئے۔

اَسَفَا لِھَا تِیْکَ الْجُسُوْمِ علی الثَّرٰی مصرو عۃٌ تسیفی علیھا الاصبعُ

افسوس و غم ان اجسام پاکیزہ پر ہے کہ جو گھوڑوں سے دشمنوں کی تلواروں سے زخمی ہو کر زمین پر گرے۔ اور گرد و غبار ان کے لاشوں پر اڑ رہا تھا۔

لِلّٰہِ ھَاتِیْکَ الوجوہُ تَعَفَّرَتْ دبطالَ ما لِلّٰہِ کانت لُرکّعٌ۔

افسوس و ملال ہے ان چہرہ ہائے پاکیزہ و نورانی پر کہ جو خاک آلودہ ہو رہے تھے۔ اور اصحاب حسینؑ ہمیشہ سجدہ معبود میں رہتے تھے۔ اصحاب حسین علیہ السلام نے تیروں کو اپنے سینوں پر روکا۔ اور خود بھی لشکر اعداء پر تیر برسائے اور جو دشمن امام نزدیک آتا تھا تو اصحاب اس کو قتل کر دیتے تھے۔ یہ حملہ دن کی ایک ساعت تک جاری رہا کر قتل ہو گئی سپاہ شبیر اور وقت عصر امام حسین علیہ السلام بھی قتل ہو گئے۔ وقت شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی عمر مبارک ستاون سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

والصدور المحصمة والاضلاع المنکرہ والابدان السنیلبیة العاریة والاجساد لناعمة البالیةِ السّلام علی الدّیار الخالیاتِ وعلی العیال الضائعات وعلی الزرار الموتورات السلام علی الغرباء الاسراءِ السّلام علی شهداء النجبآة السّلام علی الاتقیاء الازکیاء ورحمة الله وبرکاته وبعدُ فقد قال الله تعالیٰ سبحانهٗ۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (سورۃ التوبۃ آیت ۱۱۱)

ترجمہ:۔

اس میں شک نہیں کہ خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات پر خرید کر لیے ہیں کہ (ان کی قیمت) ان کے لیے بہشت ہے (اسی وجہ سے) یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑتے ہیں تو (کفار کو) مارتے ہیں، اور خود بھی مارے جاتے ہیں (یہ) پکا وعدہ ہے (جس کا پورا کرنا) خدا پر لازم ہے۔ اور ایسا پکا ہے) کہ توراۃ، انجیل اور قرآن (سب) میں لکھا ہوا ہے کہ اپنے عہد کا پورا خدا سے بڑھ کر کون ہے تم تو (اپنی خرید) فروخت سے جو تم نے خدا سے کی ہے۔ خوشیاں مناؤ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

یقیناً خداوند تعالےٰ نے مومنین کے جان اور مال بہشت کے عوض خرید لیے ہیں اور اگر مومنین اس کی راہ میں قتل ہو جائیں تو خداوند عالم اپنا وعدہ ضرور

چھٹی مجلس

شہادت بعض انصار حضرت سید الشہداء علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَفَعَ مَدَارِجَ اَوْلِیَآئِهٖ وَاَعْلٰی مَعَارِجَ شُهَدَآئِهٖ وَاَعَزَّهُمْ بِاشْتِرَآءِ اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ وَاَكْرَمَهُمْ تَبَعُوْ بعض دار كرامته كما هُوَ منتهی اٰمالهم والصَّلٰوۃ والسّلام علٰی اشرفِ اولیآئِهٖ وَافضلِ اَحِبّآئِهٖ محمّدٍ خاتمِ انبیآئِهٖ وَالائمّةِ مِنْ بعدہ ساداتِ اَهْلِ ارضه وَسمآئِهٖ سِیّمَا علی الحسین المظلُومِ سیّد الشّهدآئِهٖ وَاَحَبّ انصارہٖ وَاَحِبّآئِهٖ الّذی اُرِیْقَ دَمُهٗ فِیْ مَحَبَّتِهٖ وَاسْتُبِیْحَ حَرَمُهٗ فِیْ نُصْرَتِهٖ وَ عَلٰی انصارِهٖ وَالمُجَاهِدِیْنَ واولیآئِهٖ المُسْتَشْهِدِیْنَ السّلام علی الاعضآءِ المُقَطَّعَاتِ والاجسامِ المُفرَّحَاتِ السّلام علی الدّمآءِ السّائلاتِ والشّفآء الذّابلاتِ والعیون الباکیات والبطون الجائعاتِ وَ القلوب المعاناتِ السّلام علی الوجوہ المتعفرۃ والایدی المقطوعۃ والرُّؤسِ المرفوعۃ والافواہ المتبسمۃ والابدان المرضضۃ

پورا کرے گا۔ اور اس ایفاء وعدہ کو توراۃ، انجیل اور قرآن میں لکھ دیا ہے۔
چونکہ انسان کی جان تمام اشیائے عالم سے عزیز ترین ہے۔ پس اسی جہت سے مجاہدین نزد خدا خاص درجہ رکھتے ہیں اسی بنا پر خداوند عالم نے فرمایا ہے فَضَّلَ اللّٰہُ المجاھدین علی القاعدین اعظم درجۃً یعنی کہ مجاہدین کا درجہ بمقابلہ گھر میں بیٹھے رہنے کے اللہ کے نزدیک بہت زیادہ بلند ہے حقیقت میں جہاد بذاتہٖ ہی فضیلت رکھتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں دین حق کی حفاظت میں جہاد کرنا عظیم فضیلت ہے۔ اور اس کا صلہ بہشت ہے۔
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ لوگ داخل بہشت ہوں گے۔ ان میں سے ایک دروازہ ایسا ہے کہ جس کے ذریعہ صرف مرسلینؑ اور صدیقین داخل ہوگئے اور ایک دوسرے دروازہ سے صرف شہداء اور متقی و پرہیزگار مومنین داخل ہوں گے۔
شیخ طوسیؒ نے اپنی سند کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ لِلشَّھِیدِ سَبْعَ خصالٍ مِنَ اللّٰہ اوّلُ قطرۃٍ من دمہٖ معفورۃٌ لَہٗ کُلُّ ذَنْبٍ یعنی کہ بادشاہ پیغمبر اسلام شہید کے لیے سات خصلتیں ہیں ان میں سے پہلی یہ ہے کہ خدا کی راہ میں اس کا پہلا قطرۂ خون جو نکلتا ہے۔ اسی کے ساتھ اس کے تمام گناہ معاف کر دیتے جاتے ہیں۔ دوسری خصلت یہ ہے کہ جب وہ گرتا ہے تو حوروں کی آغوش میں اس کا سر ہوتا ہے۔ تیسری یہ کہ اسے جنت کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ چوتھی یہ کہ خازنان بہشت میں سے ہر ایک کی یہ آرزو ہوتی

ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے۔ پانچویں یہ کہ وہ جنت میں اپنا مقام داخل ہونے سے پہلے ہی دیکھ لیتا ہے۔ چھٹی خصلت یہ ہے کہ روح القدس اس سے کہتے ہیں کہ جنت میں جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ساتویں یہ کہ اس پر نگاہ رحمت رہتی ہے۔

نہج البلاغۃ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ الجہاد باب مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃ فتحہ اللّٰہ لخاصتہٖ اَوْلِیَآئِہٖ وَھُوَ لباس التقویٰ ودرع اللّٰہ الحفیۃ وَجُنَّۃِ الْوَثِیقَہ اَلاوَمَنْ اَھْلِ ذٰلِکَ الشُّھداء مِنَ الانصار والاقرباء۔ یعنی کہ ارشاد فرمایا کہ جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے لیے کھول رکھا ہے۔ وہ لباس تقویٰ ہے۔ اور پرہیزگاری ایک مضبوط قلعہ ہے اور قابل اعتماد سپر ہے۔ اور اس کا مصداق شہداء میں اور یاور و انصار ان اہلبیت طاہرین مراد ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا فوق کُلِّ ذِیْ بِرٍّ بِرٌّ حَتّٰی یُقْتَلُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَاِذَا قُتِلَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَیْسَ بِرٌّ فَوْقَہٗ بالارھم یعنی کہ نیکی نیکی ہے کہ خدائی راہ میں قتل ہو جائے۔ اور جب کوئی شخص خدا کی راہ میں قتل ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس سے زیادہ کوئی اور نیکی نہیں ہے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل امین نے ایسی خبر دی کہ جس سے آنکھیں روشن اور دل مسرور ہو گیا کہ وہ خبر یہ ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ تیری امت میں سے جو شخص جہاد کے لیے باہر قدم رکھتا ہے تو ہر قطرہ باران جو اس پر پڑتا ہے یا ہر خوشی جو اسے ہوتی ہے وہ قیامت

میں اس کے لیے بمنزلہ شہادت ہے۔

واضح رہے کہ جہاد کے بھی مراتب ہیں چنانچہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ الخ

(سورۃ الحدید آیت ۱۰)

ترجمہ:

تم میں سے جس شخص نے فتح (مکّہ) کے پہلے (اپنا مال) خرچ کیا۔ اور جہاد کیا (اور جس نے بعد میں کیا) اور (یوں تو) خدا نے نیکی اور ثواب کا وعدہ سب سے کیا ہے اور جو کچھ تم کیا کرتے ہو خدا اس سے خوب واقف ہے)

یہ آیہ مجیدہ بظاہر مجاہدین بدر کے لیے ہے کہ جنگ بدر عظیم جنگ ہے کیونکہ اس جنگ میں آنحضرت بہ نفس نفیس تشریف لے گئے تھے۔ اس زمانہ میں اہل اسلام کمزور بھی تھے۔ پس جس کسی نے جہاد میں پیش رفت کی اور جان و مال سے امداد کی وہ دوسرے مجاہدوں سے افضل ہیں۔ یہ بھی ایک واضح سی حیثیت ہے کہ اس جنگ میں آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو فتح و کامرانی کا یقین دلایا تھا۔ اور مجاہدین اسی وجہ سے مایوس نہ تھے اگرچہ ان میں اکثر مہاجرین تھے جو کہ ابھی مدینہ میں اچھی اقتصادی حیثیت میں نہ تھے۔ غزوۂ بدر میں کل مسلمان تین سو تیرہ تھے اور مشرکین کا لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا جو کہ اچھی طرح مسلح تھے اور مسلمانوں کے پاس اسلحہ کی کمی بھی تھی۔ اور سواریاں بھی کم تھیں صرف دو گھوڑے تھے۔ لیکن کربلا میں بنا بر مشہور بہتر (اس سے کچھ زائد)

مجاہدین تھے جن میں بوڑھے اور جوان و بچے بھی سب ہی شامل ہیں۔ جب کہ یزیدی لشکر تیس ہزار، ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ اور پیادوں پر مشتمل تھا۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے لیے کھانے اور پانی کی کمی نہ تھی جب کہ کربلا میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں پر تین دن سے پانی بند تھا۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ ان کے محرم نہ تھے نہ بچے ساتھ تھے کہ جن کی اسیری کا خدشہ ہوتا جب کہ کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ رسول خدا کی نواسیاں اور مخدرات تھیں اور ان کا دشمنوں کے ہاتھوں اسیر ہونا یقینی امر تھا۔

میدان بدر میں مشرکین کی تعداد مسلمانوں کے مقابلہ میں اگرچہ تین گنا تھی مگر وہ اس قدر درندہ صفت اور بے حیا نہیں تھے کہ جس قدر عمر ابن سعد کے لشکری تھے۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی قلت کا یہ اثر ہوا کہ مشرکین کی اکثریت دیکھ کر لشکر اسلام خوفزدہ تھا حالانکہ اللہ تعالے سے آنحضرت دعا مانگ رہے تھے اور خداوند عالم نے ملائکہ کی فوج بھی امداد کے لیے بھیجی جو یقینی ایک نصرت غیبی تھی اور ملائکہ نے انسانوں کی صورت میں آکر ان کی مدد بھی کی اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ پر غور کیجیے تو واضح ہوگا کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کیا حالت تھی اور ملائکہ نے انسانوں کی صورت میں آکر ان کی مدد بھی کی اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات قرآنیہ پر غور کیجیے تو واضح ہوگا کہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کیا حالت تھی اور کس قدر خوف طاری تھا۔ خداوند نے عالم قران مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ ۝

(آیت ۹ سورۃ الانفال)

ترجمہ:

(یہ وہ وقت تھا) کہ تم اپنے پروردگار سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سن لی۔ اور جواب دیا کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا اور (یہ امداد غیبی) خدا نے صرف تمہاری خوشی خاطر کے لیے کی تھی)

بروایت ہزار فرشتے اور بروایت پانچ ہزار فرشتے روز بدر ابلق گھوڑوں پر سوار تھے ان کے عمامہ سفید تھے سہیل ابن عمر سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ روز جنگ بدر سفید لوگ دیکھے کہ جو آسمان سے نازل ہوئے اور انہوں نے مشرکین و کفار کو قتل کیا اور اسیر بھی کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں اور میرا چچا زاد سر آب بدر میں موجود تھے۔ ہم نے لشکر اسلام کی قلت اور مشرکین کے لشکر کی کثرت دیکھی اس وقت لشکر اسلام کو شکست ہونے والی تھی کہ ناگاہ آسمان سے ملائکہ نازل ہوئے اور دیکھتے دیکھتے لشکر اسلام اور لشکر کفر متوازی ہو گیا۔ میرا چچا زاد ڈرا اور ہلاک ہو گیا اور میں خدمت رسول خدا میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا۔ صہیب سے روایت ہے کہ روز جنگ بدر اکثر ہاتھ کٹے ہوئے زمین پر پڑے تھے۔ ظاہراً زخمی تھے مگر ان سے خون جاری نہیں تھا اور یہی علامت ضرب ملائکہ تھی۔

روایت ہے کہ ابو ہریرہ غزوۂ بدر میں آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں تین سر بریدہ لے کر حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ دو سروں کو میں نے کاٹا ہے

اور یہ ایک سر ایک مرد سفید رو نے قطع کیا ہے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ فلاں فرشتہ تھا۔ (از مترجم روز جنگ بدر ملائکہ کا آنا اور نصرت مجاہدین کرنا ان کے ساتھ ساتھ مشرکین کو قتل کرنا یقینی امر ہے۔ لیکن ابوہریرہ جنگ بدر کے زمانہ میں نہ آنحضرتؐ کی خدمت میں اور نہ وہ اس وقت تک مسلمان ہوئے تھے نہ معلوم اس حدیث کو کیوں درج کیا ہے) (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد فتح بدر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے کہتے ہیں کہ نماز عصر اسی جگہ ادا کی ہے۔ جب آپ نے ایک رکعت نماز عصر ادا کی تو تبسم فرمایا۔ بعد اختتام نماز اصحاب نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ مسکرانے کی کیا وجہ تھی ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر سے میکائیل گزر رہے تھے اور ان کے گھوڑے کی گردن کے بالوں پر گرد پڑی ہوئی تھی اور وہ مسکرا رہے تھے انہوں نے کہ کافروں کا تعاقب کر رہا تھا پھر جبرئیلؑ گزرے تو وہ گھوڑی پر سوار تھے اور گھوڑی کی بالوں کو گرہ لگا دی تھی ان کی سواری پر بھی گرد و غبار تھا۔ انہوں نے کہا یا محمدؐ کہ جب حق تعالیٰ نے مجھے تمہاری مدد کے لیے بھیجا۔ تو مجھے حکم دیا تھا کہ آپ سے جدا نہ ہوں جب تک کہ رسولؐ راضی نہ ہوں۔ جبرئیلؑ نے کہا آیا آپ مجھ سے راضی ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ہاں میں راضی ہوں۔ جنگ بدر میں کفار ایک ہزار سے زیادہ نہیں تھے مگر لشکر اسلام ان سے خائف تھا۔ اور جزع و فزع کر رہا تھا یہی وجہ آنحضرتؐ کو اس صورت حال نے قدرے رنجیدہ کر دیا تھا۔ حالانکہ جیسا کہ تحریر کیا جا چکا کہ خدا نے ایک ہزار ملائکہ سے جنگ بدر میں لیکن جنگ بدر کے مقابلہ میں حضرت سید الشہداء کے جاں نثاروں کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہے تھے۔ مگر اس کے باوجود نصرت امام عالیمقام میں ایک دفعہ

نہیں ستر مرتبہ بھی قتل ہونے کو تیار تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے ان کو شہادت کی بشارت دی تھی اور ان کو ان کے مقامات جنت دکھلا دیے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ میں اپنی بیعت اٹھائے لیتا ہوں۔ جس کا دل چاہے جدھر جانا چاہے چلا جائے۔ جو طالب دنیا تھے وہ چلے گئے مگر اصحاب باوفا نے برضا و رغبت شہادت اختیار کی۔ بدر میں ملائکہ کے آنے کی خوشخبری پہلے ہی سے مل گئی تھی۔ اور اصحاب رسول مطمئن ہو گئے تھے۔ مگر کربلا میں فتح کی امید نہیں دلائی گئی تھی۔ بلکہ شہادت کا یقین دلایا گیا تھا۔ پھر بھی اصحاب حسین شہید ہونے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ روز عاشورا محرم چار ہزار فرشتے باذن خدا نصرت کے لیے نازل ہوئے مگر قضاء الٰہی جاری ہو چکی تھی اور امام حسین علیہ السلام شہید ہو چکے تھے لیکن فرشتے واپس نہیں گئے بلکہ وہ قبر امام حسین علیہ السلام مجاوری کرتے ہیں اور جب حضرت قائم آل محمد امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہو کر طلب خون امام حسینؑ کریں گے۔ تو فرشتے آپ کی فوج میں شامل ہو کر اعدائے دین سے جہاد کریں گے۔ آہ آہ لَهِيفِي عَلَى الجسد الغادر بالفلا تتلوا تقتلہ حدود افسوس ہے اس جسد مطہر کی حالت پر کہ زمین پر پڑا ہے۔ اور چاروں طرف سے کوفی تلواریں۔ نیزے مار رہے ہیں۔ لَهِيفِي عَلَى الخدّا التريب تخدّہ سفہا باطراف انقنا سفہا۔ اندوہ و غم ہے کہ انصار ان امام مظلوم کے چہرہ مبارک پر گرد پڑی ہوئی ہے۔ اور بے حیا کوفی لوگوں نے ان کے سر ہائے بریدہ کو نیزوں پر بلند کیا ہے۔

لَهِيفِي لَا لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ فِي اَيدِي الطُّغَا فَوَا يُحُ ذَبَوَا بِي۔

حسرت واندوہ ہے ان بے کسی بی بیوں پر کہ جنہیں ظالموں نے اسیر کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک بی بی نوحہ و ماتم و گریہ میں ہے۔

تَااللّٰہِ لَا اَنْسَاكِ زَيْنَبُ الْعِدٰى۔ وَحْرًا تَجَاذُبُ عَنْكِ فَضْلَ رِدَائِكِ

بخدا میں زینب خاتون کی اس حالت کو فراموش نہیں کرتا کہ جب دشمنوں نے انہیں اسیر کیا اور دربردستی مقنعہ اتار لیا۔

حَتّٰى اِذَا هَتَكُوْا بِسَلْبِكِ صَحِتِ يَا سِمِ اَبِيْكِ وَاسْتَصْرَخَتِ ثُمَّ اَذَاكِ

آہ۔ صد آہ کہ جب دشمنان دین چادر سے لے رہے تھے تو پاک بی بی زینب علیہا آہ وفغان کر رہی تھی۔ کبھی اپنے بابا کو اور کبھی اپنے بھائی کو پکار رہی تھیں اپنے اپنے برادر کو با آواز بلند پکارتی تھی کہ بھیا میں اسیر ہو گئی۔

تستصرخيه اَسىً وعزّ عليه - اَنْ تَسْتَصْرِخِيهِ وَلَا يُجِيبُ نِدَائِكِ

حضرت زینبؑ پر کس قدر گراں گزرا ہوگا کہ آپ بھائی کو پکار رہی تھیں۔ اور مقتل سے کوئی جواب نہیں آتا تھا۔ بہرحال شہدائے کربلا عجیب جلیل المرتبہ تھے حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ تمام مخلوق میں بہترین اور سید و سردار میرے فرزند حسینؑ کے بعد اس کا مظلوم بھائی ہے کہ جو کربلا میں حسینؑ کے ساتھ شہید ہوگا۔ اَلَا وَاَنَّ اَصْحَابَهُ مِنْ سَادَةِ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی آگاہ ہو جاؤ کہ میرے فرزند حسینؑ کے اصحاب قیامت کے دن سادات شہداء میں سے ہوں گی یعنی کہ کچھ ایسے شہید بھی ہیں کہ جو دوسرے شہیدوں سے افضل و اعلیٰ ہیں اسی طرح شہداء کربلا کا مرتبہ ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حضرت سید الشہداءؑ علیہ السلام نے تمام شہیدوں کی لاشوں کو برابر برابر رکھا۔ اور فرمایا قَتْلَانَا قَتْلٰى

النَّبِیِّیْنَ وَآلُ الْانبِیَاءِ ہیں یعنی کہ ہمارے مقتول مقتول انبیاء وآل مرسلین ہیں۔ شیخ صدوقؒ نے جبلہ مکیہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے میثم تمار سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم امت رسولؐ خدا۔ ان کے فرزند حسینؑ بن فاطمہؑ کو دسویں محرم کو قتل کرے گی۔ اور دشمنان دین روز عاشوراء محرم کو روز برکت سمجھیں گے۔ اور یہ امر یعنی شہادت امام حسین علیہ السلام البتہ واقع ہوگی کیونکہ علم الٰہی میں ایسا ہی ہے۔ اَعْلَمُ ذٰلِكَ لِعَهْدٍ عَهِدَهٗ اِلَیَّ مَوْلَایَ امِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَؑ یعنی کہ مجھ سے میرے مولا حضرت امیرالمومنین ایسا فرمایا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ زمین وآسمان اور ان کی ہر ایک چیز میرے فرزند حسینؑ پر گریہ کرے گی۔ یہاں تک کہ وحشی جانور اور پرندے بھی روئیں گے۔ شمس و قمر کو گہن لگے گا۔ آسمان سرخ ہو جائے گا۔ پس فرمایا کہ قاتلان حسینؑ پر لعنت کرنا واجب ہے اور روز عاشوراء محرم کو روز برکت سمجھنا گناہ ہے جو ایسا کہتا ہے کہ روز عاشوراء آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی ہے۔ بالکل جھوٹ کہتا ہے اور ایسا کہنے والا دروغ گو ہے۔ توبہ آدمؑ ماہ ذی الحجہ میں کسی تاریخ میں قبول ہوئی ہے۔ بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ داودؑ کی توبہ روز عاشوراء قبول ہوئی ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کیونکہ وہ بھی ماہ ذی الحجہ میں قبول ہوئی ہے۔ اسی طرح جناب یونس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ روز عاشورا شکم ماہی سے باہر آئے۔ یہ بھی سراسر غلط ہے آپ بھی ماہ ذی الحجہ تھا۔ کہ شکم ماہی سے باہر آئے ہیں۔ اس طرح بنی اسرائیل کے لیے کہا جاتا ہے کہ دریا روز عاشوراء شگافتہ ہوا یہ بھی غلط ہے۔ بلکہ وہ ربیع الاول کا مہینہ تھا کہ بنی اسرائیل کے لیے دریا شگافتہ ہوا۔ پس میثمؒ نے کہا کہ وَاللہِ قُتِلَ سَیِّدُنَا الْحُسَیْنُ ابْنُ عَلِیٍّ علیہ السلام خدا کی قسم کہ ہمارے سید و سردار

مولیٰ حسینؑ روز عاشورا شہید کیے گئے ہیں۔ (از مترجم۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یوم عاشورا محرم اپنی خصوصیات میں منفرد ہے۔ مگر افسوس ہے کہ چودہ سو سال بعد اب ایک گروہ عظمت یوم عاشورا محرم مٹا رہا ہے) صاحب بصائر روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعض اصحابؓ کے ساتھ مدینہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے وہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے آنحضرتؐ ان بچوں میں سے ایک بچہ کے پاس بیٹھ گئے اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور بہت زیادہ پیار کیا۔ اصحاب نے دریافت کیا یا رسول اللہ اس بچہ میں کیا خصوصیت ہے کہ آپ اس قدر پیار فرما رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے ایک روز دیکھا کہ یہ بچہ میرے فرزند حسینؑ کے ساتھ کھیل رہا تھا اس وقت یہ حسینؑ کے پیروں کے تلے کی خاک اٹھا اٹھا کر اپنی آنکھوں اور ماتھے پر لگاتا تھا۔ بس یہ مجھے حسینؑ کی وجہ سے بہت زیادہ عزیز ہے۔ یہ حضرت حبیب ابن مظاہر اسدی تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ، اور بمعیت امام حسین علیہ السلام کہلانے کے مستحق ہیں۔

مجھے جبرئیل امین نے خبر دی ہے کہ یہ کربلا میں انصاران حسینؑ سے ہوگا موسیٰ ابن جعفر سے مروی ہے۔ کہ روز قیامت منادی ندا کرے گا کہ کہاں ہیں حواریں حضرت محمد ابن عبداللہ (ص) اس وقت حضرت سلمانؓ ابوذرؓ اور مقدادؓ کھڑے ہوں گے۔ پھر وہی منادی ندا کرے گا کہ حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے حواریں کہاں ہیں (حواری بمعنی مددگار) پس عمرو بن حمق، محمد بن ابوبکر اور میثم تمار اور بس نفر ان کھڑے ہوں گے۔

بعدہ منادی ندا کرے گا کہ حوارین حسین علیہ السلام کہاں ہیں۔ پس سفیان ابی

لیلیٰ ہمدانی، حذیفۃ بن اسد کھڑے ہوں گے پھر منادی ندا کرے گا۔ کہ حسین علیہ السلام کے حواری کہاں ہیں پس تمام شہداء کربلا کھڑے ہو گئے۔ کہ انہوں نے امام حسینؑ کی نصرت و مددگاری میں جام شہادت نوش فرمایا ہے۔ ایسی یاوری و مددگاری کسی نے نہیں کی جد ہو گئ نصرت کرنے کی کہ تشنہ لب شہید ہوئے اور اپنے خون میں غلطاں ہوئے۔

فَیَا لَهْفَ عَلَى الْكُهُولِ وَالشُّبَّانِ وَيَا أَسَفِي عَلَى تِلْكَ الْأَجْسَامِ وَالْأَبْدَانِ هِيَ جُسُومٌ طَالَمَا أَتْعَبُوهَا فِي عِبَادَةِ الرَّحْمَانِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ مُلْقَاتٌ عَلَى التُّرَابِ فِرَاشٌ وَلَا مِهَادٌ وَلَا وِسَادٌ، نَهَبَتْ عَلَيْهَا الصَّبَا وَالدَّبُورُ وَتَعْدُو عَلَيْهَا الْعُقْبَانُ وَالنُّسُورُ وَا أَسَفَاهُ عَلَى تِلْكَ الْجُثَثِ الشَّرِيفَةِ وَالشَّمَائِلِ اللَّطِيفَةِ، وَا غُصَّتَهُ عَلَى ذَبْحِ أَشْبَالِهِمْ وَسَبْيِ عِيَالِهِمْ وَنَهْبِ رِحَالِهِمْ وَقِسْمَةِ فَيْئِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ. فَيَا لَيْتَنِي كُنْتُ عَنْهُمْ فِدَاءً وَلِأَنْفُسِهِمْ وِقَاءً كَانُوا لُيُوثَ الْوَغَى جَمْعًا وَبِحَرْفِ نَدَى لِلْوَافِدِينَ وَأَقْمَارًا بِأَسْحَارٍ عَرَاهَا الْخُسُوفُ فَاحْتَجَبَتْ عَنِ الْبَرَايَا وَلَمْ تَحْتَجِبْ عَنِ الْبَارِي۔

یعنی کہ تمام جوان و ضعیف شیر ہائے بیشۂ شجاعت اور معدن سخاوت تھے اور وہ شبستان ہدایت کے چاند تھے۔ یعنی کہ ان کے دم قدم سے ہدایت وابستہ ہے اب وہ (شہیدان کربلا) ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں لیکن نظر لطف و کرم ایزدی ان پر پڑ رہی ہے۔

دَارَتْ عَلَيْهِمْ رَحَى الْهَيْجَاءِ قَاطِبَةً حَتَّى فَنُوا تَحْتَ خَطَّارٍ وَبَطَّارٍ۔

کمین لوگوں نے ان کو ظلم و جور سے اپنی گرفت میں لے لیا اور نشانہ ظلم بنایا اور

اور سان کے اجسام پاکیزہ کو تیغوں اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا

فَدَى الجُسُومَ الزَّواكي لَا دِثَارَ لَهَا تَسْفُوا عَلَيْهَا سَوَافِي رِيحِ إِعْصَارِ

میں ان پاکیزہ اجسام پہ فدا ہوں کہ جو زمین پر پڑے تھے۔ اور ان پر صحرا کی ہوائیں چل رہی تھیں۔

أَضْحَتْ نِسَاؤُهُمْ فِي السَّبْيِ بَادِيَةً ... تَحْكِي بُدُورًا عَرَاهَا خَسْفُ أَقْمَارِ

تَدُورُ حَوْلَ الحُسَيْنِ الطُّهْرِ حَاسِرَةً ... كَوَالِهٍ وَلَهَا نَوْحٌ بِتَهْدَارِ!

واحسرتا ان کی مخدرات اسیر کی گئیں اور ان کی چادریں چھین لیں اور ان مخدرات نے شدت رنج والم میں جسم مطہر حسینؑ کا طواف کیا یعنی گرد پھریں۔ اور نوحہ دیکا کیا۔

وزینبُ اختہ فی البین نادیۃٌ ... یا قومِ مَن لِغریبِ الاھل والدّارِ

اسی عالم میں جناب زینب علیا نے ندا دی کہ کوئی ہے کہ جو ہماری اس بے کسی کے عالم میں مدد کرے اور رحم کرے۔

قَدْ كُنْتُمْ قَبْلُ تَخْشَوْنَ صَوْلَتَهُ ... وَرَأْسُهُ الآنَ أَضْحَى فَوْقَ خَطَّارِ

یعنی کہ اس سے قبل اعدائے دین آپ کے دبدبہ اور شجاعت سے مرعوب ہوتے تھے اور اب حال یہ ہے کہ ان کا سر نیزہ پر بلند کیا ہے۔

ذبحتم نهدی أحرقتم كبدی ... كسّرتم عضدی أخمدتم ناری

خدا کی پناہ ذبح کر دیا۔ میرا جگر جلا دیا۔ میرے بازو ٹوٹ گئے۔ میرے جگر کی حرارت زائل کر دی۔

عزيزُ قومٍ وما هذا الذّل بينكم ... أبُ الصيانةَ بل مختارُ مختارِ

یہ ہمارے عزیز ہیں یعنی سردار و بزرگ ہیں کہ ان کو اس طرح ذلیل کیا ہے بلکہ

احمد مختار رسولؐ گر دگھر کو غوار کر دیا۔

لَيْتَ الْمَنِيَّةَ قَبْلَ الْيَوْمِ بِي نَزَلَتْ وَمُقْلَتِي عَمِيَتْ عَنْ هَتْكِ اسْتَارِ

کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر جاتی۔ کاش میری بینائی سلب ہو جاتی کہ میں نے اپنی بے پردگی دیکھی۔ میں نے نہیں دیکھا اور میں نہیں جانتا کہ کون سی آنکھ ہے جو اشک ریز نہیں ہے۔ یعنی میں نے اس مصیبت پر سب کو روتے دیکھا ہے۔ زمین و آسمان میں تزلزل دیکھا ہے۔ شجر و حجر سب ہی گریاں کناں ہیں جانوران صحرائی بھی روتے ہیں۔ ملائکہ بھی عزادار ہیں اور امام حسینؑ کے شہید ہونے سے پہلے ہی آپ کی عزا عمل میں آئی ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ملائکہ اعلیٰ علیین میں سے ایک فرشتہ زیارت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشتاق ہوا اس نے بارگاہ خداوندی میں زمین پر جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ جب اسے اجازت ملی تو وہ زمین پر نازل ہوا۔ جب اس نے زمین پر اترنے کا ارادہ کیا تو اس پر وحی ہوئی۔ اَخْبِرْ مُحَمَّدًا اَنَّ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِهٖ اِسْمُهٗ يَزِيْدُ يَقْتُلُ فَرْخَهُ الطَّاهِرِيْنَ الطَّاهِرَةِ یعنی کہ محمد (ص) کو یہ خبر دے دینا کہ ان کی امت میں سے ایک شخص جس کا نام یزید ہے۔ وہ ان کی دختر طاہرہ کے بیٹے حسینؑ کو قتل کرے گا فرشتے نے کہا پروردگارا میں زیارت رسولؐ خدا کے لیے خوشی خوشی جا رہا ہوں میں کس طرح یہ خبر اندوہ و غم ان کو سناؤں گا۔ پھر وحی ہوئی کہ جو حکم تجھے دیا گیا ہے اس پر عمل کر اور یہ خبر آنحضرت کو پہنچا دے۔ فرشتہ خدمت رسولؐ خدا میں آیا اور نہایت غمگین صورت میں یہ خبر آپ کو سنائی۔ اس فرشتہ نے کہا فَلَيْتَ رَبِّيْ كَانَ مَطَمَ اَجْنِحَتِيْ وَلَمْ اٰتِكَ بِهٰذَا الْخَبَرِ۔ یعنی کہ کاش میرے بال و پر

شکستہ ہو جاتے اور میں زمین پر نہ آتا اور یہ خبر رنج و غم حضور کو نہ سناتا کہ آپ کی امت میں سے ایک شخص یزید نامی آپ کے فرزند کو شہید کرے گا یہ سن کر آنحضرتؐ غمگین ہوئے اس فرشتے نے کہا کہ خداوند عالم یزید کو داخل نار جہنم کرے گا۔ اس وقت آپ جناب ام المومنینؑ ام سلمہؓ کے گھر میں تھے انہوں نے رسول اللہ کو آبدیدہ دیکھا تو وجہ گریہ دریافت کی۔ آنحضرتؐ نے سارا واقعہ بتایا۔ اور حضرت ام سلمہؓ کو خاک کربلا دی اور فرمایا کہ اے ام سلمہؓ جب یہ مٹی خون تازہ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسینؑ شہید ہو گیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک فرشتہ جو کہ موکل باران ہے (یعنی بارش پر نگران ہے) باجازت خداوند عالم خدمت آنحضرتؐ میں حاضر ہوا۔ جب وہ آیا ہے تو آنحضرتؐ نے ام سلمہؓ سے فرمایا کہ ذرا دروازہ کی طرف متوجہ رہو کوئی شخص داخل نہ ہونے پائے۔ ام سلمہؓ متوجہ بہ طرف دروازہ تھیں کہ حسینؑ آگئے اور چاہا کہ حجرہ میں داخل ہوں ام سلمہؓ نے ان کو روکا۔ اور اندر جانے سے منع کیا۔ لیکن امام حسینؑ داخل ہو گئے۔ اور اپنے نانا کے زانو پر جا کر بیٹھ گئے۔ اس وقت فرشتہ نے آنحضرت سے عرض کیا اَتُحِبُّہٗ آیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ اس نے کہا کہ ان امتک ستقتلہٗ کہ تمہاری امت اس کو قتل کرے گی۔ اگرچہ زمین میں بھی پنہاں ہو جائے۔ مگر جب بھی امت کے لوگ اسے ضرور قتل کریں گے یہ کہہ کر اس فرشتہ نے ایک سرخ مٹی آنحضرتؐ کو دی۔ اور آپ نے وہ مٹی ام سلمہؓ کو دے کر فرمایا کہ جب میرا حسین شہید ہو جائے گا۔ یہ مٹی خون ہو جائے گی۔ اس میں مٹی کو ام سلمہؓ نے لے لیا اور بحفاظت رکھا روز عاشورا وقت عصر اس مٹی کو دیکھا تو وہ خون

ہو جائے گی۔ اس مٹی کو ام سلمہؓ نے لے لیا اور بحفاظت رکھا روز عاشورا بوقت عصر اس مٹی کو دیکھا تو وہ خون تازہ تھی آپ سمجھ گئیں کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔

شرحبیل بن ابی عون روایت کرتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے تو ایک فرشتہ فردوس اعلیٰ سے بحر اعظم پر نازل ہوا اور اس نے ندا کی کہ اے زمین و آسمان کے رہنے والو۔ یاعباداللہِ اَلبسُوا اَثوابَ الاحزان واظھروا التفجع والاشجاعان فَاِنَّ فرخ محمدٍ من بوحٍ مقہورٌ یعنی اے بندگان خدا لباس غم واندوہ پہنو اور رنج و مصیبت کا اظہار کرو کہ فرزند رسولؐ خدا کو لوگ ذبح کریں گے۔ پس اس کے بعد وہ ملک آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور زمین کربلا سے تربت امام حسینؑ کی مٹی آنحضرتؐ کو پیش کی اور کہا یارسول اللہ کہ آپ کا یہ فرزند حسینؑ کربلا کی زمین پر ایک گروہ کے ہاتھوں ذبح ہوگا اور ان کے اہلبیتؑ کے افراد بھی قتل کئے جائیں گے اور قتل کرنے والے آپ کی امت ہی سے ایک گروہ ہوگا۔

وَیَقْتُلُوْنَ فَرخکَ الحسینَ ابن ابنتِکَ الطاھرۃ کہ قتل کریں گے تیرے فرزند حسینؑ کو۔ آپ اس مٹی کو بحفاظت رکھیں۔

امام حسینؑ نے وہ مٹی سونگھی تو اس میں خون حسینؑ کی بُو آرہی تھی۔ ملک نے کہا یارسول اللہ اس مٹی پر نگاہ رکھنا حسینؑ کے شہید ہونے پر یہ مٹی خون ہو جائے گی یہ کہہ کر وہ فرشتہ آسمان کی طرف پرواز کر گیا اور رسول اللہ نے فرمایا!

قَاتَلَ اللہ قاتِلِ الحسینؑ۔ کہ قاتل حسین کو اللہ قتل کرے۔ اور اس کو عذاب جہنم کا مزہ چکھائے اور پھر آپ نے گریہ فرمایا۔ اور اس مٹی کو ام سلمہؓ کی سپرد کیا اور ظاہر کر دیا کہ حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد یہ مٹی خون ہو جائے۔

فَاِذَا رَاَیْتَہَا قَدْ تَغَیَّرَتْ وَاحْمَرَّتْ وَصَارَتْ دَمًا عَبِیْطًا فَاعْلَمِیْ اَنَّ وَلَدِیْ وَاقْتُلْ مِنْ قَتَلَہٗ وَلَا تُمَتِّعْہُ بِمَا اَمَلَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاَصْلِہٖ حَرَنَارَکَ فِی الْاٰخِرَۃِ۔

ہاں یہ ایک مصیبت تھی کہ ولادت حضرت امام حسینؑ کے وقت خبر شہادت فرشتہ سنائی اور وقت ولادت بھی تعزیۂ امام حسینؑ ادا کیا گیا اور قبل از وقوع شہادت۔ غم و اندوہ برپا ہوا۔ اور سیدۂ عالم کے گھر خوشی کی بجائے غم حسینؑ کا اظہار ہو۔

اللہ اکبر اِنَّہَا مصیبۃٌ ثَلَثَ عُرُوْشُ الدِّیْنِ اَیْ تَثَلَّلَ اللہ اکبر۔

کیا عظیم مصیبت تھی یہ مصیبت کہ ملک دین سرنگوں ہو گیا۔ اور خانہ ایمان خراب وخستہ ہو گیا۔ اللہ اکبر اِنَّہَا لَرَزِیَّۃٌ اَلْقَتْ عَلَی الْاِسْلَامِ صَفْحَہٗ کَلْکَلٍ اللہ اکبر۔

یہ کیسی مصیبت اسلام پر پڑی کہ ارکان اسلام منہدم ہو گئے ۔

عَجَبًا مِنَ السَّبِعِ الطَّرِیْقِ کَیْفَ لَمْ تَنْشَقَّ وَالْاَرْضِیْنَ لَمْ تَتَزَلْزَلْ اَسَفًا عَلَیْہِ وَالْکَوَاکِبُ کَیْفَ لَمْ تَنْفَضَّ وَالْاَفْلَاکُ لَمْ تَتَعَطَّلْ۔

یعنی کہ تعجب ہے کہ آسمان کیوں شگافتہ نہ ہوا۔ زمین میں زلزلہ کیوں نہ آیا ستارہ کیوں نہ ٹوٹے۔ افلاک کی حرکت کیوں نہ بند ہوئی۔

قتل ابن فاطمۃ وتلک حریمہ ۔۔۔ بیدی الاعادی لا کفیل ولا ولی

فرزند فاطمہؑ کو قتل کیا۔ ان ۔۔۔ کو اسیر کیا اور وہ دشمنوں میں قید تھے نہ کوئی ان کا کفیل تھا۔ اور نہ کوئی ولی تھا۔

اَیَبِیْتُ بِالطَّفِ الْحُسَیْنُ مُجَدَّلًا یَا لَلرِّجَالِ عَلَی الثَّرٰی وَ

الجندلِ وتبیتُ مِنْ امنْ امیّہ نُوّمًا۔

بدن مطہر امام حسینؑ زمین پر پڑا رہا۔ اور بنی امیہ کی اولاد خواب استراحت میں رہی۔ مردان دین دار کہاں تھے کہ جو جوش و خروش دکھلاتے۔

هَل تقبلُونَ بِانَّ خَیرَ نِسَائِکُم فِی الاسرِ یستَعطِفنَ مَن یُقبِل یعنی کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری مخدرات کو اسیر کیا جائے۔ ہر چند وہ فریاد کریں اور کوئی مدد نہ کرے۔

وَیقادُ فِی الاصفَادِ مَن اَمَّلتُم بَعدابن فاطمة لِکُلِّ مُؤمّلِ

کیا پسند کرتے ہو کہ تمہارا امام حسینؑ مظلوم کے شہید ہونے کے بعد طوق و سلاسل پہنے۔

یُسرٰی بِہٖ وَ نِسَائُہٗ مِن حولِہٖ نَحوالشّام علیٰ ظُهُورُ المُبَّزَل

یعنی کہ اس کو اسیر کیا اور اس کی بہنوں اور دیگر عورات کو اونٹوں پر سوار کیا۔ اور ان کو شام لے گئے۔ کہ دربار یزید ملعون میں پیش کریں۔

شیخ صدوق، شیخ مفید اور سید ابن طاؤس رضوان اللہ علیہم نے لکھا ہے کہ روز عاشوراء محرم حملہ مغلوبہ کے بعد حضرت حرؑ بن یزید ریاحی نے مبارزت کی۔ یعنی میدان قتال میں جنگ کے لیے آئے۔ آپ کی جنگ اور شہادت کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ حملہ مغلوبہ میں امام حسین علیہ السلام کے بہت زیادہ اصحاب شہید ہو چکے تھے حضرت امام حسین علیہ السلام نے آواز استغاثہ بلند فرمایا:

اَمَا مِنْ مغیثٍ یُغیثُنَا لِوجه الله اَمَا مِن ذابٍ یُذبُّ عَنْ حرم رسول الله

آیا ہے کوئی فریاد رس جو خدا کے لیے میری فریاد سنے اور میری مدد کو پہنچے اور حرم

رسول خدا سے دشمنوں کے شر کو دور کرے۔ حضرت حرؑ نے جیسے ہی امام حسینؑ کی آواز استغاثہ سنی بے چین ہو گئے۔ اور عمر ابن سعد ملعون کے پاس گئے۔ اور اس سے پوچھا کیا تم واقعی فرزند رسولؐ خدا سے جنگ کرو گے اس بدنہاد نے کہا کہ وَاللّٰہِ قِتَالاً ایسرہُ اَنْ تَطِیْرَ الرُّؤسُ وتَطِیحَ الایدی۔ یعنی کہ ایسی جنگ لڑیں گے کہ جس میں ہاتھ اور گردنیں قطع کی جائیں گی۔ جب حضرت حرؑ نے یہ بات سُنی تو آپ اس کے پاس سے واپس آگئے۔ لیکن اب ان کی یہ حالت تھی کہ سارے جسم میں لرزہ تھا۔ ان کے ساتھی ابن اوس نے جب یہ حالت دیکھی تو کہنے لگا اے حرؑ میں تو تمہارے بارے میں حیران ہوں کہ تم ایسا شجاع و بہادر اور اب یہ حالت ہے کہ جسم کانپ رہا ہے آخر کیا معاملہ ہے حضرت حرؓ نے فرمایا کہ میں جنت و دوزخ کے درمیان فیصلہ کرنا چاہتا ہوں اس لیے میری یہ کیفیت ہے۔ بخدا میں بہشت چھوڑ کر دوزخ اختیار نہیں کروں گا۔ خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ یہ کہہ کر حرؓ نے اس سے کہا تو نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا؟ اس نے کہا ہاں، پس حضرت حرؓ نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ جیسے وہ اپنے گھوڑے کو پانی پلانے جا رہے ہیں آہستہ آہستہ خیام امام حسینؑ کا رخ کیا۔ اور کہتے جاتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ اَتُبْتُ کَتُبْتُ عَلَیَّ لَقَدْ ارعَبْتُ قلوب اولیائِکَ واولادِ بنت نبیِّک۔

خدایا میں سخت نادم ہوں اور توبہ کرتا ہوں کہ میں تیرے نبی پاک کی دختر کے فرزند کو یہاں گھیر کر لایا ہوں کیا میری توبہ قبول ہوگی۔ اس فکر میں محو تھا کہ خدمت حضرت امام حسین علیہ السلام میں پہنچا اور پکار کر کہا اے فرزند رسول خدا میں آپ پر قربان ہو جاؤں میں وہ ہوں کہ جس نے آپ کا راستہ

روکا تھا۔ کیا میرے لیے درِ قبولیت توبہ کھلا ہوا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تمہاری یہ قبول کرے گا۔ آؤ گھوڑے سے اتر آؤ۔ حُر نے عرض کیا کہ یہ وقت نیچے اترنے کا نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اذن جہاد دیں تاکہ آپ کے قدموں میں اپنی جان قربان کروں۔

ابن نما روایت کرتے ہیں کہ حُرؓ نے امام حسینؑ سے عرض کیا اے آقا جب ابن زیاد نے مجھے آپ کی طرف بھیجا اور میں اپنے گھر سے نکلنے لگا تو ایک غیبی آواز آئی تھی۔ اَبْشِرْ یَا حُرُّ بِخَیْرٍ ۔ یعنی کہ اے حُر تجھے خیر عاقبت کی بشارت ہو یعنی کہ جنت کی بشارت ہو۔ وہ آواز میرے عقب سے آئی تھی میں نے مڑ کر دیکھا تو وہاں کوئی شخص موجود نہ تھا۔ میں حیران تھا کہ پروردگارا یہ کیا معاملہ ہے۔ میں تو فرزند رسولؐ خدا کے خلاف لشکر لے کر جا رہا ہوں میرے لیے کیا نیکی ہو سکتی ہے۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ مجھے آپ کی نصرت کا موقع ملے گا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ واقعی تمہارے لیے جزاءِ خیر اور جنت ہے۔

بعض کتب مقاتل میں ہے کہ حُرؓ نے امام علیہ السلام سے عرض کیا میں نے رات کو اپنے پدر بزرگوار کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ ان دنوں تم کہاں تھے میں نے کہا حسینؑ ابن علیؑ کا راستہ روکنے گیا تھا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے واویلا ارے بیٹا تمہیں ان سے کیا سروکار کہ ان کا راستہ روکا۔ اگر تو جہنم ہی جانا چاہتا ہے۔ تو تجھے اختیار ہے کہ ان کے خلاف جنگ کر۔ اور اگر تجھے جنت عزیز ہے تو امام حسین علیہ السلام کی نصرت کر۔ تاکہ بروز قیامت آنحضرتؐ تیری شفاعت کریں۔ غرض کہ بروایت شیخ صدوق۔ حُرؓ نے امام حسین علیہ السلام سے اذن جہاد مانگا۔ کہا اے مولا اجازت دیجئے تاکہ میں

آپ دشمنوں کو قتل کروں۔ امام حسینؑ نے انہیں اذن جہاد دیا۔ وہ امام عالیمقام سے رخصت ہو کر میدان قتال میں پہنچے اور لشکر عمر ابن سعد کو للکارا۔ اور رجز پڑھنے گئے۔

اِنِّیْ اَنَا الْحُرُّ وَنَاۤدِ الضَّیْفِ اَضْرِبُ فِیْ اَعْنَاقِکُمْ بِالسَّیْفِ
عَنْ خَیْرِ مَنْ حَلَّ بِاَرْضِ الْخَیْفِ اَضْرِبُکُمْ وَلَا اَرٰی مِنْ حَیْفٍ

یعنی کہ میں حرؑ ہوں میں کریم ہوں اور میں اپنے مہمان کا احترام کرتا ہوں میں تلوار تمہاری گردنوں پر لگاؤں گا اور یہ میرا قتال وجہاد افضل زین کائنات کی نصرت وحمایت میں ہے اور مجھے تمہیں قتل کرنے میں کوئی افسوس نہیں ہوگا کیونکہ تم فرزند رسولؐ خدا کو قتل کرنے پر آمادہ ہو۔ پھر حُرؑ یزیدی لشکر پر حملہ آور ہوئے اور دشمنوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اسی اثناء میں ایک شخص زید بن سفیان نے کہا کہ اگر حُرؑ میری زد میں آجائے تو میں نیزہ سے اسے ختم کروں۔

حضرت حُرؑ جنگ میں مشغول تھے کہ ان کے سر پر ایک ضرب لگی جس سے آپ کی آنکھ اور کان زخمی ہو گیا۔ اور خون بہنے لگا۔ حصین بن نمیر سکونی نے زید بن سفیان ملعون سے کہا کہ اب تیرے لیے موقعہ ہے کہ اپنا نیزے سے کام تمام کرنا۔ چنانچہ اس ملعون نے حضرت حُرؑ پر حملہ کیا لیکن خدا کی شان کہ آپ نے اس زخمی حالت میں اس پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ واصل جہنم ہو گیا۔ اور آپ نے اس قدر جنگ کی کہ روایت ہے کہ چالیس سوار اور پیادوں کو قتل کیا۔ پھر وہ امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ یا مولا کیا آپ مجھ سے راضی ہیں امام حسینؑ نے فرمایا نَعَمْ اَنْتَ حُرٌّ کَمَا سَمَّتْکَ اُمُّکَ ۔ یعنی "ہاں" تم واقعی حُر ہو جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام رکھا ہے۔

آخرکار حضرت حُرؑ میدان میں دوبارہ آئے۔ دشمنوں نے گھوڑے کو پے کر دیا آپ پیادہ ہو گئے۔ جب آپ کا گھوڑا پے ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔

اِنْ تَعْقِرُوْنِیْ فَاَنَا ابْنُ الْحُرِّ اَشْجَعُ مِنْ ذِیْ لِبَدٍ هِزَبْرٍ۔

یعنی کہ اگر تم نے میرا گھوڑا پے کر دیا خیر مجھے اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے میں آزاد کا فرزند ہوں۔ اور میں شجاعت میں شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوں آخر کار اعداء دین نے ان کا حصار کر لیا گھیرے میں لے لیا۔ اور ابن مسرح ملعون نے ایک دوسرے شخص کی مدد سے حضرت حر کو نیزہ مارا۔ آپ زخمی ہو کر گرے اور امام حسینؑ کو آواز دی۔ یا ابن رسول اللہ ادرکنی اے فرزند رسولؐ خدا مدد کو آیئے غلام زمین پر پڑا ہے۔

سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ان تک پہنچے دیکھا کہ خون ان کی گردن اور سر سے بہہ رہا ہے۔ امام عالیمقام نے فرمایا۔

بَخٍ بَخٍ یَا حُرُّ اَنْتَ حُرٌّ کَمَا سُمِّیْتَ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ۔

خوب بہت خوب۔ مرحبا کہ اے حُر جیسا کہ تمہارا نام ہے واقعاً تم دنیا اور آخرت میں حُر ہو یعنی کہ آپ نے لشکر عمر بن سعد بد نہاد سے نکل کر اپنی آزادی کا ثبوت دیا۔ اور نصرت امام حسینؑ میں جام شہادت پی کر عذاب سے آزادی حاصل کی اور سعادت مند ہوئے۔ بعض کتب مقاتل میں ہے کہ ان کے ساتھ ان کا بھائی مصعب بھی جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا۔ اور اسی طرح ان کا فرزند "علی" اور ایک غلام بھی نصرت امام حسینؑ کرتے ہوئے شہید ہوا۔ اگرچہ اس کی صحت ثابت نہیں ہے۔ (از مترجم بنا بر مشہور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا)

حضرت حُرؑ کی شہادت کے بعد بُریر بن خضیر ہمدانی جو اپنے وقت کے صلحاء

اور عباد میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے حاضر خدمت امام حسین علیہ السلام ہوئے اور اذن جہاد طلب کیا اور بعد حصول اجازت میدان کارزار میں آئے یہ رجز پڑھا۔

اِقْتَرِبُوْا مِنِّیْ یَا قَتَلَةَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِقْتَرِبُوْا مِنِّیْ یَا قَتَلَةَ اَوْلَادِ الْبَدْرِیِّیْنَ

اِقْتَرِبُوْا مِنِّیْ یَا قَتَلَةَ اَوْلَادِ رَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَذُرِّیَّتِهِ الْبَاقِیْنَ

اے مومنوں کے قتل میں پیش قدمی کرنے والو۔ میرے نزدیک آؤ۔ اے اولاد بدریین نزدیک آؤ اولادِ رسولِ خدا کو قتل کرنے والوں میرے سامنے آؤ۔ اور اپنے پاداش عمل کا مزہ چکھو۔ پھر آپ نے لشکر یزیدی پر حملہ کیا۔ اور تیس ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ اس وقت یزید بن معقل مقابلہ کے لیے نکلا۔ اور بُریر بن حضیر ہمدانی کے سامنے آکر کہنے لگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو۔ حضرت بریر نے فرمایا آؤ میرے ساتھ مباہلہ کرو۔ جو گمراہ ہو وہ حق پرست کے ہاتھوں قتل ہو۔ اور آؤ کاذب پر لعنت کریں۔ پس آپ نے اس ملعون پر حملہ کیا۔ اس نے بھی تلوار چلائی آخر کار حضرت بُریر نے اس کے سر تن پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ تلوار اس کے خود کو کاٹتی ہوئی۔ اس کے سر میں اتر گئی۔ اور وہ ملعون ایک ہی ضرب میں واصل جہنم ہوا اور مالک جہنم نے اس کو آتش جہنم میں جھونک دیا۔

اسی دوران ابن زیاد کے ایک آدمی نے کہ جس کا نام بحیر بن اوس تھا حضرت بُریر پر شدید حملہ کیا۔ جس سے آپ کی روح مبارک جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ بحیر بن اوس آپ کو قتل کر کے خوشی کے نعرے مارنے لگا تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تو ایک زاہد و متقی آدمی کو قتل کر کے خوش ہو رہا ہے اور فخر کر رہا ہے۔ پھر اس کا چچا کا فرزند آیا اور کہنے لگا اے بحیر تجھ

پرواہ ہوکہ تو نے بریر جیسے نیک و صالح کو قتل کیا اور خوش ہو رہا ہے اس پر وہ ملعون پشیمان ہوا۔

حضرت بریر کی شہادت کے بعد وہب بن عبداللہ حباب کلبی میدان قتال میں آئے۔ ان کی ماں اور ان کی زوجہ ساتھ تھیں۔ بعض روایات میں ہے کہ وہب کی شادی کو سترہ دنوں پہلے ہوئی تھی آپ تازہ نوشاہ تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ وہب نصرانی تھے۔ اور آپ اپنی والدہ اور اپنی زوجہ کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے دست حق پر مسلمان ہوئے تھے۔ جب دوسرے اکثر اصحاب امام حسینؑ شہادت پا چکے تو ان کی ماں نے ان سے کہا۔

قُمْ يَا بُنَيَّ فَانْصُرِ ابْنَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ۔

اے نور نظر اٹھو اور فرزند دختر رسولؐ خدا پر اپنی جان قربان کرو۔ تاکہ میں روز قیامت فاطمہؑ بنت رسولؐ خدا سے شرمندہ نہ ہوں۔ جناب وہب نے کہا اے مادر گرامی میں مدد امام عالیمقام کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ بس میں اپنی زوجہ سے رخصت حاصل کرلوں۔ یہ سن کر وہ مومنہ کہنے لگی کہ اے بیٹا نمعلوم تمہاری زوجہ تمہیں اجازت دے یا نہ دے۔ نہ جانے وہ کیا کہے گی اچھا بیٹا جاؤ اور اس سے اجازت لے لو۔ وہب اپنی زوجہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ مجھے میری ماں نے تو جہاد کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ تمہارا حق بھی ہے۔ تم بھی اجازت دے دو۔ اس نے کہا اے وہب میں تمہیں بڑی خوشی سے اجازت دیتی ہوں۔ مگر اس طرح کہ تم امام حسین علیہ السلام کے پاس چل کر میرے ساتھ دو باتوں کا عہد کرو۔ ایک یہ کہ تم قیامت کے دن مجھے

فراموش نہیں کروگے۔ دوسرے یہ کہ امام عالیمقام مجھے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی کنیزی عطا کریں تاکہ میں اپنی زندگی گزار سکوں۔ وہب اپنی زوجہ کے ہمراہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور اس سے آپ کی موجودگی میں دونوں باتوں کا عہد کیا کہ میں روز قیامت تیرے بغیر داخل بہشت نہیں ہوں گا۔ پھر امام عالیمقام نے اس مخدومہ کو حضرت زینب خاتون کی سپرد کیا اور فرمایا اے بہن یہ ہمارے ناصر و مددگار وہب کی زوجہ ہے اور وہب میدان قتال جارہے ہیں۔ وہب کو اذن جہاد ملا۔ آپ مقتل میں پہنچے اور رجز پڑھا۔

اِنْ تنکِرُونی فَاَنَا ابنُ الکَلبِیْ   سَوْفَ تَرُونی وَتَرُونَ ضَرَبِیْ
وحملتی وصولتی فی الحرب   اَدْرِکُ ثاری بعد ثار صحبی
وادفع الکربَ اِمَامَ الکربِْ   لَیسَ جِهادی فی الوغا بِاللَّعَب

یعنی کہ اگر مجھے نہیں پہچانتے ہو تو پہچان لو کہ میں فرزند کلبی ہوں اور جلد تم ہی تم لوگ میری جنگ دیکھو گے۔ کہ میں کس طرح تلوار سے تمہیں قتل کرتا ہوں اور کس طرح میدان قتال میں دشمنوں کا صفایا کرتا ہوں۔ پس آپ نے اس قوم خطا کار پر دلیرانہ حملہ کیا۔ اور مقاتلہ کیا یہاں تک کہ لشکر عمر ابن سعد منتشر ہوگیا۔ وہب اپنی مادر اور اپنی زوجہ کے پاس آئے اور ماں سے کہا اے مادر گرامی آپ مجھ سے راضی ہیں۔ اس نے کہا ما رضیت حتی تقتل بین یدی الحسینؑ میں راضی نہ ہوں گی جب تک کہ حسینؑ کے سامنے شہید نہ ہوگا۔ اس کی زوجہ نے کہا اے وہب خدا را مجھے اپنے غم میں مبتلا نہ کرو اور اب دوبارہ میدان میں نہ جاؤ۔ مادر وہب کہنے لگی کہ اے بیٹا اس کی بات پر کان مت دھرو جاؤ اور فرزند رسول کی نصرت میں قتال کرو۔ چنانچہ وہب دوبارہ گئے۔ یہاں تک

کہ نوے سواروں اور بارہ پیادوں کو تہ تیغ کیا اسی اثناء میں کسی دشمن دین نے آپ پر ایسی ضرب لگائی کہ آپ کے ہاتھ قطع ہو گئے۔ جب آپ کی زوجہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا۔

فداکَ ابی و اُمّی قاتل دون الطیّبیّن حَرَمِ رسولِ اللہ ۔

میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہو جائیں مقاتلہ میں زیادہ کوشش کی۔ اور اپنی جان کی بازی لگا دے۔ اس وقت اپنی زوجہ کی طرف آئے۔ اور اس کو واپس چلے جانے کی کوشش کی مگر وہ مومنہ کہنے لگی کہ میں ہرگز نہیں جاؤں گی یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں امام حسینؑ نے فرمایا کہ خدا تجھے جزاء خیر دے اور خدا تجھ پر رحمت نازل کرے۔ وہب مقاتلہ کر رہے تھے۔ کہ جب زخموں سے نڈھال ہو گئے گھوڑے سے گرے اور شمر ملعون نے حکم دیا کہ ان کا سر کاٹ دیا جائے چنانچہ آپ کا سر گردن سے کاٹا اور ان کی زوجہ کی طرف پھینک دیا۔ اس نے سر اٹھایا۔ خون صاف کیا کہ شمر ملعون کے حکم سے ایک شخص نے اس کے سر پر ایسا گرز مارا کہ وہ مومنہ شہید ہو گئی۔ جو کہ لشکر امام حسینؑ میں شہید ہونے والی پہلی عورت ہے۔

حضرت علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے ایک روایت میں دیکھا ہے۔ وہب نے چوبیس۲۴ سوار اور بارہ پیادہ قتل کئے اور حضرت وہب کو زخمی حالت میں گرفتار کر کے عمر ابن سعد کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے حکم دیا کہ ان کا سر کاٹ کر لشکر امام حسینؑ کی طرف پھینک دو چنانچہ یزیدی لشکر نے ان کا سر کاٹ کر لشکر گاہ امام حسینؑ کی طرف پھینک دیا۔ اور وہ مومنہ ایک عمود خیمہ لے کر اس لشکر بے حیا کی طرف گئی۔ اور ایک ملعون کو واصل جہنم کیا۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ ارجعی یا اُمّ وَھَبْ اَنْتِ وَ ابْنُکِ

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَاِنَّ الْجِہَادَ مَرْفُوْعٌ اَلنِّسَاءِ۔ یعنی اے مادرِ وہب بس کرو واپس آجاؤ کہ عورتوں پر جہاد ساقط ہے۔ تو اور تیرا فرزند وہب روز قیامت رسولِ خدا کے ساتھ ہوں گے۔ پس وہ مومنہ خیمہ اہلبیتؑ میں واپس آگئی اور کہا خداوندا تو میری امید کو منقطع نہ کرنا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے مادرِ وہب خدا تمہاری امید قطع نہیں کرے گا اپنی رحمت سے نوازے گا۔

حضرت وہب کے بعد عمرو بن خالد ازدی میدان قتال میں گئے۔ اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ بعدہٗ ان کے فرزند خالد بن عمرو نے میدان قتال میں قدم رکھا۔ رجز پڑھا اور جنگ شروع کی۔ اور قتال کیا اور خود بھی شہید ہو گئے اس کے بعد سعید بن حنظلہ تمیمی میدان قتال میں گئے رجز پڑھا اور اس قوم بد شعار سے قتال کیا۔ آخر کار درجہ شہادت پایا۔ ان کے بعد عمر ابن عبداللہ مرحجی نے میدان کا رخ کیا۔ کچھ دشمنوں کو قتل کیا اور مسلم ضبابی و عبداللہ بجلی کی ضربت سے شہید ہوئے۔

حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی عازم میدان کارزار ہوئے آپ لشکر امام حسین علیہ السلام میں بزرگ و زیادہ سن رسیدہ تھے اور آپ اصحاب حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام ان کو بھائی کہتے تھے مسلم بن عوسجہ اسدی نے مولائے کائنات کی خدمت قرآن مجید پڑھ کر سنایا ہے۔ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے تو رجز پڑھا۔

اِنْ تَسْئَلُوْا عَنِّیْ فَاِنِّیْ ذُوْ لُبَدٍ   مِنْ فَرْعِ قَوْمٍ مِنْ ذُرٰی بَنِیْ اَسَدٍ
فَمَنْ بَغَانَا حَائِدٌ عَنِ الرُّشْدِ   وَکَافِرٌ بِدِیْنِ جَبَّارٍ صَمَدٍ

اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو (سن لو) میں خانوادۂ بنی اسد کا شیر ہوں جس کسی نے

نے مجھ پر ظلم کیا وہ گویا ہدایت و دین سے نکل گیا۔ اور کافر ہو گیا۔ پس مسلم بن عوسجہ اسدی نے لشکر عمر ابن سعد پر حملہ کیا اور قتال شروع کیا اور پچاس ملعونوں کو قتل کیا۔ آخر کہاں تک بھوک و پیاس کی حالت میں قتال کرتے۔ لشکر عمر ابن سعد نے گھیرے میں لے لیا۔ آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرے اور امام حسینؑ کو آخری سلام کیا اور کہا اے مولا ادرکنی۔ مولا مدد کو آیئے۔ امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ ان کے پاس پہنچے تو ابھی رمق جان باقی تھی۔ امام عالی مقام نے فرمایا۔

رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا مُسْلِمُ فُزْتَ بِالشَّهَادَةِ وَاَدَيْتَ مَا كَانَ عَلَيْكَ۔

یعنی کہ اے مسلم بن عوسجہ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے تم شہادت پر فائز ہوئے اور اس کا عوض خدائے تعالےٰ لے رہے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔

(سورۃ الاحزاب ع۲۳) یعنی کہ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جو مرکز اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں سے بعض حکم خدا کے منتظر بیٹھے ہیں۔ پھر حضرت مسلم کے پاس حضرت حبیب ابن مظاہر آئے اور کہا۔

يَعُزُّ عَلَيَّ مَصْرَعُكَ يَا مُسْلِمُ اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ۔ مسلم مجھ پر سخت گراں ہے کہ میں تمہیں اس حال جراحت میں دیکھ رہا ہوں۔ تمہیں بہشت کی بشارت ہو۔ انہوں نے باوجودیکہ ضعف کی حالت تھی۔ مگر آہستہ سے کہا بَشَّرَكَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ۔ کہ خداوند عالم اے حبیب تمہیں بشارت خیر دے۔ جناب حبیبؓ نے کہا اے مسلم اگرچہ میں بھی تمہارے عقب میں آرہا ہوں۔ پھر بھی اگر کوئی وصیت ہو تو بیان کرو۔ انہوں نے حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا اُوْصِيْكَ

بِهٰذَا فَقَاتِلْ دُونَهُ حَتّٰى تَمُوْتْ ۔ کہ میں ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کی نصرت کرنے میں کوتاہی نہ کرنا ۔ حبیب نے کہا لَاُنعمتك عَيْنًا ۔ کہ اے مسلم میں ایسی نصرت کروں گا کہ تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں گی یعنی کہ تم خوش ہو جاؤ گے ۔

محمد ابن ابی طالب روایت کرتے ہیں کہ جب مسلم کو شہید کر دیا گیا تو ان کی ایک کنیز تھی اس نے گریہ و بکا کیا ۔ اور بلند آواز سے ہا مسلم ہائے ابن عوسجہ کہا جب اس کی آواز گریہ و بکا لشکر مخالف نے سنی تو وہ بدنہاد لوگ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے قتل مسلم پر خوشی کے نعرے لگائے شبث بن ربعی نے کہا اے لوگوں تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں تم نے خود ہی اپنے بزرگوں کو قتل کیا اور خود ہی خوشی کے نعرے لگاتے ہو ۔ اور اپنی عزت کو ذلت میں بدل رہے ہو ۔ اسی اثنا میں جب نافع بن ہلال شہید ہو گئے تو ۔

بروایت شیخ مفید فرات کی طرف سے امام حسینؑ کے میمنۂ لشکر پر عمرو بن حجاج نے حملہ کیا امام حسینؑ اپنے اصحاب سمیت متوجہ جنگ ہوئے بعدہ جب گرد و غبار جنگ ختم ہوا دیکھا کہ مسلم ابن عوسجہ زمین پر پڑے ہوئے ہیں اسی وقت شمر ولد الحرام نے امام حسینؑ کے میسرۂ لشکر پر حملہ کیا ۔ امام عالیمقام تنتیس ۳۳ افراد اس وقت تک زندہ رہے جنہوں نے دفاع کیا ۔ جس طرف یہ مردان حق رخ کرتے فوج مخالف متفرق ہو جاتی تھی ۔ پس عمر ابن سعد ملعون نے حصین بن نمیر سکونی کو حکم دیا کہ ان پر تیر برساؤ چنانچہ اس ملعون نے پانچ سو تیر اندازوں کو حکم دیا کہ امام حسین کے اصحاب پر تیر برسائیں ۔ ان تیروں سے اکثر و بیشتر گھوڑے بے ہو گئے اور مقاتلہ طول پکڑ گیا ۔

ابن سعد بد نہاد نے ایک گروہ کو خیام امام حسینؑ کی طرف بھیجا کہ وہ ان کو تاراج کردے۔ لیکن اصحاب امام حسینؑ نے خیموں کا رخ کیا اور جو گروہ یزیدی تاراجیٔ خیام کے لیے در آیا تھا ان کو ہلاک کر دیا۔ پھر ابن سعد نے حکم دیا کہ خیموں کو آگ لگا دو۔ پس ان ملعونوں نے خیام اہلحرم میں آگ لگا دی۔

اَحمّدِ المخنار اَنّ اُمَیَّۃَ ھَدَمُوا بیوتک عامدِینَ وَاحرقوا۔
بنی امیہ نے آپ کے گھر کو آگ لگا دی۔ بَنَاتُکَ المُخَضُرَاتُ اَضْحَتْ بَعْدَ ذَابِالسَّلْبِ وَالضَّرْبِ الاَلِیف تُعَذِّب۔ آہ آہ اے رسولؐ اللہ آپ کی بیٹیاں پریشان ہیں اور آتش زدہ خیموں میں بیٹھی ہیں۔

خَلَفَھَا وَ قُلُوبُھَا کَبُیُوتِھَا خنقاً۔ یَشُبُّ بِہِ الْحَرِیْقُ وینقب

یارسولؐ اللہ یہ سہل ہے کہ اہلحرم اور آپ کی بیٹیوں کے دل مثل آتش زدہ خیام ہیں لیکن آپ کے فرزند کے قتل نے ان کے جگر مثل کباب سوختہ کر دیے ہیں۔ جب امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب نے دشمنوں کی یہ جرأت دیکھیں تو تیغیں کھینچ لیں اور مثل شیران دلیرانہ حملہ کیا۔ اس حملہ میں عمر بن قرظہ انصاری شہید ہو گئے۔ امام حسینؑ جس طرف رخ فرماتے ادھر سے تیروں کی بارش ہو جاتی تھی۔ لیکن اصحاب امام علیہ السلام سینہ سپر ہو جاتے تھے اور جب کوئی ناصر و مددگار زخمی ہو کر گرتا تو کہتا تھا کاش کہ کوئی اور جان ہوتی تو وہ نثار امام علیہ السلام کرتا اور کہتا تھا۔ یا بن رسول اللہ میں نے اپنے عہد وفا کو پورا کر دیا۔ امام علیہ السلام اچھا بھائی جاؤ بہشت بریں ہیں اور میرے نانا کو میرا سلام پہنچانا۔

اسی اثنا میں ابو ثمامہ صیداوی حاضر خدمت امام علیہ السلام ہوئے اور

کہا۔ یا اباعبد اللہ نفسی لنفسک الفداء ھؤلاء اقتربوا منک ولا واللہ تقتل حتیٰ اقتل و واحب ان القی اللہ ربی وقد صلیت ھذہ الصلوٰۃ یعنی کہ اے فرزند رسولؐ خدا اے امام عالی مقام ہم آپ پر قربان ہو جائیں کہ ہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں یہ نماز ظہر کا اول وقت ہے۔ جب امام حسینؑ نے لفظ نماز سنا ایک آہ جگر سوز کھینچی اور آپ نے سوئے آسمان نظر کی دیکھا کہ نماز ظہر کا اوّل وقت ہے فرمایا کہ ان ملاعین سے نماز پڑھنے کی مہلت مانگو۔ جب مہلت مانگی تو حصین بن نمیر ملعون نے کہا کہ تمہاری نماز مقبول بارگاہ ایزدی نہیں ہے۔ حضرت حبیب ابن مظاہر نے یہ سن کر کہا اے غدار تیری نماز تو قبول ہو اور فرزند رسولؐ خدا کی نماز قبول نہ ہو وہ مردود غصہ میں بھر گیا اور جناب حبیب پر حملہ کیا۔ جناب حبیب نے اس کے گھوڑے پر ضرب لگائی۔ اور وہ گھوڑے گرا۔ آپ نے چاہا کہ اس کو قتل کریں امام حسینؑ نے فرمایا کہ حبیب اس ملعون کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ امام عالی مقام سے زہیر بن قین اور سعید بن عبد اللہ نے عرض کیا کہ ہم آپ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تاکہ جو تیر سامنے سے آتے وہ ہم اپنے سینوں پر روک لیں آپ نماز پڑھیئے غرضکہ وہ دونوں امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے امام حسینؑ نے فرمایا کہ خدا تم کو نماز گزاروں میں شمار کرے یہ دونوں سینہ سپر ہوئے اور امام حسین علیہ السلام نے نماز ظہر ادا کی۔ جو تیر دشمن کی طرف سے آتا یہ دونوں بڑھ کر اُسے اپنے سینوں پر روک لیتے تھے۔ امام عالیمقام اور باقی اصحاب نے نماز ظہر پڑھی۔ نماز تمام ہوئی اور سعید بن عبد اللہ زخمی ہو کر زمین پر گرے اور کہا خدا وندا ان ظالموں پر لعنت کر اور محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات

ورحمت نازل کر اور بارگاہ خدا میں عرض کیا پروردگارا میں نے تیرے رسولؐ کی ذریت کی حفاظت کا حق ادا کر رہا ہے۔ یہ کہتے کہتے آپ کی روح پرواز کر گئی۔ آپ کے جسم مبارک میں تیرہ تیر پیوست تھے اور ان کے علاوہ نیزوں اور تلوار کے زخم بھی تھے۔ آپ کی شہادت کے بعد حضرت ابوذرؓ غفاری کے غلام جون میدان قتال میں جانے کے لیے حاضر خدمت امامؑ مظلوم ہوئے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے جون تمہاری رفاقت تو ایسی چیز سے ظاہر ہے کہ تم نے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم چلے جاؤ اور اپنی جان بچاؤ۔ انہوں نے نہایت دردناک لہجہ میں آہ کھینچی اور کہا اے مولا میں حبشی ہوں اور میرا رنگ سیاہ ہے کیا آپ مجھے جنت کے قابل نہیں سمجھتے یہاں تک کہ اپنا خون سیاہ و پاک و پاکیزہ خون میں مخلوط کر کے راہی جنت ہوں اور یہ جماعت گمراہ میری ضرب کے مزہ چکھے گی۔ ان کی اس گفتگو سے امام حسینؑ پر بہت اثر ہوا اور فرمایا کہ اے جون ایسا نہیں ہے۔ کہ جو تم خیال کر رہے ہو۔ پھر امام علیہ السلام نے ان کو اذن جہاد دیا اور انہوں نے حق جان نثاری ادا کیا۔ گھوڑے گرے اور امام حسینؑ ان کے پاس پہنچے فرمایا!

لَا وَاللّٰہِ لَا اُفَارِقُکُمْ حَتّٰی یَخْتَلِطَ ھٰذَا الدَّمُ الْاَسْوَدُ مَعَ دِمَائِکُمْ۔

یعنی کہ خداوندا اس کے چہرہ کو سفید کر دے۔ اور اس کی بو کو خوشبودار بنا دے اور اس کو نکوکار قرار دے۔ اور اس کو میرے جد بزرگوار رسولؐ خدا اور ان کی آل کے جوار میں جگہ دے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن الحسینؑ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جب قبیلہ بنی اسد

نے شہدائے کربلا کو دفن کیا ہے تو اس غلام حبشی یعنی جون کی لاش دس دن کے بعد ملی اور اس سے بوئے مشک آرہی تھی" سبحان اللہ"

بروایت سید ابن طاؤس عمرو بن خالد صیداوی بخدمت امام عالیمقام آئے اور عرض کیا۔ یا اباعبداللہ قد ھممت ان الحق اصحابی وکرھت ان اتخلف واراک وحیداً من اھلک قتیلاً یعنی کہ میں بھی وہ جام نوش کرنا چاہتا ہوں کہ جو دوسرے ساتھی نوش کر چکے ہیں اور جامہ شہادت پہن کر دوسرے شہیدوں سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ میں بھی شہید ہو جاؤں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ

فَتَقَدَّمْ فَاَنَا لَاحِقُوْنَ بِكَ عَنْ سَاعَةٍ۔

تم سب سے ملحق ہونے والے ہیں۔ پس عمرو بن خالد صیداوی گئے مقاتلہ کیا اور جام شہادت نوش کیا۔ سید جلیل ابن طاؤس نے ذکر کیا ہے کہ حنظلہؓ بن سعد شامی امام حسینؑ کی خدمت میں اس طرح آئے کہ سینہ کھولے ہوئے۔ ندا کی۔ یاقَوْمِ عَلَیْکُمْ مِثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ اِنِّیْ اَخَافُ مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ (الی آخر آیت) تلاوت کی (سورۃ المومنین) یعنی کہ مجھے خوف ہے کہ تمہارا بھی وہ حال نہ ہو کہ قوم نوح وعاد وثمود کا ہوا ہے۔

صاحب مناقب فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے فرمایا۔ یا ابن سعد (حنظلہ بن سعد شامی) خدا کی رحمت ہو تجھ پر کہ تو نے لشکر باطل کو ہدایت کی مگر انہوں نے عذاب خرید کر لیا اور تیری دعوت کو مسترد کر دیا۔ حضرت امام حسینؑ نے ان کو اجازت قتال دی۔ یہ میدان میں گئے اور قتال وجدال کرتے ہوئے زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے اور راہی ملک بقا ہوئے۔

بروایت سید ابن طاؤس سوید بن ابی المطاع کہ جو بزرگ و سن رسیدہ تھے میدان قتال میں گئے۔ ثبات قدم کے ساتھ قتال کیا اور گھوڑے سے زمین پر گرے بے ہوشی کا عالم طاری تھا کہ اسی اثناء میں ان کے کان میں یہ آواز پہنچی کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ قتل الحسینؑ کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ پس انہوں نے آنکھ کھولی نزدیک ہی ایک چھری پڑی تھی۔ اٹھائی اور اسی سے قتال شروع کیا۔ یہاں تک کہ دشمنان دین نے انہیں قتل کیا اور وہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد چند اور جان نثار شہید ہوئے بعدہ، آپ کے مؤذن حجاج بن مسروق نے خدمت امام علیہ السلام میں اذن جہاد طلب کیا۔ میدان میں باجازت امام گئے اور رجز پڑھا اور چند لمحوں نے ان کو نیزہ مار مار کر شہید کر دیا۔ ان کے بعد زہیر بن قین بجلی نے امام علیہ السلام کو سلام آخر کیا اور میدان قتال روانہ ہوئے۔

جب امام علیہ السلام سفر عراق طے کر رہے تھے تو زہیر بن قین شامل لشکر امام عالیمقام ہوئے تھے انہوں نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی تھی۔ اور بہت کثیر مال دے کر ان کو ان کے قبیلہ میں بھیج دیا تھا۔ جب آپ میدان کارزار میں پہنچے تو رجز پڑھا۔

اَنَا زھیرٌ ابن وَ اَنَا قینٍ اخورکم بالسّیف عن حسینٍ

کہ میں زہیر ہوں اور قین کا بیٹا ہوں۔ میں اپنے آقا و مولی حسینؑ سے تم دشمنوں کو اپنی تلوار سے دفع کروں گا۔ جب آپ نے حملہ کیا تو لشکر باطل کے لوگ روباہ صفت فرار کرنے لگے آپ نے قتال و جدال کیا اور ایک سو بیس افراد کو تہ تیغ کیا۔ اس وقت کمین گاہ سے عبداللہ بن شعبی اور مہاجر بن اوس

نے آپ پر ضرب لگائی یہاں تک کہ آپ گھوڑے سے زخمی ہو کر گرے۔

جناب امام حسینؑ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

لَا یُبْعِدُکَ اللّٰہُ یَا زُھَیر۔

خدا تجھ پر رحمت کرے اور اپنی رحمت میں جگہ دے زہیرؓ نے آواز دی اور قوم جفا کار پر لعنت کی۔ اور آپ کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

آپ کی شہادت کے بعد حبیب ابن مظاہرؓ نے امام حسینؑ کو سلام آخر کیا اور اجازت میدان طلب کی آپ کہنہ سال مرد بزرگ تھے۔ آپ نے حضرت رسولؐ خدا کی زیارت بھی کی تھی۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی ملازمت کا شرف بھی حاصل کیا تھا۔ امام حسینؑ نے اپنے دوست، ابن مظاہر کو اجازت دی آپ میدان میں آئے۔ اور رجز پڑھا۔

اَنَا حبیبٌ وَ اَبِی مظاھرٌ فارس دھیجا وحربٌ تسعرُ
وَاَنتُم رائیتم عند العدیر اکثر وَنحنُ اعلیٰ حُجّۃً و اظھر
وانتم عند الوفاء واعذر وَنحنُ اَدنیٰ مِنکُم واصبحقاً وامنکم

یعنی اے گروہ کوفہ وشام میں حبیب ابن مظاہر ہوں۔ شہ سوار ہوں۔ جس زمانہ میں آتش قتال زوروں پر تھی اور تم اگرچہ ہمارے مقابلہ میں بہت زیادہ کثرت میں تھے۔ لیکن ہم تم پر ہمیشہ غالب رہے۔ اگر تم صاحبان عذر و مکر ہو ہم صاحبان وفا ہیں اور ہم اپنے عہد پہ باقی ہیں ہم نے تمہاری نیزوں اور تلواروں پر بھی صبر کیا۔ بس حضرت حبیب ابن مظاہر نے اس قوم جفا شعار پر حملہ کیا۔ اور بید ریغ ان ملاعین کو تہ تیغ لیا۔ آپ مشغول کارزار تھے کہ ایک نامرد نے جو قبیلہ بنی تمیم سے تھا آپ پر نیزہ سے حملہ کیا۔ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور حصین

بن نمیر سکونی نے آپ کا سر مبارک کاٹا۔ بروایت محمد ابن ابی طالب الموسوی اس نے آپ کا سر جدا کر کے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا صاحب مناقب نقل کرتے ہیں کہ بدیل بن صریم آپ کا سر مبارک بدن سے جدا کیا۔ اور سر مطہر کو مکہ لے گیا۔ وہاں ان کے ایک فرزند تھے مگر وہ ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ جب سر بریدہ دیکھا تو اس نے اس ملعون پر حملہ کیا اور سر بریدہ اس سے چھین لیا۔ اور اس ملعون کو قتل کر دیا۔

حضرت حبیب ابن مظاہر کے بعد ہلال بن نافع بجلی نے میدان کارزار کا رخ کیا اور میدان میں پہنچ کر رجز پڑھا۔

أَنَا الْغُلَامُ الْيَمِيْنِيُّ الْبَجَلِيْ دِيْنِيْ عَلٰى دِيْنِ حُسَيْنٍ وَعَلِيْ
اِنْ اُقْتَلَ الْيَوْمَ فَهٰذَا اَمَلِيْ فَذَاكَ رَاْيِيْ وَاُلَاقِيْ عَمَلِيْ

کہ میں قبیلۂ بجیلہ کا ایک جوان ہوں۔ میرا دین۔ دین حسین ابن علیؑ ہے۔ اگر آج قتل ہو گیا۔ تو آج امام حسینؑ کی نصرت میں قتل ہونا عین آزادی اور زندگی ہے پھر قتال شروع کیا اور تیرہ ملاعین واصل جہنم کئے آخر کار آپ کے بازو ٹوٹ گئے۔ اور ملاعین نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور لشکر عمر ابن سعد ملعون میں لے گئے۔ شمر ملعون کھڑا ہوا اور آپ کی گردن سے سر مبارک جدا کیا اور آپ نے شہادت پائی۔

محمد ابن ابی طالب الموسوی روایت کرتے ہیں کہ ایک کم سن لڑکا جس کا باپ کچھ دیر پہلے شہید ہو چکا تھا۔ تلوار لیے ہوئے امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور اذان جہاد طلب کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بیٹا تیرا باپ شہید ہو چکا ہے۔ تمہاری ماں کیسے گوارا کرے گی کہ تم بھی شہید ہو جاؤ۔ اس نے عرض کیا۔

مولی مجھے میری ماں ہی نے تلوار دے کر بھیجا ہے مجھے اذن جہاد عطا کیجیے
امام علیہ السلام نے اس کو اجازت دی وہ میدان میں آیا۔ اور رجز پڑھا۔

امیری حسینؑ و نعم الامیرُ سُرُورُ فُوَادُ البَشیرِ النَّذِیرِ
عَلی و فاطمۃ والدہٗ فھَل تعلمونَ لَہٗ مِن نظیرٍ
لَہٗ طَلعَۃٌ مِثلُ شمسِ الضُّحٰی لَہٗ لَمعَۃٌ مِثلُ بدرا لمنیر

میرے امیر اور امام حضرت حسین ابن علیؑ ہیں اور کس قدر نکو تر امیر ہیں وہ احمد مختار کے دل کا چین ہیں۔ وہ فاطمہ زہرا کے نور عین ہیں وہ علیؑ حیدر کرار کے فرزند ہیں وہ حسین ہیں وہ حسینؑ ہیں۔ کوئی امام حسینؑ کی نظیر نہیں ہے۔

پس اس نوجوان نے مقاتلہ شروع کیا اور شہید ہو گیا ان ملعونوں نے اس کا سر کاٹ کر خیام حسینی کی طرف پھینک دیا۔ اس کی ماں بے اختیار خیمہ سے نکلی اور سر کو اٹھا کر بوسہ دینا شروع کیا۔ اور کہا اَحْسَنْتَ یَا بُنَیَّ یَا سُرُوْرَ قَلْبِی وَیَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ۔ مرحبا، شاباش اے میرے دل کے چین نکوکاری دکھلائی اے نور دیدہ یہ ماں تجھ پر قربان تو نے حسینؑ پر اپنی جان نثار کر دی واللہ کر کا رے کردی۔ اور کہہ رہی ہے کہ اے فرزند میں تجھ سے راضی ہوگی۔ اس نے وہ سر لشکر اعداء کی طرف پھینک دیا۔ اور عمود خیمہ لے کر میدان کی طرف چلی اور کہتی جاتی تھی۔

اَنَا عَجُوزٌ سَیِّدِی ضَعِیفَۃٌ خَاوِیَۃٌ بَالِیَۃٌ نَحِیفَۃٌ
اَضرِبُکُم بِضَربَۃٍ عَنِیفَۃٍ دُونَ بنی فاطمۃ الشَّرِیفَۃِ

یعنی کہ میں کہن سالہ عورت ہوں ضعیف و کمزور ہوں کوئی قوت جسمانی نہیں۔ مگر اے گروہ جفا کار حمایت اولاد فاطمہؑ زہرا میں سخت ضربیں لگاؤں گی۔ پس

اس نے دو مردوں کو قتل کیا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے مومنہ بس یہی کافی ہے۔ خیمہ میں واپس آجا اور اس کے لیے آپ نے دعاء خیر کی۔

محمد ابن ابی طالب الموسوی لکھتے ہیں کہ انصاران امام حسین علیہ السلام میں سے ایک ایک ناصر باوفا امام علیہ السلام سے اجازت لیتا اور میدان قتال میں اپنے جوہر شجاعت دکھاتا یہاں تک کہ شہید ہوجاتا تھا۔ پھر مجالس بن شبیب شاکری امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن طلب کیا۔ آپ کا ایک غلام تھا جس کا نام شوذب تھا۔ آپ نے اس سے کہا مَا فِی نَفْسِكَ اَنْ تَصْنَعَ کہ تیرا کیا خیال ہے اس نے کہا کہ بس یہی کہ مَا اَصْنَعُ اُقَاتِلُ حَتّٰی اُقْتَلَ نصرت فرزند رسولؐ خدا میں قتال کریں اور جام شہادت نوش کریں جناب مجالس نے کہا کہ میرا یہی گمان تھا کہ نصرت امام میں جام شہادت پیو گے۔ غرض کہ دونوں خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہوئے۔ مجالس نے بعد اسلام کیا۔

یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَمَا وَاللّٰهِ مَا اَمْسٰی عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ قَرِیْبٌ وَلَا بَعِیْدٌ اَعَزَّ عَلَیَّ وَلَا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْكَ۔

خدا کی قسم کہ روئے زمین پر دور و نزدیک آپ سے زیادہ عزیز و محترم اور محبوب کوئی اور نہیں ہے۔ وَلَوْ قَدَرْتُ عَلٰی اَنْ اَدْفَعَ اَنْ تُضَیِّمَ لَوِالْقَتْلَ عَنْكَ بِشَیْءٍ اَعَزَّ عَلَیَّ مِنْ دَمِیْ وَنَفْسِیْ لَفَعَلْتُ۔ یعنی کہ میں اگر کسی طرح بھی آپ سے ان دشمنوں کو دور کر سکتا تو ہرگز دریغ نہ کرتا۔ آپ یہ ہماری جان ہے۔ جو آپ پر فدا کرتا ہے بعدہ کہا السلام علیک یا ابا عبد اللہ یعنی اے حسین مظلوم آپ پر ہمارا اسلام ہو۔ گواہ رہنا کہ میں آپ کے اور آپ کے پدر بزرگوار کے دین پر ہوں۔ اور بہ ہر طریق ہماری جانیں آپ کی حفاظت کے لیے ہیں۔

بس یہ کہہ کر تلوار بکف میدان قتال میں پہنچے ربیع بن تمیم کہتا ہے کہ میں جب انہیں میدان میں آتے دیکھا تو ان کو پہچان لیا۔ کیونکہ میں پہلے سے ان کو جانتا تھا وہ کہتا ہے۔ کہ عابس شجاع ترین انسان تھے۔ ان سے جنگ کے لیے لشکر اعداء میں سے کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور سب ان سے ڈرتے تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ کوئی شخص جنگ کے لیے نہیں نکلتا آخر کار تو انہوں نے پکارا۔ اَلاَ رَجُلٌ اَلاَ رَجُلٌ یعنی ہے کوئی مرد میدان جو میرے مقابلہ میں آئے۔ ربیع ابن تمیم نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ هٰذَا اسد الاسود هٰذَا ابن شبیبٍ لَا یَخْرُجَنَّ اِلَیْهِ اَحَدٌ۔

یعنی کہ اے لشکر اعداء یہ شیر شعبۂ شجاعت ہے۔ یہ فرزند شبیب شاکری ہے سب خائف تھے۔ کوئی اس کے مقابلہ کے لیے نہ نکلا۔ جب پسر سعد ملعون نے یہ دیکھا تو لشکر کو شرمندہ کیا۔ اور کہا کہ چاروں طرف سے اس کو اپنے گھیرے میں لے لو۔ اور اس پہ سنگ باران کرو۔ یعنی پتھر برساؤ۔ جب عابس نے یہ دیکھا تو اپنی زرہ اور خود اتار ڈالا۔ اور لشکر اعداء پر حملہ کیا۔ ان کا حصار توڑ دیا۔ لوگ لوگ متفرق و منتشر ہو گے۔ ربیع کہتا ہے کہ بخدا میدان صاف ہو گیا تھا۔ لشکر ابن سعد میں انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ ربیع کہتا ہے کہ میں نے عابس سے کہا کیا تمہیں کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ تم نے زرہ، خود وغیرہ اتار پھینکا۔ عابس نے کہا کہ مولا حسینؑ کی راہ سب کچھ گوارا ہے۔ غرض کہ اس گروہ نابکار نے پھر جمع ہو کر آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ اور اس قدر پتھر برسائے کہ آپ کا بدن مبارک لہولہان ہو گیا اور آپ بالکل بے حس و حرکت ہو گئے۔ ان ملعونوں نے آپ کا سر مبارک تن سے جدا کیا۔ اور عمر ابن سعد کے پاس لے گئے ہر ایک یہی کہتا تھا کہ میں نے ان کو قتل کیا ہے۔ جب نزاع زیادہ بڑھ گیا تو عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ ایک شخص نے

ان کو قتل نہیں کیا ہے۔ بلکہ تم سب نے مل کر ان کو قتل کیا ہے۔ ان کے بعد عبداللہ غفاری و عبدالرحمٰن غفاری امام عالیمقام کی خدمت میں دے اور بعد سلام کہا کہ مولیٰ اذن جہاد عطا ہو تاکہ ہم اپنی جانیں آپ پر قربان کریں۔ اس وقت ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپ نے فرمایا اے فرزندان برادر تم پر گریہ کیوں طاری ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ پر فدا ہوں۔ پھر عرض کیا خدا قسم ہم پہ گریہ آپ کی مصیبت دیکھ کر طاری ہوا ہے کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ گروہ نابکار آپ کا حصار کیئے ہوئے ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ خدا تم کو جزاء خیر دے۔ پھر ان کو اجازت دی۔ وہ روانہ میدان کارزار ہوئے اور ایسا قتال کیا کہ لوگ داد شجاعت دینے لگے یہاں تک کردہ مارے گئے اور ان کے سر دشمنوں نے کاٹ لیے۔ پھر آپ کا غلام ترکی خدمت میں حاضر ہوا اور اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ تو غلام سیّد سجادؑ ہے۔ ان سے اجازت طلب کر وہ غلام امام زین العابدین کی خدمت میں آیا اور سلام کرنے کے بعد اجازت طلب کی۔ اور کہا کہ میں آپ کے پدر بزرگوار کی خدمت میں گیا تھا مگر انہوں نے فرمایا کہ تجھے زین العابدین اجازت دیں گے سجادؑ امام نے اجازت دی پھر اس نے آپ سے کہا مولاؑ کوئی تقصیر ہوگئی ہو تو معاف فرمائیں اور میری ایک آرزو ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ روز قیامت مجھے نہ بھولنا بلکہ اپنی خدمت میں رکھنا۔

اس کی گفتگو سن کر اہلحرم میں گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں اور سب نے اس کو وداع کیا۔ میدان میں پہنچا اور مبارز طلبی کی۔ اور ادھر سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے خیمہ کے در کا پردہ اٹھا دو کہ میں اپنے غلام سعادت مند کی جنگ دیکھ سکوں۔ وہ غلام کچھ دیر تک مقابلہ کرتا رہا آخر کار اس قوم بے دین نے ایسا حملہ

کیا کہ وہ گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اس نے امام علیہ السلام کو سلام آخر کیا۔ آپ اس کے پاس پہنچے اور اس نے آنکھ کھول کر امام حسینؑ کے چہرہ پر نگاہ کی۔ اور تبسم کیا اور ساتھ ہی اس کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کرگئی۔

اس کے بعد یزید بن زیاد بن شعثا میدان میں آئے آپ کے جسم مبارک پر آٹھ تیر لگے اور ہر ایک تیر بہت گہرا لگا اور شہید ہوگئے اور درجہ رفیعہ پر فائز ہوئے بعدہ ابو عمرو نہشلی میدان میں آئے۔ اور مخالفوں پر حملہ آور ہوئے۔ جس طرف حملہ کرتے میدان صاف ہوجاتا تھا۔ آپ پھر خدمت میں حاضر ہوئے امام علیہ السلام نے فرمایا۔

اَبْشِرْ هُدِيتَ الرُّشْدَ تَلْقٰى اَحْمَدًا فِى الْجَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ تَعْلُوا صُعُدًا

کہ تجھے ہدایت کی بشارت ہو اور تو ہمارے جد رسول خدا کی زیارت کرے گا۔ اور آنحضرتؐ تجھے بہشت بریں میں اعلیٰ جگہ دیں گے۔ آخر الامر ایک ملعون نے کہ جس کا نام عامر بن نہشل تھا شہید کیا۔ اور ان کے جسم مبارک سے سر جدا کیا۔ کیا کہنا واللہ اصحاب امام حسین علیہ السلام کا کہ جو سر کٹے ہوئے زمین کربلا پر پڑے ہوئے تھے۔ ایسا معلوم ہورہا تھا کہ زمین پر ماہتاب تابندہ ہیں آسمان پر ایک چاند روشن تھا اور یہاں خاک و خون میں غلطاں چاند ہی چاند نظر آرہے تھے۔ ہمارا ہمارا اسلام ہو ان باوفا جان نثاروں پر کہ جن کے بعد امام حسینؑ تنہا رہ گئے کوئی یاور و انصار باقی نہ رہا سوائے بنی ہاشم کے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

ساتویں مجلس

شہادت اولادِ عقیلؑ اور شہادت و پائمالی حضرت امیر قاسم ابن حسن علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اَھْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اَنْصَارِ دِیْنِ اللّٰہِ وَعَلٰی حُفَّاظِ شَرِیْعَۃِ اللّٰہِ وَعَلَی الْمُجَاھِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَعَلَی النَّاصِحِیْنَ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ وَعَلٰی بَاذِلِی الْاَرْوَاحِ لِوَجْہِ اللّٰہِ وَعَلَی الْخَاضِیْنَ فِیْ بِحَارِ السُّیُوْفِ وَالْاَسِنَّۃِ فِیْ مَحَبَّتِ اللّٰہِ وَعَلَی الثَّابِتِیْنَ فِیْ نِیْرَانِ الْکِفَاحِ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ وَعَلَی الْاَبْدَانِ الضَّعِیْفَۃِ فِیْ عِبَادَۃِ اللّٰہِ وَعَلَی الدِّمَآءِ السَّائِلَۃِ وَ الدُّمُوْعِ السَّائِلَۃِ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَی السَّادَاتِ الْعَلَوِیَّۃِ اَلسَّلَامُ عَلَی الْبَنَاتِ الْھَاشِمِیَّۃِ اَلسَّلَامُ عَلَی الشُّیُوْخِ وَالشُّبَّانِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الرِّجَالِ وَالنِّسْوَانِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَبْدَانِ الْبَلِیْلَۃِ اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَجْسَامِ التَّرِبَۃِ اَلسَّلَامُ عَلَی الْخُدُوْدِ الْمُعَفَّرَۃِ

وَالْجِبَاهِ الْمُخَضَّبَتِهِ وَالْاَعْضَاءِ الْمُقَطَّعَتِهِ وَالرُّؤُسِ الْمَالَةِ اَلسَّلَامُ
عَلَى الْمَذْبُوحِ مِنَ الْقَفَا اَلسَّلَامُ عَلَى الْمَحْرُوقِ الْخِبَاءِ وَمَسْلُوْبِ
الْعِمَامَةِ وَالرِّدَاءِ اَلسَّلَامُ عَلَى مَنْ بَكَى عَلَيْهِ جِبْرَئِيْلُ وَتَزَلْزَلَ
لَهُ الْعَرْشُ الْجَلِيْلُ وَعَلَى اَنْصَارِهٖ مِنْ وُلْدِ جَعْفَرٍ وَعَقِيْلٍ اَلسَّلَامُ
عَلَى الضَّرِيْعِ الْمُرْتَجَى وَعَلَى مَنْ نَصَرَهٗ مِنْ وُلْدِ الْمُجْتَبٰى
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَبَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ :

آیہ مجیدہ :۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ط
حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ
ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ط حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ
سَنَةً لا قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ
الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ
اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ
ذُرِّيَّتِيْ ط الخ

(سورۃ الاحقاف آیت ۱۵)

ترجمہ :

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا (کیونکہ) اس کی ماں نے رنج ہی کی حالت میں اس کو پیٹ میں رکھا۔ اور رنج ہی سے اس کو جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کی دودھ بڑھائی کے تیس مہینے ہوئے یہاں تک کہ جب اپنی پوری جوانی کو پہنچتا اور چالیس برس (کے سن) کو پہنچتا ہے تو خدا سے) عرض کرتا ہے پروردگار تو مجھے توفیق عطا کر تو نے جو احسانات مجھ پر

اور میرے والدین پہ کیے ہیں میں ان احسانوں کا شکریہ ادا کروں۔ اور یہ (بھی توفیق دے) کہ میں ایسا کام کروں جسے تو پسند کرے۔ اور میرے بیٹے اور میری اولاد میں صلاح (نیکی) اور تقویٰ پیدا کر (میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں یقیناً فرما فرمانبرداروں میں ہوں۔

(از مترجم :-

ازروئے تفسیر اہلبیتؑ طاہرین اس آیہ مجیدہ کی تصریح یہ ہے کہ یہ پوری آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور جو حالات ابتداء حمل سے آخر عمر تک امام حسین علیہ السلام کے تھے۔ ان سے پوری طرح پر مطابقت ہوتی ہے اور آیات خدا میں غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ سوائے امام حسین علیہ السلام ان صفات کا کوئی دوسرا شخص مستحق نہیں ہے) اگرچہ آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا یعنی نیکی کرنا عنداللہ مستحسن ہے اور اسی طرف آیت راجع ہے اور ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ یہ نیکی پیش آئے۔ اور ماں خصوصاً اس لیے نیکی کی مستحق ہے کہ زمانۂ حمل میں اس نے تکلیف اٹھائی ہے۔ مدت حمل میں مشقت برداشت کی ہے اور دوران عرصہ رضاعت میں بھی تکلیف کا سامنا رہتا ہے (رضاعت کے احکام مجتہدین کے عملیہ میں ملاحظہ فرمائیں) بہرکیف یہ تمام چیزیں مقتضیٔ احسانات بر والدین ہیں۔ اور اولاد ان کے لیے ایک انعام ہے جو خداوند عالم کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔

خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ ط (سورۃ لقمٰن آیت ۱۴)

یعنی کہ (ماں باپ کے بارے میں خدا نے تاکید فرمائی ہے) میرا بھی شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی شکریہ ادا کرو۔ یعنی کہ ما حصل حقوق والدین یہ ہے کہ اگر اولاد اپنے والدین کی شکر گذار نہیں ہے تو خدا کی شکر گذار کیسے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں خداوند عالم نے اپنے شکر اور والدین کے شکر کو مقرون فرمایا ہے۔ یعنی کہ ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۳)

اور تمہارے پروردگار نے تو حکم ہی دیا ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور (ماں باپ سے نیکی کرنا۔ پس خداوند عالم نے ماں باپ سے یہ نیکی پیش آنے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت میں استحسان والدین کو اپنی عبادت سے نزدیکی کا درجہ دیا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ یَفْعَلُ الْبَارُّ مَا یَشَآءُ اَنْ یَفْعَلَ فَلَنْ یَدْخُلَ النَّارَ وَیَفْعَلُ الْعَاقُّ مَا یَشَآءُ اَنْ یَفْعَلَ فَلَنْ یُدْخِلَ الْجَنَّۃَ۔

یعنی جو شخص اپنے والدین کے ساتھ نیکی کے ساتھ پیش آیا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے تو وہ ہرگز داخل جہنم نہیں ہوگا۔ اگرچہ اس کے دوسرے اعمال سیئہ ہوں اور والدین کا عاق شدہ اگرچہ اس کے اعمال حسنہ ہوں۔ داخل بہشت نہیں ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں جہاد میں جانے کا از حد مشتاق ہوں۔

آنحضرتؐ نے اس سے فضائل جہاد بیان فرمائے کہ اگر راہ خدا میں قتل ہو جائے تو خدا اس کو زندگی جاوید عطا فرماتا ہے۔ اور اس کو روزی عطا ہوتی ہے اور اگر قتل

نہ ہو تو بھی اس کا اجر خدا پر ہے۔ اور خدائے تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا
پھر اس شخص نے عرض کیا میرے ماں باپ زندہ ہیں اور بہت بوڑھے ہیں۔ جو
میری جدائی برداشت نہیں کرتے میرا سوئے جہاد گھر سے نکلنا انہیں پسند نہیں
ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَاُنْسُہُمَا بِكَ
یَوْمًا وَلَیْلَۃً خَیْرٌ مِّنْ جِہَادِ سَنَۃٍ۔ یعنی کہ اس ذات اقدس
کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا
ان کی خدمت کرنا ایک سال کے شب و روز کے جہاد سے بہتر ہے۔ واضح رہے
کہ زندگی کی دو قسمیں ہیں۔ حیات صوری و ظاہری، اور حیات معنوی و حقیقی، والدین پہلی
قسم کی حیات کا سبب بنتے ہیں۔ یعنی حیات صوری و ظاہری کا سبب اولیٰ ماں
باپ ہوتے ہیں۔ بنا بریں والدین کا حق اس قدر عظیم ہے کہ عقل اور شرع دونوں
ہم زبان ہیں۔ اور حیات حقیقی و معنوی وہ ہے کہ جو بعد فنا بھی ساتھ رہے گی۔
اور اس حیات کے لیے نہ موت ہے اور نہ فنا یہ ایک ایسی عزت خیز حیات
ہے۔ کہ اس میں ذلت کا دخل نہیں ہے۔ اور اس حیات میں ایسی استغناء
ہے کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں ہوتا۔ اور چونکہ حیات حقیقی
ہدایت و رشد سے مزین ہوتی ہے اس لیے امام بمنزلہ والد ہیں کیونکہ خداوند عالم
ان کو سرچشمۂ ہدایت بنایا ہے۔ اور انہی سے آب حیات جاری ہے۔
بلکہ حیات ظاہری اور نشاۃ دنیویہ ہیں بواسطہ وجود امامؑ فیض جاری ہے۔ اسی لیے
پس خداوند عالم نے ان کا درجہ والدین حقیقی سے افضل و برتر قرار دیا ہے۔
جس طرح اولاد پر والدین کی اطاعت فرض ہے اس سے اولیٰ تر اطاعت امام
واجب ہے۔ اور اطاعت امامؑ سے انحراف حیات حقیقی و معنوی کے لیے

معرفت رساں ہے ۔ اور اگر انسان بغیر معرفت امام مرجائے تو جاہلیت کی موت مرتا ہے ۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے طارق ابن شہاب سے فرمایا ۔ فَهُمْ رَأْسُ دَائِرَةِ الْإِيْمَانِ وَسَمَاءُ الْوُجُوْدِ وَقُطْبُ دَائِرَةِ الْمَوْجُوْدِ وَضَوْءُ الشَّمْسِ الْمُشْرِقِ وَنُوْرُ قَمَرِهِ وَأَصْلُ الْعِزِّ وَمَبْدَأُهُ وَمُنْتَهَا ابتداء دائرہ ایمان ہیں ۔ یعنی اگر امام بمنزلہ مرکز ہیں تو ایمان ایک دائرہ ہے ۔ جس کے یہی معنی ہیں کہ امام برحق پر اعتقاد کے بغیر ایمان کا وجود مشکل ہے ۔ وجود امام روشنی آفتاب وماہ تاب کی مانند ہے ۔ اور اصل اور اساس عزت ہے ۔ ایمان کی ابتداء وانتہا وجود امامؑ پر ہے ۔ (از مترجم امام الاولین و آخرین جو سلسلہ امامت کی پہلی عظیم فرد ہیں ۔ ایمان کل ہیں آنحضرتؐ نے جنگ خندق میں فرمایا ہے ۔ برز الایمان کلہ کہ ایمان کل مبارز طلبی کے لیے جارہا ہے) ۔ اس حدیث اور دوسری احادیث میں اسی قسم کی طرف اشارہ ہے ۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :
بِنَا فَتَحَ اللّٰهُ وَبِنَا يَخْتِمُ اللّٰهُ وَنَحْنُ اَئِمَّةُ الْهُدٰى وَالْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَنَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ وَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ ۔ یعنی کہ اللہ تعالٰے نے ہم ہی سے ابتداء کی ہے اور ہم پر ختم کرے گا ۔ ہم ائمہ ہدایت ہیں ۔ ہم مضبوط واسطہ ہیں ۔ ہم اولون و آخرون ہیں اور آخر حدیث میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ۔ نَحْنُ السِّرَاجُ لِمَنِ اسْتَضَاءَ وَالسَّبِيْلُ لِمَنِ اهْتَدٰى وَنَحْنُ الْقَادَةُ اِلَى الْجَنَّةِ نَحْنُ الْجُسُوْرُ وَالْقَنَاطِرُ نَحْنُ السَّنَامُ الْاَعْظَمُ بِنَا يَنْزِلُ الْغَيْثُ وَبِنَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ وَبِنَا يُدْفَعُ الْعَذَابُ وَالنِّقْمَةُ ۔

یعنی کہ ہم روشن چراغ ہیں اس کے لیے جو روشنی حاصل کرے اور ہم سیدھا راستہ ہیں اس کے لیے جو طالب صراط مستقیم ہو اور ہم جنت کی طرف قیادت کرتے ہیں۔ ہمارے ذریعہ سے ابر برستا ہے ہم کوہان اعظم ہیں یعنی جس طرح اگر اونٹ کے کوہان نہ ہو تو سواری مشکل ہے۔ اگر ہم نہ ہوں تو مشکلیں حل نہ ہوں گی۔ ہمارے ہی طفیل عذاب رفع ہوتے ہیں اور دشمنی دور ہوتی ہے۔

جہاں تک کہ آیۂ مذکورہ کا تعلق ہے۔ وہ یقیناً حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں ہے۔ (از مترجم ترجمہ آیت کے بعد ہی اس چیز کا اشارہ کیا جا چکا ہے کہ تفسیر اہلبیتؑ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آیت جسے سرنامۂ مجلس قرار دیا ہے وہ امام حسین علیہ السلام کی شان میں ہے۔)

چنانچہ علی ابن ابراہیم اپنی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ اَلْاِحْسَانُ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَقَوْلُہٗ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا اِنَّمَا عَنَی الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ کہ احسان سے مراد حضرت ختمی مرتبت اور والدین کا مصداق حسنین شریفین ہیں۔

جہاں تک کہ آیہ مذکورہ کا تعلق ہے۔ تو اس کا وہ حصہ جو نقل کیا گیا ہے یقیناً امام حسین علیہ السلام سے متعلق ہے کیونکہ عام طور پہ مائیں اپنے بچہ کے حمل سے خوش بھی ہوتی ہیں۔ اور پیدائش بھی وجہ مسرت ہوتی ہے۔ لیکن آیت کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ یہاں عمومیت نہیں ہے۔ بلکہ خصوصی طور پر کسی ایک ماں کا ذکر ہے۔ جو اپنے بچے کے حمل میں رنجیدہ رہی ہے۔ اور یہ ماں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اس لیے کہ ان کے پدر عالی قدر نے ان کو امام حسینؑ کے حمل ہی کے زمانہ میں بتا دیا تھا۔ کہ ان کا بچہ امت کے ظالموں کے ہاتھوں نہایت ظلم و جور سے قتل ہوگا۔ جس پر سیدہ عالمین نے عرض کیا بابا جان مجھے ایسی بیٹے

کی ضرورت نہیں ہے کہ جو قتل کیا جائے گا۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولادت امام حسینؑ کی بشارت دی ہے۔ اور ساتھ ساتھ شہادت کی خبر بھی دی تو حضرت سیدہ عابدین نے بکراہت حمل برداشت کیا ہے۔ چنانچہ حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے کہ فَهَلْ رَاَيْتُمْ اَحَدًا يُبَشِّرُ بِوَلَدٍ فَيَحْمِلُهُ كُرْهًا ۔ یعنی کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ ماں بچہ کے حمل میں کراہت کرے۔

پس فاطمہ بنت رسولؐ خدا ایک ایسی ہیں کہ وہ امام حسینؑ کے حمل کے زمانہ میں مغموم رہیں اور بکراہت برداشت کیا۔ کہ ان کو اس بچہ کے قتل ہونے کی مخبر صادق رسول خدا نے خبر دی تھی۔ اسی لیے آیت میں کراہت کا ذکر وارد ہوا ہے۔

ابن قولویہؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں جبرئیل امینؑ نازل ہوئے۔ اور عرض کیا یارسول اللہ خدائے تعالےٰ بعد تحفہ درود و سلام کے تمہیں بشارت دیتا ہے۔ کہ ایک فرزند تمہاری دختر فاطمہؑ سے پیدا ہوگا۔ تمہاری امت کے لوگ تمہارے بعد اسے قتل کریں گے۔

آپ نے فرمایا کہ سلام ہو رب جلیل پر مجھے ایسے نواسہ کی ضرورت نہیں ہے کہ میری امت اسے قتل کرے جبرئیل امین نے پرواز کی اور پھر حاضر خدمت رسول خدا ہوئے۔ اور کہا کہ خدا سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ امامت و ولایت اور وصایت کو اس فرزند میں قرار دیتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں راضی ہوں۔ پس خدا نے وحی کی اے رسولؐ فاطمہؑ کے پاس جاؤ۔ اور اس کو یہ

خبر دو کہ یہ بچہ شہید ہوگا۔ جب آنحضرتؐ نے سیدۂ زہراؑ کو یہ خبر پہنچائی تو آپ نے فرمایا کہ بابا جان مجھے ایسے بچہ کی کیا حاجت کہ جو بڑا ہو کر قتل ہو جائے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے امامت و ولایت اور ہدایت کو اس بچہ میں رکھا ہے۔ اس پر سیدۂ عالم نے فرمایا کہ میں راضی ہوں۔ لیکن سیدہ عالمین رنجیدہ رہیں اور یہی مطلب ہے اس آیہ مجیدہ کے ان الفاظ کا۔ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا یعنی کہ اس ماں نے رنج کی حالت میں پیٹ میں رکھا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ بڑھائی کی مدت کل تیس ماہ ہے۔ اور چوبیس ماہ مدت رضاعت ہے۔ پس امام حسین علیہ السلام کی مدت حمل صرف چھ ماہ ہے۔ ظاہر ہے کہ چھ ماہ میں پیدا ہونے والا بچہ زندہ نہیں رہتا احادیث میں ہے کہ چھ ماہ میں پیدا ہونے والے صرف دو بچے ہیں ایک جناب یحییٰ اور دوسرے امام حسین علیہ السلام ہیں۔

حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا ہے کہ یہ یعنی مذکورہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پس آپ کی مصیبتوں کے پیش نظر احسان خداوندی کا تعلق آپ کے ساتھ لازم ہے اور بدلائل عقلی و نقلی چونکہ تکمۂ انسانیت انہی سے وابستہ ہے لہٰذا موجود امام والدین کا حقیقی مصداق ہے اور یہ اشارہ ہے اس طرف کہ اگر وجود امام نہ ہو تو دنیا قائم نہیں رہ سکتی۔

سید ابن طاؤسؒ نے ذکر کیا ہے۔

اُشْكُرْ لِمَنْ لَوْلَاهُمْ لَمَا خُلِقْتَ یعنی کہ شکر کر اگر تجھے خداوند عالم خلق نہ کرتا تو تیرا وجود نہ ہوتا۔ پس وجود کا ہونا متقضی شکر ہے۔ پس اگر انسان والدین کا

شکر گزار نہ ہو تو توحید خدا اس کے عقیدہ میں ناقص ہے۔ اور چونکہ وجود امام بمنزلہ والدین کائنات ہے لہٰذا انسان کا فریضہ ہے۔ کہ امام علیہ السلام کا شکر گزار ہو۔ اور ان کی تعظیم بجا لائے۔ ابن عباسؓ نے حضرتؐ سے روایت کی ہے کہ جب خداوند عالم نے عرش و ملائکہ اور حاملین عرش پیدا کیئے ان پر وحی ہوئی کہ میرے عرش کا طواف کرو۔ میری تسبیح کرو۔ پس انہوں نے طواف کیا۔ پھر وحی ہوئی کہ میرے حبیبؐ پر صلواۃ بھیجو کہ میں اسے اپنے نور عظمت سے پیدا کیا ہے۔ فرشتوں نے کہا اے پروردگار تو نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تیرے عرش کا طواف کریں۔ ہم نے تیرے عرش کا طواف کیا۔ تو نے حکم دیا۔ میرے حبیبؐ پر صلواۃ (درود) بھیجو تو ہم آیا تیری تسبیح کریں یا بجائے تسبیح تیرے حبیب پر درود بھیجیں۔

پس ندائے قدرت آئی کہ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى حَبِيْبِيْ مُحَمَّدٍ سَبَّحْتُمُوْنِيْ وَهَلَّلْتُمُوْنِيْ۔ یعنی کہ تم نے میرے حبیب پر درود بھیجا تو گویا میری تسبیح و تہلیل ادا کی۔ پس ان کے ساتھ نیکی و احسان لازمی ہے۔ اور لازم و واجب ہے کہ ان کا شکر ادا کریں۔ ان کے ساتھ یہ نیکی و حرمت پیش آئیں۔ ان کی اطاعت کریں۔ کیونکہ سبب تخلیق کائنات محمد و آل محمد علیہم السلام میں ہیں۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جبرئیل امین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کہ جس روز تمہارا نواسہ حسینؑ مع عزیز و انصار قتل ہوگا تو اس گروہ ملاعین پر کہ جو حسینؑ کو قتل کریں گے خدا کی لعنت ہوگی

تزعزعتِ الارضُ مِنْ اقطارِھَا وَمَادَتِ الْجِبَالُ وَكَثُرَ اضْطِرَابُهَا

یعنی کہ زمین میں لرزہ پیدا ہوگا یعنی قتل امام حسینؑ کے سبب کانپ جائے گی۔

اس کا جگر شق ہو جائے گا۔ پہاڑ حرکت کناں ہوں گے۔ ان میں اضطراب پیدا ہو جائے گا۔ دریاؤں میں تلاطم پیدا ہو گا۔ آسمان کا رنگ سرخ ہو جائے گا خونی رنگ ہو جائے گا۔ وَلَا يَبْقَىٰ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا اِسْتَاذَنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِي نُصْرَةِ أَهْلِكَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ الْمَظْلُومِيْنَ۔

یعنی اس وقت کہ جب حسینؑ قتل ہوں گے تمام کائنات، ہر ایک جبر اللہ تعالیٰ سے اذن طلب کرے گی کہ اہلبیتؑ اطہار کی نصرت کرے۔ کیونکہ دنیا والوں نے ان کے با احسان پیش آنے کی بجائے ظلم و ستم کا ان کو نشانہ بنایا ہے۔ اور ان کو مظلوم و بے کس بنا دیا ہے ان کو کمزور کر دیا ہے۔ پس گویا ہر ایک شے ان کے ساتھ یہ نیکی پیش کرے گی اور یہ چیز احسان باری تعالےٰ کی طرف راجع ہے۔ اسی لیے آیہ مذکورہ میں خداوند عالم نے حکم دیا ہے۔ کہ ائمہ ہدیٰ اور خصوصاً امام حسینؑ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اور اگر ان پر ظلم کیا تو گویا کفران نعمت کیا۔ بس اے شیعیان حیدر کرار ہمہ وقت حسینؑ کی مظلومیت اور ان کے ساتھ باحسان پیش آنا مد نظر رہے۔ اور اب یہی احسان کی صورت ہے کہ امام حسینؑ کے فضائل اور مصائب بیان کریں۔ اور عزاداری برپا کریں۔ کیونکہ زمانہ نے ہمیں امام حسینؑ سے دور کر دیا ہے۔ کاش ہم کربلا میں ہوتے تو فوز عظیم حاصل کرتے۔ اسی لیے تمام علماء اعلام اور مومنین ذوی الاحترام کہتے ہیں بِأَبِيْ أَنْتَ وَ أُمِّيْ۔ یعنی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں (از مترجم یہ بھی ایک علامت احسان ہے کہ عزاء امام حسینؑ عقیدت مند سال بسال روز و شب مسلسل کروڑوں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ کاش کہ واعظین و ذاکرین بھی احسان سے کام لیں)۔

ابن قولویہ بسند معتبر زرارہ ابن اعین سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا کہ مَا مِنْ عَیْنٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ وَلَا عَبْرَۃٍ مِنْ عَیْنٍ بَکَتْ وَ دَمَعَتْ عَلَیْہِ ۔ یعنی کہ خداوند عالم کے نزدیک محبوب تر وہ آنکھ ہے کہ جو غم حسینؑ میں آنسوؤں سے لبریز ہو۔ وَمَا مِنْ بَاکٍ یَبْکِیْہِ اِلَّا وَقَدْ وَصَلَ فَاطِمَۃَ وَاَسْعَدَھَا وَوَصَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاَدّٰی حَقَّنَا یعنی کہ ہر وہ آنسو جو مصیبت امام حسینؑ میں نکلتا ہے۔ وہ گویا جناب فاطمہؑ زہرا کے زخمی دل کے لیے مرہم بنتا ہے۔ یعنی کہ معصومہؑ کو سکون پہنچتا ہے کیونکہ آپ کو حسرت تھی کہ میرے حسینؑ پر کوئی روئے۔ اور آنحضرتؐ کے ساتھ غم امام حسینؑ میں رونے والا نیکی کرتا ہے۔ اور ہمارا حق ادا کرتا ہے۔

وَمَا مِنْ عَبْدٍ یُحْشَرُ اِلَّا وَعَیْنُہٗ بَاکِیَۃٌ اِلَّا الْبَاکِیْنَ عَلٰی جَدِّیْ۔ یعنی کہ جو آنکھ غم حسینؑ میں روئے وہ محشر میں روشن ہوگی اور اس کو خدا و رسولؐ کی طرف سے سرور و خوشحالی کی بشارت دی جائے گی یعنی کہ بہشت کا مژدہ سنایا جائے گا۔ اور اس خوشی کے آثار اس کے چہرہ سے نمایاں ہوں گے اَلْخَلْقُ فِی الْفَزَعِ وَھُمْ اٰمِنُوْنَ وَالْخَلْقُ یُعْرَضُوْنَ وَھُمْ حُدَّاثُ الْحُسَیْنِ تَحْتَ ظِلِّ الْعَرْشِ وَفِیْ ظِلِّ الْعَرْشِ لَا یَخَافُوْنَ سُوْءَ الْحِسَابِ۔ یعنی کہ اے بروز قیامت تمام لوگ فزع و جزع کر رہے ہوں گے۔ مگر وہ لوگ مامون و محفوظ ہوں گے جو غم امام حسینؑ گریہ کناں ہوتے ہیں۔ وہ سایۂ عرش میں ہوں۔ اور ان کو حساب و کتاب کا خوف نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کا غم امام حسینؑ میں گریہ کرنا ہم پر اور رسولؐ خدا پر احسان ہے۔ یعنی کہ نیکی ہے۔

پس اسی مقام سے غور کرو کہ جب امام حسینؑ کے غم میں رونے سے

حول محشر زائل ہو جائے گا۔ تو امام حسینؑ کے سبب سے یہ صلہ کم ہے۔ علاوہ ازیں غم امام حسینؑ میں معرفت کے ساتھ رونا تو دلیل ہدایت ہے۔ اور ہدایت محمدؐ کی طرف سے ہے۔

حضرت صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفًا نَقَدْ صَیَّرَنِیْ عَبْدًا یعنی کہ اگر کوئی شخص کسی کو ایک حرف دین تعلیم کرے، گویا اس نے ہمارے ساتھ نیکی کی۔ اور ہم اس کے ہو گئے۔

اُفٍّ لِعَیْنِیْ کَیْفَ تَلْتَذُّ الْکَرٰی وَجُفُوْ لُھُمْ لَمْ تَکْتَحِلْ بِرُقَادِیْ

افسوس ہے اس آنکھ پر کہ وہ خواب راحت میں ہو اور سادات عظام یعنی اہلبیت نبوۃ زمین پر بغیر بستر ہیں۔

بِاَبِیْ وَاُمِّیْ۔ الھاشمیات قَدْ ھُشِمَتْ بِالْقَیْدِ والاصفار۔

پدر و مادر فدا ہوں ان خواتین ہاشمیہ پر کہ زمین پر لیٹنے سے ان کے بدن زخمی ہو گئے تھے اور رسن بندھنے اور قید ہونے سے خستہ ہو گئے تھے۔

یُسْرٰی لَھُنَّ عَلَی المطایا حُسَّرا شَعْثًا لِغَیْرِ وِطَاءٍ عَلَی الاعْوَادِ

ان کو پژمردہ اور لاغر اونٹوں پر سوار کر کے شہر بشہر پھرایا۔

ترفعہ اِلٰی رَأْسِ الْحُسَیْنِ وَتَشْتَکِیْ مَا نَالَھَا مِنْ مَعْشَرِ الْاَوْغَادِ

ءَ اُخَیَّ یَعْدَ الْعِزِّ عِزَّ نَصِیْرُھَا فَعِزَاءُ نَا یَبْدُوْ مَدَی الْاٰبَادِ

واحسرتا کسی سے شکایت کی جائے اپنے دل حسرت زدہ کی اور ظالموں کے ظلموں کی۔ حسین کا سر بریدہ کیا گیا۔ اے برادر آپ کے بعد ہمیں اس قدر ذلیل کیا کہ کوئی ہمارا فریادرس نہ تھا۔

اُاُخَیَّ یَا رُوْحِیْ وَرُوْحَ مَسَرَّتِیْ وَقَرِیْنَ اَفْرَاحِیْ مَحَلِّ وِدَادِیْ

ثم وانظر الاولاد فی ذل السبا   والسب لدنا باء و الاجداد

اے میرے پیارے بھائی اے میرے خوشی و مسرت کی آنکھ بھائی ذرا اٹھیئے اور مقتل سے آکر دیکھئے کہ ہمارے یتیم بچے اور ہم سب اسیر ذلت کوفہ و شام ہیں۔ اور اعدائے دین کے سب کے سب مل کر ہمارے باپ دادا کی شان میں ناروا الفاظ کہتے ہیں اور وا حسرتا ہم سنتے ہیں۔

هل نظرة یا واحدی الحفی بها   ما اشتکیه من لظی الابعاد

اے برادر ایک نظر ذرا اپنی بہن اور اسیروں پر ڈالیے تا کہ آتش سوزان مفارقت ٹھنڈی ہو جائے۔ پس ان کے حقوق کو حقوق والدین کے ساتھ نسبت نہیں دے سکتے کیونکہ ان کے حقوق ان سے افضل ہیں۔ اور ان سادات عظام کو سادات ظاہری پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ والدین تو سبب وجود ظاہریہ ہیں لیکن آئمہ معصومینؑ سبب وجود عالمین ہیں ان کی راحت ہماری راحت ہے۔

جناب ام المومنینؑ ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حجرہ میں تشریف لائے۔ ان کے عقب میں حسنؑ و حسینؑ بھی آگئے۔ تب آنحضرتؐ نے حسنؑ کو اپنے داہنے زانو پر اور حسینؑ کو اپنے بائیں زانو پر بیٹھا لیا۔ اور دونوں کو پیار کرنے لگے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور خداوند جلیل کی طرف سے یہ پیغام دیا۔ قد حکم علی هذا الحسنؑ ان یموت مسموما وعلی هذا الحسین ان یموت مذبوحا یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حسنؑ زہر سے شہید ہوگا۔ یعنی حسنؑ کو زہر دیا جائے گا اور حسین کو ذبح کیا جائے گا۔ یہ باتیں مقدر ہو چکی ہیں کہ حسنؑ زہر سے شہید ہو اور حسینؑ کا سر بہ ظلم کے ساتھ کاٹا جائے۔ پھر جبرئیل نے کہا کہ ہر ایک پیغمبر کی دعا مستجاب

ہوتی ہے اگر آپ بھی دعا کریں۔ تو خداوند تعالےٰ یہ مصیبت ان سے دور فرما دے گا۔ وَاِنْ شِئْتَ کَانَت مصیبتھما ذخیرۃً فِی شَفَاعَتِکَ لِلْعُصَاۃِ مِنْ اُمَّتِکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ یعنی کہ اے رسول اللہ آپ چاہتے ہیں تو ان مصیبتوں کو اُمت کے عاصی لوگوں کے لیے ذخیرۂ شفاعت قرار دیجیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں راضی ہوں۔ اور قضاءِ الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔ مگر جب کہ خدا بھی ایسا چاہے۔ وَقُلْ اَحْبَبْتُ دَعْوَتِی ذَخِیْرَۃَ الشَّفَاعَۃِ فِی الْعُصَاۃِ مِنْ اُمَّتِی وَیَقْضِی اللّٰہُ فِی وَلَدِی مَایَشَاءُ۔ یعنی کہ اے جبرئیل تم میری جانب سے اللہ تعالےٰ سے عرض کرو کہ میں اپنی اُمت کے گناہگاروں کے لیے ذخیرۂ شفاعت چاہتا ہوں۔ خدائے تعالےٰ میرے دونوں نواسوں کے لیے جو چاہتے حکم نازل کرے۔ اس مقام پر بعض عارفین و کاملین نے نقل کیا ہے۔ کہ روزِ الست عالمِ ذر میں جب کہ خدا تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ ان سب کے لیے کہ جو بھی معصیت خدا کرنے والے ہیں آتشِ جہنم مقدر فرمائی کہ اس میں جلا کریں۔ فَتَقَدَّمَ الْحُسَیْنُ وَضَمِنَ ذُنُوبَ شِیْعَتِہٖ بِقَتْلِہٖ فِی کَرْبَلَا وَسَبْیِ نِسَاءِہٖ۔ یعنی کہ حضرت سید الشہداء عالمِ ذر ہی میں آگے بڑھے اور اپنے شیعوں کی نجات کے ضامن بنے۔ اور خود شہید ہونا گوارا و پسند کیا۔ اور اپنے اہلِ حرم کی اسیری قبول کی۔ (از مترجم۔ شہادت امام حسینؑ ہمارے لیے ذریعہ نجات ہے۔ لیکن اس کا مقصد یہ ہے کہ صحت عقیدہ پر نجات منحصر ہے اور عمل پر درجات نجات منحصر ہیں۔ پس اقامۂ عزاء امام حسینؑ پر صحت عقیدہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور چونکہ عزاداری کی اساس مودت اہلبیتؑ ہے اور شہادت امام حسینؑ کی اساس مودت اہلبیتؑ ہے

لہٰذا اقامۂ عزاء کو شبک سمجھنا راجع بعداوت ہے۔ اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

اس مقام پر شیخ احمد احسائی نے اپنے بعض مرثیوں میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس وقت جب کہ آپ کے اصحاب جان نثاری میں سبقت کر رہے تھے تو امام حسین علیہ السلام نے فرمایا فَدَیْتُمُونِی وَاَنَا اِنَّمَا جِئْتُ لَکُمْ اَفْدِیْکُمْ مِنْ لَظیٰ بِمُھْجَتِی اَشْتَرَیْتُکُمْ نَارِیًّا کَیْفَ سَبَقْتُمْ بِالْفِدَاءِ وَالشِّرَاءِ ۔ یعنی کہ اے اصحاب تم اپنے آپ کو مجھ پر فدا کرتے ہو۔ اور میری جان خرید کر لی ہے۔ یعنی کہ اپنی جان کی سب حفاظت کرتے ہیں۔ اسی لیے تم میری جان بچانے کی سعی کرتے ہو۔ اور میرا مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں آتش جہنم سے آزادی دلاؤں۔ اور اس جان کے عوض خود کو پیش کر دوں۔ اور میں تمہیں خرید کر دوں اور میں تو روز ازل ہی اپنے شیعوں کو آتش جہنم سے بچانے کی ضمانت دے چکا ہوں۔ لیکن تم نے سبقت کی اور میری جان کی دشمنوں سے حفاظت کی۔ مؤلف کہتے ہیں۔ کہ اے مولا حسینؑ تمام عالم بھر کے شیعہ آپ کے قربان بلکہ آپ کے نقش قدم پر قربان، اور شیعہ پسند نہیں کرتے کہ آپ کے پلکۂ مبارک میں کوئی کائنات بھی پیوست ہو۔ مگر خداوند عالم کی مشیت میں یہ گزرا ہے کہ اے مولا آپ شہید ہوں۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ام المومنین بی بی ام سلمہؓ کو حسنؑ و حسینؑ کی شہادت کے بارے میں خبر دی ہے تو انہوں نے عرض کیا

کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے ان دونوں بچوں سے اس مصیبت کو ٹال دے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قَدْ فَعَلْتُ فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَیَّ اِنَّ لَهٗ دَرَجَةً لَا یَنَالُهَا اَحَدٌ مِّنَ الْمَخْلُوْقِیْنَ وَاَنَّ لَهٗ شِیْعَةً یَشْفَعُوْنَ وَیُشَفَّعُوْنَ وَاَنَّ الْمَهْدِیَّ مِنْ وُلْدِهٖ۔

یعنی کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ میرے بچوں کے لیے اس نے ایسی مراتب عالیہ وجلیہ مہیا فراہم فرمائے ہیں جو عالمین میں کہ اور کے لیے نہیں ہیں۔ مگر یہ مراتب ان کو ان کے شہید ہونے کے بعد ہی عطا ہوں گے۔ اور وہ اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے اور حسینؑ کی اولاد میں سے امام مہدیؑ ہوں گے۔ بس یہیں سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنی جان عیار کر شریعت محمدی پر نثار کر دی ہے۔ کیونکہ بقائے دین و شریعت حسینؑ کی شہادت سے وابستہ و مربوط ہے۔ چنانچہ شیخ جلیل القدر شیخ حسین ابن عصفور بحرانی نے اپنی کتاب "فوادح" میں کتاب "ثاقب المناقب" کے حوالہ سے یہ روایت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یہ درج کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں جب حضرت امام حسینؑ عازم سفر عراق ہوئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ آپ فرزند رسول خدا ہیں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنے بھائی حسنؑ مجتبےٰؑ کی طرح اپنے دشمنوں سے صلح کر لیں۔ وہ اپنی صلح میں موفق من اللہ تھے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ یا جابرُ قَدْ فَعَلَ اَخِیْ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِنَّا اَیْضًا اَفْعَلُ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

یعنی کہ جو کچھ میرے بھائی نے کیا وہ اللہ و رسول کے حکم کے تحت تھا۔ اور جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ بھی اللہ اور رسولؐ کے احکام کے ماتحت ہے۔ کیا

آپ یہ چاہتے ہیں کہ میرے نانا، میرے بابا اور میرے بھائی حسنؑ مجتبےٰ سے میری بات کی تصدیق سن لیں اور ان کو دیکھ لیں یہ کہہ کر آپ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت جابر کی آنکھیں روشن ہوئیں اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور امام حسنؑ مجتبےٰ حضرت حمزہؓ، حضرت جعفر کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ حضرت جابرؓ نے بےساختہ جست لگائی اور حیران و ششدر رہ گئے۔ آنحضرتؐ نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ اَلَمْ اَقُلْ لَكَ فِیْ اَمْرِ الْحُسَیْنِ قَبْلَ الْحُسَیْنِ یعنی کہ کیا میں نے تمہیں قتل حسینؑ کی اب سے بہت پہلے خبر نہیں دی تھی۔ اے جابرؓ لَا تَكُوْنُ مُؤْمِنًا حَتّٰی لَا تَكُوْنَ لِاَئِمَّتِكَ مُسْلِمًا وَلَا تَكُوْنَ مُعْتَرِضًا یعنی کہ اے جابرؓ تم مسلمان و مومن نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ تم اپنے ائمہ برحق پر ایمان نہ لاؤ اور ان کی اطاعت نہ کرو۔ اور اے جابرؓ کیا تم وہ جگہ دیکھنے کے خواہش مند ہو کہ جہاں حسینؑ قتل ہوگا۔ بس آنحضرتؐ نے ان کو امام حسینؑ اور دشمنوں کے مقامات آخرت دکھلائے جناب جابرؓ نے امام حسینؑ کے ارشادات کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور خوش ہو گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے زمین پر قدم مارا زمین شگافتہ ہوئی اور جابرؓ نے دشمنان اہلبیت کے مقامات جہنم دیکھے ان میں ولید بن مغیرہ ابوجہل، معویہ، یزید وغیرہ تھے۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے جابرؓ سے فرمایا کہ سر آسمان کی طرف بلند کر کے دیکھو۔ جابرؓ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا دیکھا کہ دریا ئے آسمان کھلے ہوئے ہیں۔ اور اعلیٰ مقامات بہشت نظر آ رہے ہیں آنحضرتؐ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بہشت کی طرف تشریف لے گئے۔ جب آپ بلند ہوئے تو آپ نے صیحہ کیا اور فرمایا۔ یا بُنَیَّ الْحِقْنِیْ۔ اے حسینؑ جلد

طور امام حسینؑ جلد تر ملحق ہوئے۔ اور داخل بہشت ہوئے۔ اس وقت آنحضرتؐ نے میری جانب دیکھا اور فرمایا اے جابرؓ:

هٰذَا وَلَدِیْ مَعِیْ هٰهُنَا فَسَلِّمُوْا اَمْرَهٗ وَلَا تَشُكُّ تَكُنْ مُؤْمِنًا۔

اے جابر یہ میرا مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اس کے امر کو تسلیم کرو اگر مومن بننا چاہتے ہو۔ جابرؓ نے کہا۔ فَعُمِيَتْ عَيْنَايَ اِنْ لَمْ اَكُنْ رَاَيْتُ مَا قُلْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ یعنی کہ جابر کہتے ہیں کہ جو کچھ میں دیکھا ہے اور ارشادات آنحضرتؐ سنے ہیں ان میں سے اگر ایک حرف بھی غلط ہو تو میں اندھا ہو جاؤں۔ پس اے شیعوں جابرؓ کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہادت امام حسینؑ کا مقصد ہی حفاظت دین ہے۔ اور اسی میں نجات امت ہے نیز یہ بھی غور کرو کہ امام حسینؑ کا یہ عمل انتہائی قابل شکر گزاری ہے۔ اور ہم امام حسینؑ کی مصیبت کو یاد کرکے روتے ہیں۔ اور تعزیہ داری کرتے ہیں نوحہ و ماتم کرتے ہیں یہ عزاداری امام حسینؑ کے ساتھ احسان ہے یعنی کہ ہم پہ فرض ہے کہ اقامہ عزا بصورت استحسان کریں۔

فَيَا مَعْشَرَ الْاَحْبَابِ قُوْمُوْا وَهَرِّجُوْا وَصِيْحُوْا صِيَاحًا يُسْمِعُ الصُّمَّ بِالْوَعْدِ وَيَا نُصْرَةَ النَّدَّابِ دِنُوْا وَحُثُّوْا اَصِمُّوْا صِمَاخَ الْخَلْقِ مِنْ شِدَّةِ الْوَفَا۔

یعنی کہ اے گروہ دوستداران اٹھو شور برپا کرو۔ اور مثل رعد نعرہ زن ہو اور گریہ و بکا کرو تا کہ دنیا سن لے۔

فَاَيْنَ ابْنُ خَيْرِ الْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدًا۔ صَرِيْعٌ مِنَ الْاَعْقَابِ قَهْرًا بِنَيْنَوَا۔

یعنی کہ فرزند رسولؐ خدا اپنے عزیز و اقارب و انصار کے ساتھ از روئے قہر و ظلم زمین کربلا پر وارد ہو چکے ہیں۔

اَلَهفِی بِقَومٍ ذِی نفوس کریمۃٍ اُحِیطُوا باِخْوَانِ المخنازیرِ والقِرَدِ الفُری

افسوس و رنج ہے ان نفوس کریمہ پر کردہ اعداء دین میں گھرے ہوئے ہیں ان لوگوں کے درمیان ہیں کہ جو خنزیر (سعد) ہیں۔

اَحَاطَتھُمُ الباغُونَ یبغُونَ قتلہُم لِحِقدٍ قدیمٍ کانَ مِن صَدرِھِم غلا

دشمنوں کی جماعت نے ان کا خون بہانے کی غرض سے ان احاطہ کیا ہے۔ اور یہ بسبب عداوت دیرینہ ہے۔

لَقَد قُتِلُوا ظلماً وَصَارَتْ رأسھم۔ تَدُورُ عَلَی الآفاقِ کالبدرِ فی الدُّجاء

یعنی کہ گروہ ستمکار نے ان کو بظلم وستم قتل کیا۔ اور ان کے سرہا بریدہ کو نیزوں پر بلند کر کے دربدر پھرایا گیا۔

فَھَاتِلکَ ابدانٌ خوتٌ دُونَ مَجدِھَا وَتِلکَ رؤُس عالیاتٌ عَلَی القنا

پس چشم بصیرت واکرو اور ان مظلوموں کو دیکھو کہ ان کے بدن ہائے مدرکر باوجودیکہ بزرگ وبلند مرتبہ ہیں زمین پر پڑے ہیں۔ اور ان کے سرہائے بریدہ نیزوں پر بلند ہیں۔

وَتِلکَ الذراری مِن سلالۃِ اَحمدٍ۔ بقیینَ اُسَاری لاخفیرولامعطا

یہ زین آنحضرتؐ کی ذریت طیبہ کہ جسے اسیر کیا ہے اور کوئی فریادرس نہیں ہے۔

اُسَاری لَاھلِ الھِندِ تُفدیٰ و تُطلقُ۔ اُسَاری لِاَھلِ البیتِ تبقی بلافدا

آہ آہ اسیران ہند وفرنگ فدیہ دے کر رہائی پا جاتے ہیں۔ لیکن اہلبیت کا کوئی فدیہ نہیں کہ خلاصی پائیں۔

نباح اجزع مِن یزیدُ وجورہ وَلعنی اھالی الضیم والغی والرّدی

اَلَمُّوا بِاَمْرٍ لَیْسَ یُعْهَدُ مِثْلُهٗ   وَهَمُّوا بِنُكْرٍ لَمْ یَكُنْ سِیَّهٗ یُرٰی

یعنی کہ اے صاحبان یزید پلید سے خوف کرو اور اس کے ان مظالم سے کہ جو اس کے لوگوں نے کئے پناہ مانگ۔ اس ظالم نے وہ مظالم ڈھائے ہیں کہ جو اس سے پہلے نہ سننے اور دیکھنے میں آئے ہیں۔ اور یہ بد نہاد معصیت کا مرتکب ہوا ہے۔

اَبَاحُوا حِمًی قَدْ حَدَّدُوا مِنْ حَرِیْمِهٖ   اَحَلُّوا دِمًا لَیْسَتْ تُكَافِئُهٗ

کہ یزید ملعون امر دام کا مرتکب ہوا کہ اس نے امام حسینؑ کا خون بہایا۔ حالانکہ تمام عالمین کا خون اس خون ناحق کی برابری نہیں کر سکتا۔

عَزِیْزٌ عَلَی الْخَلْقِ التَّعَیُّشُ غِبَّمَا   مَضٰی اَهْلُ بَیْتٍ لَا یُقَاسُوْنَ بِالْوَرٰی

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد شیعوں پر زندگی گراں ہو گی۔ کون سا سینہ ایسا تھا کہ جس میں درد مظلومیت امام حسینؑ نہ ہو، کون سا ہاتھ ایسا تھا کہ جو صرف ماتم نہ ہو۔ کون سی آنکھ تھی کہ جو اشکبار نہ ہو۔ کافر لوگ اگرچہ امام حسینؑ کی معرفت نہیں رکھتے۔ مگر پھر بھی مصیبت امام حسینؑ سے متاثر ہوتے ہیں اور روتے ہیں۔

خصوصاً ہندوستان کے کافر لوگ عزاداری کرتے ہیں اور بڑے بڑے صاحبان صولت و شوکت ایام عزا میں روز عاشوراء اپنے تخت پر نہیں بیٹھتے بلکہ زمین پر بیٹھتے ہیں کیونکہ امام حسینؑ خاک نشین تھے۔ اہل ہند کا عزاداری امام حسینؑ کرنا امت مسلمہ کے لیے باعث عبرت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ فرزند رسول خدا کے غم میں سوگ نشین ہوں۔ کسی ثقہ نے بیان کیا کہ وہ ایک مدت تک ہندوستان میں سکونت پذیر رہا۔ وہ وہاں کسی شہر میں گیا اس نے

وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم لوگ محرم میں عزاداری امام حسینؑ کیوں کرتے ہو۔ اور گریہ و ماتم کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس لیے ہم عزاداری کرتے ہیں کہ وزیر خدا کا فرزند ان دنوں میں قتل ہوا ہے۔ اے دوستو اگرچہ یہ چیز غلط ہے کیونکہ خدائے تعالے کا کوئی وزیر نہیں ہے۔ لیکن امام حسینؑ پر ہر قوم گریہ کرتی ہے۔ حسینؑ سب کے ہیں۔

علی ابن عیسیٰ صاحب کشف الغمہ جو کہ ممتاز شیعہ میں سے ہیں اپنی کتاب کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ اور آپ کے اہل حرم کی مصیبتیں ایسی ہیں کہ جن کا تصور بھی دل خراش ہے فرماتے ہیں کہ

وَلَمَّا وَصَلَ الْقَلَمُ فِی الْمَیْدَانِ اِلٰی هٰذَا الْمَقَامِ اَبْدَتِ الْاَیَّامُ مِنَ الْاٰلَامِ مَا مَنَعَ مِنْ اِتْمَامِ الْمَرَامِ عَلٰی اُمَمِ الْاَقْسَامِ وَلَوْ یَرْخُو مِنْ نِظَامِ الْکَلَامِ دُوْنَ مَوْقِفِ الْاِخْتِتَامِ۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت امام حسینؑ پر جو مصائب گزرے ہیں۔ قلم رات دن لکھتے رہیں تب ہی تمام ضبط تحریر میں نہیں آ سکتے۔ اور جو سوزش اہل ایمان وولا کے دلوں میں ہے۔ وہ حرارت غم کبھی سرد نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ مصائب سن کر بے اختیار گریہ غالب ہو جاتا ہے۔ اور قاتلان امام حسینؑ پر دل و زبان لعنت کرتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ امام حسینؑ پر گریہ و بکا سے مومن پہچانا جاتا ہے۔ حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہم السلام فرماتے ہیں کہ اَیُّ قَلْبٍ لَا یَتَصَدَّعُ لِقَتْلِهٖ اَیُّ فُؤَادٍ لَا یَحِنُّ اِلَیْهِ۔ اَیُّ سَمْعٍ یَسْمَعُ هٰذِهِ الثُّلْمَةَ الَّتِیْ ثُلِمَتْ فِی الْاِسْلَامِ یعنی کہ کون سا

دل ہے کہ جو غم امام حسینؑ میں شگفتہ نہیں ہے۔ اور کون سا سینہ ہے۔ کہ جو اس مصیبت سے مجروح نہیں ہے۔ کون سے کان ہیں کہ آواز مصائب امام حسینؑ سننے اور بے تاب نہ ہوں۔ یہ ایک رخنہ ہے۔ اسلام میں اور عظیم رخنہ ہے۔ اصبحنا مطرودین مشردین، شاسعین عن الامصار کانّا اولاد ترک و کابار من غیر جرم اجرمناہ ولا مکروہ ارتکبناہ ولا ثلمۃ فی الاسلام سلمناہ یعنی کہ ہم نے صبح اس حال میں کی کہ ہم کو چلایا گیا۔ اور ہمیں وطن سے دور کیا گیا حالانکہ ہمارا کوئی قصور نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی امر قبیح و منافی اسلام سرزد ہوا تھا۔ اور ہم نے اسلام میں کوئی رخنہ بھی نہیں ڈالا تھا۔

اے عزیزو اگر دلوں میں غم امام حسینؑ سے سوزش پیدا نہ ہوئی اور آنکھوں سے آنسو رواں نہ ہوئے۔ تو پھر کون سی مصیبت ایسی ہے کہ جس کا اثر ہو گا۔

فلا خیر واللہ فی دمع یعان عن سادات الزمان واولیاء الرحمن فوا اسفاہ علی تلک الاجسام المرملۃ بغیر فراش ولامھاد و وامحنتاہ علی الابدان المطروحۃ بغیر وطاء ولا وساد جسوم طال ما اتعبوھا فی عبادۃ الرحمان وتلاوۃ القرآن فیا لیتہ قد وقعت فی تلک الالام فیا لیتنی کنت ترابا لھولاء الاقداء۔

حضرت امام رضا علیہ السلام ریان بن شبیب سے فرماتے ہیں کہ یا بن شبیب ان کنت باکیا لشیء فابک علی الحسین فانہ ذبح کما یذبح الکبش۔ اے پسر شبیب اگر تو کسی شے پر روتا ہے تو تجھے چاہئے کہ امام حسینؑ پر گریہ کر کہ وہ جناب اس طرح ذبح کئے گئے کہ جیسے گوسفند ذبح کیا جاتا ہے۔

ومعه من اهل بيته ثمانية عشر رجلاً ما لهم في الارض شبيهون

یعنی کہ امام حسینؑ کے ساتھ اٹھارہ ایسے جوانان بنی ہاشم قتل کیے گئے کہ جن کی نظیر روئے زمین پر نہیں تھی۔ وہ حسن و جمال، صورت و سیرت، عبادت و ریاضت خداشناسی و معرفت دین اور اپنے امامؑ کی اطاعت میں بے مثال تھے۔ چنانچہ امام برحق علی بن موسیٰ علیہ السلام نے ان کی مدح سرائی فرمائی ہے۔ ان ہی اٹھارہ جوانان بنی ہاشم میں حضرت قاسم علیہ السلام بھی ہیں جو امام حسنؑ کے نور نظر ہاشمی سراج منیر، اور جوان رعنا ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام جناب قاسمؑ کو بہت چاہتے تھے۔ وارد ہوا ہے کہ جب حضرت قاسم بن حسنؑ امام مظلوم کی خدمت میں رخصت آخر کے لیے آئے اور امامؑ سے اذن جہاد مانگا۔ امام حسینؑ نے ایک حسرت بھری نظر قاسمؑ پر ڈالی اور اس قدر روئے کہ غش طاری ہو گیا۔ ان ہی جوانان بنی ہاشم میں حضرت عباس علمدار بھی ہیں جن کی مثل و نظیر کوئی نہ تھا۔ آپ قمر بنی ہاشم کہلاتے ہیں۔ علی کی تصویر، شجاعت میں بے نظیر، ثانی حمزہ و جعفر، سقائے سکینہ لکھا ہے کہ جب حضرت عباسؑ شہید ہو گئے۔ تو حضرت امام حسینؑ نے درد بھرے لہجہ میں فرمایا کہ بھیا عباسؑ میری کمر ٹوٹ گئی۔ میرے بازو کمزور ہو گئے۔ زندگانی بے کیف ہو گئی۔ ان ہی جوانان بنی ہاشم میں حضرت علی اکبرؑ بھی تھے۔ یہ نور نظر ام لیلیٰ راحت دل ثانی زہراؑ، نبی پاک کی پاک تصویر صورت، سیرت، رفتار، گفتار میں شبیہ رسولؐ۔ گویا یادگار رسولؐ گھر کا چراغ منیر چہرہ پر نظر پڑے تو رسول خدا کی زیارت ہو جائے جب آپ شہید ہو گئے اور امام حسینؑ لاشہ پسر پر پہنچے تو فرمایا اے بیٹا تیرے بعد زندگی کا کیا لطف، اب حسینؑ کی نگاہ تلے اندھیرا چھا گیا ہے۔ بہرحال جوانان بنی ہاشم

اپنی مثال آپ ہی تھے۔ جب تک انہوں نے جام شہادت نہیں پیا۔ حسینؑ زندہ تھے اور ان کی شہادت نے حسینؑ کو بے جان کر دیا۔ قوت ختم ہوگئی ایک دل اور اس پر اٹھارہ عزیزوں کی جدائی کا صدمہ، معلوم امام مظلوم کا کیا عالم ہوگا۔

شیخ حسن بن شیخ زین الدین صاحب معالم نے اپنے بعض قصائد میں فرمایا ہے کہ

خَطبٌ اَقَامَ عَمُوْدَ الشِّرکِ مُنْتَصِبًا وَشَدَّ اَعضَادَ اَھْلِ الْبَغْیِ وَالزُّوْرِ

یعنی کہ یہ ایک مصیبت ہے کہ شرک کے ستون قائم کیے جو کہ اہل ظلم اور گمراہی کے لیے باعث قوت ہوئے۔

خطبٌ تضعضع منہ واضطربت فواعد المجد فی الاعراف والطور

انصاف طلب ہے کہ ارکان دین لرزے میں ہیں۔ اور مجد و بزرگی کے وہ اصول و قواعد کہ جو قرآن میں مقرر کیے گئے۔ اضطراب میں ہیں۔

خطبٌ تزلزل منہ العرش وانطمست معالم الرشد فی الاحقاف والنور

انصاف کہ عرش عظیم متزلزل ہے اور نشان ہائے ہدایت کہ جو خداوند عالم نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے۔ برطرف کر دیئے گئے۔

یالَلحُماتِ حُماۃُ الدِّینِ مِنْ مُضَرٍ ۔ وَیَا ذَوِی الْحَزْمِ وَالبیضِ الْمَنَاتِیرِ

یعنی کہ کہاں ہیں حامیان دین مصطفوؐی کہاں ہیں بہادران و صاحبان تدبیر کہاں ہیں۔ صاحبان نیزہ و شمشیر (شاعر نے جوانان بنی ہاشم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آؤ مدد امام حسینؑ کرو)

اَیُقْتَلُ السِّبْطُ ظَمآنًا عَلٰی ظَمَأٍ وَالْمَاءُ یَشْرَبُہٗ ضَارِی الْیَعَافِیرِ

یعنی کہ آیا یہ روا ہے کہ سبط محمد مصطفیٰ تشنہ لب قتل کیا جائے۔ حالانکہ جانوروں کو وقت ذبح پانی پلاتے ہیں۔

وَرَاسُہٗ نُوقَ عَسَّالٍ یُطَافُ بِہٖ مِنْ کُلِّ تَامٍ مِنَ الْبُلْدَانِ مَشْهُوْرٌ

یعنی کہ سر بریدۂ امام حسینؑ نیزہ پر بلند کیا۔ اور دور و نزدیک شہر بشہر قریہ بقریہ پھرایا گیا۔

غَیْرِ کَاسٍ لَا یُکَفِّنُہٗ فِیْ مَرْدِہٖ غَیْرِ خَفَّاقٍ مِنَ الْمُوْرِ

یعنی کہ ان کا بدن مبارک برہنہ و عریاں زمین پر پڑا ہے کفن و دفن بھی نہیں میسر ہے۔ مگر گرد و غبار جسم مجروح پر پڑا ہوا ہے۔ میرے ماں و باپ امام حسینؑ کی مظلومیت پر قربان ہوں۔

وَعُزَّاصِحَابِہٖ صَرْعیٰ کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ طَوِیْلِ الْقَدِّ مَقْعُوْدِ

اور امام مظلوم کے اصحاب نکوکار جام شہادت پیئے ہوئے زمین پر سو رہے ہیں۔ اس طرح زمین پر پڑے ہیں۔ جیسے کسی درخت کی شاخیں کٹی ہوئی پڑی ہوں

وَمَا نَسِیْتُ وَلَا اَنْسیٰ کَرَائِمَہٗ یَنْبُزُھَا کُلُّ اَفَّاکٍ وَمَغْرُوْرٍ۔

یعنی کہ اہل حرم امام حسینؑ کے سروں سے چادریں چھین لیں اور برہنہ کر دیا۔

وَتَسْتَغِیْثُ اِلٰہَ الْعَرْشِ صَارِخَۃً ۔ وَالدَّمْعُ مَا بَیْنَ مَنْظُوْمٍ وَمَنْثُوْرٍ

وترفع الصوت ندباً وھی قائلۃ یاجد قد رأینا عکس التقادیر

یعنی کہ اسیران کربلا بچشم گریان۔ بسوز جگر اور آہ و نالوں کے ساتھ فریادی ہیں اپنے خدا اور اپنے جد نامدار سے ظالموں کے ظلم کی شکایت کر رہے ہیں کہ اے جد بزرگوار ہماری مصیبتیں آپ کی نگاہ میں ہیں کہ دشمنوں نے ہمیں ہلاک کر دیا۔

یَا جَدِّ قَدْ اصبحت بناءُ فاطمۃ فِی کُلِّ اطرافٍ قفرٍ غیر معمور

اے نانا جان آپ کی بیٹی فاطمہ کی بیٹیاں اسیر کی گئیں اور در بدر پھرائی گئیں۔

یَا جَدُّ قَدْ احرقتنا کُلّ ھَاجِرَۃٍ وَفَاجِرَۃٍ وَعَاھراتُ ابن حرب فی المعاصیر

اے نانا جان ہم آپ کی بیٹیاں ہیں۔ آفتاب کی تپش سے ہمارے بدن جل رہے ہیں۔ اور بنی امیہ کی بدکار عورتیں اعلیٰ قصر میں رہتی ہیں۔

آہ آہ یَا جَدُّ قَدْ جَرَّدَتْنَا کُلّ فاصرۃٍ وخائن الطرف عنّا غیرُ مقصورٍ

اے نانا جان ہم کو برہنہ سر کر دیا اور تماشائی ہمیں دیکھ رہے تھے۔

یَا جَدِّ قَدْ ھَتَکَتْ اَسْتَارُنَا عُصَبٌ یَقْتَادُھَا کُلّ فِسْقٍ وَخَمِیرٍ

اے نانا جان آپ کی امت نے ہمارے پردہ کا احترام نہیں کیا اور ہماری چادریں چھین لیں اور ہماری بے پردگی کرنے والے صاحبان فسق و فجور تھے۔

علماء اعلام مثلاً شیخ مفید، سید ابن طاؤس اور محمد ابن ابی طالب الموسوی وغیرہم رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے مختلف طور پر روایت کیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے اصحاب باوفا، اور انصاران سعادت آثار جام شہادت نوش کر کے لب کوثر اپنی تشنگی بجھا چکے۔ تو امام علیہ السلام کے قرابتداروں میں سے اس وقت پانچ گروہ ہاشمیہ کربلا میں ہمرکاب امام عالیمقام تھے جو کہ یہ ہیں (۱) اولاد عقیل (۲) اولاد جعفر (۳) اولاد امیر المومنینؑ (۴) اولاد حسن مجتبےٰ علیہ السلام اور اولاد امام حسینؑ علیہ السلام۔ جب ان سب نے دیکھا کہ اب وقت کم رہ گیا ہے اور اصحاب و انصار سب ہی بطرف جنت روانہ ہو چکے تو سب کے سب جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو وداع کرنے لگے۔ اور فرزند رسولؐ خدا پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ

اہلبیت طاہرین میں سے جو سب سے پہلے عازم میدان قتال ہوا وہ حضرت عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل تھے۔ کہ ان کی ماں رقیہؑ دختر حضرت امیر المومنین علیہ السلام تھیں اور یہ تقاضا ہے۔

وہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل تھے جو اپنے بابا اور دادا کی شبیہ تھے۔ الموار پسندیدہ، جوان خوب رو تھے اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ان کی قتل و نظیر کوئی دوسرا نہ تھا۔ امام حسینؑ سے اذن جہاد لے کر عازم میدان کارزار ہوئے اور رجز پڑھا۔

اَلْیَوْمَ اَلْقیٰ مُسْلِمًا وھو اَبِیْ وَفِتْیَةً بَادُوا عَلیٰ دِیْنِ النَّبِیِّ لَیْسُوْا بِقَوْمٍ عُرِفُوْا بِالْکَذِبِ وَکِرَامُ النَّسَبِ لٰکِنْ خِیَارُ۔

یعنی کہ میں آج جام شہادت پی کر اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اور جنت اعلیٰ میں ملاقات کروں گا۔ اور ان اصحاب اور جوانان بنی ہاشم سے ملوں گا جو اپنی زندگی میں دین نبوی کے قلعہ کی دیوار تھے۔ وہ امام حسین پر قربان ہو گئے۔ وہ صادق الوعد، راست گو، اور عالی نسب تھے۔ ان کی ہمتیں بلند تھیں۔ رجز کے بعد آپ نے تین حملہ کئے اور بیاسی ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ آپ نے اسی اثناء میں اپنی پیشانی مبارک سے پسینہ پوچھا کہ ایک ملعون نے آپ کی پیشانی پر ایک تیر مارا۔ جس سے آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور عمر ابن صبیح ملعون یا بروایت اسد بن مالک نے ان کو شہید کیا۔

آپ کی شہادت کے بعد محمد بن مسلمؑ بطلب خون برادر میدان قتال میں آئے وہ بھی شہید ہوئے آپ بطن رقیہؑ سے نہیں تھے۔ آپ کے بعد جعفر ابن عقیل میدان کارزار میں آئے۔ آپ روشن جمال تھے رجز پڑھنے کے بعد حملہ آور

ہوئے پندرہ کافروں کو تہ تیغ کیا۔ آخر کار بشیر بن سوط ہمدانی یا بروایت عروۃ بن عبداللہ خثعمی نے آپ کو شہید کیا پھر ان کے بھائی عبدالرحمن بن عقیل میدان قتال میں آئے اور رجز پڑھا۔ ابی عقیل، فاعرفوا مکانی۔

ابی عقیلٌ فَاعرِفُوا مکانِیُ مِنْ ھاشِمٍ وھاشِمُ اخوانی
کھُولِ صدقٍ سَادَۃُ الاقرانی ھٰذا حُسَیْنٌ شَامِخُ البُنیانِ
وَسَیِّدُ الشَّیْبِ مَعَ الشُّبان

یعنی کہ میرے پدر بزرگوار عقیل ہیں میرا مقام پہچانو اور میرے خاندان کی معرفت حاصل کرو میں ہاشمی ہوں اور ہمارے اسلاف اپنے زمانہ کے سیّد وسردار تھے۔ یہ حسینؑ ابن علی ہیں جو سب سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔ اور سردار جوانان جنان ہیں۔

پس آپ نے ظالموں کے نزدیک جا کر حملہ کیا ستّرہ سواروں کو زمین پر گرایا۔ آپ کو عثمان بن خالد ملعون نے شہید کیا۔ اور بروایت ابوالفرج اصفہانی عبداللہ بن عقیل کو بھی عثمان بن خالد ملعون نے شہید کیا ہے۔ اور عبداللہ الاکبر بن عقیل، سعید بن عقیل، جعفر بن محمد بن عقیل۔ یہ سب کے سب روز عاشورا شہید ہوئے ہیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے اور زیارت شہداء میں ہے کہ دو نفر اولاد عقیل سے اور دو نفر اولاد مسلمؑ سے شہید ہوئے ہیں۔ ہاں صاحب تظلم الزہراء کہتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ تین شخص اولاد مسلمؑ سے اور تین شخص اولاد عقیل سے روز عاشوراء شہید ہوئے ہیں بعدہ، اولاد جعفر نے میدان کارزار کا رخ کیا۔ اور عبداللہ بن جعفر کے دو صاحبزادے یا بقولے تین صاحبزادے تھے کہ جو کربلا میں روز عاشوراء شہید ہوئے ہیں اور یہ حضرت

زینبؑ خاتون بنت امیر المومنینؑ کے فرزند تھے۔ (از مترجم اور بنا بر مشہور حضرت زینب علیا کے ہی دو فرزند تھے عون اور محمدؒ، کہ جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں)۔ روایت یہ ہے۔ کہ جب امام حسینؑ نے مکّہ سے کوچ کیا۔ اور مکہ سے ہر نکلے تو حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو آپ کے ہمراہ کیا اور آپ خود مدینہ واپس آ گئے۔ روز عاشورا و محرم محمدؒ نے کارزار میں ابتداء کی اور باوجودیکہ کم عمر تھے مگر قلب لشکر میں گھس کر حملہ کیا۔ اور دس ملعونوں کو قتل کیا۔ آخر الامر عامر بن نہشل تمیمی نے انہیں شہید کیا۔ آپ کے برادر عون میدان کارزار میں آئے اور بنا بر ظاہر زیارت سید الشہداء پہلے ان ہی نے قتال کیا ہے اور اس طرح رجز پڑھا۔

اِنْ تُنْكِرُوْنِيْ فَاَنَا بن جعفرٍ شهيد صِدقٍ في الجنان اَزْهر
يُطِيْرُ فيها بجناحٍ اخضر كفىٰ بِهٰذا شَرَفًا فِي الْمَحْشَر

یعنی کہ فرمایا کہ اگر مجھے نہیں پہچانتے ہو تو پہچان لو۔ میں فرزند جعفر طیار کا پوتا ہوں کہ جن کو بعد شہادت خداوند عالم نے دو بال و پر عطا فرمائے ہیں۔ اور وہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔ اور روز محشر ہمارے فخر کے لیے بس یہی چیز کافی ہے یہ کہہ کر آپ نے لشکر باطل پر حملہ کیا۔ اور اٹھارہ پیادہ قتل کیئے۔ آخر عبداللہ بن بطہ ہمدانی نے ان کو شہید کیا۔ اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔

بروایت ابوالفرج عبداللہ بن عبداللہ بن جعفر نے بھی اسی موقعہ پر شہادت پائی ہے۔ ان کے بعد چمنستان سبط اکبر کے گل نوشگفتہ کے بظاہر پژمردہ ہونے کا وقت آیا۔ یعنی حضرت امام حسن مجتبےٰ کے فرزندوں کے شہید ہونے کی باری آئی بنا پر مشہور ترین روایات یہ ہے کہ امام حسن علیہ السلام

کے دو فرزند عبداللہ اور جناب قاسمؑ تھے، بعض روایات میں ہے کہ آپ کے تین فرزند تھے اور تیسرے فرزند کا نام ابوبکر بن الحسن تھا اور ان کی والدہ اُم ولد تھیں۔

بروایت عقبہ غنوی نے ان کو شہید کیا اور عبداللہ کو حرملہ بن کاہل اسدی ملعون نے تیر سے شہید کیا۔ اس طرح حضرت قاسمؑ، امام حسنؑ کے تین فرزند کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ ان میں سے حضرت قاسمؑ کی شہادت کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضرت گلگوں قبا۔ خونی کفن قاسم علیہ السلام کمسن تھے۔

خوبرو، جمال دیدہ زیب، صبیح منتظر تھے۔

چہرہ ماہ تابی تھا۔ ابھی آپ بحد بلوغ نہیں پہنچے تھے۔ اپنے عمِ نامدار امام حسینؑ کی خدمت میں اذن جہاد کے لیے آئے بعض روایات میں ہے کہ مادر قاسمؑ ساتھ آئی تھیں کہ اپنے فرزند کو امام علیہ السلام سے اجازت دلا سکیں حضرت امام حسینؑ سے جناب قاسمؑ نے عرض کیا چچا جان اب میدان قتال کی اجازت دیجیئے۔ آپ نے قاسمؑ کو پیار کیا۔

وَجعلا یبکیان حتّی غُشِیَ۔

اس قدر روئے کہ دونوں قریب تھا کہ بے ہوش ہو جائیں۔ ہر چند کہ جناب قاسم طلب رخصت میں مبالغہ کرتے تھے۔ مگر امام اجازت نہیں دیتے تھے جب حضرت قاسمؑ نے دیکھا کہ چچا جان اجازت جہاد نہیں دیتے۔ آپ نے اپنا سر امام حسینؑ کے قدموں پر رکھ دیا اور عرض کیا چچا جان اب تو اذن جہاد دیجیئے امام علیہ السلام نے فرمایا بیٹا قاسمؑ جو میدان قتال میں جاتا ہے۔ وہ واپس نہیں آتا اے قاسمؑ تم ابھی کم سن ہو۔ کیونکر مرنے کی اجازت دیدوں

(از مترجم جب امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام پر زہر نے اثر کیا تو ہنگام رحلت آپ نے قاسمؑ کو اپنے پاس بلایا۔ اور چھاتی سے لگایا اور ایک پرچۂ قرطاس اپنے دست مبارک سے لے کر قاسمؑ کو دیا اور فرمایا اے پارہ جگر لے میوۂ دل اے قاسمؑ اس کو اپنے بازو پر باندھ لو۔ اور جس وقت تمہارے غم نامدار وارد کربلا ہوں۔ اور ان پر نرغۂ اعداء ہو۔ موت کا بازار گرم ہو۔ تو اس وقت اس تحریر کو کھول کر پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔ یہ دیکھ کر اہلحرم میں کہرام برپا ہوگیا۔ روز عاشورا محرم حضرت قاسمؑ نے وہی خط امام حسینؑ کو پیش کیا۔ اور امام حسینؑ نے ناچار ہو کر اجازت جہاد دی) بعض روایات میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

یا ولدی اتمشی برجلك إلى المَوْتِ۔

اے بیٹا قاسمؑ تم خود اپنے قدموں سے موت کی طرف جا رہے ہو۔ اور چاہتے ہو کہ قتل ہو جاؤ حالانکہ تم تنہا ہو اور ادھر دشمنوں کا اژدہام ہے۔

رُوحی لِرُوحِكَ الفدآء ونفسی لِنفسِكَ الوفاء۔

امام حسینؑ نے اجازت دی بروایتے آپ نے ان کا گریبان چاک کیا۔ اور لباس پارہ پارہ کیا۔ اور عمامہ کے دو حصہ کر دیئے اور دونوں گوشہ دائیں بائیں جانب کو لٹکا دیئے۔ لباس بصورت کفن کر دیا اور تلوار قاسمؑ کے زیب کمر کی اور جناب قاسمؑ نے خیمہ سے قدم باہر رکھا۔ اس وقت اہلحرم میں ایک کہرام برپا تھا۔ قاسم کیا جا رہے تھے۔ بھرے گھر سے جنازہ نکل رہا تھا۔ ام فروہ مادر قاسمؑ سکتہ کے عالم میں تھیں۔ زینب خاتون قاسمؑ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ قاسم میدان میں پہنچے یہ معلوم ہو رہا تھا۔ کہ تاریکی لشکر شام میں چاند نکل آیا ہے۔ میدان رزم میں پہنچ کر وارث منبر سلونی کے فرزند نے رجز پڑھا

اعداء نے گھیرے میں لے لیا۔ اور چاروں طرف سے تیر برسانے لگے ایک ملعون نے سنگ باری شروع کردی۔ جسم نازمیں پتھروں سے زخمی ہوگیا۔ اور حضرت قاسمؑ نڈھال ہوگئے۔ حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر عمر ابن سعد میں تھا کہ میری نظر حضرت قاسمؑ پر پڑی۔ دیکھا کہ آپ زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ پاؤں میں نعلین ہیں۔ کہ آپ کا بند تسمہ ٹوٹ گیا۔ اس وقت عمر ابن سعد ازدی نے کہا اے لوگو کہ اس وقت حملہ کردو یہ موقعہ ہے کہ قاسمؑ جنگ نہ کرسکیں گے۔ لشکر والوں نے تیر برسانے شروع کیئے۔

لیکن آپ نے گھوڑے کو دوڑایا اور حملہ روکا۔ کہ ایک ملعون نے آپ کے سر مبارک پر تلوار لگائی۔ اس ضرب سے سر شگافتہ ہوگیا۔ اور فریاد کی یاعماہُ ادرکنی۔ اے چچا جان خبر لیجیے۔ حمید کہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ادھر قاسم بن حسنؑ نے آواز دی اور ادھر امام حسینؑ مانند عقاب میدان میں پہنچے۔ اور لشکر عمر بن سعد کی صفوں کو چیرتے ہوئے۔ حملہ آور ہوئے۔ اور آپ نے عمر بن سعد ازدی قاتل قاسم پر ضرب لگائی اس ملعون نے بھی ہاتھ اٹھایا۔ مگر امام حسینؑ نے اس کا ہاتھ قطع کردیا وہ شقی چلایا۔ لشکر بے حیاء چاروں طرف جمع ہوگیا۔ اور وہ ملعون اپنا دست بریدہ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اور جب چاروں طرف لشکر بھاگنے لگا۔ تو حضرت قاسمؑ دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے تلے آگئے۔ فَاسْتَقْبَلَتْهُ بِصَدْرِهَا وَجَرَحَتْهُ بِحَوَافِرِهَا وَوَطِئَتْهُ حَتّٰى مَاتَ الْغُلَامُ۔ آہ۔ آہ کہ دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے جسم نازمیں پائمال ہوگیا جب کسی گھوڑے کی ٹاپیں آپ پر پڑتیں تو آپ مادر گرامی کو پکارتے یا اُماہ ادرکنی اے اماں جان خبر لیجیے۔

اور فرمایا:

اِنْ تنکرُونِی فَانَا ابن الحسَنْ سبط النّبی المصطفٰے المؤتمن
ھٰذا حسینٌ کالاسیرٌ نُرتھَن بَیْنَ اُنَاسٍ لَا سقُوا صَوبَ المزنِ

یعنی کہ اگر نہیں پہچانتے ہو تو مجھے پہچان لو۔ میں حسنؑ مجتبےٰ کا فرزند ہوں۔ کون حسنؑ مجتبےٰ وہ جو دختر محمد مصطفٰے (ص) کے بیٹے ہیں اور حسینؑ مظلوم میرے عم نامدار ہیں کہ جنہیں تم لوگوں نے بے کسی و اسیر بنا دیا ہے۔ خداوند تعالےٰ تم سے اپنی رحمت دور رکھے اور تم پر بارش ہرگز نہ ہو۔ تم لوگ حرمت رسول خدا نہیں کرتے ان کی آل پاک پر ظلم کرتے ہو۔ اور پھر بھی خدا اور رسولؐ سے جزاء خیر کے طالب ہو۔ خدا تمہیں جزاء خیر نہیں دے گا۔

تَدَعِی الاسلام وآل رسول اللہِ عطشا ناظما ناقد اسوتکی اَرینا باعینہم

اے قوم جفا کار و بے حیاء دعویٰ اسلام بھی ہے اور اہلبیتؑ پیغمبر خدا پر پانی بند کر دیا ہے وہ سب کے سب تشنہ لب ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ پر پیاس نے غلبہ کیا اور آپ میدان سے خیمہ میں واپس آئے اور اپنے چچا کی خدمت میں عرض کیا۔

یا عمّاہُ العطشُ العطشُ اَدرکنی بِشربۃٍ مِنَ الماءِ۔

اے چچا جان پیاس مارے ڈالتی ہے مدد فرمایئے اور ایک گھونٹ پانی پلا دیجئے۔ امام حسینؑ نے تسلّی دی اور تلقین صبر کی۔ اور فرمایا اے قاسمؑ اپنی انگشتری اپنے منہ میں رکھ لو۔ تشنگی کم ہو جائے گی۔ حضرت قاسمؑ دوبارہ میدان قتال کو روانہ ہوئے اور جنگ کرنا شروع کی۔ اور لشکر عمر ابن سعد کی ہمت توڑ دی ایسے حوصلہ شکن حملے کر دیکھنے والوں کو علیؑ یاد آ گئے۔ اسی دوران آپ کو لشکر

مَحْطُومُ جِسْمٍ هُشِّمَتْ اَضْلَاعُهُ ۞ وَكَسِيْرُ ظَهْرٍ مِنْ خُيُوْلِ زِيَادٍ

گھوڑوں کی ٹاپوں سے آپ کا جسم مبارک پس گیا۔ جب گھوڑوں کی آمد و رفت کا غبار کم ہوا اور جنگ رکی تو امام حسینؑ قاسمؑ تک پہنچے۔ مگر لاش قاسم پائمال ہو چکی تھی۔ اور آپ کی روح پرواز کر چکی تھی۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹیا قاسمؑ۔ تمہارے چچا پر کس قدر گراں ہے۔ کہ تمہارا جسم نازنین پائمال سم اسپان ہو گیا نقش حسنؑ مجتبیٰ بکھر گیا۔ آپ سے جس طرح ہو سکا مجروح لاشۂ قاسم کو اٹھایا اور گنج شہیداں میں رکھ دیا۔ پھر خیمہ میں آئے۔ اور فرمایا کہ اے بہن زینبؑ اور اے ام کلثومؑ، اور اے بھائی جان ام فروہ آپ کا بیٹا جنت کو سدھار گیا اب وہ بھائی حسنؑ کے پاس ہے۔ اہلحرم نے ماتم قاسمؑ کیا۔ بیبیاں منہ پر طمانچہ مارہی تھیں واقاسماہ کی صدائیں بلند تھیں۔ (از مترجم: یہ بھی روایات میں پایا جاتا ہے۔ کہ حضرت قاسمؑ نے ازرق نامی ملعون اور اس کے چار بیٹوں کو واصل جہنم کیا ہے)۔

الا لعنة الله على القوم الظالمين

آٹھویں مجلس

شہادت اولاد حضرت امیرالمومنین علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ العطوف
الرحیم ورسولہ الجواد الکریم محمد صاحب السیف والقضیم وعلیٰ
آلہ الضراغیم واولادہ الھداۃ فی العلاجیم خصوصاً علیٰ شبلہ
الکریم ونجلہ الیتیم صاحب الورع الجسیم والبلاء النیم الذی
بکیٰ علیہ الکلیم ودنف فی حزنہ الخلیل فقال انی سقیم وکان
امرہ اعجب من اصحاب الکھف المنقطع عن الصدیق والحمیم
الماموربایدی کل مذنب حریم وکل فاجر صدیم المقتول
بالسہم والسنان والحجارۃ والعصا والقضیم والممنوع من
المیاہ الطراحیم المطروح علی الارض کالطخیم المرضوض
اعضاءہ من نعال اخفاف القراشیم المھتم اضلاعہ
من حوافر الخیول الاضائیم المطروح علی وجہہ

کالمُضطَرِبِ السَّلِیمِ لا بَل کالمُدنِفِ السَّقِیم ینقلِبُ یمیناً وشمالاً ولا یستَطِیعُ جواباً ولا سواءً الّذِی نهبوا ما وایتموا اطفالهُ واسرُوا عیالهُ وذاروبهم وبراسهِ فی البلادِ بین العبادِ فیا للّٰهِ رزءٍ عظیمٍ وقادحٍ نمیم لم یسمعْ مثلهُ فی الاقادیم فلعنةُ اللّٰهِ علی الاصابةِ الملحونةِ الامرةِ والبایعةِ والتّابعةِ علی هٰذا الامرِ الجسیمِ وبعد فقد قال اللّٰه تعالیٰ فی کتابهِ المبینِ وخطابهِ المستبین۔

(آیت) اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّٰهِ اثنَا عَشَرَ شَهرًا فِی کِتَابِ اللّٰهِ یَومَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضَ مِنهَا اَربَعَةٌ حُرُمٌ ط ذٰلِکَ الدِّینُ القَیِّمُ ۵ فَلَا تَظلِمُوا فِیهِنَّ اَنفُسَکُم وَقَاتِلُوا المُشرِکِینَ کَافَّةً کَمَا یُقَاتِلُونَکُم کَافَّةً ط وَاعلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ المُتَّقِینَ ۵

سورۃ التوبۃ آیت ۳۶)

ترجمہ:

اس میں تو شک ہی نہیں کہ خدا نے جس دن آسمان و زمین کو پیدا کیا اسی دن سے خدا کے نزدیک خدا کی کتاب (لوح محفوظ) میں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے ان میں سے چار مہینے حرمت کے ہیں (یعنی ان کا احترام ضروری ہے) یہی دین سیدھی راہ ہے تو ان چار مہینوں میں تم اپنے اوپر کشت و خون کر کے ظلم نہ کرو۔ اور مشرکین جس طرح تم سے سب کے سب مل کر لڑتے ہیں تم بھی سب کے سب مل کر ان سے لڑو۔ اور یہ جان لو کہ خدا تو یقیناً پرہیزگاروں

کے ساتھ ہے۔

ان آیات کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور ان میں چار مہینے محترم ہیں۔ اور ان کی حرمت ضائع کرنا گناہ ہے۔ اور ان کی حرمت اس لیے ہے کہ یہ امن و امان کے مہینے ہیں۔ اور ان میں جنگ و جدال ممنوع ہے۔ اور ان کی حرمت اس وقت سے ہے۔ کہ جب سے خدا نے آسمان و زمین خلق فرمائے ہیں۔ ان مہینوں میں ظلم و قتال منع ہے چونکہ اسلام کے شروع زمانہ میں کفار و مشرکین پر دعوت اسلام کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ بنا بریں آنحضرتؐ نے جہاد شروع کیا۔ تاکہ لوگ اسلام قبول کریں۔

اس جہاد میں بھی بہت سی حکمتیں مخفی ہیں جن پر نبیؐ و امام مطلع ہیں۔ ارباب فقہ نے جہاد کو دو صورتوں میں تقسیم کیا ہے۔ یہ کہ صورت واجب سال میں ایک مرتبہ ہے۔ اور وہ بھی بعد از تحقیق شرائط واجب ہے۔ اور زیادہ صرف ایک دفعہ مستحب ہے۔ اور سال میں چار مہینے ایسے ہیں کہ جن میں جہاد کرنا حرام ہے۔ یہ چار مہینے ذیقعد، ذی الحجہ، محرم الحرام جو کہ مسلسل ہیں اور ایک مہینہ رجب کا ہے۔ کہ جس میں جدال و قتال حرام ہے۔ اس طرح یہ چار ماہ ہوتے ہیں۔ مسلسل تینوں مہینوں کا احترام اس لیے ہے کہ حج بیت اللہ ماہ ذی الحجہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ حج کے لیے مکہ معظمہ آتے ہیں۔ وہ بآسانی اور محفوظ طریقہ سے آسکیں۔ اور واپس بھی جا سکیں کیونکہ اگر جدال و قتال جاری رہے۔ تو صورت امن کے خراب ہونے سے واجب کی ادائیگی میں رکاوٹیں پیدا ہوں گی لہٰذا خداوند عالم نے ان تین مہینوں میں جدال و قتال پر

پر پابندی عائد کر دی۔ چوتھا مہینہ رجب کا اس لیے محترم ہے کہ اس ماہ میں عمرہ کرنے کا حکم ہے۔

حج ہر مسلمان پر بشرط استطاعت صرف ایک مرتبہ واجب ہوتا ہے مگر زیارت قبر امام حسینؑ علیہ السلام کے نہ استطاعت کی شرط ہے اور نہ ہی یہ پابندی ہے کہ عمر بھر میں صرف ایک دفعہ زیارت کی جائے بلکہ جب بھی حالات سازگار ہوں زیارت کی جائے۔ زیارت قبر مبارک امام حسینؑ مرتبہ میں حج وعمرہ سے افضل ہے بلکہ ہر قدم پر زائر کے لیے حج وعمرہ کا ثواب ملتا ہے لیکن خداوند عالم نے واجب قرار نہیں دیا ہے۔ (از مترجم زیارت کربلا مستحب ہے اس لیے کہ اگر واجب ہوتی تو پھر مثل حج یہ بھی استطاعت کے دائرہ میں محدود ہو جاتی یہ کرم وعطاء ایزدی ہے کہ زیارت کو مستحب قرار دیا تاکہ ہر شخص خواہ مستطیع ہو یا نہ ہو زیارت کے ثواب سے محروم نہ رہے)۔ بہر حال چاروں مذکورہ مہینے محترم ہیں اور ان میں جدال وقتال کرنا ممنوع وحرام ہے۔ اسلام سے پہلے مشرکین وکفار بھی ان مہینوں میں جنگ وجدل نہیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عریضہ بھیجا اور یہ اعتراض کیا کہ آپ حرمت کے مہینوں میں بھی جنگ جدل کرتے ہیں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ محرم کے مہینے میں کفار ومشرکین خصوصیت سے جنگ وجدل بند رکھتے تھے۔

لیکن افسوس کہ امت رسولؐ خدا نے محرم کی حرمت ضائع کر دی اور آنحضرتؐ کے فرزند امام حسینؑ علیہ السلام کو قتل کیا اور ان کی اولاد واقربا قتل کیے اہل حرم اسیر کیے اور خیام امام حسینؑ غارت کیے۔

لقد قتلوا نی هٰذا ذُرِّیَّتَهُ وَسَبُوْ نِسَاءَهُ وَ انتهبوا ثقلهُ فَلَا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ اَبَدًا۔

اس امتِ شوم نے آلِ رسولؐ کو قتل کیا اور مخدرات کو اسیر کیا۔ اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ خدا ہرگز اس قوم جفاکار نہیں بخشے گا۔ جاننا چاہیئے کہ بیشک مہینوں کی تعداد خدا کے نزدیک بارہ ہے اور کتاب خدا جو ظاہر لوح محفوظ ہے اس میں بارہ ہے اور ان میں سے چار ماہ خاص طور پر ذی حرمت ہیں۔ اور یہی دین قیم ہے۔

اگرچہ اس آیت میں سال کے بارہ مہینوں کا ذکر ہے لیکن پھر بھی ایک جملہ ایسا ہے کہ جس کو دیکھ کر ذہن اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ سال میں صرف چار ماہ کو محترم سمجھنے سے دین قیم کا کیا تعلق ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یعنی کہ یہی دین مستقیم ہے یہ ایک استعارہ ہے جس سے صاحبان بصیرت اس نتیجہ پہ پہنچ سکتے ہیں۔ کہ دراصل اس آیت میں بارہ سے ایسے نفوس مراد ہیں کہ جو واقعی مدار اسلام اور دین قیم ہیں چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت میں بارہ مہینوں کی تعداد سے معنوی طور پر ہم آئمہ اثناء عشر مراد ہیں۔ یعنی گروہ کہ جن کے اول حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور آخری امام۔ حضرت مہدی العصر علیہ السلام ہیں کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا یَا مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بَابًا مَنْ دَخَلَهَا اَمِنَ مِنَ النَّارِ وَمِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ یعنی کہ اے گروہ مسلمین آگاہ ہو کہ خدا کے لیے دروازے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو آتش جہنم سے نجات دیتا ہے۔ اور وہ دروازے آئمہ اثناعشر صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں مقصد یہ ہے کہ آئمہؑ کا تمسک ضامن نجات ہے۔ ان دروازوں سے گزرنے والا

ہول قیامت اور آتش دوزخ سے محفوظ ہے۔ ابوسعید خدری یہ سن کر اپنی جگہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ان دروازوں میں سے کسی کی نشاندہی فرمائے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْتَمْسِكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى الَّتِيْ لَا انْفِصَامَ لَهَا فَلْيَسْتَمْسِكْ بِوَلَايَتِ عَلِی عَلَيْهِ السَّلَامِ۔

اے لوگو، جو اس عروۃ وثقیٰ سے تمسک چاہتا ہے جو مضبوط ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ ولایت علی ابن ابی طالبؑ سے تمسک اختیار کرے۔ یعنی میرے بعد علیؑ کی اطاعت و پیروی کرے۔ اس وقت جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یارسولؐ اللہ مَا عِدَّةُ الْاَئِمَّةِ ۔ یعنی کہ آپ کے بعد کتنے ائمہ ہوں گے ان کی کیا تعداد ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سَئَلْتَنِيْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ عَنِ الْاِسْلَامِ بِاَجْمَعِهٖ ۔

اے جابرؓ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے کہ تم نے ائمہؑ کے متعلق سوال کیا کہ اسلام میں کتنے امام ہوں گے۔ عِدَّتُهُمْ عِدَّةُ الشُّهُوْرِ وَهِيَ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ.

یعنی ائمہ کی تعداد اس قدر ہے کہ جس قدر سال کے بارہ مہینے ہیں اسی طرح میری امت کے بارہ امام ہیں خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ۔

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ○

(سورۃ البقر آیت ۶۰)

ترجمہ :-

(ہم نے کہا اے موسیٰؑ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو لاٹھی مارتے ہی اس میں بارہ چشمے

پھوٹ پڑے۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے۔

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَا عَشَرَ نَقِيْبًا ۝

(سورۃ المائدہ آیت ۱۲)

یعنی کہ ہم (خدا) نے ان میں کے ان پر بارہ سردار مقرر کئے۔ پس جس طرح بنی اسرائیل کے بارہ سردار تھے اسی طرح اُمت مسلمہ کے بارہ امام ہیں صحیح بخاری اور مسلم میں ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تک میرے بارہ خلیفہ نہ ہولیں گے۔ دنیا قائم رہے گی اور اس حدیث کا مصداق ائمہ اثنا عشر ہیں جن کے اول حضرت علیؑ اور آخری حضرت امام مہدیؑ القائم ہیں۔

شیخ صدوق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم بخدا کہ اس نے مجھے بسوئے خلق رسول بنا کر مبعوث کیا اور مجھے تمام مخلوقات سے برگزیدہ کیا اور میرا وصی بھی تمام اوصیاء انبیاء سے برگزیدہ ہے وہ مخلوق پر حجت خدا ہے اور وہ خلیفہ خدا بھی ہے۔ اور اس کی اولاد سے ائمہ ہوں گے جو میرے بعد ہادیان برحق ہیں۔ بِهِمْ يَحْبِسُ اللّٰهُ الْعَذَابَ عَنْ اَهْلِ الْاَرْضِ وَبِهِمْ يُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَبِهِمْ يُمْسِكُ الْجِبَالَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَبِهِمْ يَسْقِىْ خَلْقَهُ الْغَيْثَ وَبِهِمْ يُخْرِجُ النَّبَاتَ۔

یعنی کہ انہی کے سبب سے خدا زمین و آسمان کو قائم رکھتا ہے۔ اور اہل زمین پر عذاب نہیں کرتا۔ انہی کی وجہ سے کوہساروں کی حفاظت ہوتی ہے۔ انہی کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ اور زمین سے سبزہ اگتا ہے۔ یہی اللہ کے اولیاء اور میرے خلیفہ و جانشین ہیں۔

عِدَّتُهُم عِدَّةُ الشُّهُورِ وَهِيَ اثنا عشر شهرًا یعنی کہ ان کی تعداد سال کے بارہ مہینوں کی ہے۔ یعنی سال کے مہینے بارہ اور ائمہ ہدیٰ بھی بارہ ہیں اور مثل نقباء بنی اسرائیل بارہ ہیں پھر آنحضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ (سورۃ البروج آیت ۱) یعنی کہ برجوں والے آسمان کی قسم۔ پھر فرمایا اے ابن عباسؓ آسمان میں ہوں اور بروج سے مراد ائمہ ہدیٰ ہیں۔ جو میرے بعد ہوں گے اور اے ابن عباس پہچان لو اور اچھی طرح پہچان لو ان کا اول علی مرتضیٰؑ ہے۔ اور آخری مہدی القاسم ہیں۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ائمہ اثنا عشر کو جو بارہ مہینوں سے تعبیر دیا گیا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہو۔ تمام مخلوق کا نظام معاشں، اور تمام عالم الٰہی سے مربوط ہے۔ اگر امامؑ کا وجود نہ ہو تو زمانہ رہے نہ زمین و آسمان رہیں گے۔ اور دن و رات کے بارہ ہی گھنٹے ہوتے ہیں۔ یہ بھی کنایہ ہے کہ امام منصوص من اللہ کہ جن کے دم قدم سے دنیا و دین برقرار ہے۔ بارہ ہی ہیں چنانچہ کلمہ لا الہ الا اللہ جو اصل اصول توحید ہے بارہ حروف سے مرکب ہے۔ (از مترجم۔ لفظ اللہ کے اعداد کا مجموعہ ۶۶ ہے جمل صغیر بارہ ہے) محمد رسول اللہ کے حروف بھی بارہ ہیں۔ پس آنحضرتؐ کے خلفاء بھی بارہ ہیں۔ پس ان کی ولایت کا اقرار توحید و نبوت کے ساتھ مربوط ہے۔ عارفین نے بیان کیا ہے۔ کہ ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک امام علیہ السلام ہر شخص پر ہزار باب رحمت کشادہ کرتے ہیں۔ یعنی کہ وہ نزول رحمت وجود امامؑ ہے۔

اس مقام پر ہم شجرۂ طیبۂ رسول خدا درج کرتے ہیں۔ علماء نسب نے کہا ہے کہ مرکز سیادت، برگزیدہ وجود حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آنحضرت کے آباء واجداد کی سیادت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہے۔ وہ وجود نبوی مرکز دائرہ شرف ومجد ہے اور تمام کمالات آنحضرت پر ختم ہیں۔ ذات آنحضرت سے دو خط ظاہر ہوتے ہیں ایک خط جو کہ آپ سے اوپر آپ کے آباء و اجداد کی طرف جاتا ہے۔ اس طرح کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر اور دوسرا خط ہبوطی ہے یعنی کہ جو آپ کی ذریت کی طرف جاتا ہے۔

اور خط ہبوطی میں سلسلۂ امامت دوازدہ معصومین ہے۔ جس کی آخری فرد حضرت امام العصر قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ ہیں۔ جب آپ ظہور فرمائیں گے۔ اس وقت زمین خدا کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔

(سورۃ الزمر آیت ۶۹)

اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ امام کی تعریف میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ رَبُّ الْاَرْضِ الْاِمَامُ الَّذِیْ نُوْرُ اللّٰہِ فِیْ عِبَادِہٖ وَبِلَادِہٖ۔ یعنی کہ رب زمین امام ہے جو تمام مخلوق کے لیے اللہ کا نور جاننا چاہیئے کہ ان چار مہینوں کی حرمت برقرار رکھنا واجب ہے۔ اور ان مہینوں کی حرمت کو خداوند عالم نے دین قیم کا نام عطا کیا ہے۔ ان میں سے تین ماہ مسلسل ہیں یعنی کہ ذیقعد، ذی الحجۃ اور محرم الحرام ایک مہینہ علیحدہ ہے یعنی کہ رجب اسی طرح

ائمہؑ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم اجمعین میں سے تین امام یعنی کہ حضرت امیر المومنین علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ، اور ان کو خصوصی عظمت حاصل ہے۔ جس طرح کہ قرآن کی رو سے تین مہینے مسلسل طور پر محترم ہیں اور اسی امامت کے سلسلہ کی آخری کڑی حضرت امام مہدی علیہ السلام عجل اللہ فرجہ کہ جن پر عظمتیں تمام ہوگئیں ہیں۔

اور ان چاروں ماہ میں حکم ہے کہ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔

پس ان مہینوں میں تم لوگ اپنے نفوس پر ظلم نہ کیا کرو کیونکہ ان کی بے حرمتی معصیت الٰہی ہے۔

خدائے تعالیٰ نے تو حرمت ظاہر کی ہے۔ مگر امت مسلمہ نے محرم کے مہینے میں فرزند رسول خدا کو قتل کیا۔ ان پر پانی بند کیا۔ ان کے اولاد اور عزیزوں کو تہ تیغ کیا اہل حرم کو اسیر کیا۔ تو کیا قاتلان امام حسینؑ کا قرآن پر ایمان ہو سکتا ہے قرآن پر ایمان نہ ہو تو وہ شخص فاسق و فاجر ہے۔ اور اس پر اجماع امت ہے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ کسی زمانہ میں کسی نبی کی امت نے یہ کام نہیں کیا کہ نبی کا کلمہ پڑھیں اور اس نبی و رسول کی اولاد کو تہ تیغ کریں جیسا کہ یزیدی مسلمانوں نے کام کیا ہے۔ حدیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عالم ذر میں جناب آدمؑ نے جب اس امت کو دیکھا۔ اس میں اختلاف، نفاق، حرص، خواہشات کی فراوانی پائی آپ نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا پروردگار اس امت آخری کا یہ حال! حالانکہ امت مسلمہ تمام امتوں سے افضل ہے۔ آواز آئی اے آدمؑ یہ سب جدا ہوگئے ہیں۔ یعنی کہ ان میں نفاق کارفرما ہے۔

وَسَيَظْهَرُوْنَ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ هُوَ كَفَادِ قَابِيْلَ حِيْنَ قَتَلَ اَخَاهُ هَابِيْلَ فَاِنَّهُمْ يَقْتُلُوْنَ فَرْخَ حَبِيْبِيْ مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰى۔

جلد تر زمین میں فساد کیا۔ مثل قابیل کے کہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور فرزند رسولؐ خدا کو یزید نے قتل کر دیا۔ پس خداوند عالم نے عالم ذر میں حضرت آدمؑ نے اس گروہ جفا کار کی طرف دیکھا۔ تو ان کو سیاہ رو پایا۔ عرض کیا پروردگار ان سے انتقام لے کہ ان ظالموں نے اپنے نبیؐ کی اولاد کو ذبح کر ڈالا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ حضرت یحییٰ بن ذکریا کے ساتھ بھی ظلم ہوا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام سفر عراق میں۔ حضرت یحییٰ بن ذکریاؑ کا اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ دنیا کی بے قدری و ذلت کے لیے یہ کافی ہے۔ کہ یحییٰ ابن ذکریا کا سر کاٹ کر ایک زن ناحشہ کو ہدیہ کیا گیا کہ وہ بدنہاد خوش ہو جائے۔ اسی طرح میرا سر بریدہ فرزند سمیہ کے پاس بھیجا جائے گا۔ اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ واقعہ یحییٰؑ واقعہ شہادت امام حسینؑ کے مقابلہ میں بہت قلیل مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت یحییٰ تشنہ لب قتل نہیں کیے گئے۔ آپ کے اہل و عیال اسیر نہیں بنائے گئے۔ ان کا جسد بے روح غسل و کفن کے لیے نہیں پڑا رہا۔ ان کے بھائی بھتیجے اور اولاد قتل نہیں ہوئی جب حضرت یحییٰ کا سر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ تو سر یحییٰ نے خطاب کیا اے بادشاہ خدا سے ڈر۔ اور زنا مت کر اس طرح سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السلام نے بھی خطاب کیا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب سر امام حسینؑ ایک نیزہ پر بلند تھا۔ اور اسے بازار کوفہ میں پھرایا جا رہا تھا۔ تو آپ کے سر مبارک نے سورۃ کہف کی تلاوت کی۔ اور جب آپ اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى۔

(سورۃ الکہف آیت ۱۳)

وہ چند جوان تھے کہ اپنے سچے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی سوچ اور سمجھ زیادہ کردی) جب اہل کوفہ نے سر بریدہ کو قرآن کی تلاوت کرتے دیکھا تو شور برپا ہوگیا۔ زید ابن ارقم نے جو اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ غرفہ سے سر باہر نکالا کر دیکھیں کہ یہ شور و غوغا کیا ہے۔ دیکھا کہ نیزہ پر سر مبارک ہے جو بہت نورانی ہے اور قرآن کی تلاوت کر رہا ہے۔

زید ابن ارقم باہر آئے اور نیزہ کے نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ سر مبارک امام حسین علیہ السلام ہے۔ اس وقت سر مبارک نے اس آیت کی تلاوت کی

ام حسبت اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيَاتِنَا عَجَبًا۔ (سورۂ الکہف آیت ۹)

یعنی کہ تم یہ خیال کرتے ہو کہ اصحاب کہف اور رقیم (غار اور تختی والے) ہماری قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے) جب زید ابن ارقم (غار اور تختی والے) ہماری (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے) جب زید ابن ارقم نے یہ حال دیکھا تو بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اور کہا۔ اَمْرُكَ اَعْجَبُ وَاللّٰهِ یا من رسول اللہ یعنی اے فرزند رسول تمہارا امر تو عجیب تر ہے۔ بلکہ اصحاب کہف کے قصہ سے بھی بالاتر ہے۔

کیونکہ آپ کا سر نیزہ پر بلند ہے اور جسد مبارک کربلا میں پڑا ہوا ہے حالانکہ یہ سر کبھی آغوش فاطمہ کی زینت ہوتا تھا۔ اور کبھی آغوش رسول خدا کی زینت ہوتا تھا۔ کاش کہ نبی و فاطمہ ہوتیں تو دیکھتیں کہ سر مطہر نیزہ پر بلند ہے۔

ذُبِحَ الْحُسَيْنُ فَاَيُّ عَيْشٍ يُصْطَفٰى   اَوْ اَيُّ نَفْسٍ بَعْدَهٗ مُتَنَاشِرَةٌ

حسینؑ کو ذبح کر ڈالا پھر کیا لطف زندگی و مظلوم کے قتل ہو جانے سے دل

پژمردہ ہوگیا۔ لیکن اب اسی میں حیات ہے کہ حسینؑ پر گریہ و بکا کریں۔
اَوْ یَرْتَضِیَ غیر البکاءِ عقیبہٗ ۔ یعنی آپ کے بعد غیر از بکا کوئی اور کام نہیں۔ او یھیتنی طیب البقا و مفاخرہ ۔ کون ہے کہ جو آپ پر گریہ ترک کر کے راضی ہو۔ اور کون ہے کہ جسے بغیر گریہ و بکا زندگانی عزیز ہو۔

مَاتَ الْعَزِیْزُ وَمَنْ یُرجیٰ لِلْھُدیٰ والمرتجی للنّائباتِ الْقَائمُ
وَالْخَیْلُ اَجْرُوھا عَلَیْہِ فَرَّقَتْ مِنْہُ بِوَاطِنُہٗ وَوَضَّتْ ظَاھِرُہٗ

سردار زمانہ ہادی برحق اور عالم کو نجات دلانے والا قتل ہوگیا۔ اور اس کے بدن مبارک پر گھوڑے دوڑا دیئے گئے۔

لَھفیٰ لِزَیْنَبَ وَالْیَتَامیٰ حَوْلَھَا تَبْکِیْ عَلَیْھِمْ صَوھی نَاشِرَۃً
تَدْعُوْا بِفَاطِمَۃِ الْبَتُوْلِ بِصَوْتِھَا یَا اُمَّنَا یَا لَیْتَ حُسَیْنَکِ بَاصِرَۃً

وا حسرتا کہ زینب خاتون یتیم بچوں کو جمع کر کے حسرت و یاس کے عالم میں کھڑی رو رہی ہیں اور خطاب کر رہی ہیں کہ اے اماں جان آپ زندہ ہوتیں۔ اور دیکھتیں کہ آپ کا حسینؑ خاک و خون میں غلطاں پڑا ہے۔ تو اب کیا حال ہوتا

لَتَریٰ حُسَیْنًا نُوْرَ عَیْنِکِ مَا لَقِیٰ مِنْ بَعْدِ فَقْدِکِ مِنْ عُصَاۃٍ عَادِرَۃٍ

کاش آپ ہوتیں اور دیکھتیں کہ تمہارا حسینؑ نور دیدہ حسینؑ کے ساتھ اس غدار امت نے کیا ظلم کئے ہیں۔

ذَبَحُوْہُ ذَبْحَ الشَّاۃِ ظُلْمًا ظَالِمًا تَسْدُدُ اعَلَیْہِ السَّافِیَاتِ الْغَابِرَۃً

کہ امام حسینؑ کا سر شل گو سفند جدا کیا گیا۔ اور لاشہ کو زمین پر ڈال دیا ہے۔ اور صحرا کی گرد آلود ہوائیں جسم مبارک پر چل رہی ہیں۔

وَسَبُوْا ابنانک جَھْرَۃً یَا اُمَّنَا فَوُجُوْھُھَا بَیْنَ الاعادیٰ سَافِرَۃً

اے مادرِ گرامی آپ کی بیٹیاں اسیر کی گئیں۔ اور ان کو دشمنوں میں تشہیر کیا گیا۔

فَبَنَاتُ هِنْدٍ فِی الْقُصُوْرِ اَعِزَّةٌ مُحْتَجِبَةٌ تَحْتَ الْخُدُوْدِ السَّاتِرَةِ،
وَبَنَاتُكِ سَبْیٌ فِی الْقِفَارِ اَذِلَّةٌ مِنْ غَیْرِ مَا سُتِرَ عَلَیْهَا حَاسِرَةٌ

واحسرتاکہ دختران ہندہ تو قصر ہائے عالیہ میں ہوں۔ باعزت بیٹھی ہوں۔ اور باپردہ ہوں۔ اور اولاد اور آپ کی بیٹیاں صحرا میں ذلت وخواری کے ساتھ زمین پر بیٹھی ہوں۔ اور ان کے سروں پر مقنعہ بھی نہ ہو۔ واحسرتا واحسرتا۔

وَیَزِیْدُ فِی تَخْتِ الْخِلَافَتِ جَالِسٌ حُسَیْنٌ فِی السَّدُوْسِ السَّاعِرَةِ

آہ صد آہ کہ یزید بن معاویہ تو تخت خلافت پر ہو۔ اسے بادشاہی حاصل ہو۔ اور حسینؑ دھوپ میں زمین پر پڑا۔ سبحان اللہ عجیب عجیب وابتلاء ہے یعنی کہ عجیب دردناک امتحان ہے۔

اس مصیبت سے شیعوں کے دلوں پر داغ پڑ گئے ہیں۔ زمین و آسمان کے درمیان ایک عجیب شور وغل برپا ہے۔ ابن قولویہ نے صفوان جمال سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ مکہ جا رہا تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا اے فرزند رسولؐ کیا وجہ ہے۔ کہ آپ پر اس وقت اندوہ وغم طاری ہے میں آپ کو رنجیدہ دیکھ رہا ہوں۔ فرمایا: لَوْ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ لَشَغَلَكَ عَنْ مَسَائِلِیْ۔ جو کچھ میں سنتا ہوں اگر تم بھی سنتے تو میری طرح غمگین ہوتے ہیں سن رہا ہوں کہ ملائکہ حضرت امام حسینؑ اور امیر المومنینؑ پر گزرنے والی مصیبتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اور گریہ کرتے ہیں اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ بس ایسی حالت میں

اگر میں ملول ہوتا ہوں۔ اور آرام کرنا گوارا نہیں ہوتا۔

حارث بن اعور سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ بِاَبِیْ اَنْتَ اُمِّیْ الحسین المقتول بِظَهرِ الکوفۃِ کَاَنِّی بہٖ والوحشُ مَادّۃٌ اَعناقها بر توبہ لیلاً حتّی الصّباح۔

کہ میرے ماں باپ فدا ہوں حسینؑ پر کہ وہ پشت کوفہ پر قتل ہوگا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ صحرا کے جانور گردنیں جھکائے ہوئے ان کی قبر پر آتے ہیں اور رات بھر تا صبح مرثیہ پڑھتے ہیں اور روتے ہیں۔ واللہ امیرالمومنین کا ارشاد صحیح نکلا اور امت رسولؐ کے ایک گروہ نے حسینؑ کو قتل کیا۔ وہ کام امت نے کیا کہ یہود و نصاریٰ آج تک ان کو مطعون کرتے ہیں۔

یُرحَبُ قَومٌ حافراً زعم اَنّہٗ لمرکوبُ بعضِ الانبیاءِ الّذی مَضیٰ وَیقتُلُ قَومٌ ابن بنت نبیّہم تامّل بالانصاف تریٰ منتھی الشّقا

مقام غور و تامل ہے کہ ایک گروہ اپنے پیغمبر کے گدھے کے سم کی تعظیم کرتے ہیں لیکن اس قوم جفاکار نے نبی کی ذریت کو قتل و غارت کر دیا۔ پس اس قوم شقاوت آثار یہود و النصاریٰ کا کردار اچھا ہے۔ مسلمانوں نے امام حسینؑ کو قتل کر کے بنی آدم کو رسوا کر دیا۔ اسی رسوائی کی طرف ملائکہ نے بارگاہ خداوندی میں کہ جب خدا نے یہ فرمایا اِنّی جاعلٌ فِی الارضِ خلیفہ۔ کہ میں زمین ایک خلیفہ بنانے والا ہوں یا بناؤں گا عرض کیا۔ اتجعل فیھا مَنْ یفسِدُ فیھا ویسفِکُ الدِّمَاءَ کیا تو اسے خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد اور خون ریزی کرے۔ حالانکہ نحنُ نُسبّحُ بحمدِکَ ونُقدّسُ لکَ۔ کہ ہم تیری تسبیح و تقدیس بجا لاتے ہیں۔ تو خداوند عالم نے جواب دیا۔

اِنِّیٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔ کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ہو۔ اشارہ یہ تھا کہ انسان حکم عدولی خداوند عالم کرے گا اور یہ معصیت دین میں معصیت عظمیٰ ہے۔ اور سزاوار ہے کہ آسمان وزمین اس معصیت کی وجہ سے سرنگوں ہوجائیں۔ لیکن خداوند عالم نے یہ منصب آدمؑ کو عطا کیا تاکہ آدمؑ نور نبوی اور ذریت نبوی کے نور کے حامل قرار پائیں۔ اور ان کے واسطے انسان مستحق رحمت قرار پائیں اور پیغمبرؐ خدا ہی کی ذریت سے آخری حجت خدا دنیا میں قائم رہے گی۔

ابن قولویہ حسین ابن علی صاعدی بربری رواق امام رضا علیہ السلام کے مجاور سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد کے بارے میں کہا کہ وہ امام علی رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ "یہ لوگ کیا کہتے ہیں" انہوں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں میں آپ سے دریافت کرنے آیا ہوں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ "بوم" (یعنی اُلو) کو دیکھا ہے کہ یہ ہمارے جد بزرگوار رسولؐ خدا کے زمانہ میں لوگوں کے گھروں میں رہا کرتا تھا۔ جب لوگ کھانا کھاتے تو قریب آجاتا تھا اور لوگ اس کو آب ودانہ دیتے تھے۔ مگر جب دشمنان دین نے ہمارے جد بزرگوار حضرت حسین علیہ السلام کو شہید کیا اس جانور نے گھروں میں رہنا چھوڑ دیا اور ویرانوں میں رہنا اختیار کیا۔ اور انسانوں سے نفرت کرنے لگا۔ کہ اس امت نے پیغمبرؐ خدا کے نواسہ کو قتل کیا پھر ہمیں ان سے امید امن وامان ہوسکتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی اسی مضمون کی حدیث وارد ہوئی

ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آیا تم میں سے کسی شخص نے چند (الّو) کو دن میں دیکھا ہے لوگوں نے کہا مولیٰ وہ تو دن میں ظاہر نہیں ہوتا۔ البتہ رات کے وقت نظر آتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ وہ پہلے عمارتوں میں رہتا تھا کہ جب حسین علیہ السلام کو ظالموں نے قتل کر دیا۔ اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ عمارتوں میں نہیں رہوں گا۔ اب اُلو جنگل اور خرابہ میں رہتا ہے۔ پس دن میں وہ فاقہ سے رہتا ہے اور غمگین رہتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے۔ تو امام حسینؑ پر گریہ کرتا ہے۔

سید محمد مہدی طبا طبائی فرماتے ہیں۔

وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مَاذَا الْحَوَادِثُ الْجَلَلُ فَقَدْ تَزَلْزَلَ سَهْلُ الْاَرْضِ وَالْجَبَلُ

یعنی کہ واقعہ کربلا اللہ اکبر کس قدر عظیم ہے کہ جس نے تمام عالم میں اپنا اثر کیا زمین میں زلزلہ آگیا۔ اور پہاڑ جنبش میں آگئے۔

هٰذِهِ الزَّفَرَاتُ الصَّاعِدَاتُ اَسیٰ كَاَنَّهَا شُعَلٌ تَرْمِيْ بِهَا شُعَلُ

یعنی کہ یہ نالہائے دل سوز اور یہ آہیں مگر فراش کیسی ہیں کہ چاروں طرف بلند ہو رہی ہیں۔

مَا لِلْعُيُوْنِ الدَّمْعِ جَارِيَةٌ مِنْهَا تَخُدُّ خُدُوْدًا حِيْنَ تَنْهَمِلُ۔

آخر زمانہ کی آنکھوں نے کیا دیکھا ہے کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور چہروں پر طمانچے لگا رہے ہیں۔

مَاذَا النَّوَاحُ الَّتِيْ عَطَّ الْقُلُوْبَ وَمَا هٰذَا الضَّجِيْجُ وَذِي الضَّوْضَاءِ وَالزَّجَلُ

یہ نوحے کیسے ہیں کہ دل شگافتہ ہو رہے ہیں۔ اور یہ نالہ و فریاد کیسی ہے کہ اطراف عالم میں برپا ہے۔ اور یہ اضطراب کیسا ہے کہ زمانہ میں پیدا ہو گیا ہے

كَاَنَّ نَفْخَةَ صُوْرِ الْحَشْرِ قَدْ فَجَأَتْ وَالنَّاسُ سَكْرٰى وَلَا سُكْرٌ وَلَا ثَمَلُ

گویا صور ماتم پھونک دیا ہے۔ اور بساط خوشی الٹ دی ہے یا قیامت ظاہر ہو گئی ہے۔ اور محشر برپا ہے۔ کہ لوگ مدہوش ہیں۔

قَدْ هَلَّ عَاشُورُ لَو غُمَّ الْهِلَالُ بِهِ كَأَنَّمَا هُوَ مِنْ شُومٍ بِهِ زُحَلُ

اے مادر گرامی ماتم حسینؑ پھر تازہ ہو گیا۔ کیونکہ محرم کا چاند پیغام غم لے کر افق عالم پر نمودار ہو گیا ہے۔ یہ چاند نیا نہیں ہے ہر سال ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اس کا شوم ہونا شوئی زحل ہے۔

شَهْرٌ هِيَ تَقْلِيهَا مِنْهُ رَاهِيَةٌ
تقل النبی حسینٌ فیهِ والثقل

یہ چاند تمام جن و انس کے لیے ایک ابتلاء عظیم ہے کیونکہ اس چاند سے غم امام حسینؑ میں ہر ایک شئے متاثر ہوتی ہے۔ اور اظہار حزن و اندوہ کرتی ہے۔ کہ باغ رسالت محرم ہی میں اجڑ گیا۔ کلیاں مرجھا گئیں نخل کٹ گئے پھول پامال ہو گئے یہ سب چیزیں اہل ولا کے لیے پیغام غم ہیں۔

قَامَتْ قِيَامَةُ أَهْلِ الْبَيْتِ وَانْكَسَرَتْ
سُفُنُ النَّجَاةِ وَفِيهَا الْعِلْمُ وَالْعَمَلُ

اہلبیت رسولؐ خدا برپا ہو گئی۔ اور کشتی نجات امت کہ جو علم و عمل سے پُر تھی۔ شکستہ ہو گئی۔

وَارْتَجَّتِ الْأَرْضُ وَالسَّبْعُ الشِّدَادُ وَقَدْ أَهَلَّ السَّمٰوَاتُ الْعُلَى الْوَجَلُ
وَاهْتَزَّ رَهْشُ عَرْشِ الْجَلِيلِ لَوْ لَا اللّٰهُ مِنْهُ يُمْسِكُهُ أَهْوَى بِهِ الْمُثُلُ

یعنی کہ آسمانوں اور زمینوں میں تزلزل پیدا ہو گیا ہے۔ اور اہل آسمان اس خیال سے کہ آپ اہل زمین پر عذاب نازل نہ ہو جائے۔ سرگرداں ہیں۔ انتہا

یہ ہے کہ عرش رب جلیل بھی لرزہ میں ہے۔ قریب تھا کہ سرنگوں ہو۔ لیکن خداوندعالم نے اسے ساکن رکھا۔

حَلَّ الاِلٰہُ فَلَیْسَ الحُزْنُ بَالِغَہ لٰکِنْ قَلْباً ھَوَاہُ حُزْنَہٗ جَلَلُ

یعنی کہ اگرچہ خدائے ذوالجلال کیفیات سے مبّرہ و منزہ ہے یعنی کہ حوادث مسرت و ملال اس پر طاری نہیں ہوتے لیکن چونکہ امام حسین علیہ السلام کی مصیبت سے مومنین و محبان آل رسول کے دل متاثر ہوتے ہیں اور دلوں پر غم واندوہ چھاجاتا ہے۔ پس بصداق حدیث قدسی لَا یَسعنِی ارضِ وَلَا سمائی وَ لٰکِنْ یَسْعُنِیْ قَلْبُ عَبدِیَ المومِن کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ میری سمائی زمین وآسمان اور ان کی چیزوں میں نہیں ہے۔ البتہ قلب مومن میں میری سمائی ہے۔ یعنی کہ قلب مومن منزل گاہ قدرت ہے۔ پس اس جہت سے چونکہ قلب مومن غم امام حسینؑ میں متاثر ہوتا ہے۔ گویا خدا پر غم امام حسینؑ کا اثر ہے۔ (از مترجم اس کی یہ توجیح بھی ہوسکتی ہے کہ خداوند عالم مؤثر حقیقی ہے۔ اس نے غم حسین علیہ السلام دائمی طور پر متاثر بنایا ہے۔ جب کہ دوسرے سارے غم جلد ہی اپنا اثر ختم کر دیتے ہیں)

قَضَی المُصَابُ بِاَنَّ تَقضِیَ النُّفُوسُ لَہٗ لٰکن قَضَی اللّٰہُ اَن لَاتَسْبَقَ الْاَجَلُ

اگرچہ غم امام حسینؑ ایسی مصیبت ہے کہ دل مومن پر اس کا جانگیز یں اثر ہوتا ہے وہ بے تابانہ گریہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ روتے روتے مرجائے۔ لیکن وہ جانتا ہے۔ کہ اجل آنے سے پہلے کوئی نہیں مرتا اور از خود جان دینا منع ہے۔ پس وہ صبر کے ساتھ روتا ہے۔ انسانوں پر ہی کیا منحصر ہے۔ اس مصیبت میں تمام عالم متاثر ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ لوگ بعد از امام حسین خوشیاں کس

کس طرح کرتے ہیں۔

حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ ایک روز حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے جد بزرگوار کی خدمت میں گئے۔ وہاں ابی بن کعب بھی موجود تھے۔ آنحضرتؐ نے امام حسینؑ سے فرمایا اے زینت سماوات وارض یعنی زمین و آسمان کی زینت آؤ۔ اُبی بن کعب نے کہا کہ آپ کے سوا آسمانوں اور زمینوں کی زینت کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اِنَّ الحسین مصباحُ الھُدیٰ وسفینۃ النجاۃُ۔ یعنی کہ اے کعب مجھے اس ذات اقدس کی قسم کہ جس نے مجھے رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا حسینؑ ابن علیؑ کا مرتبہ آسمانوں میں زمین سے کہیں زیادہ ہے۔ یعنی زمین والوں میں جو مرتبہ ہے اس سے بہت زیادہ آسمان والوں میں مرتبہ ہے۔ عرش الٰہی پر بجانب راست لکھا ہوا ہے۔ کہ اِنَّ الحسینؑ مصباحُ الھدیٰ وسفینۃ النجاۃ۔ یعنی کہ حسین ابن علیؑ چراغ ہدایت ہیں۔ اور کشتی نجات امت ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اے لوگو یہ حسین ابن علیؑ ہیں۔ ان کو پہچانو۔ یعنی ان کے مرتبہ کو پہچانو۔ ان کی معرفت حاصل کرو۔ ان کے بارے میں شک و شبہ نہ کرنا۔ ان کو اس طرح فضیلت دو جس طرح کہ خدا نے ان کو فضیلت عطا کی ہے۔ یعنی ان کی فضیلت کا اقرار کرو۔

خدا کی قسم حسینؑ کا نانا۔ یوسف بن یعقوب کے دادا سے بہتر و افضل ہے اور حسینؑ یوسفؑ سے افضل ہیں۔ انس بن مالک کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب میں سے کسی شخص کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے نکلے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابو ہریرہ حسین ابن علیؑ

کے پیروں کی خاک اٹھا کر اپنے آنکھوں سے لگاتے تھے۔ امام حسینؑ نے کہا اے ابوہریرہ یہ کیا کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ خدا۔ مجھے اپنا کام کرنے دیں اس سے مجھے کیوں روکتے ہیں۔ فَوَاللّٰہِ لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مِثْلَ مَا اَعْلَمُ مِنْ فَضَائِلِکَ تَحْمِلُوْکَ عَلٰی اَحْدَاقِہِمْ فَضْلًا عَنْ اَعْنَاقِہِمْ۔

یعنی کہ ابوہریرہؓ نے کہا کہ جو فضائل آپ کے ہیں نے آنحضرتؐ کی زبان وحی ترجمان سے سنے ہیں اگر اور لوگ بھی سنتے اور وہ فضائل دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جاتے تو وہ بھی آپ کی خاک پاء کو آنکھوں سے لگاتے۔ میں نے اکثر مرتبہ آپ کے نانا جان سے سنا ہے کہ فرمایا اِنَّ ھٰذَا الْحُسَیْنَ سَیِّدُ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَنَّہٗ یَمُوْتُ مِنْ بَوْحًا ظَلْمًا نًا مَظْلُوْمًا۔

کہ بے شک میرا یہ فرزند سبط اصغر، فاطمہؑ کا نورعین حسینؑ جوانان جنت کا سردار ہے۔ اور یہ پیاسا اور مظلومیت کے ساتھ قتل ہوگا۔ میری امت کا ایک گروہ حسینؑ کی قتل کرے گا وقت ذبح پانی بھی نہ دے گا: واحسرتا ؎

اگر کشتند چرا خاکش نکردند　　کفن بر جسم صد چاکش نکردند۔

یعنی کہ اگر حسینؑ کو قتل ہی کیا تھا۔ تو اس کا جسد مجروح سپرد خاک کیوں نہ کیا۔ اور اس کے جسد مبارک پر کفن کیوں نہ ڈالا ؎

؎ ترحم بر یتیماں یا چہ بودی
کہ بر نیزہ سر پاکش نکردند!

یتیماں حسینؑ پر رحم کیا ہوتا اور اس کے سر پاک کو نیزہ پر بلند نہ کیا ہوتا۔ اچھا اگرچہ سب کچھ ظلم کیئے۔ کہ یتیموں کو طمانچہ لگائے۔ اور سر مبارک کو نیزہ پر بلند کیا۔ یہ سب کچھ سہی مگر بعد قتل حسینؑ خوشیاں نہ منائی ہوتیں۔ اور روز عاشوراء

کو روز عید نہ سمجھتے۔ شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بسند معتبر حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ "بنی اُمیّہ اور اس کے ہوا خواہوں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر امام حسینؑ شہید ہو گئے۔ اور یزیدی لشکر فاتحانہ صورت میں واپس ہوا تو اس یوم قتل حسینؑ کو ہم یوم عید قرار دیں گے۔ چنانچہ صاحب مناقب لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جُدِّدت اربعۃُ مساجِدَ بالکُوفۃِ فرحاً لِقتلِ الحُسَینِ کہ کوفہ میں بعد شہادت امام چار مسجدیں بصورت ادائیگی نذر بنائی گیئں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مسجد اشعث (۲) مسجد جریر (۳) مسجد سماک (۴) مسجد شبعث ابن ربعی لعنھم اللہ فوا عجباہُ مِنْ مصیبۃٍ ما اعظمھا وَبَلِیَّۃٍ مَا افجعھا مصیبۃٌ لَمْ تَعِھا اُذُنٌ فِی الاَنَامِ وَلَمْ تَرَوْھَا عینٌ فی المنامِ و ذُرِّیَّۃٌ لَمْ یُشَاھِدْ مِثْلَھَا فی الصفحاتِ اللّیالی و الایّام فواحسرتاہ علیٰ قتیل العبرات و اسیر الکُرُبات و الشّھیدِ المطروحِ فی الفلواتِ وواحزناہُ علی الاجساد و الاجساد و الاعضآءِ المقطعات وَوالھفاہُ عَلَی النِّسوۃِ الماسوناتِ والذراری اماو توراتِ وَواسفاہُ عَلَی الایدیِ المغلولاتِ والاعناقِ المکبلاتِ فھلَ تبکون لقوات الحسین ولا تبکونَ لِقتلِ الامام الشھید الغریب ھَلْ تَتَمتعُونَ بِبارِدِ الماءِ وَحُسینُکُمْ قتیل الظماءِ ھَلْ تَستلذُّونَ بلذیذ الطعام و الامام وَاِمَامُکُمْ وَاصحابہُ الکرامُ عُنَاۃُ اَیدِیَ اللئامِ وسُقَاۃُ جُرعِ کُؤُسِ الحمامِ وَھَل یَسْتَرِیحُونَ عَلَی الفراشِ والوسادِ ومولیکم وموالی الامامِ مطروحٌ بلاوطآءِ ولامھادٍ وعلی الدنیا بعدہُ العفا۔

(خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ خدا لعنت کرے قاتلان امام حسینؑ پر کہ جنہوں نے ایسے مظالم کئے کہ جن کی نظیر صفحات روز و شب میں کہیں نہیں ملتے۔ حسرت ہے۔ ان بے کسوں پر اور ان شہیدوں پر کہ جن کے جسد ہائے مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اور وہ بے غسل و کفن ریگ گرم پر پڑے رہے صحرا کی گرد و دھوپ ان کے لاشوں پر پڑتی رہی۔ اور ان بے کس اہل حرم پر گریہ کرو کہ جن مخدرات کے شانوں میں رسن باندھی گئی۔ اور بیمار امام کو طوق پہنایا گیا۔ اور شتران بے کجاوہ پر تشہیر کیا گیا۔

ان شہیدوں پر گریہ کرو کہ جنہیں بھوکا و پیاسا قتل کیا گیا۔ جن کے بعد دنیا بے کیف ہو گی) خدا کی رحمت ہو سیّد مہدی طباطبائی پر کہ جن کا یہ کلام ہے

كيف السُّلُوُّ ونارُ القلبِ تلتهِبُ   والعين خلقٌ قذا ها دمعها سَرِبُ

ہم کیونکر آرام کریں حال یہ ہے کہ ہمارے دلوں اور ہمارے سینوں میں آتش غم و اندوہ بھڑک رہی ہے۔ اور ہماری آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں ہیں۔

اَلْفَى الْمُصَابُ عَلَى الْاِسْلَامِ كَلكلَهُ   فَكُلُّ مُنْتَسِبُ لِلدِّينِ مُكْتَئِبُ

یعنی کہ سینۂ اسلام پر ایسی مصیبت ڈالی ہے اور اہل اسلام اس سے اس طرح متاثر ہیں کہ حزن و ملال آشکار ہے۔ یعنی مقصد یہ ہے کہ مصیبت امام حسینؑ یاد رکھنے سے اسلام میں تازگی پیدا ہوتی ہے کیونکہ آپ نے اسلام کی بقاء کے لیے شہادت دی ہے۔ پس مظلومیت امام حسینؑ سے اگر کوئی متاثر ہے تو وہ اسلام سے قریب تر ہے اور اگر ظالموں کا ساتھی ہے تو وہ یزید سے قریب تر ہے کہ جو دشمن اسلام اور دشمن آل رسول ہے۔

لَاصَبرَ فِی نَادِحٍ عَمَّتْ رَزِیَّتُہٗ حَتّٰی اعتَرَی الصَّبرُ مِنہُ وَالحُزنُ وَالصَّبُ

وہ آنکھ ہرگز باوفا نہیں ہے کہ جو اشک ریز نہ ہو۔ غم و مصیبت امام حسینؑ میں چشم تر نہ ہو۔ مصیبت امام حسینؑ ایسی مصیبت ہے کہ انسان کہتا ہے صبر کرے مگر پھر دل شگافتہ ہو جاتا ہے۔

لَاتَفِقدِ العَینُ حَقَّ القَدرِ مِنْ صَبَبٍ
وَاِنْ جَرَتْ حِیْنَ یَجْرِیْ دَمْعُھَا الصَّلَبُ

یعنی کہ آنکھ وہی وفادار ہے کہ جو غم امام حسینؑ میں آنسو برسا ہے۔

یُسْتَحقَرُ الدَّمعُ فِیمَن قَدْ بَکَتْہُ دَمًا اَرجَآءُھَا الجَونُ وَالخَضرَآءُ وَالشُّھُبُ

امام حسینؑ کی مصیبت میں آنکھوں سے آنسوؤں کا نکلنا کوئی کم مرتبہ نہیں ہے۔ بلکہ زمین و آسمان اور دشت و جبل سب ہی نے گریہ کیا ہے۔ اور آسمان سے خون برسا ہے۔

قَلَّ البُکَآءُ عَلٰی رُزءٍ یَقِلُّ لَہٗ شَقُّ الجُیُوبِ وَعَطُّ القَلبِ وَالعَطبُ

یعنی کہ گریہ کرنا کافی نہیں ہے یا بعض حالت میں جامہ پھاڑنا جیسا کہ لوگ گریبان چاک کرتے ہیں۔ یا دلوں کو شگافتہ کرتا۔ بلکہ مصیبت امام حسینؑ میں ہلاک ہونا بھی کم ہے۔

کَیفَ العَزَآءُ وَجُثمَانُ الحُسَینِ عَلَی الرَّمضَآءِ عَارٍ جَرِیحٌ بِالثَّرٰی تَرِبُ

اے مومنین تم کیسے آرام کر سکتے ہو۔ جب کہ لاش امام حسین علیہ السلام ریگ کربلا پہ پارہ پارہ اور عریاں پڑا ہے۔

وَالرَّاسُ فِی رَاسِ مِیَّالٍ یُطَافُ بِہٖ وَیَقرَعُ السِّنَّ مِنہُ شَامِتٌ وَطَرِبُ

سر منور نیزہ پر بلند کیا گیا۔ اور شہر بشہر پھرایا گیا۔ اور یزید ملعون نے آپ کے

دندان ولب ہائے مبارکہ پر چھڑی سے بے ادبی کی۔ حالانکہ حضرت رسولؐ ان لبوں کا بوسہ لیتے تھے۔

وَاَهْلُ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِىْ نَصَبٍ
اَسْرَى النَّوَاصِبِ قَدْ اَسْرَاهُمُ النَّصَبُ

آہ اہلبیت رسولؐ اللہ مخدرات عصمت وطہارت رنج وماندگی کی حالت میں اسیر کریں گی۔ ناصبی لوگ روز وشب ان کے قافلہ کو چلاتے تھے۔

وَالنَّاسُ لَاحَامِعُرِفِيْهِمْ وَلَا وَجِعُ وَلَاخِرِيْنَ وَلَامُسْتَرْجِعٌ كِيَبٌ

اسیران کربلا ایسی حالت میں تھے۔ کہ نہ کسی شہید پر رو سکتے تھے اور نہ ماتم کر سکتے تھے اور نہ زبان سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہہ سکتے تھے۔

فَلَيْتَ عَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ نَاظِرَةٌ مَاذَا جَرٰى بَعْدَهٗ مِنْ مَعْشَرٍ نَكَبُوْا

کاش حضرت رسولؐ خدا ہوتے اور دیکھتے کہ ان کے بعد امت نے ان کی عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔

كَمْ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ خُطُوْبٍ بَعْدَ خَطْبٍ
لَوْ كَانَ شَاهِدُهَا لَمْ تَكْثُرِ الْخُطَبُ

ہاں اگر رسول خدا ہوتے تو کس کی جرائت تھی کہ اہلبیتؑ کی طرف ظلم وجور کی نظر سے دیکھا۔ اگر علی مرتضیٰ ہوتے تو کس میں طاقت تھی کہ وہ اہلبیتؑ اطہار کی بے توقیری کرتا۔ اور ظلم وجور کرتا۔ حالانکہ آنحضرتؐ نے اپنے اہلبیت کی بابت بہت کچھ اپنی امت سے فرمایا تھا کہ ان کی اذیت میری اذیت ہے۔ اور مجھے اذیت دینا کفر ہے شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب امالی میں لیث بن سلیم سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا کہ ایک روز حضرت علیؑ مرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہرا اور آپ کے دونوں

صاحبزادے حسنؑ و حسینؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے۔ اور ہر ایک یہ کہنے لگا کہ اَنَا اَحَبُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ یعنی کہ رسولؐ خدا مجھے سب سے زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ پس اس وقت آنحضرت نے فرمایا کہ اَنْتُمْ مِنِّیْ اور اَنَا مِنْکُمْ کہ تم سب مجھ سے ہو۔ اور میں تم سے ہوں۔

حضرت زید بن علی بن الحسین اپنے آباء و اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت رسول خدا سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اَیُّ الخلقِ اَحَبَّ اِلَیْکَ ۔ کہ تمام مخلوقات میں آپ کے نزدیک محبوب تر کون ہے۔ آپؐ نے حضرت علی مرتضیٰ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ھٰذا و ابناہُ و اُمّھُما یہ اور ان کے دونوں فرزند اور ان دونوں کی ماں۔ ایک اور حدیث میں مروی ہے کہ ایک روز حضرت رسولؐ خدا جناب فاطمہ زہرا کے پاس سے گزر رہے تھے کہ امام حسینؑ کے رونے کی آواز آئی۔ آپ اندر داخل ہوئے اور فرمایا اے بیٹی اس کو خوش کراو تمہیں نہیں معلوم کہ اس بچہ کے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔ اور پھر آنحضرتؐ نے امام حسینؑ کو باندازِ محبت و پیار خوش کرایا پر دل چاہتا ہے کہ اس مقام پر حضرت رسولؐ خدا سے خطاب کرو۔ یا رسولؐ اللہ اس وقت آپ کہاں تھے۔ کہ حسینؑ کی شہادت کے بعد زینبؑ و ام کلثومؑ آپ کی بیٹیاں فریاد کر رہی تھیں۔ سکینہ خاتون رو رہی تھیں۔ اس وقت کہاں تھے کہ جب آپ کا نواسہ خاک و خون میں غلطاں زمین کربلا پر پڑا تھا۔

صاحب کشف الغمہ علی ابن عیسیٰ حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک روز دوپہر کے وقت آنحضرتؐ میرے گھر تشریف لائے اس وقت ہوا گرم چل رہی تھی۔ میں نے حجرے کے اندر آنحضرتؐ کے لیے چٹائی بچھائی

جب آپ رونق افروز ہوئے۔ اور آرام کرنے لگے میں نے حجرہ کا دروازہ بند کر دیا کہ اتنے میں حسینؑ دروازہ کھول کر داخل ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کے پاس جاکر آپ کی سینہ سے لپٹ گئے اللہ اللہ ایک روز یہ شان کہ سینۂ رسول خدا آپ کی آرامگاہ اور ایک دن کربلا میں ریگ گرم پر لاشِ مبارک پڑی ہے ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ کچھ دیر بعد میں حجرہ میں گئی تو دیکھا کہ آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور آثارِ غم والم نمایاں ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ شاید اس بچہ نے آنحضرتؐ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا ہے۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ آنحضرت نے میری طرف دیکھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ گریہ کا کیا سبب ہے۔ فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل امین آئے تھے اور مجھ سے کہا۔ اِنَّ وَلَدِی هٰذَا سَیُقْتَلُ کہ آپ کا یہ فرزند قتل ہوگا۔ میں نے جبرئیل سے کہا کیونکر اور کہاں قتل ہوگا اور کون اسے قتل کرے گا۔ تو انہوں نے کہا کہ اس فرزند کے ماں اور باپ کے انتقال کے بعد زمین کربلا پر آپ کی امت کا ایک گروہ اس کو قتل کرے گا۔

تو انہوں نے کہا کہ اس فرزند کے ماں اور باپ کے انتقال کے بعد زمین کربلا پر آپ کی امت کا ایک گروہ اس کو قتل کرے گا۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ کو مقتل کربلا دکھا دیا جائے۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ پس آنحضرتؐ نگاہوں سے غائب ہو گئے۔ اور جب واپس تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں خاک یعنی مٹی تھی جو تربت امام حسینؑ کی تھی۔ آنحضرت نے فرمایا اے ام سلمہؓ اس مٹی کی حفاظت کرو اس کو دیکھنا جب یہ مٹی خون تازہ ہو جائے سمجھ لینا کہ حسینؑ کربلا میں شہید ہو گیا۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں رکھا۔ جب آنحضرتؐ اور علی مرتضیٰ اور فاطمہؑ و حسنؑ دنیا سے

رخصت ہو گئے۔ حسینؑ مدینہ سے بسوئے عراق روانہ ہوئے۔ امام حسینؑ نے جناب ام سلمہؓ کو وداع کیا۔ اور فرمایا اے نانی صاحبہ امید رکھو کہ جب یہ مٹی خون ہو جائے سمجھ نا کہ میں شہید ہو گیا۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں روزانہ اس شیشی پر نظر ڈالتی تھی کہ۔

روز عاشورا ۱۰ محرم ہنگام ظہر مجھ پر نیند غالب آگئی۔ اور میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول خدا تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ افرزند حسینؑ اس کے اصحاب اور اولاد و بھائی سب کے سب شہید ہو گئے۔ اور اے ام سلمہؓ میں شب بھران سب کے لیے قبریں کھودنے میں مشغول رہا۔ ام سلمہؓ خواب سے بیدار ہوئیں۔ اور فوراً اس شیشی کو دیکھا تو خون تازہ نظر آیا میں نے یقین کر لیا کہ حسین مارے گئے۔ پس میں فریاد کرنے لگی۔ وابناہُ واقُرَّۃَ عیناہُ واحسیناہُ واضیعتھاہُ بعدکَ یا اباعبداللہ کہ ہائے میرا فرزند حسینؑ مارا گیا جب میری گریہ کی آواز بلند ہوئی تو لوگ چاروں طرف سے آنے لگے اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا خبر ہے کہ تم نوحہ کر رہی ہو۔ میں نے مٹی کے خون ہو جانے کا سارا واقعہ بیان کیا۔ اس وقت ایک محشر برپا ہو گیا در و دیوار سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پھر کچھ دنوں کے بعد جب خبر شہادت امام حسینؑ ملی تو وہ روز عاشورا محرم تھا۔ کہ جس روز یہ مٹی خون آلودہ ہوئی تھی۔ اسی رات کی سحر کے وقت اہل مدینہ نے جنوں کی مرثیہ خوانی کی آوازیں سنی تھیں اور جنات یہ اشعار پڑھ رہے تھے ؎

اَلَا یَا عَیْنُ فَانْھَملی بِجَھْدٍ فَمَنْ یَبْکی عَلَی الشُّھَدَاءِ بَعْدِیْ

عَلٰی قَوْمٍ تَقُوْدُھُمُ الْمَطَایَا اِلٰی مُتَکَبِّرٍ فِی الْمُلْکِ وَغْدٍ !!

یعنی کہ اے آنکھ رونے کی طرف مائل ہوان لوگوں پر گریہ کر کہ جنہیں موت کشاں کشاں کربلا کی طرف لے گئی۔ اگر تونے گریہ نہ کیا ان مظلوموں پر تو تجھے گریہ کرنا چاہئے۔

مُسَحَ النَّبِیُّ جَبِینَہٗ فَلَہٗ بَرِیقٌ فِی الْخُدُوْدِ
اَبَوَاہُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ وَجَدُّہٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ

یعنی کہ پیغمبر خدا (ص) شہید کربلا کی جبین مبارک کو بوسہ دیتے ہیں اور اس وجہ سے کہ امام حسینؑ کی جبین تابندہ و نورانی ہے ان کے پدر و مادر قریش میں بلند مرتبہ ہیں اور حسینؑ کے نانا افضل و برگزیدہ عالم ہیں۔

زَحَفُوْا عَلَیْہِ بِالْقَنَا شَرُّ الْبَرِیَّۃِ وَالْوُفُوْدِ
قَتَلُوْہُ ظُلْمًا وَیْلَہُمْ سَکَنُوْا بِہٖ نَارَ الْخُلُوْدِ

بدترین انسانوں نے ان کا محاصرہ کیا اور آخر کار ان کو شہید کر ڈالا جب اہل مدینہ کو خبر شہادت امام حسینؑ ملی تو سب نے اپنے سروں پر خاک ڈالی۔ اور واحسیناہ کہہ کر فریاد کرنے لگے۔ قبر مبارک رسول خدا پر گئے۔ اور حسینؑ کا پرسہ دیا۔ قبر مبارک پر ماتم کیا۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جب رات ہوگئی۔ نیند جاتی رہی تھی۔ غم و اندوہ کا ہجوم تھا کہ ناگاہ میں نے کسی کی آواز سنی جو کہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اِنَّ الرِّمَاحَ الْوَارِدَاتِ صُدُوْرَہَا ۔۔۔ دُوْنَ الْحُسَیْنِ تُقَاتِلُ التَّنْزِیْلَا
فَکَاَنَّمَا بِکَ یَا ابْنَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ (ص) ۔۔۔ قَتَلُوْا جِہَادًا عَامِدِیْنَ رَسُوْلَا

یعنی کہ یہ صحیح ہے کہ فوج نابکار کے نیزے سینۂ حسینؑ کی طرف تھے کہ شگافتہ کریں۔ اور وہ مقاتلہ حسینؑ اور لشکر یزیدی کے درمیان حق و باطل کا تھا یعنی کہ تنزیل قرآن و تاویل قرآن کے لیے تھا۔ اے فرزند بنت رسول خدا تیرا قتل

ہونا ایسا ہے جیسے کہ خود رسول خدا شہید ہو گئے۔

فَسُبحان اللہِ اَیُّ ظُلمٍ جَرٰی عَلٰی اربابِ المُنبَرِ والمحراب وَ اُمنَاءِ الکتیبَتہِ وَالکتابِ فلعمری یَنُوحُ عَلَیھِم لِسَانُ الصَّلٰوتِ وَیُندُبُھُم اَذکارُ الخَلوٰتِ وَیبکیھُمُ الصَّلوٰۃُ والصّیامُ والسُّنَنُ وَالاَحکَامُ وَکَاَنّی المحُ نَحوَھُم اِذھُم مَوتُونَ حدٌ ومِن بیتِ القدیٰ یَستَنصِرُونَ فَلَایُنصَرُونَ وَیَستَغیثُونَ فَلَا یغاثُونَ وَیُنَادُونَ فَلَایُجابونَ فَکَمْ مِنْ نداءٍ وَاجدّاہُ واَبَتَاہُ وَاَخَاہُ قَدْ علی فی الارضِ کربلاوکم من شُمُوسٍ مُنکَسفَۃٍ وَبَدُورٍ مُنخسفَۃٍ وَنجومٍ مُنکدرۃٍ وَوُجُوہٍ مُنعَفرۃٍ قَدْ حُشِرَتْ فِی تِلکَ الفَلَاکَاَنَّھَا اقامتِ القیامۃُ الکُبرٰی فَقَالَ لِلعالی بَعْدَہُ لَاحَییتَ فَمَن بَعدِہٖ تبتغی المَوئِلَا۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اللہ بے نیاز ہے کہ وارث منبر رسولؐ خدا قائم الصلوٰۃ، عابد و زاہد، اور عالم علوم کتب سماویہ پر ظلم وستم ہوئے اور لشکر عمر ابن سعد نے امام علیہ السلام کو قتل کر ڈالا۔ زندگی بھر اگر امام مظلوم پہ گریہ کریں تو کم ہے۔ ان مظلوموں پر نماز۔ روزہ سنت رسولؐ خدا اور مستحبات گریہ کناں ہیں مقصد یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں امامؑ ہی کے دم سے باقی تھیں۔ امام حسینؑ اپنا سر کٹوا کران کو زندہ جاوید بنا دیا۔ امام حسینؑ یکہ وتنہا میدان کربلا میں استغاثہ بلند کر رہے تھے۔ مگر کوئی مدد کو پہنچنے والا نہ تھا۔ کیونکہ تمام انصار واعزاء قتل ہو چکے تھے۔ امام علیہ السلام پکار رہے تھے کہ اے نانا جان، اے بابا جان اور اے بھائی حسنؑ آئے اور دیکھیے کہ آپ کا حسینؑ اکیلا رہ گیا ہے۔ میں پکار رہا ہوں اور کوئی مدد کو نہیں پہنچا۔ امام حسینؑ کے بعد بزرگی اور رفعت ختم ہو گئی۔

وَقُلْ للمحامدِ المکرماتِ خُذا فی البُکآءِ دَلَهُ فَاعوِلا۔

اخلاق اور خوبیوں سے کہو کہ اب وہ گریہ و بکا کریں کہ صاحب خلق عظیم اور ذوی مرتبہ اور صاحب مکارم مارا گیا۔

وَقُلْ للصَّلوٰۃ وَقِیلِ الصلوٰۃ   تعطَّلْتَمَا بعدُ لَو تَعقِلا

نماز و زکوٰۃ، خیرات اور صدقات سے کہو کہ امام حسینؑ کے قتل ہو جانے سے تعطل پیدا ہو گیا ہے اور اوامر الٰہی ضائع ہو گئے ہیں۔

وَقُلْ للفضائل نُوحی اسیٰ   وَسُحّی لَهُ دمعَكِ المُسبلا

فضائل و مناقب سے کہو کہ گریہ و بکا کریں آنسو برسائیں صاحب مجاہد شہید ہو گیا۔

آہ یحطِمهُ کُلُّ رِخْوُ العنان   عَرَاهُ الوریٰ مدبرًا مُقبِلاً

۔ یہ بنائے خلق امام الوریٰ شہید ہو گیا۔ گرد و غبار کربلا کفن کی جگہ پڑی ہوئی

آہ یحطمه

آہ یحطِمهُ کُلُّ رِخْوُ العنات   عَرَاهُ الوری مدبرًا مُقبِلاً

آہ آہ یہ صندوق علوم الٰہی کہ جس کو گھوڑوں کی ٹاپوں نے شکستہ کر رہا ہے

الا یا غیاث الوریٰ والملآءِ   اذا عُطِّلَ الامرُ واشْکِلا

لَقَدْ عَثَّ فِی اٰلِكَ المُلحِدُونَ   وَمَا اَنْتَ حَرَّمْتَهُ حَلَلاً

یعنی کہ اے فریاد رس عالمین، یا رسول اللہ آپ کی امت کے ملحدوں نے آپ کے اہلبیت طاہرین کو عداوت کے سبب ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور جس چیز کو آپ نے حرام قرار دیا تھا۔ اسے حلال کر دیا۔

وَلَو کُنتَ شَاهَدتَ یَومَ الطُّفُوفِ لَشَاهَدتَ اَمرًا بِهَا مُهوِلا۔

یَوْمَ الرَّغَامِ عَلیٰ رَغْمِ اَنْفِ التُّقیٰ وَالْعُلا

یا رسول اللہ اگر آپ اپنے فرزند حسینؑ کی شہادت کے وقت کربلا میں ہوتے تو اس ہولناک واقعہ کی بہر حال دیکھتے کہ آپ کا نور دیدہ آپ کا نواسہ زمین پر پڑا ہے۔

آہ آہ۔ نُعَلُّ الصَّوارِمُ مِنْ جِسمِہٖ وَنورِدُہٗ سُمرۃُ مُنْہِلا۔

آہ صد آہ دشمنوں کی تلواریں خون حسینؑ سے سیراب ہوئیں۔ اور اس مظلوم پر چاروں طرف سے باران تیر ہو رہی تھی۔

وَقَدْ رَفَعُوا رَاسَہُ فِی الْقَنَا یُضَاہِی عَلیٰ سَمکِہَا الاعزلا
وَرَضُّوا جَنَاجِمَہٗ وَیْلَہُمْ بِجُرْدِ الخُیُولِ وَقُبِّ الْکِلا

امام مظلوم کا سر مبارک نیزہ پر بلند کیا۔ سینہ اقدس پائمال کر دیا۔

اَمَّا وَالْمَشَاعِرِ لَوْلَا سَنَاہُ لَمَادَتْ بِہِمْ غَضَباً کَرْبَلا

یعنی کہ میں شعائر اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اے رسولؐ خدا آپ کی ذریت اور امام زین العابدین علیہ السلام نہ ہوتے تو زمین لرزے میں آ کر تمام دشمنوں کو ہلاک کر دیتی۔

مگر زمین تابع امر امام علیہ السلام تھی۔ لرز لرز کر خموش رہی۔ واضح رہے کہ جب اکثر عزیز و اقارب سید الشہداء جام شہادت پی کر عازم جناں ہو چکے اور حضرت قاسم ابن حسنؑ بھی شہید ہو گئے تو حضرت امیر المومنینؑ کے فرزندان عازم میدان قتال ہوئے۔ بنا بر مشہور کربلا میں آپؑ کے چھ فرزند علاوہ امام حسینؑ کے شہید ہوئے ہیں ان میں سے چار فرزندوں کے نام یہ ہیں عباسؑ، عثمان جعفر، عبداللہ۔ ان کی ماں جناب ام البنین کلابیہ تھیں ان کا نام فاطمہ تھا۔

اور کنیت ام البنین تھیں اور اسی کنیت کے ساتھ آپ مشہور ہیں۔ ان کے والد حزام بن خالد تھے۔ باقی امیر المومنینؑ کے دو فرزند، ابوبکر بن علیؑ کہ ان کی والدہ ام لیلیٰ نہیں اور عمر بن علیؑ کہ ان کی والدہ کا نام کتابوں میں نہیں ملتا۔ یہ دونوں بھی کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔

حضرت عباس علمدار اپنے حقیقی بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور حضرت علیؑ کی تمام میراث کے نگران تھے۔ اور آپ اپنے بھائیوں میں سب کے بعد شہید ہوئے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جب جناب ام البنین کو خبر شہادت ملی تو آپ جنت البقیع میں چلی جاتیں اور اپنے بیٹیوں کو یاد کرکے اس دردانگیز طریقہ سے روتیں اور نوحہ و مرثیہ پڑھتی تھیں کہ ادھر سے گزرنے والے بھی روتے تھے یہاں تک کہ مروان بھی مرثیہ سننے جایا کرتا تھا۔

شیخ صدوقؒ نے امالی اور خصال میں ابوحمزہ ثمالی سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز عبداللہ پسر عباسؑ حضرت سید سجاد علیہ السلام کے پاس آئے جیسے حضرت سید سجادؑ نے ان کو دیکھا بے ساختہ آپ پر گریہ طاری ہوگیا۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ کے لیے وہ دن انتہائی غم انگیز تھا کہ جس دن حضرت امیر حمزہؓ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ اور اس دن کے بعد وہ دن سخت الم انگیز تھا کہ جس دن جعفر طیار شہید ہوئے ہیں۔

لیکن لَا یَوْمَ کَیَوْمِ الْحُسَیْنِ یعنی کہ روزِ عاشورا سخت ترین الم انگیز ہے کوئی دوسرا دن روزِ عاشورا جیسا کہ الم انگیز نہیں ہے کیونکہ امام حسینؑ پر تیس ہزار

دشمنان دین کا نرغہ تھا۔ جو سب کے سب یہ یقین رکھتے تھے۔ کہ حسینؑ دختر رسولؐ خدا کے فرزند ہیں۔ لیکن پھر بھی قتل امام حسینؑ پر آمادہ تھے۔ بالاخر انہوں نے نصرت امام حسین علیہ السلام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا حتیٰ کہ ان کے دونوں بازو کٹ گیئے۔ خداوند تعالےٰ ان کو ان کے بازوؤں کے عوض دو پر عطا فرمائے ہیں۔ جیسا کہ حضرت جعفر طیار کو عطا کیئے ہیں حضرت عباسؑ جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ وَاِنَّ الْعَبَّاسِ مَنْزِلَةٌ یَغْبِطُهُ بِهَا جمیع الشُّهَدَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ یعنی کہ قیامت کے دن ہمارے چچا عباسؑ کا وہ مرتبہ ہوگا کہ تمام شہداء راہ خدا ان پر رشک کریں گے۔ بہر حال آپ کے مدارج کا احاطہ کرنا طاقت بشریہ سے باہر ہے۔ آپ کے روضہ اقدس واعلیٰ پر متواتر معجزات وکرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ آپ کے القابات میں سے ایک لقب باب الحوائج ہے "مترجم یہ لفظ اصل میں باب قضاء الحوائج ہے یعنی کہ ایسا دروازہ کہ جہاں حاجت روائی ہوتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشکل کشاء کا لال بھی مشکل کشا ہے۔ کوئی مصیبت کے وقت پکارے تو سہی اے عباس علمدار علیہ السلام :-

بابا تو تیرا شیر سے سلمان کو چھڑائے
بھائی تیرا اُمّت کے لیے سر کو کٹائے
اور چرخ کہن کوہ الم مجھ پر گرائے
اور تو میری امداد کو یا شاہ نہ آئے
حل کر میری مشکل کو تو حیدرؑ کا اسد ہے۔
یا حضرت عباس علیؑ یہ وقت مدد ہے۔

مولف کتاب حسن یزدیؒ لکھتے ہیں کہ میں خود گذشتہ سال رجب ۱۳۳۶ھ میں جب زیارات عتبات عالیہ کے لیے کربلاء معلیٰ گیا میں وہاں روضۂ حضرت عباسؑ پر حاضر تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص جس نے خیانت کی تھی۔ اس کی ایک انگلی قطع ہو کر ضریح مبارک سے چپک گئی۔ اور میں نے اس شخص کو بھی دیکھا کہ جس کو یہ سزا ملی تھی۔

پس حضرت عباسؑ کی شہادت پر جس قدر گریہ و بکا کریں کم ہے۔ اندازہ لگائیے کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو حضرت عباس باوفا کی جدائی کا کس قدر رنج و صدمہ ہوگا۔ امام حسینؑ کی زبان مبارک پر وقت شہادت برادر یہ الفاظ تھے۔ کہ بھیا عباسؑ تیرے مرنے سے میری کمر ٹوٹ گئی۔

جب جنگ صفین میں حضرت عمار یاسر شہید ہو گئے۔ حضرت امیر المومنینؑ بوقت شب ان کی لاش پر پہنچے تو آپ نے ان کے سر کو اپنے زانوں پر رکھا۔ اور چشم پرنم کے ساتھ یہ مرثیہ پڑھا ؎

اَلَا اَیُّهَا الْمَوْتُ الَّذِیْ هُوَ قَاصِدِیْ ۔۔۔ اَرِحْنِیْ فَقَدْ اَفْنَیْتَ کُلَّ خَلِیْلٍ
اَرَاكَ بَصِیْرًا بِالَّذِیْنَ اُحِبُّهُمْ ۔۔۔ كَاَنَّكَ تَنْحُوْا نَحْوَهُمْ بِدَلِیْلٍ

اے وہ موت جو آنے والی ہے اب آگے مجھے راحت دے کہ تو نے میرے کل دوست فنا کر دیئے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو ان سب لوگوں سے واقف ہے جن سے میں محبت کرتا ہوں۔ پس تو ان کی جانب گویا کسی رہنما کے ذریعہ رخ کرتی ہی رہتی ہے۔ بعدہ حضرت امیر المومنینؑ نے کلمۂ استرجاع فرمایا۔ کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ فرمایا کہ جو شخص حضرت عمار کے غم میں غمگین و محزون نہیں ہے۔ وہ اسلام سے بے بہرہ ہے۔

جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام حضرت عمار کے غم میں اس قدر محزون تھے تو اندازہ کیجئے کہ امیرالمومنین علیہ السلام حضرت امام حسینؑ اور شہیدان کربلا کی مصیبتوں میں کس قدر محزون و غمگین ہوں گے۔

بہرحال حضرت امیرالمومنینؑ علیہ السلام کے بیٹوں میں سب سے پہلے ابوبکر بن علیؑ جن کا اصلی نام عبداللہ تھا۔ اور ان کی والدہ ام لیلیٰ دختر مسعود بن خالد قبیلہ بنی تمیم سے تھیں۔ میدان قتال میں آئے اور رجز پڑھا۔

شَیخی عَلِیٌّ ذُوالفخارِ الاطولُ مِنْ ھَاشِمِ الصّدقِ الکریمِ المُفضَلِ

ھٰذا حُسَیْنُ النَّبِیِّ المُرسَلِ نَفْسِی مِنْ اخٍ مُنْجَلِی

یعنی کہ میرے پدر بزرگوار حیدر کرار علی نامدار ہیں۔ جو ذریت ہاشم سے ہیں۔ اور ہاشم منبع صدق وصفا و راستی و خیر ہیں۔ اور میرے برادر عالیقدر حسینؑ فرزند رسول مختار ہیں۔ میں اپنی جان ان پر قربان کرنے آیا ہوں۔ پس اس رجز کے بعد آپ نے حملہ کیا۔ اور اہل نفاق کو تہ تیغ کرتے ہوئے نرغۂ اعداء میں گھر گئے۔ اور آخر کار زجر بن بدر نخعی کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کے بعد ان کے بھائی عمر ابن علیؑ نے میدان رزم کا رخ کیا۔ عمر بن علیؑ جوان دلاور، شجاع اور نامور تھے۔ چنانچہ زیارت مقدسہ ناحیہ میں سے مستنبط ہوتا ہے کہ ان کا نام محمد تھا۔ امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور سلام کرنے کے بعد اذن جہاد مانگا میدان میں گئے اور رجز پڑھا۔

اَضرِبُکُم وَلَا اَرٰی فِیکُم زَجَر ذَاکَ الشَّقِیُّ بِالنَّبِیِّ قَدْ کَفَرَ

یَا زَجرُ یَا زَجرُ تَدانیٰ مِنْ عُمَرَ لَعَلَّکَ الیَومَ تَبُوءُ مِنْ سَقَرَ

یعنی کہ آج میں اپنی تلواروں سے تمہارے سر قلم کروں گا اور میں تمہارے درمیان کوئی ایسا جوانمرد نہیں دیکھا کہ میرے مقابلہ میں نکلے اور جنگ کرے۔ جس نے میرے بھائی کو قتل کیا وہ پیغمبر خدا کے نزدیک کافر ہوگیا اے میرے بھائی کے قاتل اے زجر ملعون میرے سامنے آ کہ میں تجھے ابھی داخل جہنم کروں۔ پس آپ نے زجر ملعون پر حملہ کیا اور اسے قتل کر کے مالک جہنم کی سپرد کیا اور پھر تیغ بکف لشکر عمر ابن سعد کی طرف گئے اور حملہ کیا۔

اکثر کوفیوں کو واصل جہنم کیا اور آخر کار لوگوں نے آپ کو گھیر کر شہید کر دیا۔ ان کے بعد عثمان بن امیر المومنینؑ میدان کارزار میں آئے اور شمشیر لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے ان کا نام اپنے دوست عثمان ابن مظعون کے نام پر رکھا تھا۔ کہ جو بزرگ ترین زاہد تھے۔ اور اصحاب حضرت رسول خدا میں سے تھے اور ان کو بھی حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت تھی۔ سخت معرکہ ہوا بالآخر آپ کی پیشانی مبارک پر خولی بن یزید اصبحی نے تیر مارا جس سے زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرے اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ آپ کے بعد جعفر بن علی علیہ السلام میدان قتال میں آئے کہ جن کی عمر شریف ۱۹، بیس سال تھی۔

آپ نے میدان کارزار میں یہ رجز پڑھا۔ انی انا الجعفر ذوالمعالی ابن علی حیرة النوال حسبی بعمی شرفا وخالی۔ یعنی کہ میں ایک بلند خاندان کا جعفر ہوں میں علی کا فرزند ہوں جو کہ ہر ایک کریم و جواد سے افضل ہیں۔ میرے چچا اور ماموں کی خاندانی عزت میرے لیے کافی ہے۔ آپ نے قتال کیا اور آپ

کو خولی بن یزید اصبحی نے تیر مار کر شہید کیا۔ آخر میں عبد اللہ بن علی علیہ السلام امام عالیمقام کی خدمت میں آئے اذن طلب کیا۔ بروایت ابو الفرج آپ کی عمر پچیس سال کے قریب تھی۔ حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تَقَدَّمْ بَيْنَ يَدَيَّ حَتّٰى اَرَاكَ وَاَحْتَسِبُكَ یعنی کہ آگے بڑھو تا کہ تمہیں آتے ہوئے سب دیکھ لیں۔ آپ نے ان کی ہمت بڑھائی اور جناب عبد اللہ نے بڑھ کر فوج نابکار پر حملہ کیا۔ قتال کر رہے تھے۔ کہ ہانی خزرمی نے ایک ایسی ضرب لگائی کہ جس سے آپ گھوڑے پر نہ سنبل سکے اور زمین پر گرے اور روح اقدس شہیدوں سے ملحق ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ تم لوگ کوئی اہل و عیال نہیں رکھتے لہٰذا میرے سامنے تم شہید ہو۔ میں تمہاری جنگ دیکھوں اور تمہیں داد شجاعت دوں اور تمہارا فراق گوارا کر دوں۔

جب حضرت عباسؑ کے بھائی شہید ہو چکے اور آپ چاروں بھائیوں کا داغ مفارقت اٹھا چکے۔ تو آپ نے میدان کارزار میں جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ حضرت عباس علیہ السلام پر اس وقت ہجوم والم تھا۔ ایک طرف بھائیوں کا داغ دوسری طرف امام حسینؑ کی مظلومی اور بے کسی نگاہ کے سامنے تھی آپ عجب دلیرانہ انداز میں میدان رزم میں جانے کے لیے بے چین تھے۔ آپ امام مظلومؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا مولیٰ اب زندگی بے کیف ہو گئی ہے مجھے اجازت جہاد دیجئے۔ کہ دشمنوں کو آپ سے دور کر دوں۔ حضرت عباس علمدار لشکر امام حسینؑ تھے۔ اور شجاعت علیؑ کے وارث تھے آپ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو رکاب قدم زمین پر خط دیتی تھی اور شجاعت علیؑ کے

وارث تھے۔ آپ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو رکاب قدم زمین پر خط دیتی تھی۔ آپ کے دم سے حضرت زینبؑ خاتون کا پردہ قائم تھا۔ اہلحرم کا آپ سہارا تھے۔ سکینہؑ کے پیار سے چچا تھے۔ اور کربلا میں آپ سقائے سکینہؑ کے نام سے مشہور تھے۔ امام حسینؑ کی خدمت میں تشریف لائے۔ سوال اذن کیا۔ امام مظلوم نے فرمایا بھیا میں تمہیں کس طرح مقتل میں جانے کی اجازت دے دوں۔

یا اَخِیّ انت صاحب لوائی و علامۃ عسکری۔ واذا مضیت تفرق عسکری

بھائی تم تو علمدار ہو اگر تم گئے تو میرا لشکر متفرق ہو جائے گا۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام پر گریہ طاری ہو گیا۔ حضرت عباسؑ نے عرض کیا مولی ان گروہ منافقین کو آپ سے درد کرنا ہے۔ بھائیوں کا صدمہ بے چین کر رہا ہے کہ قاتلوں سے انتقام لوں۔ اس وقت امام حسینؑ نے فرمایا اچھا بھیا فاطلب لھوٗ الاطفال قلیلا من الماء۔ بچوں کے لیے تھوڑا سا پانی لاؤ۔ اے بھیا عباسؑ دیکھتے ہو کہ تشنگی سے اہلحرم اور بچوں کا کیا حال ہے۔ حکم امامؑ سے آپ خیمہ میں تشریف لائے کہ مشکیزہ لے کر فرات کا رخ کریں۔ پس جیسے ہی خیمہ کے اندر پہنچے اہلحرم نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور ایک کہرام برپا ہو گیا۔ آپ سب سے رخصت ہو کر باہر نکلے در خیمہ پر اسپ وفادار موجود تھا۔

فرکبَ فرسہ واخذ رمحہٗ والقربہ وقصد الفراتِ۔

گھوڑے پر سوار ہوئے۔ نیزہ اٹھایا۔ مشک دوش پر رکھی اور فرات کا رخ کیا۔ میدان قتال میں جاتا پانی لانے کے لیے تھا۔ اگر امام حسینؑ آپ کو اذن جہاد دے دیتے تو پھر کربلا کے واقعہ کا رخ ہی کچھ اور ہوتا۔ لیکن امام حسینؑ کو شہادت

منظور تھی لہذا اپنے علمدار لشکر کو شجاعت دکھانے کا موقع ہی نہیں دیا۔ علاوہ ازیں مشکیزے دیکھ کر سکینہ خاتون یہ سمجھیں کہ چچا جان پانی لانے کے لیے جا رہے ہیں۔ ورنہ اس وقت تک کا مشاہدہ یہ تھا کہ جو میدان جنگ میں گیا وہ واپس نہیں آیا بلکہ اس کی آئی ہے۔ سکینہ خاتون کا دل قوی تھا۔ کہ چچا جان پانی لائیں۔ واپس خیمہ میں آئیں گے۔ بہر حال اس وقت لشکر اعداء میں حضرت عباسؑ کی آمد سے یہ حال تھا کہ ؏

؏ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔

حضرت عباسؑ جیسے ہی میدان کارزار میں پہنچے تو آپ نے عمر بن سعد بد نہاد کو مخاطب کر کے یہ فرمایا کہ اے ابن سعد حسینؑ پیاسے ہیں۔ حسینؑ کے بچے پیاسے ہیں۔ اہل حرم تشنہ دہن ہیں۔ اور اطفال تو قریب بہ ہلاکت ہیں۔ انہیں ایک جام آب چاہتے۔ بعدہ آپ نے فرمایا کہ اگر پانی نہیں دیتے ہو تو ہمیں روم یا ہندوستان کی سمت جانے دو۔

حضرت عباسؑ کا یہ پیغام حسینی سن کر لشکر عمر ابن سعد پر خموشی طاری ہوگئی۔ لیکن ان ظالموں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس وقت شمر ولد الحرام اور شبث بن ربعی سامنے آیا اور کہا اے پسر ابو تراب اگر تمام عالم کا پانی ہمارے قبضہ میں آجائے تب بھی ہم نہیں ہرگز پانی نہیں دیں گے ہاں اگر حسینؑ بیعت یزید کر لیں تو پھر پانی مل سکتا ہے۔ حضرت عباس علمدار خدمت امام حسین علیہ السلام میں واپس آئے اور اس قوم جفا کار کے خیالات سے آگاہ فرمایا۔ امام حسینؑ نے اپنے سر زانو پر رکھا اور گریہ ضبط نہ ہو سکا کہ خیمہ سے آواز العطش حضرت عباسؑ نے سنی ساقی کوثر کا بیٹا بچوں کی صدائے العطش سن کر بے قرار ہوگیا۔ آسمان کی طرف نگاہ

کی اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا پروردگارا کوشش کرنا میرا کام ہے۔ اور انجام تیرے ہاتھ میں ہے تو میری مدد فرما۔ تاکہ میں تشنہ کاموں کے لیئے پانی لاسکوں۔

شیخ مفیدؒ اور سید بن طاؤسؒ اور ابن نما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عباسؑ نے تشنگی کا مشاہدہ کیا ضبط نہ ہو سکا تو آپ نے نہر فرات کا رخ کیا نہر فرات پر حفاظتی فوج نے راستہ روکا۔ اور مانع ہوئے کہ پسر ابوتراب نہر تک نہ پہنچنے پائے۔ فوج یزیدی چاہتی تھی کہ آگے نہ بڑھنے دیں مگر کیا کہنا حضرت عباسؑ کا آپ کے بڑھتے ہوئے قدم کوئی نہ روک سکا۔ اس وقت نگران دستہ کے سردار نے کہا کہ اے لوگو، عباسؑ اور نہر کے درمیان حائل ہو جاؤ۔ امام حسینؑ یہ حالت در خیمہ سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ نے ان ملاعین پر نفرین کی حضرت عباس علمدار علیہ السلام نے ان بزدلوں پر حملہ کیا۔ اور آپ نے رجز پڑھا۔ ؎

لَا اَرْھَبُ الْمَوْتَ اِذَا الْمَوْتُ رَقَا   حَتّٰی اُوَارٰی فِی الْمَصَالِیْتِ لِقَا
نَفْسِی لِنَفْسِ الْمُصْطَفٰی الطُّھْرِ وِقَا   اِنِّیْ اَنَا الْعَبَّاسُ اَغْدُوْ بِالسِّقَا
وَلَا اَخَافُ الشَّرَّ یَوْمَ الْمُلْتَقٰی

یعنی کہ موت جب سر پر آجائے تو بھی میں مرنے سے نہیں ڈرتا۔ میرا یہ جذبہ تہ خاک پہنچنے پر بھی دل میں رہے گا میں نے اپنی جان کو جان مصطفےٰؐ کی سپر بنا دیا ہے۔ جو کہ آیہ تطہیر کی منزل ہیں یعنی کہ اہل کساءؑ ہیں۔ میں شب تار میں آنے والی مصیبتوں سے بھی نہیں ڈرتا مجھے لوگ سقائے سکینہؑ کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد شیر بیشہ شجاعت نے فوج نابکار پر کہ جو سد راہ تھی۔ مثل حیدر کرار حملہ کیا

سپاہ کو زیر و زبر کر دیا۔ فوج کے پرے درہم و برہم کر دیئے۔ یہاں تک کہ آپ نہر فرات پر پہنچ گئے۔ نہر میں داخل ہوئے۔ مشک پانی سے بھری۔ اور نہر سے نکلے اور خود پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پیا۔ یہ ہے مقام وفاء عباسؑ کہ پیاسے ہیں۔ مگر حسینؑ اور بچوں کی پیاس کے مدنظر خود پانی نہیں پیا۔ پانی چلو میں لیا اور پھینک دیا۔ اور فرمایا:

وَاللهِ مَا اَذُوْقُ وَسَيِّدِی الحسَيْنُ عَطْشَانًا میں بخدا ہرگز پانی نہیں پیوں گا جب کہ حسینؑ پیاسے ہیں میرا خیال ہے کہ اس وقت وفا نے بڑھ کر دست عباس چومے ہوں گے۔

يَا نَفْسُ هونی والحسين مُعَطَّشٌ وَبَنُوهُ والحرم المطهر اجمع

اے نفس بڑی ذلت کی بات ہے۔ کہ میں سیراب ہوں۔ حسینؑ اور ان کے بچے تشنہ دہن رہیں۔ وَاللهِ مَا اَشْرَبُ مِنَ الْمَآءِ قَطْرَةً ۔ خدا کی قسم میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں پیوں گا۔ وَاَخِی حسَيْنٌ فِی العِرَاقِ مضَيَّعٌ۔ اور میرا بھائی حسینؑ عراق کی سرزمین پر پیاسا رہے۔ اور زمین عراق پر حسینؑ قریب بہ ہلاکت ہوں۔ پس آپ مشک بھر کر نہر فرات سے نکلے۔ فرات کی پہرہ دار افواج نے مقابلہ کیا۔ لیکن اللہ رے ہیبت علمدار ؎

؎ حضرت عباسؑ کی ہیبت کا عالم دیکھ کر
آئیں جب فوجیں مقابل میں ہراساں ہو گئیں۔
(ماتھر لکھنوی ہندو شاعر)

جناب عباسؑ مشک و علم لیے ہوئے خیمہ کی طرف بڑھتے رہے کہ۔

فوج عمر بن سعد نے چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا اور آپ نرغۂ اعداء میں گھر گئے

فوج جفا کار نے چاروں طرف سے تیروں کی بارش کر دی۔ آپ کی زرہ پر اس قدر تیر پیوست ہو گئے تھے جیسے ساہی کے جسم پر کانٹے ہوتے ہیں۔ آپ حملہ کر رہے تھے کہ زید بن ورقا ملعون نے کمین گاہ سے آپ کی پشت کی طرف آکر حملہ کیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابرش بن سنان نے حملہ کیا۔ اور بعض کا یہ کہنا ہے۔ حکیم بن طفیل نے آپ پر حملہ کیا یا دوسرے حملہ کرنے والوں کی مدد کی بہر حال ان ملعونوں نے آپ کے دست راست پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ جسم سے جدا ہو گیا آپ نے اپنے بائیں ہاتھ میں تلوار لے لی۔

آپ نے فرمایا کہ ؎

وَاللہِ اِنْ قَطَعْتُم یَمِیْنِیْ اِنِّی اُحَامِیْ اَبَدًا عَنْ دِیْنِیْ

وَعَنْ امام صادق الْیَقِیْن نجل النّبیّ الطاھر الْاَمِیْنِ

یعنی کہ خدا کی قسم اگر تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا تو۔ لیکن میں ہمیشہ دین کی مدد کرتا رہوں گا۔ اور سچے امام کی نصرت کروں گا۔ جو پاکیزہ نبیؐ کا فرزند ہے۔

پس آپ مشک لے کر خیمہ کی طرف بڑھے۔ لیکن جب آپ پر ضعف طاری ہو گیا اور زخموں کی تاب نہ لاسکے کہ حکیم بن طفیل ملعون نے یا بروایت عبد اللہ بن یزید ملعون نے آپ کے دست چپ کو بھی قطع کر دیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا:

یَا نَفْسُ لَا تَخْشَیْ مِنَ الْکُفَّارِ وَابْشِرِیْ بِرَحْمَۃِ الْجَبَّارِ

مَعَ النَّبِیِّ السَّیِّدِ الْمُخْتَارِ قَدْ قَطَعُوْا بِبَغْیِہِمْ یَسَارِیْ

فَاَصْلِہِمْ یَارَبِّ حَرَّ النَّارِ

یعنی کہ اے نفس تو دشمنوں کے تیر سے خوف نہ کھا۔ تجھے خدائے جبار کی رحمت کی

بشارت و خوشخبری ہو۔ کہ تو سید مختار حضرت رسولؐ خدا کے ساتھ ملحق ہے۔ ان ظالموں نے میرا دست چپ بھی قطع کیا۔ پروردگارا ان ظالموں کو آتش دوزخ کا مزہ چکھا۔ پس آپ نے مشک کا تسمہ دانتوں سے دبا لیا۔ کہ ایک تیر مشک پر پڑا۔ اور پانی بہنا شروع ہوا۔ واقعہ نگار دوسرا دست مبارک قطع ہونے پر لکھتے ہیں کہ جنگ قطع نہیں ہوئی اور دشمن ہلاک ہوتے رہے صاحب ریاض الشہادت لکھتے ہیں کہ بایاں ہاتھ قطع ہونے پر تلوار دانتوں سے پکڑی اور جنگ کی۔ لیکن گھوڑے پر سنبھلنا مشکل تھا کہ حکیم بن طفیل ملعون نے گرز آہنی سر مبارک پر لگایا۔ سر شگافتہ ہوا۔ روایت میں ہے کہ ایک ملعون نے آپ کے سینہ مبارک پر تیر مارا جس سے آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔

فَهَوٰی لَهُ الْمَجْدُ الْاَثِيْلُ ۔ وَتَزَعْزَعَتْ سَبْعُ الشِّدَادِ وَحَلَّ مِنْهُ الْمَصْرَعُ

فَبَكَى لِمَصْرَعِهِ الشُّجَاعَةُ بِالدِّمَاءِ

وَمِنَ السَّمَآءِ بَكَتْ عُيُوْنٌ تَدْمَعُ

یعنی کہ اس صاحب مجد و بزرگی کے گھوڑے سے گرنے پر ایوان بزرگی منہدم ہو گیا اور خانہ محترم زمین بوس ہو گیا۔ آسمان متزلزل ہو گیا۔ حضرت عباسؑ گھوڑے سے کیا گرے گویا عرش اعظم زمین پر گر پڑا۔ اس شجاع و بہادر کے زمین پر گرنے اور قتل ہونے سے جوانمردی خاک و خون میں غلطاں ہو گئی۔ پس جیسے ہی آپ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ آواز دی یَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ عَلَيْكَ مِنِّي السَّلَام یعنی اے ابا عبداللہ پر اسلام قبول فرمائیے۔ یہ روایت ہے آپ نے فریاد کی۔ یَا اَخَاهُ اَدْرِكْ اَخَاكَ یعنی اے بھائی اپنے بھائی کی خبر لیجئے۔ پس جیسے آواز حضرت عباسؑ امام مظلوم کے گوش زد ہوئی۔ آپ نے اسپ کو فرات کی

طرف دوڑایا۔ اور لاشِ برادر پر پہنچے۔ دیکھا کہ دونوں ہاتھ قطع ہو گئے ہیں۔
سر مبارک شگافتہ ہے۔ خون جاری ہے۔
کہ امام حسینؑ دیر تک روتے رہے۔ اور فرمایا اَلْآنَ اِنْکَسَرَ ظَهْرِیْ وَقَلَّتْ حِیْلَتِیْ
اے برادر عباسؑ اے افضل الشہداء اے فرزند علی المرتضیٰ۔ میری کمر اب ٹوٹ گئی
راہ چارہ مسدود ہو گئی۔ اے عباسؑ تم کیا کٹل ہو گئے حسینؑ اکیلا رہ گیا۔ شیخ
فخرالدین کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس کو اس حال میں دیکھا تو فرمایا اے برادر
تیری جدائی مجھ پر شاق ہے اس کے بعد آپ نے لاش عباسؑ گھوڑے کی پشت پر رکھا اور
خیمہ میں لائے لاشِ برادر کو در خیمہ کے سامنے رکھ دیا۔ اور اس قدر گریہ کیا کہ آپ
غش کر گئے (بعض روایات میں ہے کہ آپ لاشِ برادر خیمہ میں نہیں لائے میں
(از مترجم: حضرت عباس علیہ السلام نے وصیت کی تھی۔ یَا اَخِیْ بِحَقِّ جَدِّكَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَلَّا تَحْمِلْنِیْ وَدَعْنِیْ فِیْ مَکَانِیْ هٰذَا آپکو آپکے جد رسولؐ خدا کا
واسطہ دیتا ہوں۔ مجھے اس جگہ سے نہ اٹھانا میری لاش یہیں رہنے دینا اور خیمہ
میں نہ لے جانا مجھے آپ کی بیٹی سکینہؑ سے شرم آتی ہے۔ میں نے اس سے
پانی لانے کا وعدہ کیا تھا۔ پس لاش حضرت عباسؑ اس جگہ رہی کہ جہاں آپکا روضہ
مبارک ہے)۔ امام حسین علیہ السلام علم اور خالی مشکیزہ لے کر اٹھے اور خالی علم لے
کر خیمہ میں پہنچے اہلحرم نے عباسؑ باوفا کا ماتم کیا۔

خاک اڑاتی ہوئی جنگل سے ہوا آتی ہے۔
ہائے عباسؑ کی دریا سے صدا آتی ہے۔

نویں مجلس

شہادتِ شبیہ رسولِ خدا حضرت علی اکبر علیہ السّلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيْمِ الْخَبِيْرِ الَّذِیْ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ وَّلَا نَظِيْرٌ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ مُحَمَّدِ نِ الْمَبْعُوْثِ فِیْ جَمِيْعِ الصُّحُفِ وَالطَّوَامِيْرِ وَعَلٰى خُلَفَآءِهٖ وَاَوْصِيَآءِهِ الْمَصَابِيْحِ فِی الدَّيَاجِيْرِ وَاَهْلِ التَّوْحِيْدِ وَالتَّحْمِيْدِ فِیْ جَمِيْعِ الْاَزْمِنَةِ وَالدَّهَارِيْرِ خُصُوْصًا عَلٰى شِبْلِهِ الْمَظْلُوْمِ بِلَا مُحَامٍ وَّلَا نَصِيْرٍ وَنَجْلِهِ الشَّهِيْدِ الْوَحِيْدِ الْاَسِيْرِ بِاَيْدِی الْكِلَابِ وَالْخَنَازِيْرِ۔ مَفْزَعِ كُلِّ مُضْطَرٍ خَفِيْرٍ۔ وَمَلْجَاءِ كُلِّ مَلْهُوْفٍ كَسِيْرٍ۔ مَقْطُوْعِ الْاَعْضَآءِ مِنَ السَّيْفِ وَالسِّنَانِ وَالزَّمَاجِيْرِ، مَرْضُوْضِ الْاَضْلَاعِ مِنَ الْاَضْلَاعِ وَالْاَحْجَارِ وَالزَّنَانِيْرِ، مَسْبِیِّ الْعِيَالِ الْاَمْوَالِ مَقْتُوْلِ الْاَعْوَانِ مِنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ، مَقْطُوْعِ الْكَلَامِ مِنَ النَّعِيْرِ وَالنَّفِيْرِ، ضَعِيْفُ الْكَلَامِ وَالْقَرِيْرِ، ذِی الشَّيْبِ وَالْخَضِيْبِ وَالْجَسَدِ السَّلِيْبِ وَالْوَجْهِ الْعَضِيْرِ، وَالظَّهْرِ

اُلکَسِیرِ وَالنَّحِیرِ الخیرِ وَالْقَلبِ الحَصِیرِ وَالْجَسَدِ الْمَطرُوحِ کَالوغیرِ دَ
الْجِسْمِ الذّابِلِ مِنَ الْھَجِیْرِ۔ اَلْمُکَفَّنِ بِالعَثِیْرِ المُغَسَّلِ بِمَاءٍ جَرٰی
مِنَ الْاَثِیرِ مَزوِرِ العِقبَانِ وَالنُّسُورَۃِ وَالعصافیرِ الّذِیْ اَیْتَمُوْا
اَطْفَالَہٗ وَنَھَبُوا عِیَالَہٗ فَحَمَلُوْھُمْ عَلَی الاَخَارِیرِ۔ اِلَی الْفَسِیْقِ الْخَمِیْرِ
وَالْکَفُوْرِ الشَّرِیْرِ فَیَا عَجَبَہٗ بَنَاۃُ بَنِیْ بَنَاۃِ سُفْیَانَ فِی الْحُصُوْنِ الْمَقَامِیْرِ
وَبَنَاتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسَارٰی صَارٰی بَیْنَ اَربَابِ الفُجُوْرِ وَالْمَنَاکِیْرِ۔
وَاَھْلِ الْقِیْنَاۃِ وَالْمَزَامِیْرِ۔ فَھٰذَا اِمَا اِذَا نَظَرَ اِلَیْہِ الْعَقْلُ کُلٌّ خَاسِئًا
وَھُوَ حَسِیْرٌ فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ اجْتَرٰی عَلٰی ھٰذَا الْاَمْرِ الْعَظِیْمِ الْجَطِیْرِ
وَبَعْدُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

آیات: وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ
وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ
قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ
اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرآیات ۱۵۵ تا ۱۵۷)

ترجمہ:۔

اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی
سے ضرور آزمائیں گے۔ اور (اے رسولؐ) ایسے صبر کرنے والوں کو کہ جب
ان پر کوئی مصیبت آپڑے تو وہ (بیساختہ) بول اٹھے ہم تو خدا ہی کے ہیں اور
ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ خوشخبری دے دو کہ انہی لوگوں پر ان
کے پروردگار کی طرف سے عنایتیں ہیں۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ خداوند عالم۔ عالم الغیب ہے اور ہر ایک شے کی حقیقت

اس پر ظاہر و باہر ہے۔ ہر شے کا ظاہر و باطن اس کے لیے یکساں ہے اللہ اس کا علم کائنات کو محیط کیے ہوئے ہے۔ اس چیز سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان کی پوری زندگی آزمائش ہی آزمائش ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو فی الجملہ مختار خلق کیا ہے۔ پس امتیاز اطاعت و معصیت ابتلاء و امتحان پر منحصر ہے۔ عارفین خداوند عالم فرماتے ہیں کہ خدا نے انسان اپنی طرف سے آزمانے ہی کے لیے پیدا کیا ہے کہ آیا وہ خیر کی طرف رخ کرتا ہے۔ یا خیر سے انحراف کرکے شر اختیار کرتا ہے۔ اور یہ بھی واضح سی حقیقت ہے کہ اس دنیا میں انسان پر پڑنے والی مصیبتیں خاص طور پر آزمائش و ابتلا کہلاتی ہیں جن پر صبر کرکے انسان اپنے ایمان کا ثبوت دیتا ہے اور آخرت میں بلند درجات کا مستحق قرار پایا ہے۔ کوئی شر امتحان سے خالی نہیں ہے۔ جیسا کہ سنا مجرآیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم تمہیں ابتلاء میں ڈال کر آزمائیں گے۔

اس ابتلاء کی مثال اس طرح دی جاسکتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ حلاوۃ الدنیا مرارۃ الاخرۃ و مرارۃ الدنیا حلاوۃ الاخرۃ ۔ یعنی کہ دنیا کی مٹھاس یعنی وابستگی دنیا، آخرت کی کڑواہٹ ہے۔

اور دنیا کی کڑواہٹ یعنی کہ ملوث دنیا ہوتا۔ آخرت کی مٹھاس ہے ایک دوسری حدیث میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَتَعَاھَدُ وَلِیَّہُ بِالْبَلَآءِ کَمَا یَتَعَاھَدُ الْمَرِیْضِ اَھْلَہُ بِالدَّوَاءِ۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بلاؤں سے اسی طرح نوازتا ہے۔ جیسے مریض کے گھر والے اس کو تلخ (کڑوی)

فرمائش دیتے رہتے ہیں جن کا انجام کار محمول بر صحت ہوتا ہے پس خداوند عالم اپنے دوستوں (اولیاء) کو لذائذ دنیا سے اس طرح بچاتا رہتا ہے جیسے کہ بیمار کے گھر والے اسے نقصان دینے والی غذاؤں سے بچاتے ہیں۔ اور خداوند عالم امتحان وابتلاء کے ذریعہ اصلاح احوال فرماتا ہے۔ جس کا ثمر آخرت میں ملتا ہے۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اَلْبَلَاءُ لِلظَّالِمِ اَدَبٌ وَ الْمُؤْمِنِ امتحانٌ وَالْاَنْبِیَاءِ دَرَجَۃٌ وَلِلْاَوْلِیَاءِ کَرَامَۃٌ۔

یعنی کہ بلاء ظالم کے لیے تادیب ہوتی ہے، مومن کے لیے امتحان ہوتی ہے انبیاءؑ کے لیے بلندی درجات کا باعث ہوتی ہے اور اولیاء کے لیے کرامت کا باعث ہوتی ہے۔ پس جس قدر کہ ابتلاء عظیم ہو گی۔ اسی قدر درجات میں بلندی کا ہونا ضروری ہے۔ اور اسی قدر لطف ایزد منان شامل حال رہتا ہے۔

پس اس جگہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بلا و مصائب جو انسان پر پڑتے ہیں ان میں بہت سی حکمتیں مخفی ہیں اور اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ سرزنش یعنی ابتلا افعال زشت کی وجہ سے ہے جو کہ اس کے افعال زشت کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ اور بایں وجہ وہ جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ وَكُلُّ نَعِيمٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ صَغِيرٌ وَكُلُّ بَلَاءٍ دُوْنَ النَّارِ يَسِيرٌ۔ یعنی کہ بہشت کی ہر ایک نعمت مقابلہ بلاؤں کے حقیر اور کم تر ہو گی۔ خداوند عالم کو اپنے بندوں سے کوئی عداوت نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے بندوں کو مبتلاء مصائب رہے۔ بلکہ خدا چاہتا ہے کہ اس کے بندے میرے لطف و کرم کے مستحق ہوں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے کہ جسے مومن اپنے بدن پر پڑنے والی آفات کے بغیر نہیں پا سکتا۔ لہذا انسان کو ابتلاء و مصائب

پر صبر کرنا ضروری ہے۔ خداوند عالم دلہائے شکستہ، بدن ہاء عاجز و خستہ پسند ہیں۔ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اِلَیْہِ جَعَلَ فِیْ قَلْبِہٖ نَائِحَۃً مِّنَ الْحُزْنِ۔ یعنی کہ خدا اس بندہ کو دوست رکھتا ہے کہ جس کا دل محزون ہو۔ اور چشم آنسو سے تر ہو اور اس کے سینہ میں سوز محبت ہو۔ (عارفین نے فرمایا ہے کہ قلب انسانی منزل گاہ جلوۂ خدا ہے۔ یعنی قلب مومن میں جلوۂ وحدت ہے پس اگر خوف خدا یا محبت خدا میں انسان کی آنکھ سے کوئی آنسو نکلے تو اس شخص پر آتش دوزخ کو سرد کر دیتا ہے۔ یعنی کہ اس پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مودۃ اہلبیتؑ طاہرین کی جگہ قلب انسانی ہے۔ پس مودت اہلبیتؑ میں معرفت کی وجہ سے خوشی یا ان کی غمی میں کوئی آنسو نکلے تو وہ بھی آتش دوزخ کو بجھا دیتا ہے اسی لیے معصومؑ نے فرمایا ہے۔ کہ جو غم امام حسینؑ میں روئے تو اس پر جنت واجب ہے) پس انسان محب خدا پر جو مصائب پڑتے ہیں۔ وہ صرف اسی لیے اس کے مقامات جنت ارفع و اعلیٰ ہوں۔ یہاں تک کہ وارد ہوا ہے کہ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ آیت ۱۲۔ یعنی کہ اور ان کے صبر کے بدلے بہشت کے باغ اور ریشمیں پوشاک خدا عطا فرمائے گا۔ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ آیت ۲۴ یعنی کہ بہشت کے ہر دروازے سے فرشتے آئیں گے اور سلام کرنے سے بعد کہیں گے کہ دنیا میں تم نے صبر کیا یہ اس کا صلہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو یہ صلہ ہے۔ مصائب میں ثابت قدم رہنے کا یعنی صبر کرنے کا اور اس طرح اپنے آپ کو خدا کے واسطے سمجھے گا کہ ہم خدا کے ہیں اور خدا ہی کی طرف ہماری بازگشت ہے۔ اور اسی لیے وارد ہوا ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔ اور خداوند عالم

نے ارشاد فرمایا ہے کہ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا۔
(سورۃ السجدہ آیت ۲۴) اور ان میں سے ہم نے کچھ لوگوں کو چونکہ انہوں نے
مصیبتوں پر صبر کیا تھا امام بنایا۔ جو ہمارے حکم سے (لوگوں کی) ہدایت کرتے تھے)
پس آنحضرتؐ اور ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین نے مصائب پر صبر کیا خدا نے
کائنات کی پیشوائی ان کی سپرد کر دی چنانچہ بسند معتبر حضرت امام جعفر صادق علیہ
السلام سے روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ معراج میں تشریف لے گئے۔ تو
خطاب قدرت ہوا۔ إِنَّ اللّٰهَ مُخْتَبِرُكَ بِثَلٰثٍ لِيَنْظُرَ كَيْفَ صَبْرُكَ۔
یعنی کہ خداوند عالم نے فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ میں تمہارا تین چیزوں کے ساتھ
صبر دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہ تم کس قدر درجہ صبر پر فائز ہو۔ عرض کیا۔ پروردگارا جو
تیری رضا وہ میرے لیے باعث تسلیم ہے۔ ارشاد ہوا کہ ان تین چیزوں میں سے
اولاً یہ ہے۔ کہ آیا تم اپنے اہل و عیال کے مقابلہ میں فقراء و مساکین کو ترجیح دیتے
ہو یا نہیں یعنی اپنے اہل و عیال اور اپنی گرسنگی گوارا کرتے ہو اور بھوکے کو کھانا
کھلاتے ہو یا نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا پروردگارا میں اس پر راضی ہوں دوئم
یہ کہ تیری قوم تیری تکذیب کرے گی اور تجھے شدید خوف و ہراس پیدا کرے
گی۔ تو ان خوف و ہراس میں صبر کرو گے یا ان سے مقاتلہ کرو گے۔ آپ
نے عرض کیا پروردگارا میں صبر کروں گا۔ تیسرے یہ کہ جو مصائب تیرے اہلبیت
پر گزریں گے اور تیرے برادر پر مظالم ہوں گے حتیٰ کہ لوگ اس کی شان میں
نازیبا الفاظ کہیں گے اور آخر کار وہ سب شہید ہو گے عرض کیا پروردگارا
سب کچھ قبول ہے۔ میں صبر کروں گا۔ پھر ارشاد ہوا کہ تیری دختر فاطمہؑ پر تیری
امت کے لوگ ظلم کریں گے اسے تیرے ورثہ سے محروم کریں گے اس کے

پہلو پر دروازہ گرائیں گے۔ جس سے اسے اذیت پہنچے گی بے اذن اس کے گھر میں لوگ درانہ داخل ہو گئے شکم مادر میں بچہ شہید ہوگا اور اسی ضرب سے وہ معصومہ دنیا سے رخصت ہوں گی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پروردگارا مجھے قبول ہے۔ پھر خطاب قدرت ہوا کہ تمہاری دختر کے دو فرزند ہوں گے اور وہ دونوں شہید ہوں گے ان میں سے شہید زہر دغا ہوگا اور دوسرا خنجر سے شہید ہوگا۔ اور انہوں تیری امت کے لوگ شہید کریں گے یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ میں نے تیرا حکم قبول کیا دوسرے فرزند کے متعلق یہ بھی خبر دی کہ ثُمَّ یَقْتُلُوْنَہٗ صَبْرًا وَیَقْتُلُوْنَ وَلَدُہٗ مَنْ مَعَہٗ مِنْ اَھْلِبَیْتِہٖ ثُمَّ یَسْلُبُوْنَ حَرَمَہٗ۔

پس اس کو تیری امت کا ایک گروہ قتل کرے گا۔ اس کی اولاد کو بھی قتل کرے گا۔ اور اس کے اہلبیت کو اسیر کرے گا اور سروں سے چادریں اتار لے گا۔ وہ مجھ سے استغاثہ کرے گا۔ مگر چونکہ شہادت مقدر ہو چکی ہے۔ وہ شہید اور اہل حرم اسیر ہوں گے۔ اور زمین و آسمان اس پر گریہ کرے گا۔ یہ حدیث بہت طولانی ہے۔ مگر ہم اس قدر تحریر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اے شیعو امتحان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت عظیم ہے لیکن جس شان سے امتحانات اپنے اختتام کو پہنچے۔ اس کی مثال پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ آنحضرتؐ کو جو اذیت قوم جفا کار سے پہنچی ہے۔ وہ احاطۂ بشری میں نہیں آسکتی۔

امام حسین علیہ السلام فرزند رسولؐ خدا شہید ہوئے۔ تیر و تیر اور تلواروں کا نشانہ بنے یہ ہی آنحضرتؐ کے لیے اذیتیں ہیں۔ ابن قولویہؒ کامل الزیارۃ

میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب عالم بچپن میں امام حسین علیہ السلام اپنے نانا کی خدمت میں آئے تو آنحضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرماتے تاکہ اے علیؑ اس بچہ کی میری خاطر خاص طور پر حفاظت کرو۔ آنحضرتؐ امام حسینؑ کو اٹھا کر پیار کرتے اور گلوئے حسینؑ کے بوسے لیتے تھے۔ امام حسینؑ نے آپ سے دریافت کیا نانا جان کیا میں قتل کیا جاؤں گا۔ فرمایا وَاللّٰہِ یُقْتَلُ وَیُقْتَلُ اَبُوْکَ وَاَخُوْکَ کہ اے بیٹا تو قتل کیا فرمایا اے بیٹا تو شہید ہوگا۔ تیرا پدر بھی شہید ہوگا۔ تیرے بھائی بھی شہید ہو گئے۔ حسینؑ نے پوچھا نانا جان کیا کوئی ہماری قبروں کی زیارت کو آئے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمہاری قبور کی زیارت وہ ہی لوگ کریں گے۔ جو صدیقین میں سے ہوں گے۔

علامہ سید رضیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

لَوْ رَسُوْلُ اللّٰہِ یُحْیِ بَعْدَہٗ وَحَدَّ الْیَوْمَ عَلَیْہِ الْعَزَاءِ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ عَایَنْتَھُمْ مَا بَیْنَ قَتْلٰی وَسَبَا

اگر بعد شہادت امام حسینؑ حضرت رسولؐ خدا بشری لباس میں زندہ رہتے تو اپنے فرزند حسینؑ کی صف عزا برپا کرتے۔ یا رسول اللہ فریاد ہے کہ آپ دیکھیے کہ حسینؑ کو پارہ پارہ کر دیا۔ آپ کا فرزند خون خاک میں غلطان ہے اور اہل حرم کو اسیر کیا ہے۔

مِنْ وَمُبْضِرٍ یَمْنَعُ الظِّلِّ ، وَمِنْ عَاطِشٍ یُسْقِیْ اَنَابِیْبَ الرَّدٰی

یا رسول اللہ آپ کے اہلبیتؑ بعد شہادت ریگ گرم پر پڑے ہیں اس شان سے کہ تشنگی کی وجہ سے لب خشک ہیں انہوں نے آب تلوار سے

پیاس بجھائی ہے۔

لَيْسَ هٰذَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ يَا اُمَّةَ الطُّغْيَانِ وَالْغَيِّ جَزَاءٍ۔

اے امت جفا کار، اے گروہ ستم شعار کیا یہ امر رسالت ادا کیا جا رہا ہے کہ تم نے آنحضرتؐ کی ذریت کو نشانہ ظلم بنایا ہے۔

غَارِسٌ لَمْ يَأْلُ فِي الْغَرْسِ لَهُمْ فَاذَاقُوْا اَهْلَهٗ مُرَّ الْجَنَا۔

آنحضرتؐ نے اپنے اہلبیتؑ کے حق کے ظاہر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ رعایت حقوق اہلبیتؑ کی نشاندہی فرمائی ہے کہ امت اہلبیت طاہرین سے تمسک رہے لیکن واحسرتا اہلبیتؑ پر امت نے پانی بند کیا اور مردوں کو نشانہ تیغ و نیزہ بنایا۔ اور ہوائے مخالفت نے چمن رسالت کو پژمردہ کر دیا۔

جَزَرُوْا جَزْرَ الْاَضَاحِيْ نَسْلَهٗ ثُمَّ سَاقُوْا نَسْلَهٗ سَوْقَ الْاِمَاءِ

ظالموں نے آنحضرتؐ کی اولاد کو اس طرح قتل کیا جیسے کوئی قربانی کے اونٹوں کو ذبح کرتا ہے۔ اہلحرم اسیر کیا اور اس طرح دربدر پھرایا۔ جیسے کوئی غلاموں اور کنیزوں کو پھراتا ہے۔

مُعْجَلَاتٌ لَا يُوَارِيْنَ ضُحًى سَنَنَ الْاَوْجُهِ اَوْ بِيْضَ الطُّلَا

اہلحرم اور مخدرات عصمت و طہارت کو اسیر کر کے بعجلت تمام لے گئے۔ حالانکہ ان کے سروں سے چادریں اتار لی تھیں۔ ان کے پردہ کا کوئی خیال تک نہ تھا۔

هَاتِفَاتٌ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِيْ بَهْرِ السَّعْيِ وَعَثَرَاتِ الْخَطَاءِ۔

اہلحرم اپنے سوز دل کی وجہ سے اپنے جد بزرگوار کو پکار رہے تھے۔ کبھی کھڑے

ہوتے اور کبھی گریہ کناں بیٹھ جاتے۔

یَا قَتِیلًا قَوَّضَ الدَّهْرُ بِهٖ عُمُدُ الدِّیْنِ وَاَعْلَامُ الْهُدٰی

اے مظلوم کربلا تیرے قتل ہو جانے سے ارکان دین منہدم ہو گئے۔ اور علمائے ہدایت سرنگوں ہو گئے۔

قَتَلُوْهُ بَعْدَ عِلْمٍ مِّنْهُمُ اَنَّهٗ خَامِسُ اَصْحَابِ الْکِسَآءِ

اے گروہ جفا کار جسے تم نے قتل کیا پہچانتے ہو کہ وہ آل عبا میں سے ہے خامس آل عبا ہے۔ پنجتن پاک میں سے پانچویں فرد ہے۔

وَصَرِیْعًا عَالَجَ الْمَوْتُ بِلَا شَدِّ الْحَیْیَنِ وَلَا مَدِّ رِدٰی

غَسَّلُوْهُ بِدَمِ الطَّعْنِ وَمَا کَفَّنُوْهُ غَیْرَ بَوْغَاءِ الثَّرٰی

اے شہید کہ جو زمین پر پڑا ہے۔ اور وقت مردن نہ کسی نے اس کے چہرہ پر کپڑا ڈالا نہ غسل دیا بلکہ خاک کربلا مثل کفن جسم مطہر پر پڑی تھی۔

حَمَلُوْا رَاْسًا یُّصَلُّوْنَ عَلٰی جَدِّهِ الْاَکْرَمِ طَوْعًا وَّاِبَا۔

اس کے سر بریدہ کو نیزہ پر آویزاں کیا گیا جب کہ تمام لوگ ان کے نانا اور خود ان پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

کَیْفَ لَمْ یَسْتَعْجِلِ اللّٰهُ لَهُمْ بِانْقِلَابِ الْاَرْضِ اَوْ رَجْمِ السَّمَآءِ۔

یعنی کہ اگرچہ مقربان خدا مصائب دینوی پر صبر کرتے ہیں۔ لیکن رضاء دوست میں ان تکالیف و مصائب کو بشوق برداشت کرتے ہیں۔ اے شیعو۔ ذرا انصاف تو کرو کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے مصائب بھی حد سے بالا تر ہیں اور اس طرح آپ کا صبر بھی عظیم و بالا تر ہے۔ شہیدان کربلا اور اسیران کربلا سے کبھی کوئی امر خلاف رضاء خدا و رسول صادر نہیں ہوا حضرت

سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کوفہ میں داخل ہوتے وقت ایک خطبہ میں فرمایا ہے کہ اَنَا ابْنُ مَنْ قُتِلَ صَبْرًا وَكَفٰى بِذٰلِكَ فَخْرًا۔ یعنی کہ میں اس کا فرزند ہوں کہ جسے قتل کیا گیا بلاؤں پر صبر کے ساتھ۔ یعنی کہ اس نے بلاؤں اور مصائب پر صبر کیا۔ اور یہی صبر ہمارے لیے موجب فخر ہے چنانچہ حضرت امام محمد تقی جواد علیہ السلام فرماتے سنے کہ کربلا میں جیسے جیسے مصیبتیں بڑھتی جاتی تھیں۔ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کرام کے چہروں کا رنگ شگفتہ ہوتا جاتا تھا۔ یعنی کہ ان پر بشاشت بڑھتی جاتی تھی خوف و ہراس مطلق نہ تھا۔ بلکہ گل نوشگفتہ کی طرح تر و تازہ تھے۔ انہیں موت کی کچھ پروانہ تھی۔

معصومؑ فرماتے ہیں کہ دنیا مومن کے لیے زندان ہے اور کافر کے لیے بہشت ہے۔ اور کافروں کے لیے موت ایک پل ہے کہ جس پر گزر کر وہ داخل جہنم ہوتا ہے۔ اسی طرح مومن کی موت اس کے لیے پل ہے کہ جس کے ذریعہ وہ داخل بہشت بریں ہوتا ہے۔ یہ بھی معصومؑ نے فرمایا کہ جب وقت وفات حضرت رسولؐ خدا نزدیک پہنچا تو آپ کا سر مبارک حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے زانوں پر تھا۔ حضرت امیر المومنین پر وقت نزع گریہ طاری ہو گیا۔ آنحضرت نے آنکھ کھولی اور فرمایا اے بھائی کیوں روتے ہو۔ حضرت امیر المومنینؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا۔ کہ اے علیؑ تمہیں درجہ شہادت نصیب ہوگا تم شہید ہو گے۔ یا رسولؐ اللہ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے سامنے قتل ہوں اور درجہ شہادت ملے۔ آپ کا وقت وفات قریب ہے اور میں شہادت سے محروم ہو رہا ہوں۔ آنحضرت

نے فرمایا: اَبْشِرْ فَاِنَّھَا مِنْ وَرَائِکَ ۔ یعنی اے علیؑ تجھ کو بشارت ہو کہ شہادت تجھے میرے بعد ملے گی۔ بس تو صبر کرو۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ مقام شکر ہے کہ خداوند تعالیٰ مجھے درجہ شہادت عطا فرمائے گا۔ یہ مقام شکر ہے نہ کہ مقام صبر۔ کیونکہ برابر محبوب پر شکر شکر کرنا لازم واجب ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بے شک ایسا ہی ہے۔ لیکن امام حسینؑ نے اپنے بھائیوں بھتیجوں اور بھانجوں کے شہید ہونے پر اور اہلحرم کی تشنگی اور پریشانی پر گریہ فرمایا ہے۔ اور ان کا یہ گریہ عین شکر تھا کیونکہ یہ گریہ عدم صبر و رضا پر مبنی نہیں تھا آخر الامر انبیاء سلف نے بھی گریہ کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کا فراق یوسف میں گریہ مشہور ہے اور جناب آدمؑ کا گریہ بھی مشہور ہے اور حضرت نوحؑ کا نوحہ مشہور و معروف ہے۔ اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا آنحضرتؐ کی رحلت پر گریہ و بکا کرنا مشہور و معروف ہے۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ اہلبیت طاہرین کی مصیبتوں پر گریہ کرنا عبادت ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

وَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوالْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ۔ صبر کرو کہ جس طرح انبیاء اولوالعزم نے صبر کیا ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ یہ سب کے سب بشری تو تھے اور محنت و مصیبت پر رونا اور خوشی و مسرت پر خوش ہونا لوازم بشریت ہیں جیسا کہ بھوک و تشنگی لوازم بشریہ ہیں لہذا بھوک کے وقت بھوک محسوس کرتا اور پیاس کے وقت پیاس محسوس کرنا بشری صورت میں ضروری ہے۔ لیکن ان صورتوں میں اگر اظہار شکایت خدا زبان پر آجائے تو البتہ پھر انسان صبر و رضا سے باہر ہو جاتا ہے۔ ورنہ گریہ ہرگز منافی صبر نہیں ہے۔ حضرت یوسفؑ زندان میں اس قدر روئے کہ بینائی متاثر ہو گئی۔ پس حضرت سید الشہداء

امام حسین علیہ السلام ایک طرف اپنے شہداء پر، دوسری طرف اہل حرم کی غریبی و بیکسی پر ایک طرف بچوں کی تشنہ دہانی پر۔ اگر نہ روتے تو کیا کرتے ایسے موقعوں پر نہ رونا قساوت قلبی کی نشانی ہے۔ امامؑ کا دل قساوت سے پاک و مبرا ہوتا ہے۔ لہذا رونا فطری امر ہے۔ مگر اس کے باوجود امام حسینؑ کی زبان پر ہمہ وقت یہی جملہ رہتا تھا کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ کہ ہم خدا کے ہیں اور اُسی کی طرف ہماری بازگشت ہے۔ مگر مصائب پر گریہ فرمانا گویا ظالموں کے ظلم کی خدا سے شکایت کرنا ہے اور اس کا حق مظلوم کو حاصل ہے۔ امام حسینؑ کے صبر پر تو ملائکہ تعجب کرتے تھے۔ زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ قد عَجِبَتْ مِنْ صبرك ملائكة السمٰوٰت کہ امام العصر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے جد مظلوم آپ کے صبر پر ملائکہ تعجب کرتے ہیں۔ کیونکہ ملائکہ سموات نازل ہوئے ہیں اپنی آنکھوں سے انہوں کے مصائب دیکھے۔ امام علیہ السلام سے اذن جہاد مانگا۔ مگر امام حسین علیہ السلام نے ان کو اذن جہاد نہیں دیا۔ ان کو اذن جہاد نہ دینا ہی امام حسینؑ کے صبر کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگر معاذ اللہ امام حسینؑ صابر نہ ہوتے تو اذن دے دیتے۔ جنوں کی ایک جماعت بھی آواز استغاثہ سن کر مدد کے لیے آئی ہے۔ مگر آپ نے ان کو بھی اذن جہاد نہیں دیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جنوں کی ایک جماعت کا فضاء کربلا میں گزرا ہوا انہوں نے امام حسینؑ کو نرغہ اعدا میں دیکھا۔ ان کا سردار امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اذن طلب کیا۔ مگر امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں اپنے نانا کے قول کی مخالفت نہیں کرسکتا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ۔ یا حسینؑ ان اللہ قد شاء ان یراک مقتولا دیکھے۔ یعنی اے حسینؑ خدا کی مشیت میں یہی ہے کہ وہ تمہیں دین حق

کی نصرت میں مقتول و مذبوح دیکھئے۔ لہٰذا میں ہر حالت میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنا امر جاری فرمائے خیر الحاکمین ہے۔ وہی میرے اور اس گروہ نابکار کے درمیان حکم جاری کرے گا۔ واللہ امام حسینؑ نے صبر کیا۔ اور آخر کار اپنے خون میں غلطاں ہو کر خاکِ کربلا کو خاکِ شفا بنا دیا۔ جو ہر ایک مرض کی دوا ہے مگر عارفانِ امام عالیمقام کے لیے۔ یوں کہ آپ کے خون کا قطرہ جہاں گرا۔ اپنا اثر کیا ہے۔ ایک یہودی کی بیمار لڑکی پر گرا اسے صحت و شفا دے دی اور ایک قطرۂ خون ابن زیاد کی ران پر گرا۔ ناسور بنا دیا۔ یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ قطرۂ خون میں قہر والٰہی مظروف تھی اس کے مطابق اثر مرتب ہوتا تھا۔

لَقَدْ دَمُوكَ سِهَامًا لَعَنَ مُنْصِلُهَا يَوْمَ الشَّقَاوَةِ شَلَّتْ وَاكُفُّ دَامِيهَا

تیروں کی بوچھاڑ آپ کے بدنِ اقدس پر ہو رہی تھی۔ تیر جسمِ مطہر میں پیوست ہو رہے تھے خدا قطع کرے۔ ہاتھ ان ظالموں کے کہ جنہوں نے امام عالیمقام پر تیر برسائے۔

اَیَا طَعِیْنَ الْعَوَالِی امتہا کسرت لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِیْهَا کَیْفَ بَرَدِیكَا۔

اے کشتۂ تیر و تیر و نیزہ۔ کاش کہ نیزے کی انی ٹوٹ گئی ہوتی۔ اور لوہا خلق ہی نہ ہوتا کہ اس سے تیر بنتے اور امام مظلوم کے بدن نازنیں پر لگتے۔

وَیْلُ الْمَوَاضِی وَوَیْلُ الْحَامِلِیْنَ لَهَا عَجِبْتُ مِنْهَا ظُبَاهَا کَیْفَ تُدْمِیْكَا۔

افسوس ہے کہ ان تلواروں پر کہ جنہوں نے جسمِ امام حسینؑ کو مجروح کیا تیرے جسم کا رخ کیا اور تجھ پر حملہ آور ہوئیں۔

یَا رُوْحَ اَحْمَدَ یَا رَیْحَانَ مُهْجَتِهِ لَهِیْفِیْ عَلَیْكَ سَمُوْمُ الرِّیْحِ یُذْرِیْكَا۔

اے خوشبو و روحِ احمدِ مرسلؐ اور اے باغ و بہارِ چمن مرتضویؑ۔ افسوس صد افسوس

ہے کہ تیرا جسم مجروح زمین گرم پر پڑا رہے۔ اور گرم ہوائیں اس پر گزر رہی ہیں۔

بَعْدَ الْحُسَیْنِ اَیَا مَاءَ الْفُرَاتِ فَلَا تَجْرِیْ سَوَاقِیْكَ لَا زَاقَتْ مَسَا نِیْکَا۔

کاش کہ اے نہر فرات کے پانی حسین مظلوم و تشنہ لب کی شہادت کے بعد خشک ہو جاتا اور نہریں روانی ختم ہو جاتی۔ کہ تو جاری رہا اور حسینؑ تشنہ لب دنیا سے چلے گئے، مگر اے فرات تجھے افسوس نہیں ہوتا۔

یُهِیْجُ السَّحَرُ فِیْ قَلْبٍ حَزِیْنٍ اِنَّا ذَکَرْتُ بِنْتُ عَلِیٍّ اِذْ تُنَا دِیْکَا

تَطُوْفُ حَوْلَكَ فِی الْاَرْضِ الطُّوْفِ وَقَدْ تَجْمَعَتْ حَوْلَهَا الْاَیْتَامُ یَبْکِیْکَا۔

یعنی کہ مجھے جوش آتا ہے اور میرا رنج و اندوہ اور زیادہ ہوتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بیٹیاں فریاد کر رہی ہیں۔ ان کے گرد یتیم رو رہے ہیں اور اے امیر المومنینؑ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔

وَتَارَۃً عَطَشُ الْاَطْفَالِ یُحْرِقُهَا اور دمعها کا دیر وبها و یرُ و یکا۔

کبھی بچوں کی تشنگی سے ان کی ماں کے دل جلتے ہیں۔ پس ان کی آنکھوں سے آنسو برستے ہیں۔ اور وہ بچوں کو سیراب نہیں کر سکتی۔

وَتَارَۃً تَسْحَبُ الذَّیْلَ الْعَضِیْفَ اِلٰی، نَحْوِ الْخِیَامِ اِذَا صَاحَتْ ذَرَارِیْکَا۔

کبھی دامن کھینچتی ہوئی خیام کی طرف جاتی ہیں۔ اور یتیموں اور بچوں کی فریاد و فغان سنتی ہیں۔

وَتَارَۃً تَنْدِبُ الْاِخْوَانَ اِذْ صُرِعُوْا وَاَسَوْكَ بِالرُّوْحِ اِذْ عَزَّتْ مَوَاسُوْکَا۔

اور کبھی جناب زینبؑ اپنے برادران عباس و جعفر اور دوسرے بھائیوں پر نوحہ کرتی ہیں کہ تم نے نصرت و یاوری ہیں اپنی جانیں قربان کر دیں اور تم خاک و خون میں غلطاں پڑے ہو۔

تارۃً تدفع الشمر اللعین عن الجسم الشریف وبالراحات تحمیکا، تھجر یا شمر حاذران تولمہ، فاننی لطریق تخبر ھیلکا۔
اور کبھی شمر ولد الحرام کو تجھ سے دور کرتی ہیں اور کہتی ہیں اے شمر ملعون کیا تو تکلیف دینا چاہتا ہے۔
یا شمر لاتبر راس السبط ان لہ عند الالہ لشانا انخش باریکا۔
اے شمر خدا سے ڈر اور اس کو ہماری خاطر چھوڑ دے۔ کہ خدا کے نزدیک اس کا عظیم مرتبہ ہے۔
ان شئت نفدیہ بالارواح دون کما او شئت مالا فان الیوم نغنیکا۔
اے شمر ملعون اگر تو میری جان چاہتا ہے تو مجھے اس کے عوض قتل کر دے۔ اگر مال چاہتا ہے تو ہم تجھے مال دے دیں گے۔ اور تجھے غنی بنا دیں گے

مار اعی نغل او شفقۃ ما راعی علج الضبابی لو یراعیکا

لیکن اس ولد الحرام نے امام مظلوم کے بچوں اور اہلحرم پر ذرا بھی رحم نہ کیا۔
مسمع ابن عبد الملک سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا اے مسمع۔ تم تو اہل عراق میں سے ہو کیا تم زیارت قبر حسین سید الشہداء کے لیے جاتے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ کیونکہ میں بصرے کا ایک معروف آدمی ہوں۔ میرے پڑوس میں ایسے لوگ رہتے ہیں کہ جن سے یہ خوف رہتا ہے کہ اگر میں زیارت کو گیا تو وہ والئ بصرہ سے میری شکایت کریں گے۔ اور مجھے ضرر پہنچائیں گے۔ حضرت صادق آل محمدؑ نے یہ سن کر فرمایا کہ افسا تذکر ما صنع۔ آیا کیا تم امام حسینؑ کی مصیبت یاد کر کے غمگین وملول ہو۔ میں نے کہا جی ہاں میں جب بھی مولا کو یاد کرتا ہوں تو اس قدر روتا ہوں اور مجھ پر اس

اس قدر ہجوم رنج والم ہوتا ہے۔ کہ میں کھانا پینا بھی ترک کر دیتا ہوں۔ اور میرے گھر والوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میں غم امام حسینؑ میں رنجیدہ ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ رَحِمَ اللّٰهُ دَمْعَتَكَ يَا مِسْمَعْ یعنی کہ اے مسمع تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جو ہمارے غم میں روتے ہیں اور ہماری خوشی سے شاد ہوتے ہیں۔ خداوند عالم تمہارے آنسوؤں پر رحم فرمائے۔ (از مترجم اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ زیارت قبر امام حسینؑ کو نہیں جا سکتے ان کا امام مظلوم پر گریہ کرنا زیارت قبر امام حسین کرنے کا مرادف ہے) اور اے مسمع جب تمہاری موت کا وقت آئے گا تو تم ہمارے آباء طاہرین کو اپنے سرہانے پاؤ گے اور وہ ملک الموت سے تمہاری سفارش کریں گے تو پھر ملک الموت تم پر تمہاری مادر مہربان سے زیادہ مہربان ہوں گے۔ یہ فرما کر امام علیہ السلام پر گریہ طاری ہوا اور امام علیہ السلام کے ساتھ میں بھی رونے لگا۔ امام علیہ السلام نے حمد خدا ادا کی اور پھر فرمایا اے مِسْمَعْ اِنَّ الْاَرْضَ وَالسَّمَآءَ لَتَبْكِيْ مُنْذُ قُتِلَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ رَحْمَةً لَنَا۔ اے مسمع زمین و آسمان ہم پر اس وقت سے روتے ہیں کہ جب سے حضرت امیر المومنین شہید ہوئے ہیں۔

اور فرمایا اے مسمع ہمارے جد مظلوم پر گریہ کیا کر کہ خدا تجھ پر رحم کرے اور ملائکہ بھی ہم پر گریہ کرتے ہیں اور ان کے آنسو ابھی تک خشک نہیں ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے۔ کہ جب حضرت سید الشہداء علیہ السلام دشت کربلا۔ لشکر اعداء میں محصور ہو گئے۔ تو چار ہزار ملائکہ نصرت کے لیے آئے مگر جب انہیں امام عالیمقام نے اذن نہ دیا تو وہ واپس چلے گئے خداوند عالم نے ان پر وحی کی کہ مَرَرْتُمْ بِابْنِ حَبِيْبِيْ وَهُوَ يُقْتَلُ فَلَمْ تَنْصُرُوْهُ۔ کہ میں نے تمہیں

اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کے پاس چھوڑا اور وہ قتل ہوگا۔ اس کی تم نے مدد نہیں کی۔ پس تم بسوئے زمین جاؤ اور قبر حسینؑ مظلوم تا قیامت رہو۔ اور قبر مطہر کی نگرانی کرو۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب امام حسینؑ شہید کردیئے گئے۔

تمام کائنات امام حسینؑ کے غم میں گریاں ہوئی ہے۔ اور چار ہزار ملائکہ قبر مطہر پر موکل قرار دیئے گئے۔ تاکہ وہ روز قیامت تک مظلومیت امام حسینؑ پر گریہ کریں۔ (از مترجم اس سے واضح ہوتا ہے کہ غم امام حسین علیہ السلام میں گریہ کرنا ایسا ہے جیسے کہ امام عالیمقام کی معیت میں جہاد کیا ہو کیونکہ ملائکہ کو اذان جہاد نہیں ملا تھا) زمین و آسمان سب نے گریہ کیا۔ روز سوئم ماہ شعبان کو جو کہ روز ولادت حضرت سید الشہداء علیہ السلام ہے۔ دعاؤں کی کتابوں میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ الْمَوْلُوْدِ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ بِشَھَادَتِہٖ قَبْلَ اِسْتِھْلَالِہٖ وَوِلَادَتِہٖ بَکَتْہُ السَّمَآءُ وَمَنْ فِیْھَا وَالْاَرْضُ وَمَنْ عَلَیْھَا وَمَا یَطَاءُ وَلَابَتَیْھَا یعنی خداوند عالم سے اس طرح سوال کرو کہ اس ذات اقدس کا واسطہ کہ جو اس تاریخ میں پیدا ہوئی۔ اور اس نے وعدہ شہادت جو کیا تھا پورا کیا۔ قبل اس کے کہ وہ پیدا ہو اس پر زمین و آسمان نے گریہ کیا اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ وہ سب کے سب گریہ کناں ہوئے۔

پس مصیبت امام حسین علیہ السلام عجیب مصیبت ہے کہ جس نے واقعہ کربلا رونما ہونے سے پہلے دلِ عالم کباب کردیا۔ آنکھیں آنسو برسانے لگیں ان تمام امور کی خبر سن کر آپ کی مادر گرامی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر کیا حالت گزری ہوگی۔ اور آپ کے پدر بزرگوار علی مرتضیٰ کے دل کا کیا حال ہوگا جب آپ کی

نگاہ امامت میں واقعہ کربلا مستحضر رہتا تھا۔

ابن قولویہ نے ابوعبداللہ جدلی سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام حسینؑ ان کے پہلو میں بیٹھے تھے۔

آپ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذَا یُقْتَلُ وَلَا یَنْصُرُهٗ اَحَدٌ ۔ یعنی کہ یہ شہید ہوں گے اور کوئی ان کی نصرت نہیں کرے گا۔ مقصد یہ ہے کہ گروہ قاتلان میں سے کوئی نصرت نہیں کرے گا۔ میں نے عرض کیا یا امیرالمومنینؑ کہ ایسا کسی زمانہ میں واقع ہوگا آپ نے فرمایا ایسا ضرور ہوگا مگر تم صبر کرو۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ کم سن تھے۔ اور واقعہ رونما بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن اندازہ کیجئے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے اور عزیز و اقارب سب ہی قتل ہو گئے۔ تو حضرت سید سجاد علیہ السلام کے دل پر کیا گزری ہوگی کہ آپ نے شہیدوں کی لاشوں کو بے گور و کفن پڑا ہوا دیکھا اور پھوپی زینبؑ و ام کلثومؑ اور بہنوں کو برہنہ سر دیکھا۔ لیکن صبر کیا اور یہ صبر سید سجاد عجیب صبر ہے۔

لَهِیفِی لِزَیْنَبَ وَالْیَتَامٰی حَوْلَهَا قَدْ اَبْرَزَتْ مِنْ خِدْرِهَا وَخِبَاءِهَا

وَغَدَتْ تُنَادِیْ وَهِیَ حَرِیْ نَاکِلِ وَالْحُزْنُ مُشْتَمِلٌ عَلٰی اَعْضَاءِهَا

وا حسرتا کہ حضرت زینبؑ خاتون بحال پریشان خیمہ سے باہر نکلیں۔ اور یتیم و نالاں بچے گرد و پیش ساتھ ساتھ تھے۔ آپ نے انتہائی درد و حزن کے ساتھ اس قوم جفا پیشہ سے خطاب کیا۔

یَا قَوْمِ مَا ذَنْبُ الصِّغَارِ لِتَنْزِلُوْا بِهِمُ الصِّغَارَ وَتَعْلَنُوْا بِاذَاءِهَا ۔

اے قوم نابکار۔ ان بچوں کی کیا خطا ہے کہ تم ان کو علانیہ ستاتے ہو اور ان کو ذلیل و خوار کر رہے ہو۔

یَا وَیْلَکُمْ لَمْ یَشْفِ غِلَّ صُدُوْرِکُمْ قَتْلَ الْمَوَالِیْ الْیَوْمَ مِنْ کُمْ ئِھَا۔

وائے ہو تم پر کیا تمہارے سینے ہماری عداوت سے ابھی نہیں بھرے ہیں کہ تم دشمنی پر اترے ہوئے ہو۔ کیا ہماری مردوں کو قتل کرنا کافی نہیں ہے۔

مَا وَنَعِیْمُ طَوْرًا بِالْوَصِیِّ وَتَارَۃً مِمَّا جَرٰی تَشْکُوْا اِلٰی زَھْرَآئِھَا

کبھی حضرت زینب خاتون اپنے دل میں اپنے پدر سے فریاد کرتی تھیں۔ کبھی اپنی مادر فاطمہ زہراؑ سے خطاب کرتی تھیں۔

یَا اُمِّیْ قُوْمِیْ مِنْ تُرَابِکِ وَشَاھِدِیْ اَسْنَاکِ فِیْ اَشْرَاکِ ذُلِّ عِدَا اِعِھَا۔

اے مادر گرامی ذرا قبر سے باہر تشریف لائے اور اپنے قیدیوں کو دیکھئے کہ دشمنوں نے ان کو اپنے جال عداوت میں اسیر کیا ہے۔ اور ذلیل و خوار کیا ہے۔

قَدْ قَیَّدُوْھَا بِالْحَدِیْدِ کَاَنَّھَا ، شَرُّ الْعَبِیْدِ اَبِقَنْ مِنْ اَمْرِ عِھْ

اے مادر گرامی ہمارے بچوں کو اسیر کیا ہے سیّد سجاد کو طوق و زنجیر پہنایا ہے۔

یَا ضَیْعَۃَ الدُّنْیَا وَضَیْعَۃَ اَھْلِھَا بَعْدَ الْحُسَیْنِ وَمَا لِفَنَائِھَا۔

اس قوم جفاکار نے حسینؑ کو کیا ہلاک کیا دنیا والوں کو ہلاک کر دیا۔

اَضْحٰی یَزِیْدُ ذُوْ الْخَنَا وَابْنُ الزِّنَا فِیْ دَوْلَۃِ بِالْعِزِّمِنْ اُمَرَائِھَا

وَابْنُ الرَّسُوْلِ مُرَمَّلًا بِدِمَائِہٖ مُلْقًی عَلٰی بَوْغَائِھَا

یزید ملعون پسر زنا نے دولت و عزت بادشاہی کے نشہ میں فرزند رسول خدا کو قتل کیا اور ان کی لاش مقدس کو زمین کربلا پڑا رہنے دیا۔

وَنِسَاءُ اٰلِ اُمَیَّۃَ فِیْ صَوْنِھَا حَصُوْنِھَا مَسْرُوْرَۃً یُغْنَا ئِھَا

وَبَنَاتُ اَحْمَدَ فِی السَّبَا بَیْنَ الْوَرٰی   قَدْ اُبْرِزَتْ مِنْ خِدْرِهَا وَخِبَائِهَا

آہ عورات بنی اُمیّہ محلات میں رہیں ان کو قصر میسر ہوں اور مغنیہ کنیزیں ان کے سامنے محفل غنا آراستہ کریں اور دختران احمد مختار کو برہنہ سر خیموں سے باہر نکالا جائے۔ اسیر کر کے لوگوں میں تشہیر کیا جائے۔

وَیَزِیْدُ یَشْرَبُ فِی الْقُصُوْرِ زُلَالَهَا   وَالسِّبْطُ یُسْقٰی مِنْ نَجِیْعِ دِمَائِهَا

آہ آہ کہ یزید بن معاویہ قصر اعلیٰ میں رہے اور آب خوشگوار پیئے۔ اور فرزند پیغمبر خدا پانی کے عوض اپنے خون سے سیراب ہو۔

جاننا چاہیئے کہ جو کچھ احادیث سے مستفاد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو مصائب انبیاءؑ و اولیاء اللہ پر پڑتے ہیں۔ ان سے انبیاءؑ و اولیاءؑ خدا کے درجات میں بلندی عطا ہوتی ہے اور وہ تقرب خدا میں اور بھی آگے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ سابق میں ذکر کیا جا چکا کہ ابتلاء سے درجات میں اضافہ ہوتا ہے یہ چیز بھی مد نظر رہے کہ خداوند جلیل کے نزدیک دنیا کوئی وقعت نہیں ہے اور نہ ہی قابل اعتبار ہے اسی لیے خداوند عالم نے اپنے دوستوں اور مقربین کے لیے دنیا جاء راحت قرار نہیں دی ہے بلکہ ان کے لیے دنیا صرف ایک سرائے کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ جہاں مسافر ایک دو شب قیام کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اسی طرح دوستداران خدا کے لیے دنیا منزل کی حیثیت رکھتی ہے نہ کہ دائمی قرار کی جگہ ہے۔ پس دوستداران خدا ہمیشہ اپنی زندگی میں تکالیف و تعب میں رہتے ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ بِمَنْزِلَةِ كِفَّةِ الْمِیْزَانِ كُلَّمَا زِیْدَ فِیْ اِیْمَانِهٖ زِیْدَ فِیْ بَلَائِهٖ۔ یعنی کہ مومن بمنزلہ پلۂ ترازو ہے کہ اگرچہ ایمان کتنا ہی قوی ہو۔ اسی اعتبار سے

بلاؤ محنت یعنی ابتلا قوی تر ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم سے عرض کیا یارسولؐ اللہ میں خدائے تعالےٰ کو دوست رکھتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اِستَعِدَّ لِلبَلَاءِ ۔ کہ مصائب و امتحان کے لیے تیار ہوجا۔ اس نے عرض کیا یارسولؐ اللہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں ارشاد فرمایا کہ اِستَعَدَّ الفَقرِ کہ فقر و فاقہ کے لیے آمادہ ہوجا۔ اس نے پھر عرض کیا یارسولؐ اللہ کہ میں علیؑ مرتضیٰ کو دوست رکھتا ہوں فرمایا کہ اِستَعِدَّ لِکَثرَۃِ الاَعدَاءِ کہ اس امر پر آمادہ ہوجا کہ تیرے دشمن بہت کثیر ہوں گے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ خدائے تعالےٰ کے نزدیک حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی جلالت و منزلت و مرتبہ کس قدر زیادہ ہے (از مترجم پس اسی اعتبار سے آپ کے دشمن کی کثرت کس قدر ہوگی اس کا اندازہ لشکر کوفہ و شام سے لگایا جاسکتا ہے کہ افواج اعداء کم سے کم تیس ہزار اور بروایتے تین لاکھ تک تبلائی جاتی ہے اور آج بھی ان کے ہمنوا اکثرت میں ہیں اور آج اگرچہ امام حسین علیہ السلام نہیں ہیں مگر ان کی عزاداری پر کس قدر لوگ مخالفانہ زبان کھولتے ہیں)

اسی اعتبار سے امام حسینؑ کا درجہ شہادت عظیم تر ہے۔ اگر کوئی دوسرا مرتبہ شہادت میں بلند تر ہے تو وہ انہی کے جد و پدر ہیں۔ باقی دوسرے اولیاء اللہ کی ابتلاء و شہادت ان کے اعتبار سے ہے۔ مگر حضرت امام حسینؑ سید الشہداء ہیں۔ اور ان بزرگوار کے مقابلہ میں مبتلاء مصائب کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ جدہوگئی۔ کہ ظالموں نے آپ کا سر مبارک تن سے جدا کیا اور شراب خوار کی محفل میں نذر کیا۔ اور یزید ملعون چوب خیزران سے سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کر رہا تھا۔

محتشم فرماتے ہیں:۔

کوتاہ کن سخن کہ دل سنگ آب شد
کباب بادِ صبر و خانۂ طاقت خراب شد
خاموش محتشم کہ فلک بسکہ خون گریست
در دیدۂ اشک مستمعان خون ناب شد
خاموش محتشم کہ ز ذکرِ غم حسینؑ
جبریل را ز روی پیغمبرؐ حجاب شد،
تا چرخ سفلہ بود خطائی چنیں نکرد،
با ہیچ آفریدہ جفائی چنیں نہ کرد،

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اولیاء اللہ پر جو مظالم گزرے ہیں ان کو سن کر پتھر کا دل بھی پانی پانی ہو جاتا ہے یعنی کتنا ہی انسان سنگ دل ہو مگر اس کا دل بھی متاثر ہوتا ہے۔

بادۂ صبر ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور طاقت جواب دے دیتی ہے۔
آسمان خون کے آنسو روتا ہے۔ اور مصائب سننے والے خون کے آنسو روتے ہیں۔ اشک خونی میں بھرے دیدۂ تر بار ہیں۔

اے محتشم خموش ہو جا ذکر غم حسینؑ سن کر جبرئیل امین بھی غمگین ہیں اور ان کو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے، شرم آتی ہے۔ کہ چرخ کہن نے امام حسینؑ پر ایسا ظلم و ستم کیا کہ کسی پر اس طرح کا ظلم نہیں ہوا۔ جاننا چاہیئے کہ انبیاء و مرسلینؑ سب سے زیادہ مظلوم حضرت یحییٰؑ تھے ان کے قتل کا واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ کے بادشاہ کے پاس ایک عورت تھی اور اس عورت کے پہلے شوہر سے ایک

لڑکی بھی اس کے ساتھ آئی تھی۔ جب وہ عورت بوڑھی ہو گئی۔ اور اس نے بادشاہ کی توجہ اپنی طرف کم پائی تو اس لڑکی کے ذریعہ بڑھانا چاہی۔ مگر جب بادشاہ نے حضرت یحییٰؑ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تجھ پر حرام ہے ایک دن بادشاہ نشہ کی حالت میں تھا کہ اس فاحشہ عورت نے لڑکی آراستہ و پیراستہ کر کے بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ بادشاہ نے اس لڑکی کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس عورت نے کہا کہ اس لڑکی کا مہر "یحییٰ کا سر" ہے۔ اگر تو یحییٰ کا سر اس کو پیش کرے۔ تو اس کو مہر مل جائے گا اور یہ تیرے تصرف میں آجائے گی۔ بادشاہ بدبخت نے حضرت یحییٰؑ کے قتل کا حکم دے دیا۔ جب علماء کو خبر ہوئی تو انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ اگر ان کا خون زمین پر گرے گا۔ تو کوئی دانہ زمین پر نہ اُگے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ یحییٰ کو قتل کر کے سر میرے پاس لاؤ اور ان کی لاش کو کنویں میں گرادو غرض کہ آپ کو قتل کرنے کے بعد سر بریدہ طشت میں بادشاہ کے پاس لایا گیا۔ اور لاش کو کنویں میں ڈال دی گئی۔ خون ناحق نے کنویں میں سے جوش مارا۔ لوگوں نے مٹی ڈالنا شروع کی یہاں تک کنویں سے خون کا جوش مارنا بند نہ ہوا سب نے مل کر اس قدر مٹی ڈال کہ اچھا خاصا ٹیلہ بن گیا۔ یہاں تک کہ بخت النصر بادشاہ نے اس بادشاہ اور اس کے ساتھ ستر ہزار لوگوں کو قتل کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بادشاہ کے ہر چند کہ متعدد ازواج تھیں اور اس زن پیر نے اس لڑکی کو پیش کر کے یحییٰ کا سر بعوض مہر طلب کیا تھا۔ چنانچہ ۲۲ھ اس لڑکی کو پیش کیا گیا۔ بہرحال حضرت یحییٰ ایسے مظلوم نبی ہیں کہ ان کے قتل ہونے پر زمین و آسمان نے گریہ کیا ہے۔ ملائکہ آسمان

نے گریہ کیا ہے۔ واحسرتا کہ حضرت سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام یحییٰ سے بہت ہی زیادہ درجہ مظلوم تھے۔ بلکہ امام حسینؑ پر جو مظالم ہوئے ہیں ان کا حضرت یحییٰؑ سے تقابل کرنا بالکل مناسب نہیں ہے۔ امام حسینؑ کا سر مبارک قطع کیا گیا انگشتری کی خاطر آپ کی انگشت مبارک قطع کی گئی۔ لاش مطہر پہ گھوڑے دوڑا دیئے گئے لاش مبارک پائمال سم اسپان ہوئی۔ اور طرفہ یہ کہ آپ کی لاش ریگ گرم پر خاک و خون میں غلطاں پڑی رہی۔ آپ کے اہلحرم تین دن سے پیاسے ان مظالم کو دیکھتے رہے۔ آپ پر آسمان رویا۔ زمین روئی۔ ملائکہ اور قوم جن نے ماتم کیا اور قیامت تک دنیا میں ماتم ہوتا رہے گا۔

صف انبیاءؑ میں حضرت ابراہیمؑ ایک ایسے ہی ہیں کہ جن کو آتش میں ڈالا گیا۔ مختصر سا واقعہ یہ ہے کہ (از مترجم۔ کہ جب ابراہیمؑ نے بتوں کو توڑ کر چکنا چور کر دیا۔ اور قوم نمرود کو خبر ہوئی تو لوگوں نے حضرت ابراہیمؑ کو گرفتار کر لیا اور دریافت کیا کہ کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا۔ یعنی ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ان بتوں (خداؤں) کے بڑے (خدا) نے یہ حرکت کی ہے۔ یہ بت بول سکتے ہوں تو انہی سے دریافت کر لو۔ اور چونکہ انبیاءؑ کے ہدایتی کام منجانب خدا ہوتے ہیں پس آپ نے سچ کہا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دو۔ یہ آگ میں ڈالنے کی تجویز ایک شخص نے پیش کی تھی اور وہ فارس (ایران) کا رہنے والا تھا یہ جملہ اس کی زبان سے نکلا ہی تھا کہ وہ شخص زمین دھنس گیا بہر حال نمرود نے ایک ٹیلہ پر ایک ماہ تک لکڑیاں جمع کرائیں اور اس میں آگ روشن کر کے جب وہ آتشکدہ آگ بن گیا ابراہیم علیہ السلام کو ایک گوپھن میں رکھ کر پھینکا گیا

لیکن جب خلیل خدا آگ کی طرف ہوا میں جا رہے تھے۔ تو ملائکہ میں ایک شور و غوغا برپا ہو گیا۔ جبرئیل آئے اور عرض کیا یا خلیل خدا کوئی حاجت ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم سے کوئی حاجت نہیں ہے۔ آخر کار خدا نے آگ کو حکم دیا۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۶۹ ملاحظہ ہو) کہ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔ بس آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو گئی۔ نمرود نے اپنے محل کی چھت پر جا کر ٹیلہ کی طرف نگاہ کی تو آگ سرد ہو گئی تھی۔ اور ایک چمن بن گئی تھی اس نے دیکھا کہ ابراہیمؑ بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ایک خوبرو جوان بیٹھے مسکرا رہے ہیں۔ اور دونوں کے درمیان ایک طلائی تلوار رکھی ہوئی ہے۔ یہ حیران رہ گیا اور بے ساختہ بولا کہ ابراہیمؑ خدا کو پسند ہیں۔ اس طرح خدائے حقیقی کا اسے علم ہوا۔ لیکن وہ بدبخت اپنی خدائی کے دعویٰ سے دستبردار نہیں ہوا۔ اس مقام پر سوال ہو سکتا ہے کہ وہ کون تھا کہ جو ابراہیمؑ کے سامنے بیٹھا تھا۔ خداوند عالم تو جسم و جسمانیات سے مبرا و پاک ہے اور کسی ایک جگہ سے وہ متحد نہیں ہو سکتا۔ پس خدا تو نہ تھا جبرئیل بھی نہ تھے کیونکہ ابراہیمؑ نے ان کی مدد قبول نہیں کی تھی۔ پس وہ ولی کائنات حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے کہ جو اس عالم میں بھی انبیاء کے مددگار تھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ۔ از مترجم

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ذبح بھی کرنے کے لیے لٹایا اور گویا اپنے نزدیک ذبح کر ڈالا مگر ان کی جگہ دنبہ ذبح ہو گیا اور اسمٰعیل قربانی سے بچ گئے۔ اور حقیقت ذبح عظیم امام حسین علیہ السلام ہیں کہ جو خود بھی ذبح ہوئے اور بہتر قربانیاں اپنی شہادت کے ساتھ پیش کیں۔

حضرت ایوب پیغمبر خدا نے بھی ابتلاء میں قدم رکھا ہے۔ آپ کے جس قدر

زخم تھے سب مرہم پذیر تھے۔لیکن حضرت سیّدالشہداء کے جسم مبارک پر ایک ہزار نو سو اکیاون زخم لگے تھے جسم اطہر زخموں سے چور چور تھا۔

صف انبیاء میں حضرت یونس ایسے نبی ہیں کہ جن کا خداوند عالم نے امتحان لیا ہے۔(از مترجم۔حضرت یونس بن متیٰ شہر موصل کے قریب نینواء کے رہنے والوں پر تیس برس کی عمر میں نبی مبعوث ہوئے۔آپ کی تینتیس ۳۳ سالانہ تبلیغ کے نتیجہ میں دو شخص ان کے ہاتھ پر ایمان لائے۔آخر کار تنگ ہو کر آپ نے ان لوگوں کے حق میں بددعا کی اور خدا سے ان کے لیے عذاب مانگا۔آپ نے خدا کے حکم سے عذاب کے نازل نہ ہونے پر کچھ عرصہ صبر کیا آخر کار حکم خدا ہوا کہ ماہ شوال میں عذاب ہوگا۔جناب یوسف ؑ نے اس کا اعلان کر دیا۔روبیل نے قوم سے کہا کہ یونس پر ایمان لاؤ ورنہ تم سب کے سب تباہ ہو جاؤ گے لوگ گریہ وزاری میں مشغول تھے کہ آخر وقت عذاب آیا مگر توبہ کرنے سے ٹل گیا جناب یونس پہلے ہی گھر سے باہر چلے گئے تھے۔دوسرے دن یونس اس خیال میں واپس ہوئے کہ سب لوگ تباہ ہو چکے ہوں گے۔لیکن شہر میں داخل ہوتے وقت لوگوں کو چلتے پھرتے دیکھا۔اور سمجھے کہ عذاب نہیں آیا ہے۔یہ خیال کر کے کہ میری قوم مجھے کاذب کہے گی۔شہر کی راہ چھوڑ کر دریا کی طرف چلے گئے۔تو اس وقت رومیل نے کہا کیوں میری رائے صحیح نکلی کہ تیری۔اس نے جناب یونس کو یہ رائے دی تھی کہ عذاب کے نازل ہونے کا اعلان کرنے میں جلدی نہ کریں۔جناب یونس اس سے الگ ہو کر کشتی میں بیٹھے۔کشتی تھوڑی دیر کے بعد گرداب میں پھنسی اور ڈوبنے کے قریب ہوگئی۔ناخدائے کشتی بولا کہ اس میں کوئی غلام اپنے مالک سے ناراض ہو کر سوار ہو گیا ہے۔یہ اس کا اثر ہے۔جناب یونس نے فرمایا کہ ہاں میں وہ غلام

ہوں۔ بعدہٗ ان ہی کے نام پر قرعہ بھی نکل آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے کشتی سے چھلانگ لگائی اور ایک مچھلی کے شکم میں مقید ہو گئے۔ کئی روز آپ اس کے شکم میں رہے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ تین یا سات دن چالیس دن شکم ماہی میں رہے آپ نے تسبیح خدا پڑھی اور پھر مچھلی کے شکم سے نجات ملی اور چالیس روز کے بعد اپنی قوم گئے جنہوں نے ان کی تصدیق کی اور پھر آپ وہاں رہنے سہنے لگے۔

آپ کے جسم مبارک کی کھال خستہ ہو گئی تھی آپ سورج کی حدت نہیں برداشت کر سکتے تھے۔ خداوند عالم نے کدو کی بیل پیدا کی اور چشمۂ آب جاری کئے۔ اور سایہ درخت اور ان چشموں کے پانی سے صحت ہوئی اور چالیس روز کے بعد اپنی قوم میں واپس آئے پھر سب نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔)

واحسرتا۔ امام حسینؑ کا امتحان عجیب تر تھا کہ زخموں کی حالت میں زمین کربلا گرم پر لاشِ مطہر تپاں رہی۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میرے جدِ بزرگوار نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّمَا مَثَلُکُمْ مَثَلُ یُوْنُسَ اِذْ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْ بَطْنِ الْحُوْتِ تمہاری مثل۔ یونس کی مثل ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اس کو بطن ماہی سے نجات دی اور اس کے لیے درخت کدو اور پانی کے چشمے جاری کئے۔ پانی پھوٹ پڑا۔ مگر امام حسینؑ علیہ پر پانی بند تھا اور شمشیر و تلوار۔ نیزے اور تیر کے زخموں سے نڈھال تھے۔

اَسْفٰی لِعَارِ مِثْلَ یُوْنُسَ بِالْعَرَاءِ   یَقْطِیْنُهُ فِیْهِ جَنَاحُ الْاَنْسُرُ

افسوس ہے کہ مظلومی حضرت سید الشہداء علیہ السلام کہ آپ کا لباس تار تار ہو گیا تھا۔ اور لاشِ مطہر زمین پر پڑی تھی۔ حضرت یونس پیغمبر خدا برہنہ تھے لباس

سے خالی تھے۔ اور درخت کدو کی ڈالیاں اور پتے چشم پوشی کر رہے تھے۔

فَابْکُوْا قَتِیْلاً مِثْلِ یَحْیٰ مَا لَهٗ اَحَدٌ سَمِیٌّ فِیْ قَدِیْمِ الْاَعْصِرِ

پس گریہ کرو اس مظلوم پر کہ جو مثل یحییٰ مظلومیت کی حالت میں شہید ہوا۔ اور ایک بھی مثل سید الشہداءؑ مظلوم نہیں گزرا۔

اِبْکُوْا حُسَیْنَ الطُّهْرِ مَنْ قَدْ شَمَّهٗ فِیْ نَحْرِہٖ مَا لَیْسَ شَمُّ الْعَنْبَرِ

حضرت امام حسینؑ مظلوم کربلا کی مصیبت میں گریہ کرو کہ حضرت رسولؐ خدا ان مظلوم کے گلوئے مبارک کے بوسے لیتے تھے ان سے اور مثل عنبر خوشبو آئی تھی۔

اِبْکُوْا شَهِیْدًا بِالدِّمَاءِ مُرَمَّلاً وَدَمًا بَکَتْهُ اَعْیُنُ الْمُدَّثِّرُ

گریہ کرو شہید نینوا پر کہ جس کا بدن مبارک لہولہان تھا۔ اور سر اس پر آیات قرآنی برساتی ہیں۔

اُبْکُوْا عَلٰی یَلًا حَوْلَهُ الْاَیْتَامُ مِنْ مُتَمَسِّكٍ فِیْ عَصْرِہٖ وَمُعَفَّرٌ

اس مظلوم گریہ کرو کہ امام حسینؑ مظلوم کا زمین پر پڑے ہیں۔

اِبْکُوْا لِجُثْمَانِ الْحُسَیْنِ کَمُصْحَفٍ فِیْهِ جُرُوْحُ السَّیْفِ مِثْلُ الْاَسْطُرِ

آہ آہ روؤ اس امام مظلوم پر کہ جس کا بدن مبارک زمین پر مثل اوراق قرآن بکھرا پڑا تھا۔ اور ان کے جسد مبارک پر اس قدر زخم تیر و تلوار تھے کہ جیسے سطور کتاب ہوں۔

لَوْ یَنْطِقُ الْقُرْاٰنُ سَاعَةَ ذَبْحِهٖ لَنَعَاہُ خَبَرًا نًا بِصَوْتٍ جَهْوَدِیْ

بخدا اگر قرآن کلام کرتا۔ بولتا تو یقیناً لوگ اس کو بھی قتل کرتے اور قرآن باواز بلند خبر قتل امام حسینؑ دیتا۔

اِبْکُوْا لَهٗ وَبَنَاتُهٗ کَبَنَاتِ نَعْشٍ لُذْنَ فِیْهِ مِنْ بَنَاتِ الْاَوْبِرِ

ذرا اس حالت کا تصور کرو کہ حسینؑ کی یتیم لڑکیاں لاش مطہر کے گرد جمع ہیں اس طرح جیسے بنات النعش آسمان پر جمع ہیں۔ لاش امام مظلوم مثل قطب ہے۔ جو مرکز بنی ہوئی ہے اور یتیم بچے چاروں طرف ہالہ بنائے ہوئے ہیں۔

اِبکُوا نَحِیرًا اَصحبَہٗ بَعدَ التَّناحُرِ ۔۔۔ جَدَّلوا فکَوّضُما بَا لمنحر

یعنی کہ اشک خونی برساؤ اپنے دیدۂ تر سے امام حسینؑ پر کہ آپ کے اصحاب مانند شتر ہائے قربانی نحر کر دیئے گئے۔ اور وہ مقتل میں پڑے ہوئے ہیں۔

اِبکُوا الظّمآءِ مَدحُہٗ لَم یُحِصُ ۔۔۔ لَوکَانَتْ لَہٗ جرًّا مِیاہُ الاَبحُرُ

اس تشنہ کام پر گریہ کرو کہ وہ پیاسا شہید ہوا۔ اگر تمام دریا سیاہی بن جائیں اور اس مظلوم کی مدح و ستائش رقم کی جائے۔ تب بھی اس ممدوح کے فضائل رقم نہیں کئے جا سکتے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا مگر یہ بھی ابتلاء ابراہیمیؑ کی ایک صورت تھی۔ اس کے علاوہ آپ اپنے فرزند اسمٰعیل کو حج کے موقعہ پر ذبح کرنے پر مامور کیے گئے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ (سورۃ والصّٰفّٰت آیات از ۱۰۱ تا ۱۰۹ ملاحظہ ہوں) ایک دفعہ حضرت ابراہیم نے اپنے فرزند اسمٰعیل سے کہا کہ میں خواب میں (وحی کے ذریعہ) کیا دیکھتا ہوں کہ میں خود تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو تم بھی خود غور کرو تمہاری اس میں کیا رائے ہے۔ اسمٰعیل نے کہا بابا جان جو آپ کو حکم ہوا ہے اس کو (بے تامل) بجا لایئے (اگر خدا نے چاہا تو مجھے آپ صبر کرنے والوں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تو حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو لے کر مقام منیٰ ہیں لے گئے۔ حضرت اسمٰعیل اس وقت تیرہ برس کے تھے مگر حضرت اسمٰعیلؑ نے بھی ایسا صبر دکھلایا

کہ ملائکہ بھی حیران رہ گئے۔ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند کو لے کر جا رہے تھے تو راستہ میں ابلیس ایک مردِ پیر کی شکل میں آیا اور حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اے ابراہیمؑ تم اپنے فرزند کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے لے جا رہے ہو اور کیا تم خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرو گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے فرزند اسمٰعیلؑ کو خدا کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں۔ وہ بولا یہ خواب خیال ہے۔ اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ دور ہو جاؤ تو ابلیس ہے۔ میرا خواب بمنزلِ وحی ہے کیونکہ نبی کی خواب وحی کے حکم میں ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وہ چلا گیا پھر حضرت اسمٰعیل کی پاس پہنچا ان کو بہکانے کی کوشش کی مگر حضرت اسمٰعیلؑ پر بھی اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ کیونکہ ابراہیم و اسمٰعیل، دونوں ہی اللہ کے مخلصین بندے تھے۔ اور مُخْلَصِیْنَ بندوں پر اغواء شیطانی کا اثر نہیں ہوا۔ پھر ابلیس مایوس ہو کر جناب اسمٰعیلؑ کی والدہ ہاجرہ کی طرف گیا۔ وہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں۔ اس نے ان سے کہا کہ ابراہیمؑ تمہارے بیٹے کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ اور عنقریب ذبح کر ڈالیں گے۔ اس پر جناب ہاجرہ نے کہا کہ ابراہیمؑ رحیم ترین انسان ہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند کو ذبح کر دیں گے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو وہ نبی اللہ ہیں ان کا ہر کام وحی الٰہی کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے طوائف تمام کیا اور جلدی سے منیٰ کی طرف گئیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں

فَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْهَا مُسْرِعَةً فِی الْوَادِیْ رَاضِعَةً یَدَهَا عَلٰی رَاسِهَا۔

یعنی گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مادر اسمٰعیلؑ اپنے ہاتھ سر پر رکھے ہوئے فریاد و فغان
دوڑتی جا رہی ہیں ۔ اور کہتی جاتی ہیں ۔ رَبِّ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا عَمِلْتُ ۔
خدایا میرا مواخذہ میرے اعمال کے بدلے میں نہ کر۔ مقصد یہ تھا کہ میں امتحان
دینے کے قابل نہیں ہوں ۔ کیونکہ ابراہیمؑ نبی و رسول ہیں ۔ مقام منیٰ میں پہنچیں تو
فرزند کو صحیح وسلامت پایا اور اسمٰعیلؑ کی جگہ ایک گوسفند (دنبہ) ذبح کیا ہوا دیکھا
حضرت اسمٰعیلؑ نے سارا واقعہ سنایا آپ نے بیٹے کو گلے سے لگایا لیکن
جب اسمٰعیلؑ کے گلے پر نظر پڑی تو آپ کی گردن پر چھری کی خراش دیکھی ۔ بس
یہ خیال کر کے کہ اگر کہیں اسمٰعیلؑ ہی کی گردن پر چھری چلی ہوتی اور دنبہ نہ آتا تو کیا
ہوتا ۔ جناب ہاجرہ پر اس قدر صدمہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا سے رخصت
ہو گئیں ۔ ہوا یہ تھا کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے لٹایا اور
ان کے گلے پر چھری پھیری تو حضرت جبرئیلؑ نے خدا کے حکم سے چھری پلٹ دی
تین مرتبہ ایسا ہی ہوا ۔ تو آواز آئی کہ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ج ۔ یعنی کہ
اے ابراہیمؑ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اب تم دونوں کو بڑے مرتبے ملیں گے
ہم نیکوں کو یوں ہی جزا دیا کرتے ہیں اور بے شک یہ بڑا اور سخت امتحان تھا
اور ہم نے اسمٰعیلؑ کا فدیہ ایک ذبح عظیم قرار دیا ہے ۔ (از مترجم ۔ بظاہر دنبہ
ذبح ہوا ۔ اگرچہ یہ بہشتی دنبہ تھا مگر حیوان مطلق حیوان ناطق یعنی انسان سے افضل
نہیں ہے تو پھر حضرت اسمٰعیلؑ تو نبی اللہ ہیں ان سے افضل ہوتا کیا معنی ؟
پس وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ سے امام حسینؑ کا شہید ہونا مراد ہے
گویا کہ خواب ابراہیمؑ کی تعبیر شہادت امام حسین علیہ السلام ہے اور اسی لیے آنحضرت
کی ذریت میں امامت برقرار ہے) بہر حال حضرت اسمٰعیلؑ ذبح ہونے سے بچ

کہ ملائکہ بھی حیران رہ گئے۔ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے فرزند کو لے کر جا رہے تھے تو راستہ میں ابلیس ایک مرد پیر کی شکل میں آیا اور حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اے ابراہیمؑ تم اپنے فرزند کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے لے جا رہے ہو اور کیا تم خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرو گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے فرزند اسمعیلؑ کو خدا کی راہ میں ذبح کر رہا ہوں۔ وہ بولا یہ خواب و خیال ہے۔ اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

جناب ابراہیمؑ نے فرمایا کہ دور ہو جاؤ تو ابلیس ہے۔ میرا خواب بمنزلہ وحی ہے کیونکہ نبی کی خواب وحی کے حکم میں ہے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وہ چلا گیا پھر حضرت اسمٰعیل کی پاس پہنچا ان کو بہکانے کی کوشش کی مگر حضرت اسمٰعیلؑ پر بھی اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ کیونکہ ابراہیم و اسمٰعیل، دونوں ہی اللہ کے مخلصین بندے تھے۔ اور مُخلَصِیْن بندوں پر اغواء شیطانی کا اثر نہیں ہوا۔ پھر ابلیس مایوس ہو کر جناب اسمٰعیلؑ کی والدہ ہاجرہ کی طرف گیا۔ وہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہی تھیں۔ اس نے ان سے کہا کہ ابراہیمؑ تمہارے بیٹے کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ اور عنقریب ذبح کر ڈالیں گے۔ اس پر جناب ہاجرہ نے کہا کہ ابراہیمؑ رحیم ترین انسان ہیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ اپنے ہاتھ سے اپنے فرزند کو ذبح کر دیں گے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو وہ نبی اللہ ہیں ان کا ہر کام وحی الٰہی کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے طوائف تمام کیا اور جلدی سے منیٰ کی طرف گئیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں

فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَیْہَا مُسْرِعَۃً فِی الْوَادِیْ رَاضِعَۃً یَدَہَا عَلٰی رَاسِہَا۔

یعنی گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مادر اسمٰعیلؑ اپنے ہاتھ سر پر رکھے ہوئے فریاد کناں دوڑتی جا رہی ہیں۔ اور کہتی جاتی ہیں۔ رَبِّ لَا تُؤَاخِذْنِی بِمَا عَمِلْتُ۔ خدایا میرا مواخذہ میرے اعمال کے بارے میں نہ کر۔ مقصد یہ تھا کہ میں امتحان دینے کے قابل نہیں ہوں۔ کیونکہ ابراہیمؑ نبی در گزرے ہیں۔ مقام منیٰ میں پہنچیں تو فرزند کو صحیح وسلامت پایا اور اسمٰعیلؑ کی جگہ ایک گوسفند (دنبہ) ذبح کیا ہوا دیکھا حضرت اسمٰعیلؑ نے سارا واقعہ سنایا آپ نے بیٹے کو گلے سے لگایا لیکن جب اسمٰعیلؑ کے گلے پر نظر پڑی تو آپ کی گردن پر چھری کی خراش دیکھی۔ بس یہ خیال کر کے کہ اگر کہیں اسمٰعیلؑ ہی کی گردن پر چھری چلی ہوتی اور دنبہ نہ آتا تو کیا ہوتا۔ جناب ہاجرہ پر اس قدر صدمہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ ہوا یہ تھا کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے لٹایا اور ان کے گلے پر چھری پھیری تو حضرت جبرئیلؑ نے خدا کے حکم سے چھری پلٹ دی تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ تو آواز آئی کہ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ج - یعنی کہ اے ابراہیمؑ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا اب تم دونوں کو بڑے مرتبے ملیں گے ہم نیکوں کو یوں ہی جزا دیا کرتے ہیں اور بے شک یہ بڑا اور سخت امتحان تھا اور ہم نے اسمٰعیلؑ کا فدیہ ایک ذبح عظیم قرار دیا ہے۔ (از مترجم۔ بظاہر دنبہ ذبح ہوا۔ اگرچہ یہ بہشتی دنبہ تھا مگر حیوان مطلق۔ حیوان ناطق یعنی انسان سے افضل نہیں ہے تو پھر حضرت اسمٰعیلؑ تو نبی اللہ ہیں ان سے افضل ہوتا کیا معنی؟ پس وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ۝ سے امام حسینؑ کا شہید ہونا مراد ہے گویا کہ خواب ابراہیمؑ کی تعبیر شہادت امام حسین علیہ السلام ہے اور اسی لیے آنحضرت کی ذریت میں امامت برقرار رہے)۔ بہرحال حضرت اسمٰعیلؑ ذبح ہونے سے بچ

گئے مگر مادر اسمٰعیل گلوئے نازنین پر محض نشان خراش دیکھ کر بے چین ہو گئیں اور ضبط نہ کر سکیں دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ تو اندازہ فرمائے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا کیا حال ہوا ہو گا کہ جب آپ نے اپنے نوجوان فرزند شبیہ رسول خدا کو خاک و خون میں تڑپتے دیکھا ہو گا۔ اور حضرت زینب خاتون کی کیا حالت ہوتی ہو گی۔ حالانکہ اسمٰعیل وقت ذبح کفن پہنے نہ تھے اور حضرت علی اکبرؑ کو امام حسینؑ اور حضرت زینب خاتون نے وقت رخصت کفن پہنایا تھا۔ اور مقتل کی طرف روانہ کیا تھا۔

روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت عباس علمدار علیہ السلام نہر فرات کے کنارے شہید ہو گئے۔ تو سوائے علی اکبر کوئی دوسرا نہ تھا۔ کہ جو میدان قتال میں جاتا صرف امام حسینؑ کی اولاد باقی تھی۔ بنا بر مشہور امام حسینؑ علیہ السلام کے تین فرزند تھے۔

(۱) علیؑ اکبر
(۲) علیؑ اوسط
(۳) علیؑ اصغر

لیکن علی اکبر کہ وہ سید الساجدین امام زین العابدینؑ ہیں جو کہ روز عاشورا محرم سخت علیل و بیمار تھے۔ میدان جہاد میں جانے کی طاقت نہ تھی۔ اور علیؑ اصغر ہی وہ طفیل شیر خوار ہیں کہ جو حرملہ کے تیر ظلم سے شہید ہوئے۔ پس علی اوسط نے (جو علی اصغر کی نسبت سے علی اکبر مشہور ہیں)
میدان قتال میں جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ علماء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ علی فرزند امام حسینؑ جو کربلا میں شہید ہوئے حضرت امام زین العابدینؑ سے

بڑے تھے یا ان سے چھوٹے تھے۔ مگر قول مشہور یہی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کہ جن کا نام علیؑ تھا۔ جناب علی اکبرؑ (شہید کربلا) سے بڑے تھے۔ ابن ادریس جو کہ علماءِ شیعہ میں سے ایک مشہور عالم ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت علی اکبر بڑے تھے بہر حال یہ متفقہ حیثیت ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ علیہ السلام ہی اولاد امام حسینؑ میں سب سے بڑے تھے حضرت علی اکبر علیہ السلام نوجوان تھے اور حسن و جمال میں شبیہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جب کبھی لوگ زیارت رسولؐ خدا کے مشتاق ہوتے تو اس شہزادہ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ بروایت محمد ابن ابی طالب الموسوی حضرت علی اکبرؑ اٹھارہ سالہ جو ان رعنا تھے خانۂ امام حسینؑ میں مثل ماہ کامل تھے۔ اور یہی مشہور تر تھے۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کا نام نامی لیلیٰ تھا۔ جو ابی مُرۃ بن عُروۃ بن مسعود ثقفی کی بیٹی تھیں۔ اور لیلیٰ کا کوئی بھائی نہ تھا۔ بعض روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی اکبر علیہ السلام بنی ہاشم میں پہلے شہید ہیں یعنی روز عاشورا ۶ ہاشمیوں میں سب سے پہلے علی اکبرؑ شہید ہوئے ہیں۔ اس روایت کی تائید زیارت حضرت امام حسینؑ سے ہوتی ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلَ قَتِیْلٍ مِنْ نَسْلِ خَیْرِ سَلِیْلٍ بنا بریں ابوالفرج اصفہانی تحریر فرماتے ہیں کہ بنی ہاشم میں حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں لیکن یہ مشہور تر ہے کہ آپ آخری شہید ہیں کیونکہ یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام اور دوسرے جاں نثاروں نے آپ کو اپنی موجودگی میں میدان قتال میں جانے دیا ہو۔ لہذا حضرت علی اکبرؑ حضرت علی اصغرؑ سے پہلے شہید ہوئے ہیں اور بعدہ حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے ہیں۔ اس طرح حضرت علی اکبر آخری شہید ہیں۔

ایک مرتبہ معاویہ ابن ابی سفیان نے اپنی خاص مجلس میں اپنے حاضرین سے پوچھا کہ بتاؤ اس وقت امر خلافت رسولؐ خدا کا سب سے زیادہ سزاوار اور مستحق ترکون شخص ہے۔ لوگوں نے جب ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ تو معاویہ نے خود کہا کہ اَوْلَی النَّاسُ بِھٰذَا الْاَمْرِ عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ عَلِیٌّ جَدُّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَفِیْہِ شَجَاعَۃُ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَسَخَاوَۃُ بَنِیْ اُمَیَّۃَ وَزُھُوْ ثَقِیْفٍ۔ کہ یہ لائق ترین شخص علی اکبر ابن الحسینؑ ہیں۔ ان کے جد رسولؐ خدا ہیں اور بنو ہاشم کی شجاعت بنو امیہ کی سخاوت، اور بنو ثقیف کی وجاہت، یہ تمام صفات ذات حضرت علی اکبرؑ میں پائی جاتی ہیں۔ پس آپ امر خلافت کے مستحق ہیں۔ ابو الفرج اصفہانی کہتے ہیں کہ اس سے معاویہ کی مراد حضرت علی اکبرؑ ہیں کہ جو کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت علی اکبرؑ ہی کا ننھیال بنی ثقیف ہیں نہ کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا۔ یہ بھی مروی ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے اس پوتے سے خصوصی محبت رکھتے تھے۔ ابن ادریس حلی نے لکھا ہے۔ کہ حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام نے اس شہزادہ کی شان میں فرمایا تھا۔ کَمْ تَرَ عَیْنٌ نَظَرَتْ مِثْلَہٗ مِنْ مُحْتَفٍ یَمْشِیْ وَلَا نَاعِلٍ کہ کسی آنکھ نے اس کا مثل نہیں دیکھا۔ آپ کی شہادت کا احوال جو تمام روایات سے مستفاد ہوتا ہے یہ ہے کہ جب حضرت علی اکبرؑ نے اپنے پدر بزرگوار کی بے کسی و بے یاری دیکھی تو آپ حاضر خدمت ہوئے۔ سلام آخر بجا لاکے عرض کیا بابا جان، اب تو بیکسی الحرم نہیں دیکھی جاتی۔ دل سوختہ ہو رہا ہے۔ جگر شق ہو رہا ہے۔ بچوں کی صدائے العطش نہیں سنی جاتی اے بابا جان اب مجھے بھی اذن جہاد عطا ہو۔ بعض کتب مقاتل میں ہے کہ جب ستم زدہ اور بیکس الحرم

کو ایہ خبر ہوئی کہ نور نظر حسینؑ علی اکبرؑ، زینبؑ کی گود کا پالا علی اکبرؑ، ام لیلیٰ کا نور دیدہ علی اکبرؑ مرنے جا رہا ہے۔ ایک کہرام برپا ہو گیا۔ نالہ و شیون کا شور اٹھا۔ واعلی اکبر کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ وامحمداہ کی فریاد ہونے لگی۔ بہنیں تڑپنے لگیں اہل حرم نے علی اکبرؑ کے گرداگرد حلقہ بنا لیا اور دل بھر کے زیارت شبیہ رسول کرنے لگے ذرا اندازہ کیجئے کہ اہل حرم جانتے تھے کہ جو بھی مقتل کی طرف گیا واپس نہیں آیا حسینؑ لاشیں لے کر آئے ہیں۔ علی اکبرؑ کو اہل حرم نے وداع کیا۔ آخر کار حضرت علی اکبرؑ خیمہ سے نکلے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔ امام حسینؑ کی خدمت میں آئے۔ امام نے چہرہ علی اکبرؑ پر نظر کی۔ یہ رسول خدا کی آخری زیارت تھی۔ علی اکبرؑ عقاب پر سوار ہوئے۔ امام حسینؑ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور بارگاہ خدا میں اس طرح عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَقَدْ بَرَزَ اِلَيْهِمْ غُلَامٌ اَشْبَهُ النَّاسِ خَلْقًا وَخُلُقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ یعنی کہ خدایا تو گواہ رہے ان لوگوں پر کہ اب ان کی جانب میرا وہ نور نظر میرا وہ فرزند جا رہا ہے کہ جو تمام لوگوں میں خلق و اطوار، صورت و سیرت، رفتار و گفتار میں تیرے رسول کی شبیہ ہے۔ كُنَّا اِذَا اشْتَقْنَا اِلٰى نَبِيِّكَ نَظَرْنَا اِلَيْهِ۔ یعنی کہ اے خداوندا میں جب تیرے نبیؐ کی زیارت کا مشتاق ہوتا تھا تو میں اپنے اس فرزند کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ آج میرا یہ بیٹا مرنے جا رہا ہے۔

اس کے بعد آپ نے عمر بن سعد ملعون کو پکار کے کہا اے پسر سعد جس طرح تو نے قطع رحم کیا ہے۔ اللہ تعالے تجھے اس کی سزا دے تو نے خاندان رسالت کی حرمت ضائع کر دی اور کوئی رعایت نہیں کی۔ پھر امام مظلوم نے ان آیات مجیدہ تلاوت کی۔

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىٓ اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔

(سورۃ آل عمران آیات ۳۳، ۳۴)

بے شک خدا نے آدم اور نوحؑ اور خاندان ابراہیمؑ اور خاندان عمرانؑ کو سارے جہاں سے برگزیدہ کیا ہے۔ بعض کی اولاد کو بعض سے اور خدا سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے) آپ کا ان آیات کی تلاوت کرنے کا مقصد یہی تھا کہ ہم وہ ہیں کہ ہمیں سارے عالمین میں برگزیدگی حاصل ہے۔ اور میرا فرزند اس لیے اور زیادہ برگزیدہ ہے کہ شبیہ رسولؐ خدا حضرت علی اکبر میدان جہاد میں پہنچے جب لشکر عمر ابن سعد ملعون نے شہزادہ کا جمال اور حسن دیکھا محو حیرت رہ گئے اور انگشت بدندان تھے کہ حسینؑ نے اس فرزند کو بھی مرنے کے لیے بھیج دیا۔

حضرت علی اکبرؑ نے رجز پڑھا:

اَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ ۔۔۔ نَحْنُ وَبَیْتِ اللّٰهِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ

میں حسین ابن علیؑ کا فرزند ہوں،، بیت اللہ کی قسم ہم ہی رسولؐ خدا سے قرابت کی بنا پر اولیٰ ہیں

اَطْعَنُکُمْ بِالرُّمْحِ حَتّٰی یَنْثَنِیْ ۔۔۔ اَضْرِبُکُمْ بِالسَّیْفِ اَحْمِیْ عَنْ اَبِیْ

میں تم لوگوں کو اپنے نیزہ سے مارتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ وہ ٹیڑھا ہو جائے۔ اور میں تمہیں اپنی تلوار سے مار مار کر اپنے بابا کی حمایت کروں گا۔

ضَرْبَ غُلَامٍ هَاشِمِیٍّ عَلَوِیٍّ ۔۔۔ وَاللّٰهِ لَا یَحْکُمُ فِیْنَا ابْنُ الدَّعِیِّ

میں تم لوگوں کو ہاشمی علوی جوان کی طرح مار۔ ماروں گا۔ خدا کی قسم پسر زیاد ولدالحرام ہم پر اپنا حکم نہیں چلا سکتا۔ اور ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ اس کو حاکم مان کر ذلیل ورسوا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے اس قوم بے حیا پر حملہ کیا اور ابن سعد کے لشکر کے

میمنہ اور میسرہ میں ہل چل ڈال دی۔ بعض روایات میں ہے۔ کَانَ اَھْلُ الْکُوْفَۃِ یَتَّقُوْنَ قَتْلَہٗ۔ یعنی کہ اہل کوفہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کو قتل کریں۔ لہذا وہ گریز کر رہے تھے۔ حمید بن مسلم واقعہ نویس لشکر ابن سعد لکھتا ہے کہ مَا رَأَیْتُ اَشْبَہَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ یعنی کہ میں نے علی اکبرؑ سے زیادہ رسول اللہ سے مشابہت رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ جناب علی اکبرؑ کے حملوں نے عمر ابن سعد کے لشکر کے میمنہ اور میسرہ میں ہل چل مچا دی تھی۔ اور تین دن کی پیاس کے باوجود آپ نے ایک سو بیس منافقوں کو واصل جہنم کیا۔ اور دشمن کی فوج کو پسپا کر دیا۔ جب پیاس اور تیز دھوپ اور زخموں نے نڈھال کر دیا تو ایک مرتبہ آپ نے گھوڑے کی لگام کو خیمہ کی طرف موڑا۔ آپ خیمہ میں تشریف لائے۔ اور اپنے بابا جان سے عرض کیا یَا اَبَہٖ اَلْعَطَشُ قَدْ قَتَلُوْا وَثِقْلُ الْحَدِیْدِ اَجْھَدَنِیْ فَھَلْ اِلٰی شَرْبَۃٍ مِّنْ مَّاءٍ سَبِیْلٍ اَتَقَوّٰی بِھَا عَلَی الْاَعْدَاءِ۔ یعنی کہ اے بابا جان پیاس مجھے قتل کر رہی ہے اور اسلحہ کی تپش اور بھی زیادہ پریشان کر رہی ہے۔ ایا ممکن ہے۔ کہ ایک جام آب مل جائے۔ تاکہ میں بھی دشمن کے مقابلہ میں قوت کا مظاہرہ کر سکوں۔

لیکن افسوس کہ امام حسین علیہ السلام اپنے صبر کا امتحان دے رہے تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ یَاغَوْثَاہُ یَابُنَیَّ اِصْبِرْ قَلِیْلًا یَسْقِیْکَ جَدُّکَ شَرْبَۃً لَا ظَمَاءَ بَعْدَھَا۔ یعنی کہ اے علی اکبرؑ تھوڑی دیر اور صبر کرو پھر تمہارے جد بزرگوار ساقی کوثر آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ اور پھر کبھی تم پیاسے نہیں ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے فرزند تمہارے باپ پر یہ کس قدر گران و سخت ہے کہ تم سوال آپ کر رہے ہو اور میں تمہیں سیراب

بھی نہیں کر سکتا۔ تم اپنی زبان میرے منہ میں ڈال دو۔ حضرت علی اکبرؑ نے اپنی زبان امام کے دہن مبارک میں رکھی تو محسوس ہوا کہ امام علیہ السلام کی تشنگی کچھ زیادہ ہی ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اچھا بیٹا اس انگوٹھی کو اپنے منہ میں رکھ لو تشنگی کم ہو جائے گی۔ حضرت علی اکبرؑ نے وہ انگشتری اپنے منہ میں رکھی۔ قدرے سکون آگیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ علی اکبر پھر میدان میں جاؤ تمہارے دادا علی حوض کوثر پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ شہزادہ علی اکبرؑ پھر میدان میں گئے۔ اور پھر اہل حرم نے علی اکبرؑ کو وداع کیا۔ اور در خیمہ پر منتظر رہے کہ علی اکبر دوبارہ واپس آئیں۔ امام حسینؑ نے دوسری مرتبہ یہ بھی علی اکبر سے فرمایا تھا۔ کہ اے علی اکبر خدا جہاد مبارک کرے جاؤ اور پوری قوت سے جہاد کرو۔ نزدیک ہے کہ تم اپنے دادا کی خدمت میں پہنچو۔ تمہارے دادا تمہیں جام کوثر سے سیراب کریں گے۔

حضرت علی اکبر میدان قتال میں پہنچے اور فوج اعداء سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اَلْحَرْبُ قَدْ بَانَتْ لَهَا الْحَقَائِقُ وَظَهَرَتْ مِنْ بَعْدِهَا مَصَادِقُ
وَاللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ لَا نُفَارِقُ جُمُوعَكُمْ اَوْ تُغْمَدُ الْبَوَارِقُ

پس حضرت علی اکبر نے جنگ شروع کی۔ حملہ پر حملہ کیا۔ یعنی پے در پے حملے کیے۔ ایسا قتال کیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ اسی ملعونوں کو واصل جہنم کیا۔ آپ کے مقتولین کی تعداد دو سو تک بتلائی جاتی ہے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ منقذ ابن مرۃ عبدی ملعون نے عہد کیا کہ اگر فرزند حسینؑ میرے پاس سے گزرا تو میں اس کے غم میں حسینؑ کو رلاؤں گا۔ وہ ولد الحرام کمین گاہ میں کھڑا ہو گیا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ شہزادہ علی اکبرؑ جب ادھر سے گزرے تو اس نے ان کے سینہ

پر نیزے سے وار کیا۔ نیزہ ایک طرف سے دوسری طرف تک چھوگیا۔ شہزادہ نے گھوڑے کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈال دیئے۔ اور اس پر جھک گئے۔ اور گھوڑا جدھر سے گزرتا لشکر بد نہاد آپ پر تلواروں سے وار کرتا۔ یہاں تک کہ آپ گھوڑے سے زمین پر گرے۔ آپ نے باواز بلند فریاد کی یا ابتاہ ابنک جدّم اے بابا جان جدنا مدار بھی موجود ہیں۔ اے بابا جلد آیئے کہ علی اکبر تمام ہوا چاہتا ہے بابا مدد کو پہنچئے۔ حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ جب حضرت علی اکبر گھوڑے گرے۔ تو آواز دی یا ابتاہ علیک منّی السلام یعنی کہ اے بابا جان آپ پر میرا سلام ہو۔ اے بابا اَلعجَل۔ اَلعجَل اے بابا جلد تشریف لایئے۔ امام حسینؑ نے جب علیؑ اکبر کی آواز سنی افتاں وخیزاں علی اکبر کی طرف چلے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ امام حسینؑ کی یہ حالت تھی کہ کبھی زمین پر بیٹھ جاتے تھے اور کبھی کھڑے ہوتے اور علی اکبرؑ کی طرف چلے۔ علی اکبر کے پاس پہنچے فرمارہے تھے۔ یا بُنَیَّ عَلَی الدُّنیا بعدکَ العفیٰ یعنی اے بیٹا تیرے بعد زندگانی دنیا پر خاک ہو۔ جب علیؑ اکبر کے پاس پہنچے دیکھا کہ زینب خاتون کی گود کا پالا۔ ام لیلیٰ کا نور نظر خاک وخون میں غلطاں ہے۔ علی اکبرؑ ایڑیاں رگڑ رہے ہیں (از مترجم امام حسینؑ نے دیکھا کہ علیؑ اکبر سینے پر ہاتھ رکھے ہیں۔ اے شیعو سینہ میں برچھی کا پھل تھا۔ بنا بر مشہور حضرت امام حسینؑ نے شہزادہ علی اکبرؑ کے سینہ سے برچھی کا پھل نکالا کیوں کر نکالا۔

؎ کیسے معلوم اپنی یا پسر کی بند کی آنکھیں۔
سناں شبیرؑ نے کیسے نکالی قلب اکبرؑ سے

(مولوی سید محمد ہادی صاحب (مرحوم) سرسوی)

حضرت امام حسینؑ نے حضرت علی اکبرؑ کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا۔
منہ پر منہ رکھ کر کہنے لگے اے جان پدر قتل اللّٰہ قوماً قتلوک ما اجراھم علی اللّٰہ وعلی انتھاک حرمۃ رسول اللّٰہ ان لوگوں کو اللہ قتل کرے کہ جنہوں نے تمہیں قتل کیا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ ورسولؐ کی حرمتوں کو توڑنے میں کس قدر بے باکی سے کام لیا ہے۔ اے نورِ نظر اب تو آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا ہے۔ کچھ نظر نہیں آتا۔ نورِ نظر دم توڑ رہا ہے۔ اور حسینؑ سرہانے بیٹھے ہیں کہ علی اکبرؑ کو موت کی ہچکی آئی اور روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ امام مظلوم نے فرمایا:

قَدْ بَقِیَ اَبُوْکَ فَمَا اَسْرَعَ لُحُوْقَہُ بِکَ۔

اے بیٹا علی اکبرؑ تم اپنے بابا کو تنہا چھوڑ گئے۔ اب حسینؑ اکیلا رہ گیا۔ لیکن میں عنقریب تم سے ملحق ہوں گا۔ ناگاہ امام حسینؑ کے کانوں میں زینب وام کلثوم کے رونے کی آواز آئی۔ اہل حرم کے نوحہ و شیون سنا دیکھا کر سارے اہل حرم خیمہ سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور واعلیاہ کی صدائیں بلند ہیں۔ اور مقتل کی طرف آ رہے ہیں۔ زینب خاتون کہتی ہوتی آ رہی ہیں۔ یالیتنی کنت قبل ھذا الیوم عمیاء او کنت وسدت تحت اطباق الثریٰ یعنی کہ اے پیارے علی اکبرؑ، اے میری گود کے پالے علی اکبرؑ میں زندہ ہوں اور تم دنیا سے سدھار گئے۔ اے میرے بھائی کے نورِ نظر، یہاں تک کہ آپ لاشِ علی اکبرؑ پر پہنچ گئیں۔ فریاد کر رہی تھیں۔ بیٹا علی اکبرؑ تم کہاں ہو اے شبیہِ رسولؐ آج نانا کی زیارت کہاں ہو گی۔ پھوپھی اماں کو رونے کے لیے چھوڑ گئے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے زینب خاتون کو خیمہ سے نکلتے ہوئے دیکھا

وہ مقتل کی طرف جا رہی تھی۔ مگر قدم اٹھتے نہ تھے۔ واعلیاہ کی فریاد کر رہی تھی۔ اور فرما رہی تھی۔

یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ قَبْلَ هٰذَا الْیَوْمِ عَمْیَاءَ وَ کُنْتُ وَسُدِّدْتُ تَحْتَ اَطْبَاقِ الثَّرٰی

اے نور نظر اے عزیزم کاش میں اس سے پہلے نابینا ہو جاتی اور تمہیں اس حال میں نہ دیکھی۔ یا مردہ ہوتی اور آغوش قبر میں سوتی تمہیں اس حالت میں نہ دیکھی جب آپ لاش علی اکبرؑ پہ پہنچیں۔ تو زینب بیکس نے خود کو لاشہ علیؑ اکبر پہ گرا دیا اس وقت حضرت امام حسینؑ نے زینبؑ خاتون کے سر پر اپنی ردا ڈال دی۔ اور ان کا بازو تھام کر خیمہ میں لائے۔ شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب شہزادہ علی اکبر شہید ہو گئے۔ حسینؑ خیمہ میں آئے فرزند کی لاش مقتل میں چھوڑی اور آپ خیمہ میں آئے۔ جناب سکینہؑ نے دریافت کیا اَیْنَ اَخِیْ عَلِیٌّ بابا جان میرے بھائی علی اکبرؑ کہاں ہیں۔ امام حسینؑ کے دل پہ کیا گزری ہوگی۔ کہ جب سکینہ نے سوال کیا کہ بابا بھائی علی اکبر کیا ہوئے۔ امام مظلوم نے ایک آہ سرد بھری۔ اور فرمایا اے بیٹی سکینہ وہ قتل ہو گئے۔ شہزادی روتی ہوئی خیمہ سے نکلی واخاہ، واعلیاہ کی آوازیں بلند تھیں۔ امام حسینؑ اس کے عقب میں گئے۔ اور سکینہؑ کو خیمہ میں واپس لائے۔

(از مترجم۔ بنا پر مشہور۔ امام حسینؑ جب حضرت زینبؑ خاتون کو لاش پسر سے خیمہ میں واپس لائے اور زینبؑ کو خیمہ میں پہنچایا۔ سوچا کہ اگر لاش علی اکبر مقتل سے نہ لایا تو بہنوں کو شکوہ رہے گا علی اکبر کی پھوپھیاں کف افسوس ملیں گی۔ ام لیلیٰ ماتم کرے گی کچھ سوچ کر امام حسینؑ مقتل میں گئے اور لاش علی اکبرؑ کو اٹھایا۔

ے جوان کی لاش کو شہ نے اٹھایا۔ یا علیؑ کہہ کر

بجز شبیرؑ اے ایوب دیکھو کس میں یہ دم ہے

(از سرِ دش سرسوی)

لاش علی اکبرؑ کو قریب زین پر رکھا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت علی اکبرؑ کے قدم زمین پر خط دے رہے تھے۔ امام حسینؑ لاش پسر لے کر در خیمہ پر پہنچے آواز دی بچو اپنے بھائیؑ کی لاش لے جاؤ۔ بروایتے تمام بچے خیمہ سے نکلے لاش علی اکبر خیمہ میں لے گئے اور مسند پر لاش رکھ دی۔ اہلحرم نے ماتم کیا۔ فضہ ام لیلیٰ کے پاس گئیں اور کہا بی بی اٹھو اٹھو علی اکبر کی لاش مقتل سے آتی ہے۔ ام لیلیٰ فرماتی ہیں۔ فضہ جب سے علی اکبر کے مرنے کی خبر سنی ہے میرے گھٹنوں کا دم نکل گیا ہے۔

سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

دسویں مجلس

شہادت حضرت علی اصغرؑ اور جہاد و شہادت امام حسین علیہ السلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی المصائب فادحہ الحادیۃ والنوائب الجار الجاریۃ الطاحبۃ وَالصَّلٰوۃ والسَّلَامُ علیٰ سیدنا محمدٍ وَاَھْلِ بَیْتِہِ الشُّمُوْسُ الضَّاحِیَۃِ وَالْبُدُوْرِ صائبۃ سِیَّمَا عَلٰی سِبْطِہِ الْمَعْصُوْمِ وَشِبْلِہِ الْمَظْلُوْمِ ذِی النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّۃِ الْمَرْضِیَّۃِ صَاحِبِ الْمُصِیْبَۃِ الْھَایِلَۃِ وَ الْبَلِیَّۃِ الوائلۃ الَّتِیْ لَمْ نَسْمَعْ مِثْلَھَا فِی الْاُمَمِ الماضیۃ وَقُرُوْنِ الْخَالِیَۃِ صَاحِبِ الدِّمَآءِ الْجَارِیَۃِ وَالْاَجْسَادِ الْعَادِیَۃِ وَالْعُیُوْنِ الْبَاکِیَۃِ وَ الدُّمُوْعِ السَّآئِلَۃِ وَالنُّحُوْرِ الدَّامِیَۃِ وَالْقُلُوْبِ الضَّارِیَۃِ وَ الْجُرُوْحِ الضَّاھِیَۃِ وَالْبُطُوْنِ الطَّاوِیَۃِ وَالْاَفْوَاہِ الْیَابِسَۃِ الظَّامِیَۃِ وَالْاَبْدَانِ الْمَکْدُوْدَۃِ الضَّامِیَۃِ وَالْبُیُوْتِ الْمَھْدُوْمَۃِ الْھَاجِمَۃِ الْحَیْرَانِ فِی الْاَرْضِ الْمَارِیَۃِ وَالْاَسِیْرِ بِاَیْدِیْ الْفِتَہِ الْبَاغِیَۃِ الَّذِیْ قَدْ اَحَاطَ عَلَیْہِ الکلاب العاویۃ وَالذِّئابُ لِضَّارِیَۃِ بِالسُّیُوْفِ الْقَاطِعَۃِ وَالسِّہَامِ النَّافِذَۃِ وَالرِّمَاحِ الْبَاتِرَۃِ فَجَادَلَھُمْ بِذِی الْفِقَارِ کَاَنَّہٗ عَلِیُّ الْکَرَّارُ

بِنْتِيَةٍ صَادِقَةٍ وَنَفْسٍ صَابِرَةٍ وَكَبِدٍ صَارِيَةٍ وَدِمَاءٍ فِي جَوَانِبِهٖ جَارِيَةٍ وَدُمُوْعٍ عَلٰى عَيَالِهٖ سَاكِبَةٍ فَتَارَةً تَشْتَدُّ عَلَيْهِ الْفِرْقَةُ الرَّامِيَةُ وَاُخْرَى الطَّاغِيَةُ وَاُخْرَى الضَّارِبَةُ وَهُوَ الثَّنَادُ عَلَيْهِمْ كَاللَّيْثِ الْمُكْفَهِرِّ فَاَحَاطُوْا عَلَيْهِ مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ وَاَخَذُوْهُ مَاخَذَةً رَابِيَةً وَحَمَلُوْهُ حَمْلَةً وَاحِدَةً بِجُثَّةٍ جَاثِيَةٍ وَعَيْنٍ دَانِيَةٍ وَنَفْسٍ اِلٰى رَبِّهَا فَارِغَةٍ فَوَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَقَامَتِ الْقِيَامَةُ وَبَكَى نَاعِيَةٌ فِي كُلِّ نَاحِيَةٍ وَانْصَدَعَتْ اِلَى الْجِبَالُ الرَّاسِيَةُ وَاضْطَرَبَتْ بِهَا الْاَرْضُ الدَّاحِيَةُ فَوَا اَسْفَاهُ عَلَى الدِّمَاءِ الشَّائِلَةِ وَالْاَبْدَانِ الْعَارِيَةِ وَالشِّفَاءِ الذَّابِلَةِ وَالرُّؤُسِ السَّامِيَةِ الْعَالِيَةِ وَالشَّيْبَاتِ الْخَاضِبَةِ وَالدُّمُوْعِ الْهَامِيَةِ وَالنَّبَاتِ الْحَاسِرَةِ وَالشُّعُوْرِ النَّاشِرَةِ وَالْعُيُوْنِ السَّاهِرَةِ فَيَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ وَجَاءَتِ الطَّامَّةُ وَقَامَتِ الْقِيَامَةُ وَبَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِهِ الْمُبِيْنِ وَخِطَابِهِ الْمُسْتَبِيْنِ:

آیات۔ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝

ترجمہ:

یعنی کہ اے اطمینان پانے والی جان اپنے پروردگار کی طرف چل تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے راضی، تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ اور

میری جنت میں داخل ہو جائے۔ کنز الفوائد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے شیعوں سے فرمایا کہ اپنی فرض اور مستحب نمازوں میں سورۃ الفجر کو پڑھا کرو کیونکہ یہ سورۃ الحسین ابن علیؑ ہے تاکہ خدا تم پر رحمت کرے۔ اور تم سے راضی ہو۔ ابو اسامہ جو اس وقت وہاں حاضر تھے۔ امام عالیمقام سے سوال کیا۔ کہ اے فرزند رسول خدا سورۃ الفجر سورۃ الحسینؑ کیوں کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سورۃ میں خدا فرماتا ہے۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ نفس مطمئنہ راضیہ، مرضیہ ہیں اور خدا کے خاص اور مقرب بندے محمد و آل محمد علیہم السلام ہیں جو پہلے ہی سے عنداللہ راضیہ و مرضیہ ہیں۔ (از مترجم اس آیت میں لہٰذا امام حسینؑ ہی مراد کیوں ہیں اس کا جواب یہ ہے۔ جس طرح کہ حدیث کساء میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ جب چادر یمنی اوڑھ کر آرام فرما ہوئے تو باجازت رسول خدا علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ داخل ہوئے ان کی منزل حقیقت میں چادر تطہیر تھی۔ مگر بطور سند آنحضرتؐ کی اجازت کے بعد داخل کساء ہوئے ہیں۔ اسی طرح بے شک امام حسینؑ اور ان کے برادر اکبر سردار جوانان جنان ہیں۔ مالک بہشت ہیں اور ان کے پدر عالی قدر قاسم جنت و نار ہیں۔ لیکن اس آیت میں اس لیے امام حسینؑ مراد ہیں کہ آپ نے کربلا کے خونی مقتل میں جس شان سے اپنے اطمینان قلب کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ از آدم تا عیسیٰ ابن مریم کوئی نبی و مرسل مظاہرہ ایسا نہ کر سکا۔ پس خداوند عالم نے امام حسینؑ کو نفس مطمئنہ کا خطاب دے۔ کر اطمینان نفس کی تصدیق فرما دی) پس یہ سورۃ مبارکہ محبان امام حسینؑ کے لیے سند جنت ہے۔ بشرطیکہ کوئی شخص امام حسینؑ کا عارف اور محب ہو مدام رہے کہ اگر کوئی شخص جلال و جمال

عظمت الہیہ پر غور کرے اور عرفان کی منزلیں طے کرے تو جس قدر معرفت ہو گی۔ اس قدر اس کو محبت ذات الہیہ ہوگی۔ اور جس قدر محبت ہوگی اسی قدر اسے بقاء الہیٰ کا شوق دامن گیر ہوا۔ بقاء الہیٰ سے مراد راضی الہیٰ ہے کہ اس کی رضا کے بغیر کوئی کام نہ ہو۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ حضرت یونسؑ پیغمبر خدا محبت الہیّہ میں اس قدر رویا کرتے تھے کہ روتے روتے بینائی متاثر ہوئی۔ اور آپ اس قدر عبادت خدا کرتے تھے کہ بہت لاغر ہو گئے تھے کمر خمیدہ ہو گئی تھی۔ اور کہا کرتے تھے۔ وَعِزَّتِكَ وَجَلَالِكَ لَوْ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بَحْرٌ مِنْ نَارٍ لَخُضْتُهُ اِلَيْكَ شَوْقًا مِنِّيْ۔ یعنی کہ اے خداوندا تیری عزت و جلال قسم اگر میرے اور تیرے درمیان آتش کا ایک سمندر بھی حائل ہو جائے تو میرا شوق بقاء ایزدی اس قدر ہے کہ وہ آگ سرد ہو جائے گی۔ یعنی کہ میں تیری رضا پر راضی ہوں۔ اور یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جب عارف خدا اس مقام پہ فائز ہو جاتا ہے۔ تو آخرت کو اختیار کر لیتا ہے اور دنیا کو نگاہ میں نہیں لاتا اور اس کی نگاہ میں محبوب حقیقی ہی رہتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

الدُّنیا حَرَامٌ عَلٰی اَهْلِ الاخرۃِ۔ والاخرۃُ حرامٌ علی اهل الدُّنیا وَهُمَا حرامانِ عَلٰی اَهْلِ اللهِ شَرکَتُ لِلنّاس دنیاهُمْ وَدِیْنَهُمْ شُغُلاً بِذِکرکَ یَا دِیْنِیْ دُنیای

یعنی کہ اہل آخرت پر حرام ہے اور آخرت اہل دنیا پہ حرام ہے۔ اور یہ دونوں اہل اللہ کے لیے حرام ہیں۔ کیونکہ اہل اللہ نے دنیا کو ترک کر دیا ہے اور ان کا مشغلہ ہی ذکر خدا ہے چونکہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام مقام معرفت الہیہ میں سب سے اعلیٰ وارفع ہیں اور آپ سے زیادہ معرفت ان کے ابناء

اباد اجداد کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہے اور نہ کوئی نبی و مرسلؑ ان پر سبقت لے جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی کے طائر بلند پرواز کے بازوؤں میں اس قدر دم ہے کہ فضائے معرفت میں پرواز کرسکے یا حد معرفت کو پاسکے حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کی معرفت عظیم درجہ رکھتی ہے۔ لیکن ہم اس معرفت کی عظمت کا ادراک نہیں کرسکتے آپ کے پدر بزرگوار نے فرمایا تھا کہ لوکشف الغطاء ما ازددت یقیناً۔ یعنی اگر پردے اٹھا دیئے جائیں تو بھی علی کی معرفت و یقین میں اضافہ نہ ہوگا امام حسینؑ کو یہی درجہ عملی طور پر حاصل ہے۔ بنابریں معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے بنا عرف اللہ کہ ہمارے ہی ذریعہ سے لوگوں نے خدا کو پہچانا ہے۔ یہیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ معرفت اور محبت لازم و ملزوم ہیں۔ پس امام حسینؑ کو جو مقام محبت الٰہیہ حاصل ہے وہ ان کی معرفت کے اعتبار سے ہے۔ آپ عشق الٰہی کے درجہ پر فائز ہیں۔ امام عالیمقام نے خود فرمایا ہے ؎

تَرَکْتُ الْخَلْقَ طُرًّا فِیْ هَوَاکَا وَاَیْتَمْتُ الْعِیَالَ لِکَیْ اَرَاکَا!

یعنی کہ میں نے سوائے تیرے ساری کائنات کو ترک کر دیا ہے اور میرے دل میں نہ کوئی خواہش ہے نہ آرزو بس ہے تو صرف تیری بقاء کی خواستگاری، بلکہ میں نے تو تیری راہ میں اپنی جان سے بھی ہاتھ کھینچ لیا ہے۔

فَلَوْ قَطَعْتَنِیْ بِالْحُبِّ اِرْبًا لَمَا حَنَّ الْفُؤَادُ اِلٰی سِوَاکَا

یعنی کہ اگر تیری راہ محبت میں ہزاروں ابتلاء اور مصائب ہوں تو بھی میں اپنے بدن کو تیری محبت میں پارہ پارہ کر دوں گا اور راہ محبت میں ثابت قدم رہوں گا اور تیری دوستی اپنے دل سے نہیں نکال سکتا۔ اور فرمایا کہ یعقوب ملاقات یوسف کے لیے کس قدر بے چین تھے اور کس قدر شوق دامن گیر تھا۔ بس تیری محبت

مقتضی ہے کہ تیری رضا حاصل کی جائے۔ کہ تیری رضا حاصل کی جائے۔ یعنی میں راضی برضائے الٰہی رہوں۔ چنانچہ آپ نے رضا خدا کے لیے سب کچھ نثار کر دیا اور اس کی مرضیاں خرید لیں۔ پس درہائے رحمت و ملاطفت آپ پر کشادہ ہو گئے اور آواز غیبی آئی ارجعی الی ربك یعنی اپنے پروردگار کی طرف آجا۔ اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت ہو۔ یہ بشارت حسین علیہ السلام کے ثبات قدم کو ظاہر کرتی ہے۔ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے۔ لیکن ایک فرزند یعنی یوسف نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے تھے۔ یوسفؑ صرف نگاہوں سے غائب ہو گئے مرے نہیں تھے بلکہ جناب یعقوبؑ نے ملک الموت کو بلا کر دریافت کر لیا تھا کیا میرے یوسفؑ کی روح قبض کی ہے یا نہیں ملک الموت نے کہا کہ میں نے یوسفؑ کی روح قبض نہیں کی ہے۔ لیکن حضرت امام حسینؑ نے نہ صرف اپنی جان کا نذرانہ دیا بلکہ اٹھارہ جوانان ہاشمی کو راہ خدا میں قربان کیا۔ یہ وہ جوان تھے۔ کہ جن کا مثل و نظیر چشم فلک نے کاہے کو دیکھا ہوگا۔ اصحاب و انصار سب ہی راہ خدا میں قتل ہوئے۔ اور آخر خود بھی راہ خدا میں تیر و نیزہ تلوار و نیزے اور گرز پتھروں کا نشانہ بن گئے۔ اور خداوند عالم نے راضیہ و مرضیہ کے خطابات سے نوازا۔ اور مالک جنت بنا دیا اگرچہ تمام انبیاء و مرسلینؑ بہشتی ہیں۔ مگر جس شان امام حسین کو خدا نے بہشت عطا فرمایا ہے۔ وہ شان سب سے نرالی ہے۔ اسی لئے امام حسینؑ تمام شہیدوں اور تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اور امام حسین کے مرتبہ کو نبی و مرسلؑ نہیں پہنچ سکتا۔

اور آپ کیوں افضل نہ ہوں آپ راکب دوش رسول ہیں۔ آپ کے لیے دنیا میں ہی نعمات بہشت آئی ہیں چنانچہ ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں

کہ روز عید میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوں دیکھا کہ آپ کے سامنے دو حلہ ہائے نفیس رکھے ہیں۔ ان جاموں کی وضع قطع دنیاوی لباس جیسی نہ تھی۔ میں نے رسول خدا کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے لباس ہیں کہ ہم نے ایسے لباس نہیں دیکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اَهْدَاهَا اِلَىَّ رَبِّىْ لِلْحُسَيْنِ وَاِنَّ لُحْمَتَهَا وَاِنَّ لُحْمَتَهَا مِنْ زَغَبِ جَنَاحِ جِبْرَئِيْلَ یعنی کہ یہ خداوند عالم کی طرف سے حسینؑ کے لیے تحفہ ہے اور اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے اور یہ لباس پَر ہائے جبرئیل کے ریزوں سے بنا ہوا ہے۔ اے دوستو ذرا غور و فکر سے کام لو کہ وہ بدن نازنین کہ جس پر پرہائے جبرئیل کا لباس رہا ہو۔ کیا اس قابل تھا کہ اس کو پارہ پارہ کیا جائے اور اس کی لاش کربلا میں ریگ گرم پر پڑی رہے اور ہوائے گرم اس پر گزرے اور خاک و مٹی اس لاش مطہر پر پڑی رہے۔

اَجِسْمٌ يُرَبِّيْهِ الرَّسُوْلُ وَتَغْتَدِىْ ... بِثَدْىِ الْبَتُوْلِ مُرْضِعِ الْوَجَبَاتِ
مَحَاسِنُهٗ قَدْ غَبَّرَ الشَّمْسُ حُسْنَهَا ... وَاَبْلَتْ قُوَاهُ الْخَيْلُ بِالْوَطَاتِ

واحسرتا وہ بدن مبارک کہ جو آغوش رسول خدا میں پلا ہو اور جس بدن کی نشوونما آب وحی اور شیر زہراؑ ہو۔ کیا اس قابل تھا کہ کربلا میں روز عاشوراء خاک و خون میں غلطاں ہو۔ آفتاب کی حرارت میں تپاں ہو اور پائمال سم اسپاں ہو۔

بِلَا كَفَنٍ يَسْفِى عَلَيْهِ تُرَابُهَا ... وَاَنْصَارُهٗ صَرْعٰى بِاَرْضِ فَلَاتِ
وَنِسْوَةٌ مَكْشُوْفَةُ الرَّاسِ فِى الْمَلَا ... يُشَمِّرْنَ فِى الْبُلْدَانِ مُشْتَهِرَاتُ

اس اہل حرم اور مخدرات کو قیدی بنایا گیا۔ اور ہجوم عام میں تشہیر کیا گیا۔

اَفَاطِمُ قُوْمِىْ مِنْ سُتُوْرِكِ وَانْظُرِىْ ... حُسَيْنَكِ مَنْبُوْذًا بِاَرْضِ فَلَاتِ

اے فاطمہ زہراؑ آپ مرقد سے اٹھئے باہر آئیے۔ اور دیکھئے کہ آپ کا حسینؑ آپ

کا نور دیدہ حسینؑ صحرا میں مقتول پڑا ہے۔ اَفَاطِمُ عُوْدِی مِنْ لحد ولکِ واجمعی یتاماکِ فِی ذُلِّ السَّبَا وَشَتَاتِ۔ اے فاطمہؑ زہرا لحد سے باہر آئیے۔ اور دیکھئے کہ آپ کے یتیموں کو قیدی بنایا ہے۔ جو پراگندہ و منتشر ہیں ان کو جمع کیجئے۔

اَفَاطِمُ نُوْحِیْ لِلغریبِ مُعَفَّرًا عَلیٰ وجهه مُلقیً عَلَی الوهدان

اے فاطمہؑ اٹھیے اور گریہ و زاری کیجئے نوحہ پڑھیئے اپنے فرزند کی غریبی پر کہ جس کا چہرۂ مبارک خاک و خون میں غلطاں ہے۔

عزیزٌ علیکِ الحالُ یا بنتَ احمدٍ وقتل الحسینؑ خیرۃ الخیرات

اے سیدۂ کونین آپ پر حسینؑ کا قتل ہونا کس قدر گراں ہے بلکہ نیزہ و تیر کی انی سے زیادہ دل خراش ہے۔

فکم لیلۃٍ اسھرتِ فیھا وطالَ ما تجرعتِ فیھا غصۃَ الوصلاتِ

اے فاطمہ زہرا آپ نے کس قدر تکلیف و زحمت اپنے فرزند کی پرورش میں اٹھائی ہوگی۔ دیکھئے کہ وہ مقتول حالت میں زمین کربلا پر پڑا ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ امام عالیمقام نے یہ تمام مصیبتیں عشق الٰہی میں برداشت کی ہیں۔ اور خداوند عالم نے حسین سید الشہداء کی تربت کی خاک کو خاک شفا بنا دیا ہے۔ اور تحت قبہ یعنی آپ کے مزار پر سرہانے کی طرف جو دعا مانگی جائے وہ مستجاب ہوتی ہے۔ محل استجابت دعا ہے۔ اور خداوند عالم نے آپ کی نسل میں امامت اور خلافت تا قیامت قرار دی ہے۔ اور امام حسینؑ کی اولاد طاہرہ ہمارے لیے سفینۂ نجات ہے۔

ملائکہ مقربین زیارت کے لیے نازل ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کی قبر مبارک کی زیارت ایمان کی نشانی ہے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اِنَّ لِلْحُسَیْنِ مَعْرِفَتَہٗ مکتوبۃٌ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْن کہ بے شک خداوند عالم نے مومنینؑ کے نقوش لوح دل پر کشیدہ نہ ہوں تو نہ اس دل بارکا سنا ہوا واقعہ کس طرح اثر پذیر ہوتا کہ ادھر مصائب سنتے اور در و دیوار سے گریہ کی آوازیں بلند ہوجاتی ہیں۔ اور بے اختیار آنکھیں اشک خونی برسانے لگتی ہیں۔ ہچکی گلوگیر ہوجاتی ہے۔ آہ سوزان دل سے نکلتی ہے۔ آرزو انگڑائی لیتی ہے کہ کاش ہم بھی کربلا میں ہوتے تو امام مظلوم کے ساتھ جام شہادت پیتے۔ اور امام حسینؑ نے اسی محبت کی بنا پر استغاثہ بلند کیا تھا۔ اَمَا مِنْ مُجِیْرٍ یُجِیْرُنَا۔ اَمَا مِنْ رَاحِمٍ یَرْحَمُنَا۔ آیا ہے کوئی جو ہماری مدد کرے اور ہم بیکسی و مظلومی پر رحم کرے۔

پس جسے معرفت امام حاصل ہے وہ کہتا ہے کہ کاش میں بھی ساتھ تھا فوز عظیم حاصل کرتا۔

صاحب مناقب لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک جماعت حضرت امام حسینؑ کے پاس آئی اور عرض کیا یابن رسولِ اللہِ حَدِّثْنَا بِفَضْلِكَ۔ اے فرزند رسولؐ خدا ذرا اپنے فضائل سنایئے تو آپ نے فرمایا کہ لَا یُطِیْقُوْنَ کہ تم لوگ سننے کی تاب نہیں لا سکتے تو تم لوگ ذرا دور چلے جاؤ۔ ایک گوشہ کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں چلے جاؤ۔ بس وہ لوگ دور چلے گئے۔ اور ان لوگوں میں سے ایک شخص نزدیک رہ گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے اس سے اپنے فضائل بیان کرنا شروع کئے آپ نے ابھی قدرے اپنے اسرار و فضائل بیان فرمائے تھے۔ کہ وہ شخص حیرت زدہ ہوگیا اور وہاں سے اٹھا اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے بات نہ کر سکا۔ بلکہ صحرا کی طرف چلا گیا۔ اور وہ لوگ بھی منتشر ہوگئے۔

صاحب مناقب نے حضرت امام حسینؑ کے چند اشعار اپنی کتاب میں درج کیے ہیں ان میں چند ایک یہ ہیں

سَبَقْتُ الْعَالَمِيْنَ اِلَى الْمَعَالِیْ بِحُسْنِ خَلِیْقَةٍ وَعُلُوِّ هِمَّةٍ۔

یعنی کہ تمام عالمین سے سبقت لے گئے اور بیش تر درجات عالیہ حاصل کیے۔ اور معالی امور سے محاسن اخلاق، یعنی اخلاق کی پاکیزگی۔ اور بلندی ہمت مراد ہے۔

وَلَاحَ بِحِكْمَتِیْ نُوْرُ الْهُدٰی فِیْ لَيَالٍ فِی الضَّلَالَةِ مُدْلَهِمَّةٍ۔

یعنی کہ آپ کی حکمت بالغہ نورانی کی وجہ سے تاریکی ضلالت کافور ہوگئی ہے جہالت دور ہوگئی علمی نورانیت جلوہ خلق ہے۔

يُرِيْدُ الْجَاحِدُوْنَ لِيُطْفِئُوْهُ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُتِمَّهٗ۔

یعنی کہ باوجود جاننے کے انکار کرنے والے چاہتے ہیں کہ ہوائے دین سے نور کو بجھادیں۔ مگر خدا اس کے سوا کچھ ماننا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر کے ہی رہے نور سے بذاتہ نور ہدایت مراد ہے۔ اور ہدایت کسی ذات میں پائی جاتی ہے پس وجود امام علیہ السلام ہدایت کلی ہے۔ اور ہر زمانہ میں وجود ہادی برقرار ہے۔ امام حسینؑ کو لوگوں نے شہید کر کے یہ سمجھ لیا کہ انہوں نے نور ہدایت کو خاموش کر دیا ہے حالانکہ نور باقی رہے گا۔ لوگوں نے قبر مبارک کو مسمار کرنے کی سعی کی مگر قبر باعجاز امامت باقی ہے اور باقی رہے گی۔ اعداء دین نے قبر مبارک پہ ہل چلائے۔ مگر خدا کی شان کوئی دشمنی نشان قبر نہ مٹا سکا

امام حسینؑ کو خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور امام حسینؑ خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں ام المومنینؑ بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھوک غالب ہوئی مگر کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ میری ردا لاؤ۔ میں نے دریافت کیا کہ ایسی حالت میں کہاں جائے گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فاطمہؑ کے گھر جاؤں اور حسنؑ وحسینؑ کو دیکھ کر مجھے تسلی واطمینان حاصل ہو اور مجھے سکون ملے چنانچہ آنحضرتؐ وہاں تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ حسنؑ وحسینؑ باہر گئے ہیں۔ رسولؐ خدا ان کی تلاش میں نکلے۔ راستہ میں ابو درداءؓ مل گئے۔

آپ نے ان سے بچوں کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ حسنؑ وحسینؑ بنی جزعان کی دیوار کے سایہ میں سو رہے ہیں۔ آنحضرتؐ ان کے ہمراہ وہاں پہنچے اور بچوں کو گود میں لے لیا بچے بھی بھوک سے بے تاب تھے رونے لگے۔ آنحضرتؐ نے ان کے آنسو پونچھے ابو درداءؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ان کے آنسو صاف کردوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَوْ قَطَرَ قَطْرَۃً فِی الْاَرْضِ لَبَقِیَتِ الْمَجَاعَۃُ فِیْ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ یعنی خدائے برحق کی قسم کہ جس نے مجھے مبعوث بہ نبوت فرمایا ہے کہ اے ابو درداءؓ اگر ان کی آنکھ کا ایک آنسو بھی زمین پر گرا۔ تو میری امت میں ہمیشہ زمین پر قحط سالی رہے گی۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حُسَیْنٌ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا یعنی کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں خداوندا تو دوست رکھ اس شخص کو جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے اور دشمنی رکھ اس کو جو حسینؑ کا دشمن ہے۔ اسی اثناء میں جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا یا رسول اللہ خداوند عالم نے حضرت یحییٰؑ کے قتل ہونے پر ستر ہزار دشمنان یحییٰؑ کو غارت کیا۔ اور اے رسول اللہ آپ کی بیٹی کا فرزند حسینؑ جب قتل ہوگا تو خدا فرماتا ہے کہ میں

ستر ہزار اور ستر ہزار منافقین کو قتل کروں گا اور قاتلان حسینؑ کو آگ کے تابوت میں رکھوں گا اور تمام اہل جہنم کے عذاب کا نصف عذاب ان پر ہو گا۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک روز آنحضرتؐ اپنے دولتکدہ سے باہر نکلے اور ان کے ساتھ حسنین تھے ایک کو اپنے داہنے دوش پر اور دوسرے کو بائیں دوش پر بٹھائے ہوئے تھے اور دونوں کو پیار کر رہے تھے جب آنحضرت میرے نزدیک پہنچے تو فرمایا اے ابوہریرہ کیا تم ان کو دوست رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں ان کو دوست رکھتا ہوں تب ارشاد فرمایا کہ جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے وہ میرا دوست ہے۔ جناب ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز حسنؑ و حسینؑ داخل خانہ ہوئے اور آنحضرتؐ کے پاس بیٹھ گئے اس وقت جبرئیل امین بصورت دحیہ کلبی موجود تھے۔ دونوں شہزادے ان کے نزدیک آئے۔ اور ان کی جیب و آستین میں ہاتھ ڈالنے لگے اور ان سے ہدیہ طلب کیا۔ جبرئیل امین نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا۔ اور جنت کے میوے سیب و بہی اور انار ان دونوں کو ہدیہ کئے۔ اور حسنؑ و حسینؑ خوش خوش اپنے نانا کے پاس آ گئے۔ آپ نے ان کو پیار کیا اور فرمایا کہ ان کو نہ کھانا جب تک کہ میں نہ آ جاؤں۔

آنحضرت کچھ دیر بعد خانہ سیدہ میں تشریف لائے۔ اور پھر سب نے مل کر وہ میوے کھائے۔ اور کھانے کے بعد وہ میوے پھر اپنی حالت پر سالم رہے۔ اور حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد بھی باقی رہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ہماری مادر گرامی قدر فاطمہؑ انتقال فرما گئیں تو انار غائب ہو گیا لیکن بہی اور سیب بحال خود برقرار رہا۔ اور جب میرے پدر بزرگوار امیر المومنین علیہ السلام

شہید ہو گئے۔ تو وہ بھی غائب ہو گئی اور سیب باقی رہا۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں۔ کہ جب میری اجل قریب ہوئی۔ فَلَمَّا دَنَی اَجَلِی رَاَیْتُھَا قَدْ تَغَیَّرَتْ فَاَیْقَنْتُ بِالْفَنَاءِ۔ یعنی کہ جیسے ہی میری اجل قریب ہوئی میں نے دیکھا کہ وہ سیب متغیر ہوا۔ پس میں نے اپنی شہادت کا یقین کر لیا کہ اب میں شہید ہو جاؤں گا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بابا کی شہادت سے ایک گھنٹہ پیشتر سیب موجود تھا۔ اور جب آپ شہید ہو گئے تو قتل گاہ میں سیب کی خوشبو بستی ہوئی تھی۔ میں نے ہر چند کوشش کی سیب مل جائے مگر یہ ملا۔ اور اس کی خوشبو برابر آتی رہی اور اب وہ خوشبو میرے بابا حسینؑ کی قبر مبارک سے آتی ہے۔ اور جب میں نے زیارت قبر حسینؑ کی تو خوشبو آرہی تھی۔ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ صالح اور نکوکار شیعیان علیؑ کا یہ کہنا ہے کہ بوقت سحر قبر مبارک امام حسینؑ سے اس سیب کی خوشبو آتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی محب مخلص ہو تو وہ بھی خوشبو محسوس کرے گا۔

سیّد محمد مہدی رحمۃ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

یَوْمَ بَنُوا الْمُصْطَفَی الْھَادِی ذَبَائِحُہٗ ۔۔۔ وَالْفَاطِمِیَّاتُ اُسَرَاءُ نَوَائِحُہٗ۔

یعنی کہ روز عاشورا دشمنان دین نے اولاد رسولؐ خدا کو ذبح کر ڈالا۔ اور دختران فاطمہؑ کو اسیر کیا۔

وَسِبْطُ اَحْمَدَ عَلَی بِالْعَرَاءِ لَقَی ۔۔۔ مُزَمَّلٌ بِالدِّمَاجَرْحَی جَوَارِحُہٗ

افسوس کہ سبط رسولؐ خدا اور فرزند حیدر کرار کی لاش بے کفن پڑی ہوتی ہے اور اعضاء مبارکہ ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔

فَوْقَ الْقَنَا رَاسُہٗ یُھْدِی لِکَاشِحِہٖ ۔۔۔ فَنَالَ اَقْصٰی مُنَاہُ مِنْہُ کَاشِحُہٗ

فریاد ہے کہ ایک روز سر فرزند پیغمبر خدا نیزہ پر بلند کیا گیا۔ اور چونکہ اعداء دین کو امام حسینؑ اور ان کے خاندان سے پرانی دشمنی تھی۔ کہ سر امام مظلوم نیزہ پر بلند کیا اور تشہیر کیا گیا۔

کَمْ ھَامِ عِزٍّ وَایدٍ لِلسَّمَاحِ وَکُنۡہٖ   اَقْدَامُ سَبَقٍ بِھَا طَاحَتْ جَوَانِحُہٗ

افسوس کہ شہداء کے سرہائے ان کے بدنوں سے جدا کیے گئے اور بدن ہاء مبارکہ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر راہ خوزین پر پڑے ہیں۔

وَکَمْ حَرِیْمٍ لِاَھْلِ الْبَیْتِ مُحْتَرَمٍ   قَدِ اسْتُحِلَّ وَکَمْ صَاحَتْ صَوَائِحُہٗ

واحسرتا ملاعین نے کس قدر حرمت وتقدیس اہلبیت رسولؐ خدا برباد کی ہے کہ دختران رسولؐ خدا کو اسیر کیا۔ حالانکہ اسیران کربلا نوحہ و ماتم میں مشغول تھے۔

مُصَابُ خَامِسِ اَصْحَابِ الْکِسَاءِ   وَھُمْ اَھْلُ الْعَزَاءِ بِھِمْ خَلَّتْ فَوَادِحُہٗ

یعنی کہ یہ مصیبت خامس آل عبا ہے کہ جو باعث تسلی عالم تھی۔ اور گویا امام مظلوم کے شہید ہونے کے بعد یعنی دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کہ ان کی آخری نہ شان تھی۔ تمام عالمین کی شان ختم ہوگئی۔ یعنی مصیبت امام سے عالمین پژمردہ ہوگیا۔

لَمْ یُنْسَ قَطُّ وَلَا الذِّکْرٰی تُجَدِّدُہٗ   اَوْرٰی بِرَمَدِ الْاَسٰی لِلْمَشْرِ قَادِحُہٗ

امام مظلوم کی مصیبت ہرگز فراموش نہ ہوگی اور کبھی فرسودہ نہ ہوگی۔ جب تصور کرو۔ مصیبت کے آثار تازہ ہیں بلکہ دائمی طور پر تازہ ہیں۔ اور اہل ایمان کے دل میں حرارت محبت حسینؑ علیہ السلام کی وجہ اثر مصیبت ہر وقت برقرار رہے اور مصائب سنتے ہی آنسو نکل آتے ہیں۔

کَیْفَ السُّکُوْنُ عَنِ الْمَکْسُوْرِ   مِنْ غَیْرِ تَسْوِیَۃٍ خَلُّوْا مَطَارِحَہٗ

ہم کیونکہ امام حسینؑ کو فراموش کر سکتے ہیں اور ہم کیونکر آرام و سکون سے بیٹھ سکتے ہیں جب کہ ہمارے مظلوم امامؑ کے یاور و انصار زمین پر ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ اور امام مظلوم کی بہنیں اور بیٹیاں پریشان حال ہیں۔

یَلْقَی الْاِعَادِی بِقَلْبٍ مِنْهُ مُنْقَسِمٌ بَیْنَ الْخِیَامِ وَاَعْدَاءٍ تُکَافِحُہُ

یعنی جب امام حسینؑ کا کوئی ناصر و مددگار نہ رہا تو خود میدان قتال تشریف لے گئے۔ لیکن چونکہ اہلحرم کا کوئی نگران نہ تھا اور سیّد سجاد بیمار تھے کہ جو دشمنوں کو خیام تک پہنچنے میں حائل ہوتے۔ پس امام حسینؑ دل کبھی میدان قتال میں اور کبھی خیام کے تصور میں رہتا تھا۔

وَالْعَظُّ کَالْقَلْبِ عَیْنٌ تَرْنُوا وَعَیْنٌ لِقَوْمٍ لَا تُبَارِحُہُ !!!

امام مظلوم کی آنکھیں مثل دل الجنابؑ دو طرف متوجہ تھیں کبھی مشاہدہ اہلبیت بکیس و مجبور کہ دشمن قیام تک اور کبھی نہ پہنچ جائیں اور کبھی دشمنوں پر نظر پڑتی تھی کہ ان کو دور کریں جو چاروں طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے تھے اور نیزہ و تیر برسا رہے تھے۔

لَھِیفِیْ عَلَیْہِ وَقَدْ مَالَ الطَّغَاۃُ اِلٰی نَحْوِ الْخِیَامِ وَخَاضَ النَّقْعَ سَائِحُہُ

واحسرتا کہ گروہ جفا شعار نے خیام اہلبیتؑ کا رخ کیا اس وقت امام حسینؑ کو تاب ضبط نہ رہا آپ پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں۔

قَالَ اُقْصُدُوْنِیْ بِہٖ نَفْسِیْ وَاتْرُکُوْا حَرَمِیْ ، قَدْ حَانَ حِیْنِیْ وَقَدْ لَاحَتْ لَوَائِحُہٗ

فرمایا اے قوم بے حیا ابھی تو حسینؑ زندہ ہے کون ہے کہ جو خیام المحرم کی طرف دیکھ سکتا ہے اے قوم بے حیا اب میرا وقت انتقال قریب ہے میرے بعد خیموں کا رخ کرتا۔ کون ہے کہ جو تمہیں دفع کرے گا۔

جاننا چاہیئے کہ حضرت محمدؐ وآل محمد علیہم السلام تمام مخلوق کی عالم عدم سے عالم شہود میں آنے کا واسطہ ہیں۔ اگر خداوند عالم محمدؐ وآل محمد کو خلق نہ کرتا تو دنیا اور دنیا کی کوئی شے پیدا نہ ہوتی۔ غرض وغایت تخلیق عالم یہی حضرات محمدؐ وآل محمدؐ ہیں۔ خداوند تعالےٰ کی نعمات اور رحمت کا نزول ان پر ہوتا ہے۔ کیونکہ نور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل مخلوق ہے۔ اور ذریت طیبہ اسی نور محمدیؐ کے اجزاء ہیں چنانچہ خدا نے آنحضرتؐ کے نور سے علیؑ کے نور کو خلق فرمایا اور ذریت طاہرہ کے انوار خلق فرمایا۔ پس ساری کائنات ان کے بعد خلق ہوتی ہے۔ لہذا ساری کائنات میں ان کا نور جلوہ فگن ہے۔ آفتاب وماہتاب آسمانوں میں انہی کا نور ہے۔ اور تمام کائنات مظاہر اسماءِ الٰہی ہے اور کائنات کا وجود باسم اعظم ہے۔ اس لیے وارد ہوا ہے۔ بُنِیَ الْوُجُوْدُ عَلَی الْاِسْمِ الْاَعْظَمِ فَاِذَا اُحْرِكَ جمیع العالم۔ کہ جیسے ہی اسم اعظم حرکت میں آیا۔ (یعنی مشیئت الٰہی میں اسم اعظم گزرا) جمیع عوالم پیدا ہو گئے۔ اور پنجتن پاک اسماءِ اعظم پروردگار عالم میں اور کربلا میں حضرت امام حسینؑ مظہر اسم اعظم خدا تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاِسْمِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ بِهِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَبِاسْمِكَ الَّذِیْ یُصْلِحُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔

یعنی کہ انہی کا نور ہے کہ آسمان وزمین ان ہی کے نور سے عدم سے وجود میں آئے اور انہی کے نور کی وجہ سے عالم میں صلاح یعنی خیر عمل میں آیا اور ان ہی کے دم سے رحمت الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

یہ ہی انوار خمسہ نجباء طاہرین اللہ کے کلمات تامہ الٰہی ہیں فَمَا اٰیَۃٌ لِلّٰہِ اَکْبَرُ

تَمَا اٰیَۃٌ لِلّٰہِ اَکْبَرُ مِنْہُمْ !! فَھُوَ اٰیَۃٌ مِنْ دُوْنِہِمْ کُلُّ اٰیَۃٍ
وَمَا نِعْمَۃٌ اِلَّا وَھُمْ اَوْلِیَاءُ ھَا فَھُوَ نِعْمَۃٌ مِنْھَا اَتَتْ کُلُّ نِعْمَۃٍ
لَھُمْ خَلَقَ اللّٰہُ الْعَوَالِمَ کُلَّمَا وَحُکْمُھُمْ فِیْھَا بِھَا مِنْ خَلِیْقَۃٍ
سَرٰی سِرُّھُمْ فِی الْکَائِنَاتِ جَمِیْعِھَا فَمِنْ سِرِّھِمْ لَمْ یَخْلُ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ

انہی کا راز (یعنی باطنی احکام) جاری ہیں اور کائنات ان کے احکام سے خالی نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ جب تک دنیا باقی ہے۔ قائم آل محمدؑ قائم رہیں گے۔ اگر آپ نہ ہوں تو نظام زمین و آسمان درہم برہم ہو جائے۔ اور اس کا ایک مظاہرہ اس وقت ہوا کہ جب حضرت امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے۔ تو قتل الحسین کربلا کی آوازیں آنے لگیں اور فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چلیں۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوا۔ موجیں ساحل سے سر ٹکرانے لگیں۔ آفتاب و ماہتاب گہن لگا آسمان سے خون برسا دشت و صحرا سے نوحہ و بکا کی آوازیں آنے لگیں۔

ے خاک اڑاتی ہوئی جنگل سے ہوا آتی ہے
ہائے عباسؑ کی دریا سے صدا آتی ہے

آوازیں قتل حسینؑ سے تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ کی روحیں تڑپ گئیں۔ حضرت آدم نے جب یہ آواز سنی تو گریہ فرمایا نوح نے نوحہ و زاری کی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے ملکوت آسمان پر نظر کی تو دیکھا کہ عرش اعظم پر پانچ نور احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ سوال کیا پروردگارا یہ کس کے نور ہیں جواب ملا کہ محمد بن عبداللہ اس کے وصی علیؑ مرتضیٰ اس کی دختر فاطمہؑ زہرا اس کے دونوں نواسے حسنؑ و حسینؑ کے انوار مقدسہ جلوہ فگن ہیں پھر حضرت ابراہیمؑ نے کہا پروردگارا۔ ان میں کے چار نام نور دیکھ کر مسرت و خوشی محسوس ہوتی ہے

لیکن پانچویں نور کو دیکھ کر دل بھر آتا ہے رونے کو جی چاہتا ہے یہ کیا راز ہے اس سے مجھے آگاہ کر۔ خداوند عالم نے واقعہ کربلا سے آگاہ کیا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیہ مجیدہ

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝

(سورۃ والصّٰفّٰت آیات ۸۸، ۸۹)

ترجمہ؛

تو ابراہیمؑ نے ستاروں کی طرف ایک نظر دیکھا اور کہا میں عنقریب بیمار پڑنے والا ہوں)

اس کا اگرچہ مطلب یہ بھی لیا جاتا ہے کہ میں تمہارے (یعنی اپنی قوم) کفر ضلالت سے اس قدر دل تنگ ہوں گویا کہ میں بیمار ہوں۔ لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے یہ جو کہا کہ میں بیمار ہوں، اس کے معنی یہ ہیں کہ ابراہیمؑ نے ستاروں کو دیکھ کر بحساب علم نجوم واقعہ کربلا دیکھا۔

ان پر امام حسینؑ کی مصیبت ظاہر ہوگئی۔ اور آپ نے نور حسینؑ پر نظر ڈالی اور آپ غمگین ہوئے اور آپ کا رنج و اندوہ بہ سبب شہادت امام حسین علیہ السلام تھا بس آپ نے فرمایا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ لِمَا یَحِلُّ بِالْحُسَیْنِ یعنی کہ میں تو بیمار ہوگیا بہ سبب ان مصائب کے کہ جو فرزند رسولؐ خدا حسینؑ پر پڑیں گے۔ ہاں غم امام حسینؑ دوستوں پر اس قدر اثر انداز ہوتا ہے کہ دوست نڈھال ہو جاتے ہیں اور طبیعت غم انگیز ہو جاتی ہے حضرت ابراہیمؑ نے بیماری سے تعبیر دی ہے اسی طرح حضرت زکریا کو جب خداوند عالم نے عالم مثال میں واقعہ کربلا دکھایا فرمایا

کھیعص یعنی کہ ان میں واقعہ کربلا مضمر ہے (از مترجم سان الفاظ کی تفسیر میں حضرت ولی العصر۔ عالم کلام ربانی امام العصر علیہ السلام عجل اللہ فرجہ تشریف نے فرمایا ہے کہ "کاف" سے کربلا مراد ہے "ہ" سے ہلاکت عترت رسولؐ خدا مراد ہے۔ "ی" سے قاتل امام حسینؑ۔ یزید ملعون مراد ہے۔ "ع" امام حسینؑ اور علیہم واصحاب کی تشنہ دہانی مراد ہے۔ اور "ص" سے آپ اور آپ کے اہلبیتؑ کا صبر کرنا مراد ہے) جب حضرت ذکریا کو حضرت رسولؐ خدا اخرالزمان کے نواسہ حسینؑ کی شہادت کی خبر دی۔ تین دن تک آپ اپنے گھر سے باہر نہ نکلے برابر مغموم و محزون رہے۔ اور گریہ وزاری کے علاوہ اور کوئی کام نہ تھا۔ پس جناب ذکریاؑ نے دعا کی کہ پروردگارا مجھے ایک فرزند عطا کر مجھے اس کی محبت عطا کر اور اس کو مجھ سے وہی نسبت ہو کہ جو حسینؑ کو ان کے جدؐ و پدرؑ سے ہے۔ اور میرے دل میں میرے فرزند کی مصیبت کا اثر ہو تا کہ ذائقہ مصیبت چکھ کر مصائب حسینؑ یاد کروں اور رویا کروں۔

پس خداوند عالم نے آپ کو فرزند عطا کیا جن کا نام یحیٰؑ تھا۔ اور امام حسینؑ اور یحیٰؑ میں مشابہت پائی جاتی ہے دونوں کا انجام مصیبت ایک ہی ہے دونوں کے سر قلم کیے گئے۔ یحیٰؑ کا ایک زانیہ عورت کو ہدیہ کیا گیا اور سر مطہر امام حسینؑ ابن زیاد ملعون ولد الحرام کو کوفہ میں پیش کیا گیا۔

حضرت اسمٰعیل اپنے قول و فعل میں صادق و امین تھے۔ ان کا سر مبارک اور چہرہ مبارک پر خراشیں ڈالی گئیں۔ اس وقت سطاطائیل ملک جو عذاب کرنے پر مامور ہے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے ذبیح اللہ اگر آپ حکم دیں تو میں تیری قوم عذاب میں مبتلا کر دوں کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ آپ نے

فرمایا کہ اے سطا طائیل میں اس مصیبت و ابتلاء میں فرزند رسول آخرالزمان یعنی حسینؑ فرزند فاطمہؑ دختر رسول خدا کی پیروی کروں گا تاکہ میرا نام بھی مظلوموں میں شامل ہو۔ حضرت موسیٰ عمران جب حضرت خضر کے پاس گئے۔ سلام کیا حضرت خضر نے دریافت کیا کہ تو کون ہے شخص تو فرمایا کہ میں موسیٰ کلیم اللہ ہوں اور عمران میرے باپ کا نام ہے آپ نے دریافت کہ اے موسیٰ میرے پاس کس غرض سے آئے ہو عرض کیا کہ وہ علم مجھے بھی تعلیم کریں جو آپ کو حاصل ہے حضرت خضر نے فرمایا کہ اِنِّیْ وُکِّلْتُ بِاَمْرٍ لَا تُطِیْقُہٗ اے موسیٰؑ بعض ایسے امور ہیں کہ جن پر تم قائم نہ رہ سکو گے۔ صبر نہ کر سکو گے پس حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:

فَحَدَّثَہٗ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ وَعَنْ بَلَائِہِمْ وَعَمَّا یُصِیْبُہُمْ حَتّٰی اشْتَدَّ بُکَائُہُمَا

پس حضرت خضر علیہ السلام نے مصائب اہلبیت رسولؐ خدا اور ان کی عترت پر کوہ مصائب کا ٹوٹنا بیان کیا۔ اور ان کے فضائل بیان کئے اور ان کے اسماء بتلائے یعنی محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کے اسماء مبارک بتلائے اور فرمایا کہ اس کے عوض خدا نے مجھے یہ مرتبہ عطا کیا ہے۔ پس موسیٰؑ نے دعا کی کہ خدایا تو مجھے امت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گردان (تاکہ میں غم حسینؑ سے متاثر ہوتا رہوں)

روایت ہے کہ حضرت مریمؑ نے اپنے بیٹے عیسیٰؑ کو ایک رنگریز (صبّاغ) کے سپرد کیا۔ کہ کپڑے رنگا کریں۔ جناب عیسیٰؑ نے جب اس کی دوکان پر کام کیا تو ایک روز تمام سوتی کپڑے اور غلاف وغیرہ جو مختلف رنگوں میں رنگنے چاہئے تھے۔ ان سب کو ایک ہی نیلے رنگ میں رنگ دیا۔ آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ غم

در رنج حضرت سید الشہداء علیہ السلام کہ جو عیسیٰ کو خفا ظاہر ہو جانے رو رہ کر
آپ کو تو گہوارہ ہی میں کتاب و نبوت مل چکی تھی۔ ایسا سفیہانہ کام نہ کرتے۔
مختلف رنگوں کے کپڑے سب ہی ایک رنگ میں رنگ دیئے۔ عیسیٰ پر ہی کیا
منحصر ہے کائنات کی ہر ایک شے غم امام حسینؑ میں متاثر ہوتی ہے۔ (از مترجم ہماری
تالیف الموسوم بہ "مخطوطات عزا" مطالعہ کریں) چونکہ کائنات کی ہر ایک شے بواسطہ
وجود محمد و آل محمدؐ خلق ہوتی ہے۔ اور انہی کے سبب سے وجود عطا ہوا ہے۔ اس
لیے سب نے محمدؐ و آل محمدؐ کی ابتلاء و مصائب پر توجہ تام کی ہے۔ اور حسب مراتب
گریہ کیا ہے۔ شیخ العارفین شیخ احمد احسائی فرماتے ہیں۔ کُلُّ انکسارٍ وَ
خضوعٍ بہ وَکُلُّ صوتٍ فھو نوحُ الھواء۔ یعنی کہ ہر ایک شے پر تغیر کا جاری ہونا ضروری
ہے۔ پس جب کوئی شکستگی دنیا میں کسی شے کو پہنچتی ہے۔ اور ہر ایک عاجزی و
انکساری کسی شے پر عارض ہوتی ہے۔ اور ہر ایک آواز کہ وہ اس کے اعتبار سے
اظہار غم ہے۔ ہوا میں پہنچتی ہے۔ وہ نوحہ ہوا ہے کہ وہ امام حسینؑ کی مصیبتوں میں
نوحہ کناں ہے مَافِی الْوُجُوْدِ مَعْجَمٌ لَمْ یَکُنْ اِلَّا عَرَتْہُ حَیْرَۃً فِی اسْتَوٰی
یعنی کہ اس دنیا میں خواہ کوئی چیز ناطق ہو یا صامت۔ مگر مصیبت امام حسینؑ میں ان
کے ماتم نے حیرت زدہ کر دیا ہے۔

فَطَبَّقَ الدُّنْیَا مُصَابٌ ھَوٰی لِمَا سَیَاتِیْ اَبَدًا اَوْ اَتٰی

یعنی کہ حضرت امام حسینؑ کے مصائب سے تمام عالم متاثر ہوا ہے۔ اور متاثر رہے
گا۔

وَکُلُّ رَطْبٍ یَنْتَھِیْ ذَابِلًا وَذِیْ قَوَامٍ یَعْتَرِیْہِ النَّوٰی

یعنی کہ ہر ایک چوب تازہ (سبز لکڑی) غم امام حسینؑ میں خشک ہو گئی ہے اور لاغر

ہو گئی ہے یہ گویا کہ ایک استعارہ ہے کہ لکڑی کی سرسبزی اور تازگی، ایک حسن ہے۔ مگر وہ غم امام حسینؑ سے متاثر ہو کر پژمردہ ہو گئی ہے۔ اور بیچیدہ ہو گئی ہے۔

اَمَا تَرَى النَّخْلَةَ فِي قُبَّتِهٖ ذَاتِ انْفِطَارٍ وَالشِّقَاقِ حَتّٰى

یعنی کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ درخت خرما کہ جو تمام اقسام کے درختوں میں ہوشیار ہے اس کے سر پر جو سعفہ ہے یعنی کہ گنج ہے وہ بمنزلۂ موئے پریشان ہے۔ یعنی کہ اس نے بھی غم امام حسینؑ میں بال پریشان کیے ہیں۔

مَاسَعَفَةً فِيهَا انْتَهَيْتَ اجِرَتُ اِلَّا لَهٗ خَوْتِ امامِ شَوٰى

یعنی کہ درخت خرما کی شاخیں ابھی اپنے کمال کو نہیں پہنچیں مگر وہ مصیبت امام خیر الامام کی مصیبت کی نشاندہی کرتی ہیں۔

اَمَا تَرَى الاثل وَاهدابهٗ عِنْدَ الرِّيَاحِ زَاضِيْنِ عَلَا

کیا تو نہیں نے دیکھا کہ جب شاخیں ہوا سے ہلتی ہیں تو ان سے صدائے نالہ نکلتی ہے۔

اَمَا تَرَى الافاقَ مُغْبَرَّةً وَالشَّمْسَ حَمْرَاءَ بُكْرَةً اَوْ مَسَاءَ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ تمام عالم اور کوہ و صحرا کہ ان میں کس قدر غبار ہے وہ غم ہے تو آفتاب کو نہیں دیکھتا کہ صبح و شام برہنہ سر، سرخ ہو رہا ہے۔

اَمَا سَمِعْتَ الرَّعْدَ يُبْكِيْ لَهٗ وَالْبَرْقَ وَالسَّحَبَ بِقَطْرٍ هَمّٰى

کیا تو آسمانی بجلی کا گریہ و نالہ نہیں سنتا اور آتش خیز بجلی نہیں دیکھتا کہ ابر قطرات اشک برساتا ہے۔

اَمَا تَرَى النَّحْلَ رَنَّةً فِي طَيَرَانِهٖ شَهْ بِالْبُكَا۔

کیا تو نے شہد کی مکھی کو نہیں دیکھا کہ اس کا حال پراگندہ ہوتا ہے اور اس کی آواز دل

کی گونج اس کا غم امام حسینؑ میں ناز کرتا ہے۔

وَکَرْبَلَا کُلُّ مَکَانٍ تَرَیٰ　فَکُلُّ بُقْعَةٍ بِهَا قَبْرُهُ

یعنی کہ کل زمین اس کی قبر کی جگہ ہے کہ اس کے غم میں روتی ہے اور تمام عالم اس کے غم میں کربلا ہے۔

تَغُصُّ شُرْبَ الْمَآءِ عَلٰی مَنْ وَعٰی　وَکُلُّ یَوْمٍ یَوْمُهُ دَائِمًا

مصیبت امام مظلوم سے عالم کی ہر ایک شے متاثر اس قدر ہے کہ گویا ہر روز، روز عاشوراء ہے یعنی کہ غم امام حسینؑ ہمہ وقت تازہ ہے۔ اور ہر وقت آب خنک غم امام علیہ السلام میں تلخ معلوم ہوتا ہے۔

یضرے نحرہ یا کیا والرمح یبتغی قائما وانثنیٰ۔

خنجر کہ گلوئے نازنین امام حسینؑ پر بھرا ہمہ وقت گریہ کناں ہے نیزے کہ جو امام مظلوم کے پہلو پہ چلے گریہ کرتے ہیں اور خبر شہادت مولیٰ دیتے ہیں۔

تبکیہ جُرْدٌ جَارِیَاتٌ عَلٰی جِثْمَانِهٖ وَاِنْ تَدُقَّ الْقُرَیٰ۔

آہ نحس گھوڑے امام مظلومؑ کے بدن پر دوڑائے گئے۔ گریہ کناں ہیں۔

وَاللّٰهِ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا یَدُمُ فِی الْکَوْنِ اِلَّا یُبْکَآءُ تَلَا۔

بخدا میں نے دیکھا کہ اس عالم کون و فساد میں ہر ایک شے کہ جو موجود ہے وہ امام مظلوم پر گریہ کرتی ہے۔ اور اخبار صحیحہ سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ البتہ چشم بصیرت کا ہونا ضروری ہے کہ مشاہدہ کر سکے۔ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۴۴)

یعنی کہ ہر ایک سے خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ (جب کہ ہر ایک شے میں خداوند تعالیٰ نے تسبیح کرنے کی قوت ودیعت فرما دی ہے تو غم امام حسینؑ میں گریہ کرنے کی قوت کا نہ ہونا کیا معنی بلکہ ہر ایک شے گریہ و بکا کی قوت رکھتی ہے اور گریہ کرتی ہے) اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ زمان شہادت امام حسینؑ میں ہر ایک شے سے گریہ ظاہر ہوا ہے آسمان سے خون برسا ہے۔ شجر و حجر سب ہی نے گریہ کیا ہے۔

چنانچہ ایک درخت سے جو کہ قزوین کے قریب ہے ہر سال روز عاشورا محرم خون کے آنسو رواں ہوتے ہیں۔ (از مترجم، اگر اس درخت کی طبیعت نامیہ میں خون کا جاری ہونا مضمر ہوتا تو موسم بہار میں جب شجر سبز و شاداب ہوتے ہیں خون جاری ہوتا۔ پس روز عاشوراء محرم کو ہر سال خون کے قطروں کا ٹپکنا بلاشک و شبہ غم امام حسینؑ کے اظہار میں ہے) اور ثقہ حضرات بہ فرماتے ہیں کہ یہ درخت بہت ہی زیادہ کہنہ ہے۔ اور زمان شہادت امام حسین علیہ السلام میں بھی یہ درخت موجود تھا۔ اور جب سے اب تک برقرار ہے اور روز عاشوراء محرم سنہ ۶۱ھ میں بھی بمطابق خبر مصدقہ اس درخت سے خون کے آنسو جاری ہوئے تھے۔ ابن شہر آشوب سفیان بن عتبہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے دادا نے خبر دی ہے کہ کربلا میں جو لوگ موجود تھے۔ ان میں سے کسی ایک شخص کے پاس زعفران تھا۔ لیکن بعد شہادت امام حسینؑ جب اس شخص نے کسی ضرورت سے زعفران کو دیکھا تو وہ خون میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اور زمین کربلا پر ہر جگہ جگہ جو گھاس اُگی تھی۔ وہ خون آلودہ تھی اور اہل عام اسلام میں بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ جو سرخی آسمان پر وقت طلوع و غروب آفتاب ہوتی ہے وہ قبل

شہادت امام حسین علیہ السلام نہیں تھی یہ سرخی اس وقت ظاہر ہوتی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔ روز عاشورا محرم جب کوئی سنگریزہ اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے خون تازہ نظر آتا تھا اور آسمان سے اس دن خون کے قطرے رہے ہیں۔ یہاں تک جس جگہ خون کے قطرے گرتے وہاں کی ہر چیز خون سے رنگ گئی تھی۔ ابن شہر آشوب نے بھی تحریر کیا ہے کہ روز عاشورا آسمان خون کے آنسو رویا ہے۔ یعنی کہ آسمان سے خون برسا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ گاہے نعرہ زن ہوتی تھیں کبھی نوحہ کناں۔ جس سے آتش جہنم میں جوش پیدا ہوتا تھا۔ اگر ملائکہ اس کے جوش کو ٹھنڈا نہ کرتے تو آتش جہنم کی سوزش سے زمین متاثر ہوتی اور اہل زمین جل کر خاک ہو جاتے۔ اور یہ فرما کر حضرت صادق آل محمدؐ دیر تک گریہ فرماتے رہے اور اگر سیدۂ عالم ایک اور سے آواز استغاثہ بصورت آہ و نوحہ بلند کریں تو اہل زمین فنا ہو جاتے۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا اے فرزند رسولؐ جُعِلْتُ فِدَاكَ هٰذَا الْاَمْرُ عَظِيْمٌ۔ کہ یہ امر تو امر عظیم ہے آپ نے فرمایا کہ غَيْرُهٗ اَعْظَمُ مَالَمْ تَسْمَعْهُ۔ ابھی تو میں نے تم پر ظاہر نہیں کیا۔ اس سے بڑھ کر بھی ایک اور سا امر عظیم ہے فرمایا اے ابو بصیر اَمَا تُحِبُّ اَنْ تَكُوْنَ فِيْمَنْ يَسْعَدُ فَاطِمَةَ آیا تو نہیں چاہتا کہ ہمارے جد حسینؑ پر باواز بلند گریہ کر کے فاطمہ کو تسلی دے کہ آنسو زخم ہائے خاتونؑ جنت کے مرہم ہوں گے۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ مجھ پر گریہ کا جوش ہوا میں روتے روتے بیتاب ہو گیا۔ اور آپ اپنے مصلے پر تشریف لے گئے۔ میں باہر چلا آیا۔ اے شیعو۔ مصیبت امام حسینؑ پر گریہ کرو۔ اور باواز بلند گریہ کرو۔

حضرت امام العصر والزمان عجل اللہ فرجہ زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں کہ

وَاُقِیمَتْ لَکَ الْمَاتِمُ فِی اَعْلَا عِلِّیِّیْنَ ، وَلَطَمَ عَلَیْکَ حُوْرُ الْعِیْن

یعنی کہ اے حسینؑ مظلوم آپ کا ماتم اعلیٰ علیین میں کیا جا رہا تھا اور آپ کے غم میں حوران جناں اپنا منہ پیٹ رہی تھی۔ زیارت مخصوصہ میں کہ جو اول رجب اور نصف شعبان میں پڑھی جاتی ہے وارد ہوا ہے کہ اَشْھَدُ لَقَدْ اَقْشَعَرَتْ لِدِمَائِکُمْ اَظِلَّةُ الْعَرْشِ مَعَ اَظِلَّةِ الْخَلَائِقِ وَسُکَّانِ الْجِنَانِ وَالْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔

یعنی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اے مظلوم کربلا آپ کے خون پاک کے زمین پر جاری ہونے عرش اعظم الٰہی لرز گیا۔ اور تمام مخلوقات کانپ گئی۔ تمام اہل بہشت، ساکنان صحرا و دریا اور اظلۂ عرش، اور اظلۂ خلائق متاثر ہوئے واضح رہے کہ اظلہ سے عالم تجرد مراد ہے یعنی کہ وہ مخلوق جو عالم ذر میں ہے وہ بھی غم امام حسینؑ سے متاثر ہوتی ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ مَا الظِّلَالُ ۔ کہ ظلال کیا چیز ہے معصوم علیہ السلام نے فرمایا کیا تو اپنے سایہ کو نہیں دیکھتا کہ آفتاب کی روشنی میں ہوتا ہے اور وہ کوئی شئے نہیں ہے۔ ہاں اہل بہشت عزاء امام حسینؑ برپا کرتے ہیں حالانکہ بہشت جاء غم والم نہیں ہے۔ مگر چونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ بہشت اور بہشت کی چیزیں اور حوریں سب نور امام حسینؑ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس ان کا وجود اور حسن سب کچھ حسینؑ سید الشہداء کی بدولت ہے لہذا الہذا راحت امام حسینؑ ان کے لیے خوشی و سرور کا باعث ہے۔ اور غم امام حسینؑ ان کے لیے غم واندوہ کا باعث ہے۔ پس امام حسینؑ کی پژمردگی ان کی پژمردگی ہے۔ لہذا جب کہ امام حسینؑ زمین کربلا پر خاک و خون میں غلطاں پڑے رہیں اور ساکنان بہشت اس غم میں شریک نہ ہوں۔ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے۔

مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شب معراج میں داخل بہشت ہوا تو میں نے سارے بہشت کی سیر کی اور قصرہا جنت دیکھے جبرئیل اس نے سیب کے ایک درخت سے ایک سیب توڑا۔ اور مجھے دیا جب میں نے اس کو توڑا تو اس میں سے ایک حور نکلی جس کی آنکھیں سیاہ تھیں میں نے اس سے دریافت کیا لِمَنْ اَنْتَ ۔ کہ خدا نے تجھے کس لیے خلق فرمایا ہے پس یہ سنتے ہی اس حور پر گریہ طاری ہوگیا۔ اس نے کہا لِابْنِكَ الْمَظْلُوم الْحُسَيْن کہ خداوند عالم نے مجھے آپ کے فرزند حسین مظلوم کے لیے خلق فرمایا ہے محتشم بارگاہ قدس میں کہ جو جاء ملال نہیں ہے تمام قدسیان فلک کے سرغم امام حسینؑ میں ان کے زانوؤں پر جھکے ہوئے ہیں۔ یعنی سب غمگین ہیں اور تمام جن وملک اشرف ترین اولاد آدمؑ پر گریاں کناں ہیں یعنی کہ امام حسینؑ فخر آدمؑ ہیں ان کے غم میں فرشتے اور جن سب ہی نوحہ کناں ہیں۔ امام حسینؑ کی مصیبت کوئی کم نہیں ہے۔

هٰذَا مُصَابُ الَّذِیْ جِبْرَئِیْلُ خَادِمُهُ نَاغَاهُ فِی الْمَهْدِ اِذْ نِیْطَتْ تَمَائِمُهُ

خدایا یہ کیسی مصیبت ہے کہ جبرئیل جس کی خدمت گزاری کرے اور اس کے خادم ہونے پر فخر کرے۔ یہ کیسی مصیبت ہے کہ جس کا گہوارہ جبرئیل جھلائے اور لوریاں دیتا رہے۔

سِبْطُ النَّبِیِّ اَبُو الْاَطْهَارِ وَالِدُهُ	اَلْكَرَّارُ مَوْلَا قَامَ الدِّیْنِ صَارِمُهُ
صِنْوُ الزَّكِیِّ جَنَا قَلْبِ الْبَتُوْلِ لَهُ	اُقْسُوْمَةٌ لَیْسَ فِیْهَا مَنْ یُقَاسِمُهُ

یہ مصیبت سبط رسولؐ مختار و نور نگاہ حیدر کرار، اور قوت بازوے حسنؑ باوقار اور قلب حضرت خیر النساء ہے کہ وا اعتبار حسب ونسب، نجابت و شرافت تمام اہل عالم میں امام حسینؑ بے مثل و بے نظیر ہیں۔

مُطَهَّرٌ لَیسَ یَغشَی الرَّیبُ سَاحَتَهُ   وَکَیفَ یَغشَی مِنَ الرَّحمٰنِ صَارِمُهُ

۱ آپ معصوم و پاک و پاکیزہ ہیں ہر قسم کے ریب سے ہر قسم کی نجاست سے مبّرا ہیں۔ آپ کی طہارت کی یہ حد ہے کہ خدا نے آپ کو پاک و پاکیزہ کیا ہے۔

لِلّٰہِ طُهرٌ تَوَلَّ اللّٰهُ عِصمَتَهُ   اَرَادَ اِذهَابَ رِجسٍ عَظِیمَاتٌ جَرَائِمُهُ

اس کی طہارت کی بلندی کا کیا کہنا کہ جس کو خدا اپنے ارادہ سے پاک و پاکیزہ کرے۔ جب کہ ارادہ خدا عین امر اور عین فعل ہے) کہ ہر قسم کے رجس سے پاک رکھے۔ پس امام حسینؑ چونکہ خامس آل عبا ہیں لہذا ان کا قتل اور قتل میں شریک لوگ سب کے سب رجس میں ناپاک ہیں یعنی بے دین ہیں۔

لِلّٰہِ مَجدٌ سَمَا الاَملَاکَ رِفعَتَهُ
مَاذَا العُلیٰ عِندَمَا رُدَّت دِعَائِمُهُ

یعنی کہ یہ مرتبہ و بزرگی کس قدر عظیم و اعلیٰ ہے۔ کہ آپ کی رفعت افلاک سے بھی بالا تر ہے۔ اس لیے کہ جب امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے تو عمود ہائے رفعت منہدم ہو گئے۔

ضَیفٌ اَلَمَّ بِاَرضٍ وِردُهَا شَرَعٌ   فَفِی بِهَا وَهُوَ ظَامِی القَلبِ هَائِمُهُ

مہمان تازہ کو جب کہ پانی بکثرت موجود ہو کون ہے جو پانی پینے سے روکے لیکن قوم جفا شعار نے یہ خیال نہ کیا کہ حسینؑ مہمان تازہ ہیں پانی بند نہ کریں۔ امام علیہ السلام کو پانی تک نہ دیا اور تشنہ لب دنیا سے رخصت ہوئے۔

لَهفِی عَلیٰ مَاجِدٍ اَربَت اَنَامِلُهُ   عَلَی السَّحَابِ غَدَا اُسقِیَاهُ خَاتِمُهُ

وا حسرتاً کہ جس کا دست کرم زمانہ کے لیے ابر بہار سے زیادہ سود مند ہو زمانہ بھر کے لیے عام ہو وہ حیف صد حیف کہ پانی کے لیے ترسے۔

لَهِيعِى عَلَى الْاِلصَّرعى فى الطفوف فما، غَبْرُ الْعَلِيلِ بذاكِ اليوم سا ثمه
اس دن سے پناہ طلب ہے کہ جس روز امام حسینؑ اور آپ کے عزیز و انصار برادران
واولاد سب کے سب قتل ہو گئے۔ اور صرف ایک فرزند علیل و ناتوان سید سجاد
باقی رہ گئے۔

اَقْتَمَ يَوْمُهُ بِهِ جَمَتْ مِلَاحِمُهُم ثُمَّ اِنْجَلَى وَبِهِ قَتْلَى غنا ثمه

تمام عالم۔ کوہ وصحرا شجر و حجر غبار آلودہ ہو گئے تھے۔ اس روز جب کہ امام حسینؑ شہید
ہوئے۔ اور جب غبار ختم ہو گیا تو معلوم ہوا۔ کہ کون کون زمین مقتل میں سو رہا ہے
کون کون خاک و خون میں غلطاں پڑا ہے۔ روز مصیبت امام حسینؑ بدترین روز
ہے۔ ایسا سخت دن خاصان خدا میں سے کسی پر نہیں گزرا۔ حضرت امام رضا علیہ
السلام فرماتے ہیں کہ اِنَّ يَوْمَ قَتْلِ الْحُسَيْنِ اَقْرَحَ جُفُوْنَنَا وَاَسْبَلَ دُمُوْعَنَا
وَاَذَلَّ عَزِيْزَنَا بِاَرْضِ كَرْبَلَا۔ یعنی کہ شہادت امام حسینؑ نے ہماری آنکھوں
کو زخمی کر دیا۔ ہمارے آنسوؤں کے چشمے بہہ گئے۔ اور زمین کربلا پہ ہماری حرمت
وعزت کو پائمال کیا گیا۔ ہمارا یہ غم قیامت تک رہے گا۔ یہ بھی آپ نے فرمایا کہ
کہ جب محرم کا چاند فلک پر نمودار ہوتا تھا تو ہمارے پدر بزرگوار کو کس نے ہنستے ہوئے
نہیں دیکھا۔ بلکہ حزن واندوہ میں دیکھا ہے۔ اور خصوصاً روز عاشورا محرم برابر گریہ
وزاری اور نوحہ وماتم میں گزرتا تھا۔ کیونکہ اس دن حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے ہیں
جناب کلینیؒ نے ابان بن عبدالملک سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نویں اور دسویں محرم کے روزے کے متعلق سوال
کیا آنجنابؑ نے فرمایا۔ تاسوعا يَوْمٌ حُوْصِرَ فِيْهِ الْحُسَيْنَ وَاَصْحَابُهُ بكربلا
وَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ خَيْلُ اَهْلِ الشَّامِ وَاَنَاخُوا عَلَيْهِ یعنی کہ نویں محرم کی وہ تاریخ ہے

جس دن امام حسین علیہ السلام اوران کے اصحاب کو یزیدی افواج نے گھیر لیا تھا اور خیام اہلبیتؑ کے گرد اپنے لشکر کو بٹھا دیا تھا۔ اوراس دن ابن زیاد بدنہاد اور عمرابن سعد نے اپنے لشکر کی کثرت وزیادتی پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ واحسرتا ہمارے جد مظلوم یکہ وتنہا رہ گئے تھے۔ اور دسویں محرم اَمَّا یَوْمُ عَاشُورا فَیَوْمٌ اُصِیْبَ فِیہِ صَرِیعًا بَینَ اصحابِہٖ وَاَصْحَابُہٗ حَولَہٗ صَرعیٰ عراۃ یعنی کہ دسویں محرم کا وہ دن ہے کہ جس دن حسینؑ مظلوم اپنے عزیز وانصار واصحاب کے ساتھ بظلم وجور شہید کیے گئے بخدا یہ دن روزے کی نہیں ہیں۔ بلکہ گریہ وزاری اور غم واندوہ کے دن ہے۔ یہ دن زمین وآسمان اور مومنین کے لیے غم واندوہ کے دن ہیں اور ابن زیاد ملعون اور پسر سعد بدنہاد کے لیے خوشی کے دن تھے۔ خداوند عالم اپنا قہر وغضب نازل فرمائے۔ ان پر اور ان کی اولاد پر کہ جو عاشوراء محرم کو خوشی مناتے ہیں جو شخص ان دنوں کو خوشی کا دن قرار دے گا یا اپنے اہل وعیال کے لیے غذا کی فراوانی کرے گا یا ذخیرہ کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کا حشر یزید کے ساتھ کرے گا۔

عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ میں اپنے مولیٰ وآقا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی پاس حاضر ہوا۔ دیکھا کہ امام عالیمقام کے چہرہ کا رنگ متغیر ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ خدا، اللہ تعالےٰ آپ کو ہر ایک غم سے بچا ہے۔ یہ کیا عالم ہے کہ آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہے۔ اور آنکھوں سے سیل اشک رواں ہے۔

حضرت صادق آل محمد نے فرمایا کہ اَوَ فِی غَفلَۃ انت اما علمت ان الحسین بن علیٍ اُصِیبُ فِی مِثلِ ھٰذَا الیَومُ ایا غافلی تو

یعنی کر کیا تم آج کے دن کی اہمیت سے غافل ہو۔ یہ آج ہی کی تاریخ تھی کہ ہمارے جد مظلوم امام حسینؑ تین دن کے بھوکے پیاسے قتل کیے گئے۔ اے عبداللہ رونے کی نیت کے بغیر دن میں فاقہ رکھو۔ اور بعد عصر فاقہ شکنی کرو۔ کیونکہ بعد ہنگام عصر جنگ ختم ہو گئی تھی اور تیس افراد اولاد اصحاب و انصار و اقرباء سب ہی قتل ہو چکے تھے۔ اگر رسولؐ خدا اس وقت زندہ ہوتے تو وہی سب سے زیادہ سوگوار اور پرسہ لینے والے ہوتے۔ پس صادق آل محمدؐ اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور اگر رسولؐ اللہ زندہ ہوتے تو آپ بھی عزاداری امام حسینؑ برپا کرتے اور نالہ واحسیناہ بلند فرماتے۔

فواعجباہُ مِنْ مصیبۃٍ ما احفظھا وبلیّۃٍ ما امرّھا واوجعھا وافدحھا مِثْلَ ابُوعبد اللّٰہِ وعترۃ وسبی نِساءہُ وصِبْیَتِہٖ ودارُوا برأسہٖ فِی البُلدانِ مِنْ فوقِ عاملِ السّنانِ فیا بنتَ رسُولِ اللّٰہِ عینا تنظُرُ الی بناتھا وبنیھا وھُم ما بینَ مقتول یجری علیہ الصّدید واُسیرٍ مُکبّلٍ بالحدِیدِ وبینَ مَنْ تخمُش وجْھھا بیدِ ھا ومَنْ ینْزِعُ قرطُھا مِنْ اُذنیھا وبینَ مَنْ یستجیرُ فلا یجارُ و یستغیثُ فلا یُستغاثُ ومَنْ یستنصِرُ فلا ینصرُ و یستعینُ فلا یُعان نکم مِنْ ندَاءِ واجدّاہُ وواعلیاہُ وواحسیناہ قد علی فی الارضِ کربلا وکم مِنْ استغاثۃ وامغیثاہُ وامجیراہُ وواھاشمیاہ قد رفعت فی ارض نینوا فوا اسفاہ این الحسین واین ابناءِ الحسین واین اخوان الحسین عزیزٌ علی یا اباعبدِ اللّٰہِ ان تکونَ عطشانا فلا تروٰی و نظرُ لکَ بالحسرۃِ

عَلیٰ بَنَاتِكَ العَطَشیٰ وَ سَكَبَ دَمْعُتُكَ عَلیٰ ذَرارِيكَ الْقَتْلیٰ فَرَمَقْتُكَ بِعَيْنِكَ اِلیٰ ذَرارِيكَ بِلاحِمیٰ اَلَمْ يَكُنْ لِصَوتِكَ رَاحِمًا وَلِتَضَرُّعِكَ سَامِعًا اَفَلَمْ يَبْقِ لَكَ حَبِيبًا وَ يدَعُوتِكَ مُجِيبًا فَيَا مُؤمِنًا فِی زَعْمِهٖ مُتَشَيِّعًا وَلَامُوْمِنٍ اِلَّا الَّذِیْ قَدْ تَشَيَّعَا اَتَفْرَحُ فِیْ يَوْمٍ بِهٖ ذبحَ الْهُدیٰ اِمَامَكَ فَاغْفِرْ غَفْرَ حَدَّيكَ لَاكِعًا۔

خلاصہ یہ ہے کہ روز عاشورا ۱۰ محرم حضرت امام حسینؑ اور ان کے انصار و مددگار بھائی بھتیجے بھانجے اصحاب دیا ور سب ہی نشانۂ تیر و تلوار و سنان ہو گئے۔ اہل حرم اسیر و مقید ہوئے اگر رسول اللہ زندہ ہوتے اور وہاں تشریف لاتے تو دیکھتے کہ ان کی بیٹیوں پر کیا کیا مظالم ہوئے۔ رسن بستہ ہوئیں۔ چادریں چھینی گئیں اور آپ کے فرزند علی زین العابدینؑ کو طوق و زنجیر پہنایا گیا اور ان کے چہروں پر خراشیں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ مدد کے لیے پکار رہے تھے اور کوئی مددگار نہ تھا وہ استغاثہ کر رہے تھے اور کوئی فریاد رس نہ تھا۔ وہ وا علیاہُ، واہ حسیناہُ وا محمداہ۔ کی صدائیں بلند کر رہے تھے کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ تھا افسوس کہ امام حسینؑ اور ان کی اولاد ان کے بھائی۔ ان کے قرابتدار اب کہاں ہیں وہ زمین نینوا پر سو رہے ہیں خاک و خون میں غلطاں ہیں اے مومن کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ شیعیان اور دوستداران اہلبیتؑ اطہار کے لیے وہ دن کہ جس روز امام حسینؑ اور عزیز و اقربا و اصحاب حسینؑ قتل کئے گئے، عید اور خوشی کا دن ہے۔ جو ایسا خیال کرتا ہے۔ وہ احمق ہے وہ نہ اہلبیتؑ کا دوستدار ہے

اور نہ خدا اور رسولؐ کا۔ ہاتف غیبی نے روز عاشور اندا دی ہے کہ۔

وَهَاتِفٌ فِي عَاشُورَ حَنَّيْكَ مُضْجِعًا وَتُرْبُ الْقَلَا أَضْحَى لِمَوْلَاكَ مَضْجَعًا

اے مومن کیا تو روز عاشورا فرش اعلیٰ اور تکیہ پر آرام کرے گا حالانکہ تیرے مولیٰ و آقا حسینؑ مظلوم کی خواب گاہ اور بستر خاک کربلا تھے۔

أَيَضْحَكُ مِنْكَ الثَّغْرُ مِنْ بَعْدِ أَنْ غَدَى ، بِهِ ثَغْرُ مَوْلَاكَ الْحُسَيْنِ فِيهِ رَحْلُ آلِ مُحَمَّدٍ وَبَيْتُكَ فِيهِ لَا يَزَالُ مُوَسَّعًا۔

کیا اے مومن کیا اس روز کہ جب منازل آل محمدؐ کو غارت کیا اور خیام اہلبیتؑ کو تاراج و برباد کیا۔ تو اپنے گھروں کو آراستہ کرے گا۔ اپنی منزلوں کو سجادے گا۔ اور اپنے اہل و عیال اور اپنی آپ کو آرام پہنچائے گا۔ یہ تو شیوۂ محبت کے خلاف ہے۔

فَيَا لَيْتَ سَمْعِي صَمَّ عَنْ ذِكْرِ قَتْلِهِ
وَيَا لَيْتَ لَمْ يَخْلُو لِيَ اللهُ مُسْمَعًا

کاش کہ میں نہ ہوتا یا میرے کان نہ ہوتے میں بہرہ ہوتا اور میں قتل امام حسینؑ کی خبر نہ سن سکتا۔

سَأَبْكِي دَمًا بَعْدَ الدُّمُوعِ لِفَقْدِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ الْحُزْنَ مَدْمَعًا

یعنی بڑا غم و رنج ہے آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے ہیں لیکن جاننا چاہئے کہ روز عاشورا محرم اہل اسلام پر عجب مصیبت تھی بلکہ تمام پر عجیب مصیبت کا وقت تھا۔ خدا کی قسم غم شہیدان کربلا کا داغ اہل ایمان کے دلوں سے ہرگز محو نہ ہو گا۔ بلکہ روز عاشورا گریہ و بکا کا دن ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا اگر کوئی شخص روز عاشور محرم اپنی حاجات کے پورا ہونے کی سعی کرے گا تو خدا اس میں برکت عطا نہ کرے گا۔

اور اس سے روز قیامت بادر پس ہوگی کروہ حزن وملال کا دن تھا اور تو نے اپنی حاجات پورا کرنے کی سعی کی پس اس شخص کا حشر یزید بن معاویہ، ابن زیاد اور عمر بن سعد کے ساتھ ہوگا تعجب ہے اس دل پر کہ جو روز عاشوراء محزون ومغموم نہ ہو۔ حسین ابن خارجہ نے روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ پس ہم نے امام حسینؑ کو یاد کیا اور ہم پر گریہ طاری ہوا۔ اس وقت امام علیہ السلام پر بھی گریہ طاری ہوا۔ اور فرمایا کہ ہمارے جدّ مظلوم نے فرمایا تھا۔ اَنَا قَتِیْلُ الْعَبْرَۃِ لَا یَذْکُرُنِیْ مُؤْمِنٌ اِلَّا بَکیٰ یعنی کہ میں کشتہ گریہ وزاری ہوں ایسا شہید ہوں کہ مجھ پر جس قدر بھی رویا جائے کم ہے۔ مجھے نہیں یاد کرے گا مومن مگر یہ کہ وہ روئے گا۔ چنانچہ ابن قولویہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک روز امام حسینؑ سے فرمایا۔ کہ اے میرے فرزند مجھ پر اولین بھی اشک بار ہوئے اور آخرین بھی روئیں گے۔ امام حسینؑ نے عرض کیا جُعِلْتُ فِدَاکَ۔ یعنی کہ میں آپ پر فدا یہ فرمائیے کہ مجھ پر لوگ کیوں روئیں گے۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیَسْفِکَنَّ بَنُوْاُمَیَّۃَ دَمَکَ ثُمَّ لَا یَرُدُّوْنَکَ عَنْ دِیْنِکَ

حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام نے فرمایا اس ذات گرامی کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ بنو امیہ تمہارا خون بہا دیں گے مگر وہ تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ نہیں کر سکیں گے۔ یہ سن کر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ بخدا میرے لیے یہی کافی ہے۔ کہ میں خدا اور رسولؐ کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے پدر بزرگوار کی تکذیب نہیں کرتا مطلب یہ ہے کہ امام حسینؑ نے جو کچھ کہ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا۔ وقت آنے پر لفظ بلفظ تصدیق کی۔ اور آپ اپنے دین پر قائم رہے

اور اموی گروہ ان کے راستے سے ہٹا نہ سکا۔

چنانچہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہوئے پوچھا پروردگارا۔ تو نے امت محمدیہ کو دوسری امتوں پر کس لیے فضیلت دی ہے۔ ندا آئی۔ انہیں دس چیزوں کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کیا وہ دس چیزیں کون سی ہیں جو وجہ فضیلت ہیں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ وہ چیزیں نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد جمعہ جماعت قرآن، علم اور عاشوراء ہے۔ پھر موسیٰ نے خداوند عالم کی بارگاہ میں سوال کیا پروردگارا عاشورا کیا ہے۔ پھر ندا آئی اے موسیٰ۔ وہ سبط پیغمبر آخرالزمان پر رونا اور رلانا ہے کیونکہ عاشوراء سبط رسول فرزند محمد مصطفےٰ حسینؑ کی شہادت کا روز ہے) اس زمانہ میں کوئی ایسا بندہ نہ ہوگا کہ جو اس کی شہادت اور مصیبت پر نہ روئے اور یا دوسرے کو نہ رلایا یعنی سب اس پر گریہ کریں گے اور اس کی صف عزا برپا کریں گے۔ اور اور اے موسیٰؑ میں ان کے لیے بہشت کو مخصوص کروں گا۔ اور جو شخص اس کی محبت ہی مال خرچ کرے گا خواہ وہ ایک درہم ہی کیوں نہ ہو میں اس کے مال میں برکت دوں گا۔ وَعِزَّتِی وَجَلَالِی مَا مِنْ اِمْرَءَةٍ اَوْ رَجُلٍ سَالَ دَمْعُ عَیْنَیْهِ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَغَیْرِہٖ قَطْرَةً وَّاحِدَةً اِلَّا وَاَدْ كُتِبَ لَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ یعنی کہ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم ہے جس عورت یا مرد کی آنکھ سے اس کی مصیبت پر آنسو ڈھلک کر اس کے رخساروں پر آئیں گے میں اُسے سو شہیدوں کا ثواب مرحمت کروں گا۔ فنعوذُ باللهِ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَعَيْنٍ لَا تَدْمَعُ لَيْتَ الْعُيُوْنُ اَبِنَا خِلَاتٍ بِدَمْعِهَا يَوْمًا عَلَيْكَ اَهَا الْوَمَوْجُوْدُ۔

یعنی کہ وہ آنکھ جو غم امام مظلوم میں آنسو نہیں برساتی تو کور ہے میں نہیں جانتا کہ پھر وہ

آنکھ کب آنسو برسائے گی کون سی ایسی عظیم مصیبت ہو گی کہ جس میں وہ آنکھ گریہ کرے گی۔ جو شخص غم امام حسینؑ میں گریہ نہیں کرتا وہ خاک مذلت اپنے سر میں ڈالتا ہے اور جو شیعہ نہیں روتا ہے۔ اس نے پوری قوم کو ذلیل کر دیا۔ یہ نہیں سمجھتا کہ شیعہ کی ذلت و رسوائی مولا کی ذلت و رسوائی ہے اور مولا کی عزت غلام کی عزت کا سبب ہے۔ پس ہمیں بکا علی الحسینؑ کے ذریعہ اپنی عزت کی حفاظت کرنی چاہیئے

بشر ہمدانی نے حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام سے پوچھا کہ لوگ کب سے ذلت میں مبتلا ہوئے۔ فرمایا حِیْنَ قُتِلَ حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّؑ۔

کہ جب سے حسینؑ ابن علیؑ شہید کیے گئے اور ابن زیاد عامل عراق مقرر کیا گیا۔ اور حجر بن عدی کو ناحق قتل کیا گیا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ جس دن حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے اس دن اہل مدینہ نے یہ غیبی آواز سنی کہ اَلْیَوْمَ نَزَلَ الْبَلَاءُ عَلٰی هٰذِهِ الْاُمَّةِ ۔ کہ آج کے دن اس امت پر بلائے عظیم نازل ہوئی پس ہرگز روز عاشورا خوشی نہیں کرنی چاہیے تاکہ ہمارا شمار ان لوگوں میں نہ ہو کہ جو قاتلان امام حسینؑ اور ان لوگوں نے روز عاشورا محرم خوشی کی تھی۔

عبداللہ بن عبد اللطیف تفلیسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کی ہے کہ جب روز عاشوراء محرم امام حسینؑ کے جسم مطہر پر تلواروں کے وار ہونے لگے اور آپ مجروح ہو گئے دشمنوں نے چاہا کہ آپ کا سر مبارک تن سے جدا کریں تو بطن عرش سے ندا ء رب العزت آئی اَلَا اَیَّتُهَا الْاُمَّةُ الْمُتَحَیِّرَةُ الظَّالِمَةُ بَعْدَ نَبِیِّهَا لَا وَفَّقَکُمُ اللّٰهُ لِاَضْحٰی وَلَا فِطْرٍ۔

یعنی اے حیرت زدہ ظالم امت، اب تو اپنے نبی کے بعد عید اضحیٰ اور عید فطر

کی سعادتوں سے محروم رہے گی خدا تم کو عید لطر کی توفیق عطا نہ کرے۔ اے اہل عاشوراء اور اے مصیبت زدگان فرزند شافع محشر لباس غم پہنو اور گریہ کرو کہ دشمنان دین نے اہلبیت رسولؐ خدا کو مثل اسیران ترک و دیلم اسیر کیا ہے۔

اَلْیَوْمَ شَقُّوْ جَیْبَ الدِّیْنِ وَانْتَهَبَ بَنَاتُ اَحْمَدَ نَهْبَ الرُّوْمِ وَالحبشین

آج کے دن یعنی روز عاشورا انحضرتؐ گریبان چاک میں اہل آسمان وزمین اہلبیت طاہرین کی حرمت برقرار رکھتے ہیں لیکن اس قوم جفا شعار نے اہلبیتؑ رسالت کو اسیر کر کے بے دینی کا ثبوت دیا ہے اور اس طرح اسیر کیا ہے جیسے کوئی ترک و دیلم کے لوگ اسیر ہوتے ہیں۔

اَلْیَوْمَ شَقُّوْا اَهْلَی الزَّهْرَاءِ کُلَّتَهَا وَسَاوَرُهَا بِتَمْلَبُبٍ وَتَحَزُّنٍ

اہل کین نے تاج فاطمہؑ غارت کر دیا ہے اور آپ کو غم واندوہ میں محصور کر دیا ہے یعنی کہ سیدہ عالم انتہائی غم واندوہ میں ہیں۔

اَلْیَوْمَ زُعْزِعَ قُدُسٌ مِنْ جَوَانِبِهٖ وَطَاحَ بِالْخَیْلِ سَادَاتُ الْمَیَادِیْنِ

آج ارکان قدس لرز رہے ہیں۔ آج بڑے بڑے نامدار بہادر اپنے اپنے مرکبوں سے گر پڑے ہیں۔ یعنی زخمی ہو کر زمین پر پڑے ہیں۔

اَلْیَوْمَ قَامَ بِاَعْلَی الطَّفِّ نَادِبُهُمْ یَقُوْلُ مَنْ لِلْیَتِیْمِ وَمَنْ لِلْمِسْکِیْنِ

آج زینب خاتون نوحہ کناں بلندی پر کھڑی ہوتی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ ہے کوئی جو یتیم اور بیکسوں کی فریاد کو پہنچے۔

اَلْیَوْمَ خُضِبَ جَیْبُ الْمُصْطَفٰی بِدَمٍ اَمْسٰی عَبِیْرُ نُحُوْرِ الْحُوْرِ وَالْعِیْنِ

آج کے دن حضرت رسولؐ خدا ملائک اعلیٰ کے ساتھ اپنے فرزند حسینؑ کی لاش پر تشریف لائے ہیں۔ اور آنحضرت نے اپنے کپڑوں اپنے فرزند کے خون سے رنگین

کیا ہے اور اس خون پاک سے خوشبو بہشت آرہی ہے خوشبوے عبیر آرہی ہے کہ حوران جنان لگاتی ہیں۔

اَلْیَوْمَ خَرَّ نُجُوْمُ الْفَجْرِ مِنْ مُضَر عَلٰی مَنَاخِرَنَدْ لِیلٍ وَتوْ هِیْنٍ

آج وہ دن ہے کہ فلک عزت وجلال کے تابندہ ستارے افق سے زمین پر گر پڑے ہیں یعنی شاہ سواران حسینی زخمی حالت میں ریگ کربلا پر پڑے ہیں ذرات ریت ان کی تابناکی کے سامنے ماند ہو رہے ہیں۔ گویا ذرات نے چمک چھوڑ کر شامل عزا گلے میں ڈالی ہے۔

اَلْیَوْمَ هُتِّكَ اَسبَابُ الْهُدٰی مُزَقًا وَبُرْقِعَتْ غُرَّةَ الْاِسْلَامِ بِالْهُوْنِ

آج کا دن وہ دن ہے کہ آثار ہدایت ختم ہو گئے ہیں۔ کفر وضلالت حاوی ہو رہا ہے اور اسلام جو دین ہدایت ہے ذلیل وخوار ہو رہا ہے۔

اَطْفَالُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ قَدْ فُطِمُوا مِنَ الثَّدِی بِاَنْیَابِ الثَّعَابِیْن

حضرت فاطمہ زہراؑ کے اطفال یعنی بچوں کو شیر میسر نہیں ہے اور نیزہ وتیر کے ذریعہ زہر آلود پانی (یعنی آب تیر ونیزہ) ان کو پلایا جاتا ہے۔ عروۃ بن قیس سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت ابوذرؓ کو خلیفہ ثالث نے مدینہ سے ربذہ کی جانب جلا وطن کر دیا تو اہل ایمان نے ان کی دلجوئی کرتے ہوئے ان سے کہا کہ تمہیں اس پر مطمئن ہونا چاہیئے کہ تم نے اب تک جو کام کیے ہیں وہ سب کے سب خدا کی راہ میں انجام پذیر ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ وَلٰكِنْ كَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّؑ قَتْلًا۔ یعنی کہ یہ درست ہے لیکن جو مصیبت اس امت پر قتل حسینؑ سے نازل ہو گی وہ سب مصیبتوں سے عظیم ہے اور اس کے بعد اس امت میں شمشیر انتقام ہمیشہ نیام سے باہر رہے

گی یہاں تک کہ خدا سے تعالےٰ ان کی ذریت میں سے اس کو ظاہر کرے گا کہ جو بدلہ پورا انتظام لے گا۔ اے شیعو اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ناصران امام حسینؑ ہو تو تمہیں چاہیے کہ مصیبت امام حسینؑ خوب گریہ کرو۔ اس قدر گریہ کرو کہ روتے روتے روح پرواز کر جائے

اَلْبَلِیَّۃُ الْحَشْرِ لَا بَلْ یَوْمِ عَاشُوْرٍ ۔۔۔ اَلنَّفْخَۃُ الصُّوْرِ لَا بَلْ نَفْثُ مَصْدُوْرٍ

کیا قیامت برپا ہو گئی۔ کیا روز حشر آ گیا۔ کہ تمام عالم متزلزل ہے آسمان و زمین مضطرب ہیں۔ کیا صور پھونکا جا چکا کہ عالم پُر آشوب ہے یہ سب کچھ اضطراب قتل امام حسینؑ کی وجہ سے برپا ہے کہ روز عاشورا امام حسینؑ شہید ہو گئے اور ان کے اہل حرم اسیر

وَاحَسْرَتَاہُ وَامُصِیْبَتَاہُ ۔۔۔ کُسِفَتْ شَمْسُ الْھُدیٰ اَسَفًا

وَاَصْبَحَ الدِّیْنُ فِیْہِ کَاسِفَ النُّوْرِ

آج کے دن آفتاب ہدایت گہن میں آ گیا۔ بوجہ اظہار افسوس آفتاب فلک بھی گہن آلود ہو گیا ہے اور عالم میں دوہری تاریکی چھائی ہوئی ہے۔

یَوْمٌ بِہٖ ذَھَبَتْ اَبْنَاءُ فَاطِمَۃِ ۔۔۔ لِلْبِیْنِ مَا بَیْنَ مَقْتُوْلٍ وَمَاسُوْرٍ

آج کا دن وہ دن ہے کہ اولاد فاطمہؑ زہرا کو بعض تلواروں اور نیزوں نے پارہ پارہ کر دیا ہے اور آپ کی بیٹیوں کو اسیر کر کے دربدر پھرایا گیا ہے۔

یَا وَقْعَۃَ الطَّفِ خَلَّدَتِ الْقُلُوْبَ اَسًی ۔۔۔ کَاَنَّمَا کُلُّ یَوْمٍ یَوْمُ عَاشُوْرٍ

واقعہ کربلا دلسوز اور غم اندوز ہے گویا اہل ایمان کے لیے ہر روز روز عاشورا ہے یعنی کہ غم امام حسینؑ ہر وقت تازہ اور ہر وقت قائم ہے۔

یَا وَقْعَۃَ الطَّفِ ھَلْ تَدْرِیْنَ اَیَّ فَتًی ۔۔۔ اَوْقَعْتِہٖ رَھْنَ تَعْقِیْرٍ وَتَعْفِیْرٍ

اے زمین کربلا وہ دن دیکھ کہ جب تیری سرزمین پر بزرگ کائنات بلا و مصیبت میں تھا کہ اس کو پارہ پارہ کر دیا اور اس کے چہرہ مبارک پر گرد پڑی ہوئی تھی۔

مُغَسَّلٌ بِدَمُوعٍ مِنْ اَحِبَّتِہٖ وَدَمٍ — نَحْرٍ بِسَيْفِ الْكُفْرِ مَنْحُورٍ

شہید بے غسل کہ جس کا غسل آنسوؤں سے ہوا اور اس خون پاک سے ہوا کہ جو وقت ذبح جاری ہوا تھا۔

مَا غَمَّضَتْ عَيْنَهُ اَيْدِي اَحِبَّتِہٖ — وَلَا جِنَازَتُهُ شِيلَتْ بِتَوْقِيرٍ

ہائے افسوس کوئی وقت ذبح اتنا بھی نہ تھا کہ امام مظلوم کی آنکھیں بند کرتا اور نہ کوئی آپ کا جنازہ اٹھانے والا تھا۔

فَيَا اَيُّهَا جَرَى مِثْلُ هٰذِي اُمُوْرٌ عَلٰى — مِثْلُ الْحُسَيْنِ نُورِي بَعْدَهُ مَوْرِي

آیا یہ مظالم حسین علیہ السلام پر اور یہ ستم جگرگوشہ بتول عذرا پر، اے آسمان تو کیوں نہ متزلزل ہو کر خراب نہ ہوا۔

اَنْتَ يَا اَرْضُ صِيْرِي بَعْدَهُ قِطَعًا — وَيَا جِبَالُ عَلٰى وَجْهِ الثَّرٰى سِيْرِي

اے زمین امام حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد تو کیوں پھٹ نہ گئی۔ اور اے پہاڑو اپنی جگہ کیسے برقرار رہ گئے کہ فرزند رسول خدا زمین کربلا پر شہید ہو گیا۔

اب ہم مجملاً مبارزت (جنگ) حضرت امام حسین علیہ السلام سپرد قرطاس کرتے ہیں۔ چنانچہ علماء اعلام نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب بھائی بھتیجے، بھانجے اور اولاد قتل ہو گئی اور سب نے نصرت حسین علیہ السلام نے گلے کٹوا دیئے۔ حسینؑ یکہ و تنہا رہ گئے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی لشکر والا۔ بغیر علمدار رہ جائے۔

نے فوج نے علم نہ علمدار لشکر است
دردا حسین ابن علیؑ بے برادر است

جب کوئی نہ رہا تو امام مظلوم نے حسرت و یاس کے عالم میں دائیں بائیں جانب نظر کی۔ اور فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَا يُصْنَعُ بِوَلَدِ نَبِيِّكَ خداوندا تو دیکھ رہا

ہے کہ تیرے نبی آخر کے فرزند سے یہ گروہ جفا کار کیا سلوک کر رہا ہے۔ پس امام مظلوم نے اتمام حجت کے لیے آواز استغاثہ بلند کی۔

هَلْ مِنْ رَاحِمٍ يَرْحَمُ آلَ رَسُوْلِ الْمُخْتَارِ هَلْ مِنْ يَنْصُرُ الذُّرِّيَّةِ الْاَطْهَارِ

آیا ہے کوئی رحم کرنے والا کہ عترت رسول خدا پر رحم کرے۔ اور ان کی نصرت و یاوری کرے۔

هَلْ مِنْ مُجِيْرٍ لِاَبْنَاءِ الْبَتُوْلِ هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ

آیا کوئی ہے کہ جو فرزند فاطمہؑ کی فریاد رسے اور مدد کرے اور دشمنوں کے شر سے عترت رسول خدا کی حفاظت کرے

هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللهَ فِيْنَا هَلْ مِنْ مُغِيْثٍ يَرْجُو اللهَ فِيْ اِغَاثَتِنَا

آیا ہے کوئی خدا پر ایمان رکھنے والا۔ خدا کی عبادت کرنے والا۔ کہ ہمارے حق میں خدا سے ڈرے اور ہمیں نشانہ ظلم نہ بننے دے۔ غرض کہ حضرت امام حسینؑ کی آواز استغاثہ الحرم تک پہنچی ایک شور و غوغا برپا ہو گیا۔ نبی زادیاں گریہ وزاری کر رہی تھیں کہ سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام نے آواز استغاثہ سن کہ پدر بزرگوار بیکس و تنہائی کے عالم میں استغاثہ کر رہے ہیں۔ آپ خیمہ سے باہر نکلے ۔ کمزوری اور ضعف کے باوجود ایک تلوار اٹھائی اور مقتل کی طرف رخ کیا۔ حضرت ام کلثومؑ نے عقب سے آواز دی کہ اے بیٹا سجاد، اے بیکسوں کے وارث، اے حسینؑ کی نشانی ہمیں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ ادھر امام حسینؑ نے خیمہ کی طرف رخ کیا دیکھا کہ سید سجاد میدان کی طرف آرہے ہیں آواز دی بہن زینبؑ بہن ام کلثوم سجاد کو مت آنے دو۔ ایسا نہ ہو کہ نسل امامت منقطع ہو جائے۔ پھپھیوں نے سید سجادؑ کو روکا بعض روایات میں ہے کہ جب امام مظلوم کی آواز استغاثہ الحرم نے سنی تو جا در یں

اوڑھ کر امام کی نصرت کے لیے خیموں سے نکلیں مگر امام حسینؑ نے یہ کہہ کر ان کو روکا کہ عورتوں پر جہاد واجب نہیں ہے۔ سید ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ خود خیمہ میں تشریف لائے۔ اور حضرت زینبؑ سے فرمایا۔ نَاوِلِيْنِيْ وَلَدِيَ الصَّغِيْرَ حَتّٰى اُوَدِّعَهٗ اے خواہر طفل صغیر کو لاؤ کہ اس کو وداع کر دوں پس حضرت زینبؑ نے شیر خوار کو لا کر امام حسینؑ کو دے دیا۔ (از مترجم یہ بھی مشہور ہے۔ آواز استغاثہ سن کر اس شش ماہے بچے نے خود کو جھولے سے گرا دیا تھا۔ بہر حال بچے کے تڑپنے سے اہل حرم میں گریہ وزاری کا شور بلند ہوا۔ اور امام حسینؑ نے میدان سے آ کر اس بچہ کو اپنے ہاتھوں پر لیا ہے) یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جناب ام کلثوم اور جناب زینب خاتون بچے کو لے کر خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا کہ اس شیر خوار کو تین دن سے نہ دودھ ملا ہے۔ اور نہ پانی اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے یہ شیر خوار تین دن سے تشنہ لب ہے۔ آپ اس گروہ نابکار سے ایک گھونٹ پانی طلب کریں۔ شاید کہ یہ ظالم لوگ ترس کھا کر پانی پلا دیں۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام اس شیر خوار کو لے کر فوج اشقیاء کے سامنے آئے۔ اور عمر ابن سعد ملعون کے نزدیک پہنچ کر فرمایا اے پسر سعد تو نے اور تیرے لشکر نے میرے تمام عزیز و انصار اور اولاد کو قتل کر دیا۔ یہ بچہ تو جنگ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ میرا بچہ چھ ماہ کا ہے اور پیاس سے جاں بلب ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ وَيْلَكُمْ اسْقُوْا هٰذَا الرَّضِيْعَ اَمَا تَرَوْنَهٗ يَتَلَظّٰى عَطَشًا مِنْ غَيْرِ ذَنْبٍ اَتَاهُ اِلَيْكُمْ کہ دلے ہو تم پر اے گروہ اشقیا۔ اس طفل شیر خوار کو جو تین دن سے پیاسا ہے ایک گھونٹ پانی دے دو۔ اس بچہ کا کیا قصور ہے کہ جو اس پر پانی کی بندش کی ہے۔ بنا بر مشہور۔ امام حسینؑ ابھی گفتگو فرما رہے تھے کہ عمر ابن سعد کے لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ اور دشمن کی فوج کے اکثریت

متاثر ہوئی اور بہت سے لوگ اس ننھے مجاہد کی پیاس کو سن کر اور پژمردگی کو دیکھ کر رونے لگے۔ عمر ابن سعد ملعون نے جب یہ حالت دیکھی تو حرملہ بن الکاہل اسدی ملعون سے کہا کہ تیرے اس بچہ کا کام تمام کر دے۔ اس ملعون نے اپنی کمان میں ایک تیر سہ شعبہ جوڑا اور امام کی طرف تیر رہا کیا۔ تیر بچے کی گردن پر اس طرح لگا کہ بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو گیا۔ علی اصغرؑ تیر کھا کر امام حسینؑ کے ہاتھوں پر الٹ گئے۔ علی اصغرؑ شہید ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام نے بچہ کا خون اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے روئے مبارک پر مل لیا۔ اور بروایت شیخ مفیدؒ آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ شَاھِدٌ عَلٰی قَوْمٍ قَتَلُوْا اَشْبَہَ النَّاسِ بِہٖ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ۔

خدایا تو گواہ رہنا اس قوم پر کہ اس نے میرے اس شیر خوار کو قتل کیا کہ جو تیرے نبی محمدؐ کی شبیہ تھا۔ بس آپ نے گلوئے نازنین کے نیچے اپنے دونوں ہاتھ رکھے۔ اور خون علی اصغرؑ چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا۔ اور فرمایا یہ میرے لیے سہل تھا کہ خون آسمان کی طرف پھینک دوں۔ پھر چلو میں دوبارہ خون لیا اور خود اپنے دل سے خطاب کیا کہ اے دل تو صبر کر۔ خدا صابروں کو دوست رکھتا ہے۔ بنا بر مشہور آپ نے وہ خون ناحق اپنے چہرہ مبارک پر مل لیا۔

ابو مخنف روایت کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے علی اصغرؑ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا خداوندا۔ میرا بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے خدایا تو ہمارے لیے اجر آخرت قرار دے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر ابن زیاد میں تھا کہ اس طفل شیر خوار کو میں نے دیکھا کہ جیسے ہی وہ نشانہ تیر حملہ بنا ایک بی بی در خیمہ سے باہر نکلی وہ مجسمۂ شرم و حیا معلوم ہو رہی تھی ایک قدم کہیں پڑتا تھا۔ تو دوسرا قدم کسی جا، کہہ رہی تھی وَا وَلَدَاہٗ وَا قَتِیْلَاہٗ وَا مُھْجَۃَ قَلْبَاہٗ۔ ہائے میرے فرزند، ہائے میرے بے گناہ

شہید، ہائے میرے قلب کو محزون کرنے والے مقتول یہ کہتی ہوئی وہ معظمہ بچہ کے نزدیک پہنچیں اور زمین پر گر پڑیں۔ چند لڑکیاں ان کے ہمراہ تھیں۔ اور سب نے خود کو لاش علی اصغر پر گرا دیا جب امام حسینؑ نے یہ حال دیکھا تو ان سب کو تلقین صبر کی اور سمجھاتے ہوئے خیمہ میں پہنچایا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بیبیاں تھیں مجھے بتلایا گیا۔ کہ ان میں امام حسینؑ کی بہن ام کلثوم اور آپؑ کی بیٹیاں فاطمہؑ اور سکینہ اور رقیہ تھیں۔ بروایت صاحب احتجاج امام حسین علیہ السلام اپنے گھوڑے سے اترے اور تلوار غلاف سے نکالی اور ایک ننھی سی قبر کھود کر بچہ کو سپرد خاک کیا۔

مونس لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں ؎

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑھ کے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

بروایت صاحب منتخب امام حسینؑ جب دفن علی اصغر سے فارغ ہو گئے تو آپ نے اسلحہ جنگ جسم پر سجائے اور ذوالفقار زیب کمر کی اور ذوالجناح پر سوار ہوئے اور در خیمہ پر آ کر آواز دی۔ یَا سُکَیْنَۃُ یَا فَاطِمَۃُ یَا اُمَّ کلثوم یَا زَیْنَبُ عَلَیْکُنَّ مِنِّی السَّلَامُ اے میری بیٹی سکینہؑ اے فاطمہؑ اور اے بہن ام کلثوم اور اے بہن زینب تم سب پر میرا سلام آخر ہو اے میرے اہل حرم میرا سلام ہو اور اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں قریب ہے کہ میں شہید ہو جاؤں جب اہل حرم نے یہ سنا خیموں سے سب مخدرات باہر نکل آئیں۔ جناب سکینہ دختر امام حسینؑ کہ جن کی ماں رباب دختر امرا القیس تھیں امام حسینؑ سکینہ اور ان کی ماں کو زیادہ دوست رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ

لَعَمْرُكَ اِنَّنِيْ لَاُحِبُّ دَارًا تَكُوْنُ بِهَا سَكِيْنَةُ وَالرَّبَاب

کہ میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں کہ جس میں سکینہ اور رباب ہو۔

اُحِبُّهُمَا وَاَبْذُلُ جُلَّ مَالِي وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِيْ عِتَاب

کہ میں انھیں دوست رکھتا ہوں اور میرے لیے آسان ہے کہ ان پر اپنا مال صرف کروں۔ پس آپ نے سکینہ خاتون کو اپنی گود میں لیا پیار کیا۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ لیکن امام مظلوم نے سکینہؑ کے آنسو پونچھے اور فرمایا کہ۔

سَيَطُوْلُ بَعْدِيْ يَا سَكِيْنَةُ فَاعْلَمِيْ مِنْكِ الْبُكَاءُ اِذَا الْحِمَامُ دَهَانِيْ

اے بیٹی سکینہؑ۔ ابھی تو تمہیں بہت رونا ہے، کہ میں جب موت کی آغوش میں جا چکوں گا۔

لَا تُحْرِقِيْ قَلْبِيْ بِدَمْعِكِ حَسْرَةً مَادَامَ مِنِّي الرُّوْحُ فِيْ جُثْمَانِيْ

پس جب تک میرے جسم میں روح باقی ہے۔ میرے دل کو رو رو کر مت جلاؤ۔

فَاِذَا قُتِلْتُ فَاَنْتِ اَوْلٰى بِالَّذِيْ تَاْتِيْنَهُ يَا خَيْرَةَ النِّسْوَانِ

البتہ میں جب قتل کر دیا جاؤں تو اے تمام عورات میں بہتر تم آنسو بہانے کی سب سے زیادہ حقدار ہو یہ سن کر سکینہؑ نے عرض کیا کہ بابا ہمیں ہمارے جد کے روضہ پر پہنچا دیجئے۔ امام مظلوم نے فرمایا کہ بیٹی سکینہ تمہارا بابا مجبور ہے۔ اعداء دین گھیرے ہوئے ہیں۔ ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ اسی اثنا میں شمر ملعون اپنے فوجی دستہ کے ساتھ خیام اہلبیتؑ کے نزدیک آگیا۔ اور اس نے ایک خیمہ میں نیزہ چھو کر کہا کہ ان خیموں میں جس قدر عورتیں اور بچے یا مرد ہیں۔ ان سب کو خیموں میں آگ لگا کر جلا دو۔ اس ملعون کی آواز سن کر امام حسینؑ خیمہ سے باہر آئے اور آپ نے شمر ملعون سے فرمایا کہ اے پسر ذی الجوشن کیا تو چاہتا ہے کہ میرے اہل حرم کو خیموں میں

آگ لگا کر جلا دے پس اس وقت شبث بن ربعی نے شمر ملعون کو سرزنش کی اور آگ لگانے سے روکا۔ اور کہا ان عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو ایسا کرنے پر آمادہ ہے شمر ملعون باز رہا پھر امام حسینؑ نے اپنی بہن زینب خاتون سے حسرت بھری آواز میں کہا۔

مَهْلًا فَاِنَّ الْبُكَاءَ اَمَامَكُنَّ کہ میرے لیے ایسا پوشیدہ اور کہنہ لباس لاؤ کہ میں اسے سب کپڑوں کے نیچے پہن لوں تاکہ بعد قتل کوئی اس لباس کو لینے کی رغبت نہ کرے یہ سن کر اہل حرم میں کہرام برپا ہو گیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا یعنی کہ ابھی ٹھہرو۔ رونے کے لیے بڑا وقت آنے والا ہے۔ گریہ کرنے میں تعجیل نہ کرو۔ پس جناب زینبؑ ایک پوسیدہ لباس لائیں۔ بروایت ابن شہر آشوب آپ نے فرمایا کہ ایسا پوسیدہ لباس تو اہل ذمہ پہنتے ہیں اس سے وسیع تر لباس لاؤ۔ آپ پھر دوسرا بوسیدہ اور وسیع تر لباس لائیں۔ اور وہ آپ نے سب کپڑوں کے نیچے پہن لیا۔

ابن طاوس فرماتے ہیں کہ جو لباس حضرت زینب خاتون نے آپ کو لا کر دیا اسے بھی امام مظلوم نے پارہ پارہ کر لیا اور پہن لیا۔ فَلَمَّا قُتِلَ جَرَّدُوْهُ مِنْهَا۔ آہ آہ جب امام حسینؑ کو قتل کر دیا تو ملعونوں نے لاش مبارک سے لباس اتار لیا۔ اگر سیدہؑ عالمین ہوتیں اور لاش کو لباس پوسیدہ کے ساتھ دیکھیں تو کیا حال ہوتا

مِنْ مُخْبِرُ الزَّهْرَاءِ اِنَّ حُسَيْنَهَا بَيْنَ الْوَرٰى عَارٍ عَلٰى تَلْعَاتِهَا

کون ہے کہ جو سیدہ فاطمہ زہراؑ کو خبر کرے کہ آپ کا فرزند حسینؑ خاک کربلا پر پڑا ہے اور لباس تار تار ہے۔

وَرُؤُسُ اَبْنَاهَا عَلٰى سُمْرِ الْقَنَا وَبَنَاتُهَا تُهْدٰى اِلٰى شَامَاتِهَا

اے سیدہ عالم آپ کے بیٹوں کے سر نیزوں پر رکھے گئے اور آپ کی بیٹیاں برہنہ سر تشہیر کی گئیں۔

بہرکیف جب امام حسینؑ نے وہ بوسیدہ لباس زیب تن کر لیا تو آپ نے اہلبیتؑ کو وداع کیا اور بیکسوں میں شور الفراق بلند ہوا۔(از مترجم) یہ بھی وارد ہوا ہے امام حسینؑ نے بیمار فرزند سید سجاد کو بھی وداع کیا ہے۔ اور امر امامت سپرد کئے ہیں اور یہی مشہور ہے کہ امام حسینؑ نے آپ کے ذریعہ اپنے شیعوں کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اے شیعو جب تم آب سرد پیئو تو میری پیاس یاد رکھنا) بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے نانا رسول اللہ کا عمامہ سر پر رکھا اپنے نانا کی زرہ زیب تن کی۔ ذوالفقار حمائل کی۔ اور اپنے نانا کے گھوڑے پر کہ جسے ذوالجناح کہتے ہیں۔ سوار ہوئے۔ اور میدان قتال کا رخ کیا۔ میدان قتال میں پہنچ کر آپ نے فرمایا۔ یَا اَهْلَ الْكُوفَةِ اَنْشِدُكُمْ بِاللهِ هَلْ تَعْرِفُونِي. یعنی کر فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کیا تم مجھے پہچانتے ہو۔ کیا میرے سر پر عمامۂ رسول خدا نہیں ہے کہ کیا یہ زرہ پیغمبر خدا نہیں ہے کیا ذوالفقار علیؑ میرے پاس نہیں ہے کیا تم کو یاد نہیں کہ میرے نانا نے میرے اور میرے بھائی حسنؑ مجتبےٰ کے بارے میں فرمایا ہے الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ کہ میں اور میرے بھائی ہم دونوں جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ اور اب میرے سوا تمام کائنات میں فرزند رسولؐ خدا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ فَبِمَ تَسْتَحِلُّونَ دَمِي۔ میرا خون کرنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔ جب امام علیہ السلام کا خطبہ تمام ہو چکا تو وہ قوم جفا کار کہنے لگی کہ جو کچھ آپ نے کہا ہم سب باتیں جانتے ہیں۔ لیکن ہم کو ہرگز نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ قتل کریں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میرے پدر بزرگوار نے اپنا کلام ختم کیا اور اس قوم بدشعار کا جواب سنا خیمہ میں واپس آئے آنکھوں سے جاری تھے در خیمہ پر میری پھوپی زینب خاتون منتظر تھیں امام حسینؑ پر نظر پڑی عرض کیا بھیا میں نے تمہارا کلام اور فوج اعداء کا جواب سنا۔ یَا اَخِیْ هٰذَا الْکَلَامُ مَنْ اَیْقَنَ بِالْقَتْلِ۔ اے بھائی اس گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ یقیناً آپ قتل کر دیئے جائیں گے۔ امام حسین نے فرمایا کَیْفَ لَا یُوْقِنُ بِالْمَوْتِ بِالْقَتْلِ مَنْ لَا مَعِیْنَ لَهٗ وَلَا مُجِیْرًا۔ اے خواہر کیوں کر تعین قتل نہ ہو جب کہ کوئی مونس و یاور نہیں رہا۔ اس وقت امام حسینؑ پر گریہ طاری ہوا۔ اور زینب بیکس نے بھائی کی مظلومیت دیکھ کر فرمایا وا محمداہ وا علیاہ وا فاطمتاہ وا حسناہ وا حسیناہ۔ ہائے بھائی تم خود اپنے قتل ہونے کی خبر دے رہے ہو۔ شیخ مفیدؒ اور دوسرے علماء اعلام نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام میدان قتال میں پہنچے تو آپ نے لشکر عمر بن سعد پر حملہ کیا۔ اور یہ رجز پڑھا۔

کَفَرَ الْقَوْمُ وَقِدْمًا رَغِبُوْا — عَنْ ثَوَابِ اللّٰهِ رَبِّ الثَّقَلَیْنِ

اے قوم کافر تم دین سے برگشتہ ہو چکے ہو۔ اور آخرت کے ثواب کو بھلا دیا ہے

قَتَلَ الْقَوْمُ عَلِیًّا وَابْنَهٗ — حَسَنَ الْخَیْرِ کَرِیْمَ الْاَبَوَیْنِ
حَنَقًا مِنْهُمْ وَقَالُوْا اجْمَعُوْا — وَاحْشُرُ النَّاسَ اِلٰی حَرْبِ الْحُسَیْنِ

یعنی کہ اس قوم نے میرے بابا علیؑ مرتضیٰ کو شہید کیا۔ میرے بھائی حسنؑ مجتبےٰ کو شہید کیا۔ اور میرے پدر اور بھائی کو اس لیے قتل کیا کہ ان کی طرف سے اس قوم جفا کار کے دلوں میں دشمنی تھی۔ اور جب ان کے قتل سے فارغ ہو گئے تو اب میرے قتل پر آمادہ ہیں۔ اور جنگ کے لیے جمعیت کی ہے۔

یا القوم من اُناسٍ رُذّلٍ جمعوا الجمع لِاَھلِ الحرمین
ثُمّ صَارُوا وَ تواصوا کُلّھم باجتیاحی لرضاءِ المُلحِدین

والے اس لشکر رذیل پر کہ انہوں نے اجتماع کیا ہے۔ یہ جمع ہوئے ہیں کہ صاحب حرم خداوندی کو قتل کر دیں۔ اور ملحدوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی ہے اور ہمارے قتل میں اجتماع کیا ہے۔

یُخافُونَ اللہ من سَفکِ دمی لعبید اللہ نسل الکافرین
وَ ابنِ سعدٍ قد رمانی عینوۃً بجنُودٍ لوا کوفِ الھاطلین

یعنی کہ ابن زیاد میرا خون بہانے پر خدا سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ وہ قوم کافرین سے ہے اور ابن سعد مجھ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے اور بے شمار لشکر لے کر آیا ہے۔

لا لِذنبٍ کانَ مِنّی قبل ذا غیر فخری بِضیاءِ النّیرین
بِعلیِّ الخیرِ من بعدِ النّبی وَالنّبیّ القرشیّ الوالدین

یعنی کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے کہ میں تمہارے نزدیک اس عقوبت کا مستحق ہوں اور نہ کوئی تقصیر کی ہے۔ سوائے اس کے کہ میں اپنے خاندان پر فخر کرتا ہوں۔ میں علیؑ کا فرزند ہوں۔ جو بعد نبی پاکؐ سب سے افضل ہیں۔ اور قریشی ہیں سید العرب ہیں ان کے نور سے شمس و قمر روشن ہیں میں فخر کرتا اپنے پدر و جد پر کہ وہ سارے عالمین میں برگزیدہ ہیں۔

خیرۃُ اللہِ من المخلوق الی ثُمّ اُمّی فانا بن الخیرتین
فضۃٌ قد خُلِصت من ذھبٍ فانا الفضۃُ وابنُ الذّھبتین
ذھبٌ فی ذھبٍ فی ذھبٍ ولجینٌ فی لجینٍ فی لجینٍ

یعنی کہ میرے پدر عالیقدر اور میری والدہ ذی قدر بہترین خلق خدا ہیں پس ان کے

دونوں فرزند برگزیدہ ہیں۔ خالص چاندی ہیں۔ اس کا یہ بھی مقصد ہے کہ بے عیب ذات ہے یعنی کہ دونوں صدف عصمت کے گوہر تابندہ ہیں۔ یہ بھی مطلب ہے کہ دونوں کی تخلیق نور سے ہوئی ہے۔

وَالِدِیْ شَمْسٌ وَاُمِّیْ قَمَرٌ فَانَا الکوکبُ وَابنُ القَمَرَیْنِ
جَوْهَرٌ مِنْ فِضَّةٍ مَکْنُوْنَةٍ فَاَنَا الجوهَرُ وابن الدُّرَّتَیْنِ
مَنْ لَهٗ جَدٌّ کَجَدِّیْ فِی الوَرٰی اَوْ کَشَیْخِیْ مَانَا بن العالِمِینَ
فَاطِمُ الزَّهْرَاءِ اُمِّیْ وَ اَبِیْ قَاصِمُ الکفر ببدرٍ و حُنَین

یعنی کہ تمام روزگار عالم میں میرے جد کی مثل کوئی نہیں ہے۔ میرے پدر بزرگوار کی نظیر کوئی نہیں ہے۔ میری ماں فاطمہ زہرا ہیں کہ جو تمام عورات عالمین کی سردار ہیں میرے بابا علیؑ کی تیغ ابدار کی بُرش سے بدر و حنین کے کفار آشنا ہیں۔ اور علیؑ ہی کی تلوار نے کفر کو قطع کیا ہے کافروں کو سرنگوں اور ذلیل کیا ہے۔ عَبَدَ اللهَ غُلَامًا یَافِعًا وَقُرَیشًا یَعبُدُوْنَ الوثَنَیْنِ، یَعْبُدُوْنَ اللّاتَ والعزّٰی مَعًا وَعَلِیٌّ کَانَ صَلّی القِبلَتَیْنِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ سبعًا کاملاً مَا عَلَی الاَرْضِ مُصَلِّیٌ غَیْرُ زینٍ۔

یعنی کہ میرے پدر بزرگوار علی حیدر کرار ایمان میں سب سے زیادہ ہیں یعنی ایمان کل ہیں۔ وہ عابدوں میں اول ہیں اس لیے کہ انہوں نے عبادت خدا کی ہے جب کہ وہ بچے تھے کہ سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ جب کہ دوسرے تمام قریش بت پرست تھے وہ لوگ لات و عزیٰ کی پرستش کرتے تھے۔ میرے پدر عالیقدر کہ جن کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔ ایسے عابد ہیں کہ جنہوں نے ایک ہی نماز دو قبلوں کے درمیان پڑھی ہے۔ اور سب لوگوں سے سات پہلے سے انحضرت کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی ہے۔ اور پڑھتے رہے ہیں۔

صَجَرالاَصنَام لَم یَعبُدُ ھُمْ   مَع قُرَیشٍ لَا ولَا طرفَۃَ عَینٍ
مَن لَہ عَمٌّ کَعَمِّی جَعفَر   خَلَقَ اللہُ لَہُ اَجنِحَتَینِ

یعنی میرے والد ماجد کے سوا اور کون ہے کہ جس نے پلک جھپکنے کی برابر بھی غیراللہ کی عبادت نہیں کی۔ میرے عم نامدار جعفر طیار وہ ہیں کہ جنہیں خداوندعالم نے جنت میں دو پر عطا کئے کہ جس سے وہ پرواز کرتے ہیں۔

نَحنُ اَصحَابُ العِبا حملاً خمستنا   قَد مَلَکنَا شَرقُھا والمغربَینِ
نحن جبرئیل کنا سادستنا   ولنا الکعبۃ ثُمَّ الحرمَینِ

یعنی کہ ہم پنجتن (محمدؐ و علیؑ و فاطمہ حسنؑ و حسینؑ) آل عبا ہیں خدا کی طرف سے مالک شرق و غرب ہیں۔ تمام عالم ہماری زیر نگیں ہیں ہم تمام مخلوقات سے پہلے خلق ہو کیے گئے ہیں۔ جبرئیل امین آل عبا میں شریک ہو کر سادس (چھٹے) کہلاتے ہیں۔ یعنی سید الملائکہ ہمارے ساتھ شریک ہو کر سب پر فضیلت رکھتا ہے۔

جَدِّیَ المُرسَلُ مِصبَاحُ الدُّجیٰ   بِاَبِیَ المُوفِی لَہُ بِالبیعتَین
وَالِدِی خَاتِمُہُ جَادَ بِہٖ   حِینَ وَافٰی رَاسُہُ لِلرَّکعَتَینِ
قَتَلَ الاَبطَالَ لَمَّا بَرَزُوا   یَومَ اُحُدٍ وَبِبَدرٍ وَحُنَینِ
اَظْھَرَ الاِسلَامَ رَغمًا لِلعِدیٰ   بِحُسَامٍ صَارِمٍ ذِی شُفرَتَینِ

آگاہ ہو کہ اشعار رجز حضرت امام حسین علیہ السلام بہت مشہور و معروف ہیں اور اکثر کتب مقاتل میں لکھے ہیں۔ پس امام حسین علیہ السلام نے اس فوج ستم شعار کے رو برو کھڑے ہو کر ذوالفقار نیام سے نکالی۔ اور ارادہ کیا کہ حملہ کریں۔ اگرچہ امام عالی مقام کو خود زندگی بے کیف معلوم ہو رہی تھی۔ عازم مرگ تھے۔ مگر پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔ اَنَا بْنُ عَلِیِّ الخَیرِ مِن حَیثُ اَفخَر۔ کہ میں فرزند علی ابن ابی طالب

ہوں جو تمام عالم میں بہتر و افضل ہیں۔ یہی فخر ہمیں کافی ہیں اور اگر فخر یہ طور پر یہ کیوں کہ

وَجَدِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اَکْرَمُ مَنْ مَضٰی ۔۔۔ وَنَحْنُ سِرَاجُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ تَزْھَرُ

وَفَاطِمُ اُمِّیْ مِنْ سُلَالَۃِ اَحْمَدٍ ۔۔۔ وَعَمِّیْ ذُو الْجَنَاحَیْنِ جَعْفَرُ

وَفِیْنَا کِتَابُ اللّٰہِ اُنْزِلَ صَادِقًا ۔۔۔ وَفِیْنَا الْھُدٰی وَالْوَحْیِ بِالْخَیْرِ یُذْکَرُ

وَنَحْنُ اَمَانُ اللّٰہِ لِلنَّاسِ کُلِّھِمْ ۔۔۔ نُسِرُّ بِھٰذَا فِی الْاَنَامِ وَنَجْھَرُ

وَنَحْنُ وُلَاۃُ الْحَوْضِ نَسْقِیْ وُلَاتَنَا ۔۔۔ بِکَاسِ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَا لَیْسَ یُنْکَرُ

وَشِیْعَتُنَا فِی النَّاسِ اَکْرَمُ ۔۔۔ وَمُبْغِضُنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَخْسَرُ

فَطُوْبٰی لِعَبْدٍ زَارَنَا بَعْدَ مَوْتِنَا ۔۔۔ بِجَنَّۃِ عَدْنٍ صَفْوُھَا لَا یُکَدَّرُ

خلاصہ رجز ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے خاندانی فخر و مباہات کو اس طرح پیش فرمایا ہے کہ میرے جد نامدار احمد مختار رسول کردگار تمام عالمین میں برگزیدہ ہیں اور انہیں خدائے تعالےٰ نے برگزیدہ قرار دیا ہے۔ ہم دنیا میں اہل دنیا کے لیے روشن چراغ ہیں یعنی کہ ہم سراجاً منیرا ہیں میری والدہ ماجدہ خلاصۂ نور مصطفویؐ ہیں۔ میرے چچا جعفر طیار ہیں جن کو خدا نے دو پر عطا کئے ہیں کہ جنت میں پرواز کر سکیں۔ کتاب خدا ہمارے ہی گھر میں نازل ہوئی ہے۔ مہبط وحی الٰہی ہمارا ہی گھر ہے۔ ہماری ہدایت و وحی کا ذکر خیر ہر جگہ ہوتا ہے۔ ہم اہل عالم اور تمام انسانوں کے لیے باعث اماں ہیں یعنی کہ جو ہمارے ہاتھ پر اسلام لائے آخرت میں اس کے لیے امن و امان ہے ہم وارث حوض کوثر ہیں۔ ہم ہی ساقی کوثر ہیں۔ ہمارے جد مالک کوثر ہیں ہمارے شیعہ تمام لوگوں میں مکرم ہیں۔ اور ہمارے دشمن روز آخرت خسارے میں رہیں گے۔ اور ہمارے دوستوں کو مرنے کے بعد جنت کی بشارت ہے۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی روایت کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے لشکر بدنہاد سے مبارز

طلبی کرتے ہوئے پڑھتے ہوئے لشکر عمر ابن سعد کے میمنہ پر حملہ کیا۔ اس وقت آپ فرما رہے تھے ؎

اَلْمَوْتُ خَیْرٌ مِنْ رُکُوْبِ الْعَارِ وَالْعَارُ خَیْرٌ مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ

یعنی کہ موت بہتر ہے ذلت و خواری اٹھانے سے مگر ذلت و خواری جہنم میں جلنے سے بہتر ہے بعدہ' امام مظلومؑ نے لشکر عمر ابن سعد ملعون کے میسرہ پر حملہ کیا تو آپ نے فرمایا ؎

اَنَا الْحُسَیْنُ ابْنُ عَلِیٍّ اٰلَیْتُ اَنْ لَا اَنْثَنِیْ اَحْمِیْ عِیَالَاتِ اَبِیْ اَمْضِیْ عَلٰی دِیْنِ النَّبِیِّ

میں علیؑ کا فرزند حسین ہوں میں نے عہد کیا ہے کہ منہ نہیں موڑوں گا میں اپنے بابا کی آل و اولاد کی جانب سے ان کا دفاع کر رہا ہوں میں دین رسول خدا پر دنیا سے گزر جاؤں گا۔

بعض کتب معتبرہ میں اس طرح مرقوم ہے کہ آپ نے اس قوم جفا کار پر حملہ کرتے ہوئے صیحہ بلند کیا ایسا صیحہ جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی حیدر کرار وقت صیحہ بلند کرتے تھے۔ فَانْقَلَبَ مَیْمَنَتَہُمْ عَلَی الْمَیْسَرَۃِ وَمَیْسَرَتَہُمْ عَلَی الْمَیْمَنَۃِ۔

یعنی کہ جب وہ لوگ پسپا ہو گئے تو آپ نے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ان حملوں میں چار سو سواروں اور پیادوں کو فی النار کیا۔ حمید ابن مسلم واقعہ نگار لشکر عمر ابن سعد کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا سوائے حضرت حسین ابن علیؑ کے کہ باوجودیکہ آپ کے دل پر اصحاب و اقرباء اور اولاد کے داغ مفارقت تھے اور پھر بھی آپ بھوک و پیاس کے عالم میں پے در پے حملہ کر رہے تھے اور لشکر عمر ابن سعد کو پسپا کر دیا تھا۔ جدھر نگاہ جاتی ادھر لاشیں تڑپتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں پر اپنی ذوالفقار سے حملہ کیا۔

فَتَكَشَّفُ عَنْهُ اِنكِشَافَ المعزیٰ اِذَا شَدَّ عَلَيْهَا الذِّئْب

یعنی کہ امام مظلوم نے جب ان پر حملہ کیا تو لشکر عمر ابن سعد کے لوگ اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے بھیڑ بکریاں حملہ کے وقت بھاگتی ہیں۔ شیر بیشۂ شجاعت حیدری کے سامنے وہ بز کوہی کیا ٹھہرتے۔ حالانکہ اس وقت لشکر عمر ابن سعد میں تیس ہزار سپاہی اسلحہ پوش کھڑے تھے۔ پس امام حسین علیہ السلام ان کو چیونیوں کی طرح پیٹتے ہوئے حملہ کرتے جاتے تھے۔ اور حملہ کرکے پھر اپنی جگہ واپس آجاتے تھے اور فرماتے کہ سوائے خداوند تعالے کے کوئی اور وقت نہیں ہے اِذَا شَاءَ يُفْنِيْ كَانَ عَزْرَئِيْلُ خَادِمًا لَهُ صَادِرًا مِنْ اَمْرِهٖ بِالْمُخَافِقِ۔ یعنی کہ میں کس طرح بیان کروں جدھر حملہ کیا لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ موت تلوار کیف تھی۔ ملک الموت خادموں کی طرح ساتھ تھے

وَاِمَّا دَعَا الْاَرْوَاحَ لَبَّتْ مُطِيْعَةً وَتَخْرِيْكُهُمْ عَنْهُ بِحُكْمِ الْوَثَائِقِ

اگر ان کافروں کی روحوں کو طلب کیا جاتا تو سب حاضر ہوتیں۔ کیونکہ روز اول سب روں کی حرکت وغیرہ آپ کے امر کے تابع تھی۔ بعض کتب مقاتل میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام ان حملوں کے بعد خیمہ میں تشریف لائے ہیں اور جب اپنے اہلحرم کی آواز گریہ وبکا سنی تو آپ نے جناب سکینہؑ سے پکار کے فرمایا اے میری بیٹی سکینہؑ میں تیرا رونا برداشت نہیں کر سکتا۔ اور پھر آپ نے میدان قتال کا رخ کیا۔ اور ان پر اس طرح حملہ کیا کہ دشمن کی اگلی صفوں کو پچھلی صفوں پر الٹ دیا۔ اس طرح آپ کے حملہ سے ڈر کر فوج اعداء کے قدم اکھڑ گئے اور راہ نہر فرات کھل گئی۔ ساحل فرات فوج سے خالی ہو گیا۔ اور امام مظلوم وتشنہ کام ساحل فرات پر گئے۔ اور گھوڑے کو فرات میں ڈال دیا۔ وَكَادَتْ اَنْ تَطْلَعَ رُوْحُهُ

مِنْ شِدَّۃِ الْعَطَشِ اسلئے جسم مبارک پر تھے جو حدت آفتاب سے تپ رہے تھے تشنگی زیادہ غالب ہوئی۔ نزدیک تھا کہ جسم مطہر سے روح نکل جائے۔ آپ کا گھوڑا بھی پیاسا تھا۔ امام تشنہ کام نے گھوڑے سے خطاب فرمایا کہ اے میرے اسپ وفادار تو پیاسا ہے پانی پی لے۔ تو پانی پی لے اور میں بھی پانی پیتا ہوں۔ پس آپ نے چلوس پانی لیا۔ (پانی پینا تو منظور نہ تھا کیونکہ اہلحرم پیاسے تھے۔ لیکن یہ دکھلانا مدنظر تھا کہ پانی ہمارے قبضہ میں ہے اسی اثنا میں حصین بن نمیر ملعون نے آپ کی طرف تیر رہا کیا۔ جو آپ کی ران مبارک پر لگا۔ پانی پھینک دیا۔ اور فرمایا۔ یَارَبِّ اِلَیْکَ اَشْکُوْا مِنْ قَوْمٍ اَرَاقُوْا دَمِی وَمَنَعُوْنِی فِی شُرْبِ الْمَآءِ۔ یعنی اے خداوندا میں تیری بارگاہ میں اس قوم جفاکار کی شکایت کرتا ہوں کہ یہ قوم میرا خون بہا رہی ہے اور مجھے ایک چلو پانی نہیں دیتی ہے۔ ادھر عمر ابن سعد ملعون نے لشکر والوں سے کہا اے ہو تم پر اگر حسینؑ نے پانی پی لیا تو تم کو قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ بعدہ اس بے حیا نے کہا کہ اے حسینؑ فوج نے خیام پر حملہ کردیا ہے اور تم یہاں موجود ہو۔ امام حسینؑ حملہ کرتے ہوئے خیمہ کی طرف واپس ہوئے مگر دیکھا کہ خیام اہلبیتؑ صحیح وسالم ہیں اور ان پر کوئی حملہ نہیں ہوا ہے۔ جب حضرت سید سجادؑ نے امام حسینؑ کو دیکھا تو عرض کیا بابا ذرا ٹھہریئے میں آپ کو وداع تو کرلوں۔ اس وقت امام حسینؑ کے عقب میں سب اہلحرم۔ آپ کی بیٹیاں خیموں سے باہر نکل آئیں۔ اور شور الوداع بلند ہوا امام حسینؑ نے سب کو تلقین صبر فرمائے۔ اور خصوصاً حضرت زینب خاتون کو تمام اہلحرم اور اپنے بچوں کے بارے میں وصیت فرمائی کہ نہیں تم ان کی خبر گیری کرنا۔

وَاِنْ تَفَرَّقَتِ الْاِبْنَآمَ فَانْتَدِبِیْ لِجَمْعِھَا فَاجْزَاءُ فِی الْبَعْثِ غُفْرَانٗ

اور اے بہن جب یتیم بچے ان ملاعین سے ڈر کر بیابان میں منتشر ہو جائیں تو تم ان سب کو جمع کرنا۔

وَاِنْ یَشُقَّ عَلَیْھَا سَیْرُنَا اَیْدِھَا قَاسْتَرْفِقِیہِ وَاِنْ عَانَتِكِ اِحْسَانٌ

اے خواہر وقت اسیری ان یتیموں کی دلداری کرنا۔ اور ان ظالموں سے کہنا کہ ذرا نرمی اور مہربانی کریں اگرچہ مجھے ان سے رحم کی توقع نہیں ہے۔ وَاسْتَسْقِی مِنْ خَصْمِكَ الْمَاءَ اِنْ شَكَتْ عَطْشًا فَرُبَّمَا رَقَّ اَنَّ الشَّطَّ مَلَانٌ۔

یعنی کہ اگر پانی نہ ملے اور بچے تشنہ دہن ہوں تو ان ظالموں سے پانی طلب کرنا شاید کہ ان کے دل میں رحم پیدا ہو اور پینے کے لیے پانی دے دیں۔ پانی اس صحرا میں نایاب نہیں ہے بلکہ نہر فرات جاری ہے۔

ھٰذَا عَلِیٌّ اَبُوْھَا اِنْ دَعَتْ بَابٍ وَالْمُؤْمِنُوْنَ لَھَا فِی اللّٰہِ اِخْوَانٌ

یہ میرا فرزند علیؑ (امام زین العابدینؑ) ان پر بجائے باپ ہے اور تمام مومنین بجائے بھائی ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ

شِیْعَتِیْ اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِیْ
اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِیْبٍ اَوْ شَھِیْدٍ فَانْدُبُوْنِیْ

اے میرے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد رکھنا کہ میں با تشنہ لب قتل کیا گیا ہوں۔ اور اگر سنو کہ کوئی بے گناہ مارا گیا ہے تو مجھ پر گریہ و بکا کرنا نوحہ و زاری کرنا

پھر آپ میدان میں تشریف لے گئے اور لشکر اعداء پر حملہ کیا۔

بعض روایات میں ہے کہ شمر ولد الحرام نے جب امام حسینؑ کے حملوں کو دیکھا تو اس نے عمر بن سعد بد نہاد سے یہ کہا کہ ان پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا جائے

سب مل کر ان پر حملہ کریں یہ سن کر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ پورا لشکر مل کر حملہ کرے اور اس نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ لشکر تلواروں اور نیزہ والوں پر منحصر تھا۔ اور دوسرا حصہ لشکر تیروں اور پتھر والوں پر مشتمل تھا۔ اور پورے نے امام مظلوم کو گھیرے میں لے کر حملہ کر دیا۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ نے بھی خستگی کے عالم میں ان پر حملہ کیا اور بروایت تیس ہزار سپاہی آپ پر چاروں طرف سے حملہ کر رہے تھے۔ آپ پے در پے حملہ کرتے تھے اور فرماتے جاتے تھے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پھر آپ دوسری طرف توجہ فرماتے حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں نے بخدا حسینؑ کی ڈاڑھی دیکھی تو وہ خون سے رنگین ہو چکی تھی۔ اور ان کی زرہ ان کے جسم سے خون کی وجہ سے چپک گئی تھی۔ مگر پھر بھی آپ جس طرف حملہ کرتے تھے ادھر سے فوج اس طرح بھاگتی تھی کہ جیسے بکریوں کے گلے پر بھیڑیا ٹوٹ پڑے۔

صاحب بحار ابن شہر آشوب، اور محمد ابن ابی طالب الموسوی کے حوالوں سے روایت کرتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے حملوں میں ایک ہزار نو سو پچاس منافقوں کو واصل جہنم کیا۔ صاحب منتخب لکھتے ہیں کہ کئی ہزار اعداء دین فی النار کیے۔ اور بعض مشائخ نے آپ کی تلوار سے مارے جانے والوں کی تعداد دس ہزار بتائی ہے۔ یہ تعداد اگرچہ بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر شیر بیشہ شجاعت حیدری کے بارے میں کچھ بعید نہیں ہے (از مترجم) علاوہ ازیں کربلا کے واقعہ میں بشری طاقت اور قوت امامت دونوں کارفرما تھیں ورنہ بہتر داغ دل پر اٹھانے کے بعد قوت بشری ناکارہ ہو جاتی ہے۔ یہ امامت ہی کی قوت تھی کہ امام حسین علیہ السلام نے نہ صرف جنگ لڑی بلکہ کوہ مصائب گران کو اٹھا لیا۔

ادھر جب یہ حملہ دیکھے تو عمر ابن سعد نے اپنے نامرد لشکر سے کہا کہ وائے ہو تم پر۔ تم جانتے ہو کہ تم کس سے جنگ کر رہے ہو۔ یہ انزوع البطین ہے یعنی قتال عرب جناب امیرؑ کا فرزند ہے۔ اسد کردگار کا شیر ہے اس کو چاروں طرف سے گھیر لو چنانچہ چار ہزار تیر اندازوں نے تیر برسانا شروع کئے اور لشکر عمر ابن سعد امام مظلوم اور خیام کے درمیان حائل ہو گیا۔ اور کچھ لوگ خیام اہلبیتؑ کی طرف بڑھنے لگے امام حسینؑ نے پکار کے فرمایا کہ یَحُکُمْ یا شیعیان ال ابی سفیان یعنی کہ اموی شیعو تم میں دین کی کوئی بات نہیں ہے۔ اور تم روز قیامت سے نہیں ڈرتے۔ کم از کم حمیت عرب سے کام لو۔ میں تم سے جنگ کر رہا ہوں تم مجھ سے جنگ کرو ان عورتوں اور بچوں نے تمہارا کیا قصور کیا ہے کہ جو تم خیام اہلبیتؑ پر حملہ کرنا چاہتے ہو۔ غرضکہ حَمَلُوا عَلَیْهِ بِاَجْمَعُهُمْ حَتّٰی اَحَلُوْعَنْهُ۔ کہ سارے لشکر نے مل کر آنحضرتؐ پر حملہ کیا اور امام حسین علیہ السلام کے اور فرات کے درمیان لشکر ستم شعار حائل ہو گیا۔ اور امام حسینؑ کو ایک قطرۂ آب نہ لینے دیا۔

یَا ابا عبد اللهِ مَاخِلْتَ قَبْلَكَ بحرًا
مَاتَ مِنْ ظَمَاءٍ وَلَا اَسَدَ تُرْدِبِهِ لِبغمالُ

اس سے قبل یہ ہرگز خیال بھی نہ تھا کہ دریا سے پانی نہ پی سکیں گے۔ اور پیاسے ہی قتل کئے جائیں گے۔ یہ خیال نہ تھا کہ یہ لشکر بزدل، شیر کردگار کو قتل کرے گا۔ ابو الفراج لکھتے ہیں کہ آپ نے پانی مانگا۔ تو شمر ملعون نے کہا۔ وَاللهِ تَرِدُوْهُ اَوْ تَرِدُ النَّارَ۔ کہ خدا کی قسم ہم پانی نہیں دیں گے یہاں تک کہ آپ (معاذ اللہ) آب جہنم سے سیراب ہوں۔ ایک دوسرے ملعون نے کہا اے حسینؑ دیکھتے ہو کہ سامنے نہر فرات جاری ہے۔ لیکن تمہیں ایک قطرہ آب نہیں دیں گے اس پر حضرت

امام حسینؑ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اَمِتْهُ عَطْشَانًا۔ خدایا خدایا تو اس مردود کو پیاسا ہی ہلاک کر۔ راوی کہتا ہے کہ بخدا اس ملعون کو پانی دیا جاتا تھا۔ مگر پانی اس کے حلق سے نیچے نہ جاتا تھا یہاں تک کہ پانی پانی کہتا ہوا وہ شخص فی النار ہوا۔ سید طاؤس اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے کہ اسی اثناء میں ابوالحتوق جعفی ملعون نے آپ کی پیشانی مبارک پر تیر مارا۔ جس سے آپ کا چہرہ مبارک اور آپ کی ریش مبارک خون سے بھر گئی۔ اس وقت آپ نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَا اَنَا فِيْهِ مِنْ عِبَادِكَ هٰؤُلَاءِ الْعُصَاةِ یعنی کہ اے پروردگار تو دیکھ رہا ہے کہ جو کچھ ان معصیت شعار لوگوں سے مجھے اذیت پہنچ رہی ہے پھر آپ نے ان ملاعین پر حملہ کیا۔ یہ آپ کا چوتھا حملہ تھا۔ آپ کے سامنے جو بھی آتا تھا اسے آپ اپنی تیغ سے دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ لیکن اس وقت چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اور اکثر تیر۔ آپ کے سینہ، آپ کے گلوے مبارک پر لگے اس وقت آپ نے فرمایا اے گروہ جفا کار اس قدر ظلم کر رہے ہو اپنے رسولؐ کی اولاد کو قتل کر رہے ہو۔ مجھے امید ہے کہ خدا مجھے بزرگی و کرامت شہادت عطا فرمائے گا کیونکہ تم لوگوں نے مجھے ذلیل و خوار کر کے شہید کیا ہے۔ اب جنگ کر رہے تھے کہ اس قدر زخم لگے کہ آپ نڈھال ہو گئے۔ اور زخموں سے چور چور ذوالجناح پر جھومنے لگے۔ کبھی استغاثہ فرماتے تھے کبھی اپنے اصحاب اور اقرباء کو نام بنام پکارتے تھے۔ بروایت حضرت صادق آل محمدؐ تینتیس ۳۳ زخم نیزوں کے، چونتیس زخم تلواروں کے آپ کے بدن اقدس پر لگے تھے۔ ابن بابویہ اپنی کتاب مجالس میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام حسینؑ کے جسم مبارک پر جو زخم لگے ان کی تعداد تین ہزار بیس سے زیادہ ہے۔ آپ کا بدن

اقدس تلوار، نیزے اور تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ بروایت ابن شہر آشوب تین ہزار اور ساٹھ زخم لگے تھے۔ بعض روایات کی بنا پر ایک ہزار نو سو اکیاون زخم لگے تھے یہ تمام زخم سامنے کی جانب تھے۔ آپ کے جسم پر اس قدر تیر پیوست ہوئے تھے کہ ساہی کی مانند معلوم ہو رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک تیر سہ شعبہ آپ کے سینہ مبارک پر لگا جو پشت کو توڑتا ہوا نکل گیا امام حسینؑ نے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا کہ خداوندا تو گواہ ہے کہ یہ گروہ جفا شعار تیرے رسول کے نواسہ کو قتل کر رہا ہے

فَيَالَيْتَ ذَاكَ النَّحْرُ كَانَ بِمَنْحَرِیْ وَيَالَيْتَ هٰذَا السَّهْمُ كَانَ بِمُهْجَتِیْ

اے کاش تیری بجائے مجھے نحر کر دیا جاتا اور یہ تیر جو سینہ امام مظلوم پر پیوست ہوا ہے۔ میرے جگر پر لگتا۔ آہ جب اس تیر کو امام مظلوم نے کھینچا تو خون اس طرح جاری ہوا جیسے کہ پرنالہ ہوتا ہے۔ امام مظلوم نے اس خون کو چلوؤں میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا۔ آسمان سے ندا آئی اے حسینؑ اس خون ناحق کو میری طرف نہ پھینکنا۔ ورنہ بارش کا ایک قطرہ بھی نہ برسے گا کہتے ہیں کہ اس وقت سے آسمان پر سرخی دیکھی گئی ہے۔ امام مظلوم نے وہ خون اپنے سر اور ریش مبارک پر مل لیا اور فرمایا کہ میں اپنے نانا رسولؐ خدا سے اسی حالت میں ملوں گا۔ اور عرض کروں گا۔ یا جَدَّاہ یارسول اللہ قَتَلَنِیْ فُلَانٌ فلان اس وقت ضعف غالب ہوا اور امام عالیمقام نے جدال قتال سے ہاتھ روک لیا۔ اور پھر لشکر عمر بن سعد کے نامور لوگ قتل کرنے کے ارادہ سے نزدیک آ گئے۔ بعض روایات میں ہے کہ قبیلہ کندہ کا ایک شخص کہ جس کا نام مالک بن بسیر تھا امام مظلوم کے سامنے آیا۔ اور اس ملعون نے (معاذ اللہ) امام پاک کو ناسزا الفاظ کہے۔ اور تلوار سے آپ کے سر مبارک

پر ضرب لگائی جس سے آپ کا سر مبارک پر خود تھا جو خون سے بھر گیا اور اسے اتار کر پھینک دیا۔ آپ نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا پروردگارا اس کو ظالموں میں شمار کر۔

اس ملعون نے اس خود کو اٹھا لیا اور جب وہ اپنے گھر آیا تو اس نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اسے پانی سے صاف کر دے۔ اس مومنہ نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کروں گی۔ تو سر امام حسینؑ زخمی کر کے خود لایا ہے۔ اس ملعون نے اپنی زوجہ کو طمانچہ مارا کہ اس کا ہاتھ کسی کیل وغیرہ سے ٹکرایا اور وہ زخمی ہو گیا پھر اس کا زخم سڑ گیا۔ اور وہ اسی حالت میں واصلِ جہنم ہوا۔ جب حضرت امام حسینؑ نے وہ خود اپنے سر مبارک سے اتار کر پھینکا اور خیمہ واپس آئے اور خرقہ یعنی پرانا لباس طلب فرمایا اور اپنے سر پر لپیٹ لیا اور اس پر عمامہ باندھا اور آوازِ استغاثہ بلند کی۔ بروایت آواز دی۔

یَا زَیْنَبُ یَا اُمَّ کُلْثُوْمُ یَا سُکَیْنَۃُ یَا رُقَیَّۃُ یَا فَاطِمَۃُ عَلَیْکُنَّ مِنِّی السَّلَام

جناب زینبؑ نزدیک آئیں اور کہا اے بھیا کیا آپ شہادت پر یقین رکھتے ہیں یعنی کہ آپ قتل ہونا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا اے بہن جب کوئی ناصر و یاور نہ ہو تو پھر کیا کروں سوائے کہ جامِ شہادت نوش کیا جائے۔ اے خواہر میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تم سب اسیر کیے جاؤ گے اور یہ دشمن دین ہمارے خیموں کو غارت کریں گے۔ یہ سن کر میں کہرام برپا ہو گیا۔ وَاوَحْدَتَاہُ وَاقِلَّۃَ نَاصِرَاہُ وَسُوْءَ مُنْقَلَبَاہُ وَ اشُوْمَا صَبَاحَاہُ پس حضرت زینبؑ نے اپنے منہ پر طمانچے مارے۔ بال پریشان کر دیے۔ امام علیہ السلام نے تلقینِ صبر کی۔ امام مظلوم اٹھے کہ بھتیجا کا رخ کریں حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ بھیا ذرا ٹھہریئے۔ مَھْلًا یَا اَخِیْ تَوَقَّفْ حَتّٰی اَتَزَوَّدَ مِنْ نَظْرِیْ فَھٰذَا وَدَاعٌ لَا تَلَاقِیْنِیْ بَعْدَہٗ ۔ اے برادر جلدی نہ کیجیے۔

ٹھہرے کہ میں اچھی طرح تمہارے چہرہ کو دیکھ لوں پھر زیارت نصیب نہ ہوگی۔ یہ وداع آخر ہے۔ یہ فرما کر فَجَعَلَتْ تُقَبِّلُ یَدَیْهِ وَ رِجْلَیْهِ ۔ پس حضرت زینبؑ نے اپنے بھائی کے ہاتھ اور پیروں کو بوسہ دیا اور ایک سرد آہ کھینچی قریب تھا کہ روح قالب سے جدا ہو جائے۔ پھر امامؑ نے صبر کی تلقین کی اور آپ نے جامہ طلب کیا کہ لباس کے نیچے پہن لیں۔ پس آپ زیر جامہ پہن کر خیمہ سے باہر نکلے اور مقتل ہی پہنچے۔ صاحب بحار لکھتے ہیں کہ ابھی کچھ دیر نہ گزری تھی کہ صالح بن وہب مزنی نے امام مظلوم کے ایک ایسا نیزہ مارا کہ آپ ذوالجناح کی پشت پر ٹھہر نہ سکے مشہور ہے کہ باوفا نے اپنے چاروں پاؤں پھیلا دیئے تاکہ راکب دوش رسولؐ آسانی سے زمین پر اتر سکے۔ امام مظلوم جب پشت زین سے زمین پر تشریف لائے تو کچھ دیر تک تیروں پر جسم مبارک پڑا رہا وا تا امام مظلوم کس طرح زمین پر گرے۔

شاہی ز صدر زیں افتاد ؎ اگر غلط نکنم عرش بر زمین افتاد۔

یعنی کہ شاہ دین و دنیا زین سے زمین پر گرے گویا عرش اعظم زمین پر گرا اور سجدۂ حق میں جھک گیا۔ اسی اثناء میں در خیمہ سے کمسن شہزادہ عبداللہ بن حسنؑ نے اپنے چچا کو جب اس حالت میں دیکھا تو بے ساختہ خیمہ سے نکلا۔ جناب زینبؑ نے دامن تھاما تو بچے نے کہا کہ اماں جان مجھے جانے دو۔

چچا جان گھوڑے سے گر پڑے ہیں۔ یہ کہہ کر بچے نے مقتل کا رُخ کیا اور دوڑتا ہوا امام حسینؑ کے سینہ پر منہ رکھ دیا۔ امام علیہ السلام نے بچے کو گود میں لیا۔ اس وقت ایک ملعون ابجر بن کعب تلوار سے کر نزدیک آیا۔ اور اس ملعون نے امام پر حملہ کیا شہزادہ عبداللہ بن حسن نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے کہ حسینؑ پر ضرب نہ لگے بچے کے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور وہ تڑپنے لگا وا اماہ۔ اے اماں جان خبر لیجئے۔

اے چچا جان مدد کیجئے۔ ابھی کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ حرملہ بن الکاہل اسلامی ملعون نے بچے کو تیر ملا اور اس کی روح جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی۔ امام حسینؑ کی زبان پر اس وقت یہ الفاظ تھے کہ اے حسنؑ کی نشانی۔ اے بیٹا کاش مجھے پہلے موت آجاتی اور میں تیرا مرنا نہ دیکھتا۔ پروردگارا میں تیری مشیئت پر راضی ہوں۔ صبر و شکر ادا کرتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تو ہی فریادیوں کی فریاد سننے والا ہے۔ اس وقت زمین لرزنے لگی۔ عرش الٰہی کانپ گیا۔ ملائکہ میں شور و غوغا بلند ہوا۔ پروردگارا اس قدر ظلم اور فرزند رسول خدا۔ وحی ہوئی کہ اے میرے فرشتو عرش کے دائیں جانب نظر کرو۔ انھوں نے نظر کی اور دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے اور مشغول نماز ہے۔

فرشتوں نے کہا پالنے والے یہ کون ہے۔ ندا آئی کہ یہ قائم آل محمدؐ ہے کہ جو خون حسینؑ کا انتقام لے گا۔ اور اس جماعت کو اور ان لوگوں کو جو اس پر راضی ہیں۔ تہ تیغ کرے گا اور بہ تحقیق کہ جب یحییٰ قتل ہوئے ہیں اور ان کا سر ایک زن فاحشہ کو نذر کیا گیا تو ستّر ہزار اشخاص بنی اسرائیل قتل ہوئے تھے لیکن میں قتل حسینؑ پر ستر ہزار در ستر ہزار لوگوں کو قتل کروں گا۔

سید ابن طاؤسؒ روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو حضرت زینب خاتون خیمہ سے باہر نکلیں اور فریاد کر رہی تھیں وا اخاہُ وا سیداہُ وا اھل بیتاہُ لیتَ السّمَاءَ اطبقتْ علَی الارض و لیتُ الجبال تکدت علی السّھل ۔ کاش کہ آسمان زمین پر کیوں نہ گرا۔ کاش کہ پہاڑ کیوں نہ ٹکڑے ٹکڑے ہوئے۔ بروایت شیخ مفید علیہ الرحمہ حضرت زینبؑ نے عمر ابن سعد ملعون سے خطاب کیا کہ وَیحکَ یا عمر ایُقتَلُ الحُسین وَ انتَ تَنظُر ۔ یعنی کہ

ہو تجھ پر اے عمر بن سعد تو دیکھ رہا ہے اور حسینؑ قتل ہو رہے ہیں۔ وہ ملعون ازلی ویاں سے دُور ہٹ گیا۔ حضرت زینبؑ نے لشکر والوں کو مخاطب کر کے فرمایا اے لوگو تم کیسے مسلمان ہو دیکھ رہے ہو اور فرزند رسول خدا قتل ہو رہا ہے۔ لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بروایت ابن طاوس شمر ملعون نے کہا اے لوگو کس بات کا انتظار ہے۔ حسینؑ کو ختم کرو۔ پس چاروں طرف سے حملہ شروع ہوا۔ اور زرعۃ بن شریک ملعون نے آپ کے بائیں شانے پر تلوار ماری۔ بروایت شانہ جدا ہو گیا۔ سنان ابن انس ملعون نے آپ کے سینۂ اقدس پر نیزہ مارا۔ خون کا فوارہ جاری ہوا امام مظلوم نے فرمایا کہ اب میں اسی خون سے رنگین ہو کر اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچوں گا۔ اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے کہا لوگو اب کام تمام کرو۔ خولی ملعون اس کام کے لیے آگے بڑھا کہ اس کا جسم کانپنے لگا اور وہ واپس ہو گیا۔

بروایت ابن شہر آشوب الوالحتوق نے آپ کو تیر مارا اور حصین بن نمیر نے بھی تیر مارا اور ابو ایوب غنوی نے تیر مارا جو زہر میں بجھا ہوا تھا۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰهِ وَهٰذَا قَتْلٌ فِیْ رِضَاءِ اللّٰهِ ۔ کہ میرا قتل ہونا رضاء الٰہی کے تحت ہے۔ سنان ابن انس آگے بڑھا کہ امام کو ذبح کرے مگر امام مظلوم نے نگاہ اٹھا کر اس کو دیکھا اور وہ زدہ ہو کر واپس چلا گیا۔ پھر شبث بن ربعی لعین آگے بڑھا لیکن وہ بھی خوف زدہ ہو کر واپس چلا گیا۔ پھر عمرو بن حجاج گھوڑے سے اتر آیا لیکن جب وہ امام مظلوم کے نزدیک پہنچا۔ امام علیہ السلام نے اس کو دیکھا تو وہ مرعوب ہو کر واپس چلا گیا اور آپ کو ذبح نہ کر سکا۔ سب کے آخر میں ولد الحرام شقی شمر ذی الجوشن آیا۔ چاہا کہ امام مظلوم کو ذبح کرے حمید بن مسلم کہتا ہے کہ اس وقت زینبؑ خاتون خیمہ سے باہر نکل آئیں اور فریاد کر رہی

تعین اے عمر ابن سعد تو دیکھ رہا ہے اور میرا بھائی ذبح ہو رہا ہے۔

سید ابن طاؤس و ابن نما۔ ہلال ابن نافع سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں عمر ابن سعد کے اصحاب کے ساتھ کھڑا تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے کہا اے لوگو! ابشر ایھا الاسیر فھذا شمرٌ قَدْ قَتَلَ الْحُسَیْن اے امیر تجھے بشارت ہو کہ یہ شمر امام حسینؑ کو قتل کرے گا۔

میں امام حسینؑ کے نزدیک گیا دیکھا کہ روح جسم مبارک سے جدا ہونے والی ہے اور حسین خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ میں نے امام حسینؑ کی وہ حالت دیکھی کہ میں حیران رہ گیا اس وقت آپ نے فرمایا کہ اَمَا تَسْقُوْنِیْ قَبْلَ طُلُوْعِ رُوْحِیْ شَرْبَۃً مِنَ الْمَآءِ۔ یعنی کہ قبل اس کے کہ میری روح میرے جسم سے نکلے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ کسی نے پانی نہیں پلایا۔ بلکہ ظالموں نے کہا کہ ہم آپ کو ہرگز پانی نہ دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے بابا علی المرتضیٰ آب کوثر پلائیں گے یہ سن کر وہ ظلم شعار آمادۂ ظلم وستم ہوئے اور شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک تن اطہر سے جدا کیا۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ آیا۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوا۔ سیاہ آندھیاں چلنے لگیں اور منادی نے پکارا الا قتل الحسینؑ بکربلا اَلاَ ذبح الحسین بکربلا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے جد بزرگوار حسین مظلوم تلوار۔ تیر۔ نیزہ اور پتھروں سے شہید ہوئے سر مبارک خنجر سے جدا ہوا اور لاش پائمال سم اسپاں ہوئی۔

سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝

گیارھویں مجلس

تاراجیٔ خیام اہلِ بیت اطہار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْمَنَّانِ الَّذِیْ لَا یُشْبِهُهٗ شَیْءٌ مِنَ الْاَکْوَانِ وَلَا مِثْلَ لَهٗ فِی الْاَعْیَانِ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ امیر نوعِ الانسان المتفرد مِنْ ابناجنسہ فِیْ المکارمۃ والشّبان محمّد سید الانس والجان اشرف مِنْ خواہ الزّمانَ والمکان وعَلیٰ اوصِیاءِ اَخیا ر الدّھر ونوامیس الزّمان وادلّۃ التوحید وارکان الاسلام والایمان خصوصًا علی سبط الشّھید العطشان والوحید اللّٰھفات والاسیر الحرمان والغریب الولھان قلیل الانصار والاعوان کثیر الاحزان والاشجان السّلیبَ العریان الزبیح الظمآن مقطوع الاعضاء والبنان مسلوب العمامۃ و الخبان البعید عن الاوطان المقتول بظھر الکوفان الّذی غسلہُ الدّموع الھتان ونعشہُ العیدان وکافورہ التّربان وقبرہُ قلوب اھل الایمان الّذی اجتمع عَلَیْہ حزبُ الشیطان وجنودہ الکفر والطغیان فَمَنَعُوْا عَنْہ الماءَ الجاری وسارعُوا اِلَیْہ بالسّیفِ والسّنان فسقوہ الحتوف وَشیقًا بالبنال

وطعنًا بالرماح ضربًا بالسیوف وکانّی المسح غرۃ دارا ہ مطہروھا علی
الرمول بین الجنود یستغیث فلا یغاث ویستجیر فلا یجار ویستقی فلا
فلا یسقیٰ فوا اسفاہ علی الشیوخ والشبان واحسرتاہ علی تلک الاجسام
ولا بد ان جسوم طال ما اتعبوھا فی عبادۃ الرحمان وتلاوۃ القران
تسفوا علیھا الصبا والا بور، وتزورھا العقبان والنسور واحزناہ
علی تلک البنات والنسوان والاطفال والصبیان مسلوبۃ الثیاب
والاسیان، نزوعۃ القراط من الاذان مسومۃ الاباء والاخوان
المحمولۃ علی المحمیان، المسیورۃ فی البدان، تلقیھم فی منازلھم
الزمان وایجان، الی اللعین الفتان، فلعنۃ علیہ لعنۃ، توصلہ
الی اسفل درک النیران وبعد فقد قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔
قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۚ وَمَنْ
يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
شَكُوْرٌ ۝

(سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں کی محبت کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور جو شخص نیکی حاصل کرے گا ہم اس کے لیے اس کی خوبی میں اضافہ کر دیں گے بے شک خدا بڑا بخشنے والا اور قدردان ہے۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق تمام مخلوقات پر اور خصوصًا مبعوث پر بعد از حقوق خداوندی عظیم تر ہیں اور انہی حقوق کی ادائیگی امت مسلمہ کے لیے سعادت عظیم ہے کیونکہ نیکی اطاعت خداوند رسولؐ کا لازمی نتیجہ ہے (از مترجم)

علاوہ ازیں وجود آنحضرتؐ ہی سبب تخلیق کائنات ہے اگر خداوند عالم نور محمدیؐ کو خلق نہ فرماتا تو پھر کائنات ہی پیدا نہ فرماتا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ وجود محمدی تخلیق وجودی کے ساتھ ساتھ نبوت بداماں تھا جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کُنتُ نبیاً و آدمُ بین الماءِ والطین کہ میں اس وقت سے نبی ہوں کہ جب آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ پس آنحضرت کے تمام مخلوقات پر با اعتبار وجود کہ اگر خود نہ ہوتے تو کوئی شے وجود نہ پاتی اور با اعتبار نبوت سب پر حقوق ہیں جنکی ادائیگی اضطراری وغیرہ اضطراری طور پر لازمی ہے اور در ایں صورت کہ خدا اپنے رسول کو اجر رسالت و نبوت طلب کرنے کا حکم دے اور خود تعین اجر فرما دے پھر اس کی ادائیگی لازم و واجب ہے ورنہ شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنا محل اشکال ہو گا۔ پس تقاضائے عقل یہی ہے کہ آنحضرتؐ کے نبوت کا اقرار کرنے کے بعد آپ کے حقوق مطلوبہ کو مدنظر رکھا جائے کیونکہ یہ وہ حق مطلوبہ ہے کہ جو زندگی بھر انسان سے بصورت تکلیف شرعیہ برقرار رہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مبارکہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کو قوم کی ہدایت اس قدر مدنظر تھی کہ طرح طرح کی اذیتیں اٹھانے کے باوجود پتھر اور گندگی پھینکے جانے کے باوجود آپ نے کبھی امت کے حق دعائے بد نہیں کی بلکہ یہ دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اِھدِ قَومِی فَاِنَّھُم لَا یَعلَمُونَ۔ کہ بارالٰہا میری قوم کی ہدایت فرما یہ ہدایت کو نہیں جانتے یعنی کہ جاہل معرفت ہیں یہ نہیں فرمایا کہ انہیں ہلاک کر دے بلکہ ہدایت کی دعا کی تاکہ قوم عذاب آخرت سے بچ جائے تو جس رسول پاکؐ کو اپنی قوم یعنی کلمہ گو سے اس قدر محبت ہو تو کیا اس امت مسلمہ کا یہ فرض نہیں کہ وہ رسولِ خدا کو اجر رسالت و ہدایت ادا کرے۔

انبیائے ماسلف نے اپنی اپنی امت کے بہ سبب ایذا رسانی دعاء بد کی ہے اور

ان امتوں پر عذاب بھی نازل ہوا ہے لیکن آنحضرتؐ نے خداوند عالم سے امت کیلئے عذاب نہیں مانگا اسلئے امت مسلمات مرحومہ کہلاتی ہے اور جناب آدمؑ سے لیکر تا عیسیٰ ابن مریم تمام انبیاء و مرسلین آنحضرت کی امت میں داخل ہیں کیونکہ روز الست ایمان لاچکے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو دعا کی تھی کہ پروردگارا تو مجھے نبی آخر الزماں کی امت قرار دے اور رسول خدا یہ عمل اخلاق الہیہ پر مبنی ہے کیونکہ خدا کی نگاہ میں انسانوں کے کل اعمال مستحضر رہتے ہیں مگر وہ رزق بھی دیتا ہے اور عذاب نازل نہیں کرتا لیکن انسان کا فرض اولین ہے کہ خدا کی عبادت اور رسولِ خدا کی اطاعت کرے پس انسان پر اجر رسالت بہرحال مرتب ہوتا ہے اور اس کا ادا نہ کرنا ناشکر گزاری اور عدم احسان ہے۔ آنحضرتؐ کے امت پر جو حقوق ہیں ان کی بناء پر آپ نے خداوندِ عالم سے حق شفاعت مانگا ہے کہ وہ اپنے امت کی شفاعت کرسکیں۔

جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا۔ یعنی کہ اے محمدؐ اپنی امت سے کہو کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا ہوں اس کے کہ میرے اہلبیت اور قرابتداروں سے محبت کی جائے (لفظ قربیٰ "فی القربیٰ" یعنی قرابت داروں کی مودۃ کو اجر رسالت قرار دیا ہے ہٰذا خدا کے علم میں جو قرابتداران رسول خداؐ اس منزلت کے ہیں کہ ان سے مودۃ و محبت بمنزلۂ اجر رسالت ہے۔ ان قرابتداروں کے سوا کوئی دوسرا خواہ قرابتدار رسولِ خدا ہی کیوں نہ ہو وہ اجر رسالت کی منزل میں نہیں آسکتا۔ اب جبکہ ہم آیت کے الفاظ پر غور کرتے ہیں تو یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ جن پر محبت کرنا ادائیگی اجر رسالت کی صورت میں ہے وہ امت رسولِ خداؐ ہے اور جن کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا ہے وہ فی القربیٰ میں تو جبکہ لَا اَسْئَلُکُمْ میں لفظ کم میں قیامت تک کی امت سمٹ کر آگئی تو فی القربیٰ میں صرف اور صرف وہ رشتہ داران رسولِ خداؐ

رہ گئے کہ جو ذریت رسول خدا ہیں اور ذریت رسولؐ خدا وہ ہی ہیں کہ جو شریک درود ہیں۔ امت کی طرف سے یہ دعائیہ جملہ کہ اَللّٰھم صلی علیٰ محمد وآل محمد کہ اے خدا تو رحمت بھیج آل محمدؐ پر پس آل محمدؐ کی مودت اجر رسالت ہے۔ امام شافعیؒ کا ارشاد مبارکہ یہ ہے کہ

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ
فَرْضٌ مِنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ
کَفَاکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اِنَّکُمْ
مَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلٰوۃَ لَہٗ

(ترجمہ اشعار)

محبت آپ کی اے اہلبیتؑ ختم الرسل
بحکم ربّ علیٰ فرض ہے فضول نہیں
دلیل آپ کی عظمت پہ ہے۔یہی کافی
کہ بے درود عبادت کوئی قبول نہیں
(قاصد سرسوی)

قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے اہلِ بیت رسول کی مودّت کو حسنہ قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ہوا ہے وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً نَّزِدْ لَہٗ فِیْھَا حُسْنًا۔ یعنی کہ جس کسی شخص نے اس نیکی کو اختیار کیا تو ہم اس کی خوبی میں اضافہ کر دیں گے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مودۃ اہلبیت رسول خدا عنداللہ حسنہ پر ہے تو یہیں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جن کی مودت حسنہ ہو وہ بذاتہ کس قدر حسن ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ آل رسول میں جس قدر ائمہ برحق ہیں ان کے اسماء گرامی کا محور محمدؐ و علیؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ ہے اور یہی بہترین کائنات ہیں۔ کرامت و فضل و احسانات الٰہی کے دامن سے وابستہ ہیں۔

محدث برقی نے حضرت صادق آل محمدؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اِنَّ فَوْقَ کُلِّ عبادۃٍ عبادۃٌ حُبُّنَا اَھْلَ الْبَیْتِ افضل العِبَادۃ۔ یعنی کہ ہر عبادت سے بڑھ کر عبادت اور بھی ہے لیکن ہم اہلبیتؑ کی مودۃ و محبت تمام عبادات سے افضل ہے۔

فضیل نے کہا ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ خدا۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کونسی عبادت بہترین از عبادات ہے۔

آنجنابؑ نے فرمایا: اللہ اس کے رسولؐ اور ہم اولی الامر سے محبت رکھنا۔ پس آئمہ معصومینؑ کی مودت و محبت رکھنا قرب الٰہی کی ضمانت ہے۔ وہ ہی مقرب بارگاہ خداوندی ہے کہ جو مودّت اہلبیتؑ میں۔ راسخ ہے۔

شیخ طوسی علیہ الرحمتہ نے ابو عبداللہ جدولی سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں اس نیکی سے آگاہ نہ کروں کہ جس کو رکھنے والا روز قیامت کی ہولناکی سے محفوظ رہے گا اور بہشت میں داخل ہوگا اور اس برائی سے جس کو رکھنے والا داخل جہنم ہو گا۔ ابو عبداللہ جولی نے عرض کیا اے مولا ضرور آگاہ فرمائیے۔ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا اَلْحَسَنَۃُ حُبُّنَا والسَّیِّئَۃُ بُغْضُنَا یعنی کہ وہ نیکی ہماری محبت ہے کہ جو ضامن داخلہ بہشت ہے اور وہ برائی ہم سے عداوت ہے کہ جس کے سبب انسان داخل جہنم ہوگا۔ دیلمی نے اعلام الدین میں روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ امام حسینؑ کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا اے فرزند رسولؐ خدا ہم امیر شام کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں جبکہ ہمارے دوسرے بہت سے ساتھی معاویہ کی طرف گئے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تو

ہم تمہیں اس سے زیادہ انعام دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم دولت دنیا کی غرض سے نہیں آئے ہیں بلکہ دین کے لیے آئے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ سن لو جو ہمیں بوجہ اللہ دوست رکھتا ہے یعنی محض خوشنودی خدا کے لیے دوست رکھتا ہے اور ہمارا ساتھ دے گا وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ اس طرح ہو گا کہ جیسے دو انگلیاں باہم متصل ہوتی ہیں اور ہاں ولایت اہلبیت طاہرین، واجب ہے بلکہ اعظم ارکان دین سے ہے۔ پس ولایت کے ساتھ انسان داخل جہنم نہیں ہو سکتا۔

ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور اصحاب نے عرض کیا، یارسول اللہ اِنَّا نُحِبُّ اللہ وَ رَسُوْلَہٗ ۔ کہ ہم خدا اور رسول کو دوست رکھتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے آنحضرتؐ کی عترت کی محبت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ آنحضرت اس وقت غصہ میں آگئے اور فرمایا کہ تم لوگ خدا کو دوست رکھتے ہو اس لیے کہ وہ تم کو نعمتیں عطا کرتا ہے اور مجھ سے محبت کرتے ہو اس لیے کہ میں اللہ کو دوست رکھتا ہوں۔ پس میرے اہل بیت سے محبت کرو اس لیے کہ وہ میرے اہلبیت ہیں یعنی کہ میری وجہ سے ان کو دوست رکھو۔ قسم ہے اس ذات گرامی خدائے ذوالجلال کی اگر کوئی شخص اپنی ساری زندگی عبادت میں صرف کر دے رکن ومقام ابراہیمؑ کے درمیان روزہ رکھے اور رکوع وسجود کرتا رہے لیکن اگر میرے اہلبیتؑ کی محبت کے بغیر مر جائے۔ دنیا سے اٹھ جائے تو وہ تمام عبادات اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی۔ تب ان لوگوں نے کہا۔ یارسول اللہؐ آپ کے اہلبیتؑ کون ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ میری ذریت اور میری عترت ہیں کہ جن کا گوشت پوست یعنی حقیقت وجود یہ میری حقیقت وجود سے وابستہ ہے یعنی کہ میں اور میرے اہلبیتؑ ایک نور سے خلق ہوئے ہیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا ہم خدا اور رسولؐ اور عترت واہلبیت رسولؐ خدا

سے محبت رکھتے ہیں اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

بشارت ہو تم کو کہ قیامت کے دن تم ہمارے ساتھ ہو۔ گے۔ میسر سے روایت ہے کہ اس نے کہا ہم تقریباً پچاس سے زائد افراد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے اور ہم آنجنابؑ کی ہیبت سے متاثر ہو کر خاموش بیٹھے تھے۔ امام عالی مقام نے ہمیں خاموش دیکھ کر فرمایا کہ تم لوگ گفتگو کیوں نہیں کرتے کس لیے خاموش ہو۔ غالباً تمہارا یہ گمان ہے کہ میں نبی و رسول ہوں۔ ایسا نہیں ہے میں تو اولادِ پیغمبر خدا سے ہوں اور ان کا وصی ہوں۔ اوصیاء نبوی میں سے ایک وصی ہوں جانتے ہو کہ مسجد الحرام میں سے سب سے زیادہ مقدس جگہ کونسی ہے؟ وہ رکن و مقام اور درِ کعبہ کے درمیان کی جگہ ہے جو سب سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے لیکن وَلَوْ یَعْرِفْ حَقَّنَا وَحُرْمَتَنَا لَمْ یَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ شَیْئًا۔ یعنی کہ اگر وہ شخص ہمارے حقوق کی معرفت نہیں رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کسی بھی عمل کو قبول نہ کرے گا۔ لیکن افسوس ہے ان مسلمانوں پر کہ جنہوں نے آلِ رسول کی مودت کو بھلا دیا۔ اور ان کی قدر و منزلت کو فراموش کر دیا اور اجر رسالت ادا نہ کیا حالانکہ اس اجر کی ادائیگی خود امت ہی کے حق میں ہے جس قدر آنحضرتؐ نے اپنی آل کی مودت کے بارے میں تاکید فرمائی اس قدر امت نے بجائے مودت و محبت آل رسول سے دشمنی کی اور ان کو قتل کیا۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب آیۂ مودت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان فرمایا کہ اے لوگو تم سے اللہ تعالیٰ نے میری تبلیغ رسالت کا اجر طلب فرمایا ہے کیا تم ادا کرو گے؟ یہ سن کر لوگ خاموش رہے۔ پھر آنحضرتؐ نے دوسرے دن انہی الفاظ کا اعادہ فرمایا۔ پھر تیسرے دن فرمایا کہ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلَا فِضَّةٍ وَّلَا مُطْعِمٍ وَّلَا مَشْرَبٍ۔ اے لوگو وہ اجر مطلوبہ

سونے چاندی اور کھانے پینے کی شکل میں نہیں ہے بلکہ صرف یہ ہے کہ میرے اہلبیتؑ کے ساتھ محبت رکھو۔ اس وقت تمام لوگوں نے اس کو قبول کیا لیکن حقیقت میں اس دور میں صرف سات نفر ایسے نکلے کہ جنہوں نے اس طرح حق مودۃ پیدا کیا۔ جیسا کہ حق مودۃ خدا و رسول کو مطلوب ہے باقی عہد کرنے والوں میں سے کسی نے پوری طرح وفا نہیں کی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مومنین میں کامل ترین وہ شخص ہے جو حسن خلق میں بہترین ہو۔ ہماری محبت میں سب سے آگے ہو۔ اور ہماری مصیبت اور غم میں حزن و ملال کرنے والا ہو۔ لیکن واحسرتا۔ جب امام حسین علیہ السلام کربلا میں مورد آفات و غم ہوئے تو امت والوں نے امام عالی مقام کو پے در پے صدمات پہنچائے ان کی اولاد کو قتل کیا اصحاب کو شہید کیا۔ خیمہ ہائے امام حسینؑ کو غارت کیا الحرم کو کیا۔ زینب عالیمقام کیا اور اسیری کیا۔ اس وقت زینبؑ خاتون فریاد کر رہی تھیں۔ واجدّاہ وا ابا القاسماہ وا علیاہ وا ابتاہ۔ مگر کوئی رحم کھانے والا نہ تھا۔ حالانکہ آپ فرما رہی تھیں۔

اُقْتُلُ عَطْشَانًا وَجَدِّی مُحَمَّدٍ المصطفی، اُقْتُلُ عَطْشَانًا وَاَبِیْ عَلِیِ المرتضی وَاُمِّی فاطمۃ

آہ آہ حسینؑ کو تشنہ لب شہید کیا۔ حالانکہ ہمارے نانا رسولؐ خدا، ہمارے بابا علی المرتضیٰؑ اور ہماری جان فاطمۃ الزہرا ہیں۔ آہ اگر مسلمان آنحضرتؐ کی رعایت نہ کرتے تو کم از کم نواسہ رسول خدا کو قتل ہی کرتے۔ ان کے الحرم کو اسیر نہ کرتے۔

یا رسول اللہؐ اگر آپ کربلا میں موجود ہوتے تو ملاحظہ فرماتے کہ نیزہ پر حسینؑ کا سر اقدس بلند کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ ظلم و ستم جو امام حسینؑ اور ان کی آل امجاد پر ہوئے منافی مودّت ہیں حکم خدا و رسولؐ کے خلاف ہیں۔ حضرت صادق آل محمدؐ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اِنَّ اَکْمَلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَحْسَنُہُمْ خُلُقًا وَاَکْثَرُھُمْ رِقَّۃً عَلَیْنَا اَھْلَ الْبَیْتِ وَاَشَدُّھُم

حبالنا واثرھم حزنا علینا ۔ یعنی کہ کامل ترین مومن وہ ہے کہ اس کا برتاؤ ایک دوسرے کے ساتھ اچھا ہو۔ نرم لب ولہجہ ہو۔ اور ہماری مصیبتوں کا اس پر بہت زیادہ اثر ہو۔ کیونکہ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے محبوب کو دیکھے اور اس کی خوشی وغمی سے متاثر نہ ہو۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابھی امام حسین علیہ السلام دو سال کے تھے کہ رسول اللہؐ کو ایک سفر درپیش ہوا۔ اثنائے سفر آنحضرتؐ ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور بکثرت فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آنحضرت کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب رواں ہوا کسی صحابی نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کے گریہ فرمانے کا کیا سبب ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل امین میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ شط فرات کے پاس ایک زمین ہے جسے کربلا کہتے ہیں اور اس زمین پر تمہارا فرزند حسینؑ بن فاطمہ قتل کیا جائے گا۔ اور میں نے اس کا محل دفن دیکھا ہے۔

وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی السّبایا عَلٰی اَقْتَابِ الْمَطَایَا وَقَدْ ھُدِیَ رَاسُ ولدی الحسینؑ الٰی یزید ۔۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے اہل حرم اور میری نواسیاں بے کجاوہ اونٹوں پر سوار ہیں اور نیزے پر میرے فرزند حسینؑ کا سر ہے اور وہ یزید کو ہدیہ کیا جا رہا ہے اور فرمایا کہ خدا کی قسم وہ میرے فرزند کے سر کو رضامندی اور خوشی سے نہیں دیکھے گا۔ مگر یہ کہ وہ کفر ونفاق میں مبتلا ہو گا اور اس ظالم پر عذاب الیم ہو گا۔ پھر آنحضرتؐ نے اس غم واندوہ جانکاہ کی وجہ سے سفر ملتوی کر دیا اور مدینہ پہنچ کر آپ مغموم ومحزون حالت میں منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ وحسینؑ کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور آپ نے خطبہ دیا اور حاضرین کو مخاطب فرماتے ہوئے اپنا دستِ راست امام حسنؑ کے سر پر رکھا اور دستِ چپ امام حسینؑ کے

سر پر رکھا اور فرمایا! پروردگارا میں تیرا عبد خاص اور رسولؐ ہوں وَقَدْ اَخْبَرَنِیْ جِبْرَئِیْل اَنَّ وَلَدِیْ هٰذَا مَقْتُوْلٌ بِالسَّمِّ وَالْاٰخَرُ شَهِیْدٌ مُضَرَّجٌ بِالدَّمِ۔ یعنی کہ مجھے جبرئیل نے یہ خبر سنائی ہے کہ میرے ان بچوں میں سے ایک زہر سے شہید ہوگا اور دوسرا قتل کیا جائے گا اور یہ اپنے خون میں نہا کے شہید ہوگا۔ یہ میری عترت کے بہترین فرد ہیں گویا یہ چمنستان فاطمہؑ کے دو شگوفے ہیں۔ ان کی مہک۔ وحی بینہ ہے۔ ان دونوں کا ورق کتاب زندگی قرآن ہے۔ اے خدا تو ان کی شہادت کو مکرّم قرار دے اور ان کے قاتلوں کو اور ان کی مدد و نصرت نہ کرنے والوں کو جہنم کے پست ترین طبقہ میں قرار دے۔ اصحاب رسول یہ سن کر رونے لگے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَتَبْكُوْنَهٗ وَلَا تَنْصُرُوْنَهٗ یعنی کہ تم آج روتے ہو مگر وقت آنے پر تم ان کی مدد نہیں کرو گے۔ خداوندا تو ان دونوں کا ولی و ناصر ہو۔

ابن قولویہ نے اپنی سند کے ساتھ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک حضرت رسولؐ خدا ہمارے پاس تھے۔ رات کے ایک حصہ میں وہ ہمارے گھر سے دیر تک غائب رہے جب واپس آئے تو روئے مبارک پر خاک پڑی ہوئی تھی۔ ریش مبارک گرد آلود تھی۔ اور اپنی مٹھی میں کچھ لیے ہوئے تھے اور آپ غمگین و ملول تھے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اس مقام پر لے جایا گیا کہ جہاں سرزمین عراق پر میرا فرزند حسینؑ شہید ہوگا۔ جہاں اس کا خون بہایا جائے گا۔ اس زمین کو کربلا کہتے ہیں اور میں وہاں کی تھوڑی سی مٹی لایا ہوں۔ پھر آنحضرتؐ نے وہ مٹی ام سلمہؓ کو دی اور فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھو اور جب یہ مٹی خون بن جائے گی تو یقین کر لینا کہ میرا فرزند حسینؑ کربلا میں شہید ہوگیا۔

ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے وہ مٹی لی تو وہ سُرخ رنگ کی تھی میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں محفوظ کیا۔ جب حسینؑ مکہ سے بسوے عراق روانہ ہوئے تو میں روزانہ اس شیشی کو دیکھا کرتی تھی مگر وہ مٹی بدستور مٹی تھی۔ لیکن جب میں نے محرم کی دسویں تاریخ بوقت عصر اس مٹی کو دیکھا تو شیشی خون سے بھری ہوئی تھی۔ مجھے یقین آگیا کہ فرزند فاطمہ حسینؑ غریب کربلا میں قتل کر دیا گیا۔ میں نے دشمنوں کے خوف سے با آواز بلند گریہ نہیں کیا۔ آخر کار جب والئ مدینہ کے پاس قتل حسینؑ کی خبر آئی تو اس امر کی تصدیق ہوگئی کہ دہم محرم بوقت عصر جبکہ مٹی خون میں بدل گئی تھی۔ اسی تاریخ امام حسینؑ شہید ہوئے تھے۔

فوا اسفاہُ مِنْ مصیبۃٍ اَبکتْ عُیُونَ الرسولُ وَ اَحْرَقتْ کِبدَ البتولُ وَ اَحرَّ قلباہُ عَلَی الاجسادِ العاریاتِ والاعضاءِ المقطّعاتِ والاجسامِ النّاعماتِ المطروحۃ فی البراری والفلوات وواحُزنَاہُ عَلَی النِّسوَۃِ الماسوراتِ، والعلویات البارزات وواغمّادُ عَلی عَلَی الوجوہِ السافراتِ، والخدودِ المُلَطّماتِ وَلَا یَدِیْ المغلولاتِ والاعناقَ المُکبَّلاتِ وَ کَانّی بِھِنَّ مھتوکات الحجاب، مرضوعاتُ الجلیاتِ منزوعاتِ الثیاب محمولاتٌ علی الاقطاب، مشدودات بالاطناب، مُشَرذاتِ فی الاسراب، ینادین بواسَوّانا وواغربتاہ وواحداہُ و وابناہ لھیفی عَلی ربّاتِ خدرٍ ارزت بَعْدَ التستُّرِ لِکُلّ اکوعٍ۔

حسرت و اندوہ ان مخدرات عصمت و طہارت پر ہے کہ جو بعد شہادت امام حسینؑ خیموں سے بظلم و جور بغیر چادر نکلیں۔ افسوس و حیرت ہے ان کی بیویوں پر کہ جو قید کی گئیں۔ اور دشمنانِ دین ان کے سروں سے چادریں اور مقنعہ چھین رہے تھے اور کوئی ان کا

مددگار نہ تھا۔ بخدا فراموش نہیں ہوتا کہ زینب خاتون ہو وقار اور دبدبہ اور متانت کی حالت تھیں۔ اس وقت آپ اضطراب کے عالم میں تھیں۔ کیونکہ نہ کبھی قدم گھر سے باہر نکالا تھا اور نہ کبھی گوشہ چادر سر سے ہٹا تھا۔ مقتل کی طرف رخ کر کے اپنے بھائی حسینؑ کی لاش سے مخاطب ہیں کہ اے بھیا اب تو ہم سے جدا ہے ہم تیری کوئی خدمت نہیں کر سکتے حتی کہ تو خاک پر خون میں غلطاں پڑا ہے۔ ہم تیرے جسم نازنین سے خون بھی نہیں دھو سکتے۔ ہمارے پاس پینے کے لیے پانی بھی نہیں ہے۔ بھیا یتیموں کی دلداری کروں یا آپ کی بے کسی کا ماتم کروں۔ اے وحی حسینؑ میں کس کس بھائی کا ماتم کروں۔ اے بھیا اگر دشمن قبول کریں تو میں تم پر اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہوں۔ یعنی دشمن مجھے قتل کر دیتے تو خوب تھا۔

اے بھیا! تیری مصیبت اس قدر عظیم ہے کہ اگر میں اپنا گریبان چاک کروں۔ سر پر خاک ڈالوں تب بھی کم ہے۔ اے بھیا اٹھو اور اپنی لاڈلی بیٹی سکینہ سے باتیں کرو۔ وہ تڑپ رہی ہے۔ اے برادر بابا علیؑ مرتضیٰ کہاں ہیں کہ وہ دیکھتے کہ ان کی بیٹی کس طرح دشمنوں کے سامنے عاجز کھڑی ہے۔

اے شیعو! امام حسینؑ کی شخصیت معمولی نہیں بلکہ وہ مرضات اللہ کے وارث ہیں۔ عالم کا ذرہ ذرہ ان کے تحت تصرف ہے اور سب پر آپ کا حکم جاری و ساری ہے۔

وَکَانَ اِذَا شَآءَ شَاءَ اللّٰہُ وَاِذَا کَرِہَ کَرِہَ اللّٰہُ وَاِذَا رَضِیَ اللّٰہُ وَاِذَا غَضِبَ غَضَبَ اللّٰہُ۔ یعنی کہ اگر امام حسینؑ ارشاد کریں تو آسمان زمین میں تبدیل ہو جائے اور زمین آسمان سے متبدل ہو جائے۔ ان کی مشیئت، اللہ کی مشیئت ہے یہ محل مشیئت الہیہ ہیں۔ جس سے یہ راضی اس سے خدا راضی ہے۔ ان کی رضا کے بغیر کسی کے لیے یہ کہنا کہ خدا اس سے راضی ہوا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ یہ کسی سے نفرت و

کراہت کریں تو خدا اس سے نفرت و کراہت رکھتا ہے۔ ان کو وہ علم و قدرت حاصل ہے کہ اگر چاہیں تو کائنات معدوم ہو سکتی ہے۔ یہ وہ ہیں کہ جن کی تربت کی زیارت کو اولی العزم مرسلین کربلا وارد ہوتے ہیں اور زیارت قبر مطہر کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ جن کی قبر مبارک کی زیارت حج اکبر سے افضل ہے کیونکہ زائر کی ایک نماز تحیت قبۂ حسینی ادا کرنا بیس حج مقبول کا ثواب رکھتی ہے۔ ایک سنت نماز میں حج عمرہ کا ثواب رکھتی ہے اے شیعو۔ جس قدر امام حسینؑ کا عنداللہ مرتبہ بلند ہے اسی قدر ان کے غم میں رونا موجب ثواب ہے۔ بس حد یہ ہے کہ آپ پر اس قدر مصائب ٹوٹے ہیں کہ رہتی دنیا تک کسی پر ایسی مصیبت نہیں پڑے گی۔ آپ حضرات غور فرمائیں کس قدر مصائب سید الساجدین امام زین العابدین پر پڑے اور کس قدر مصیبتیں زینب کبریٰ پر پڑیں۔ اور کس قدر غم نبی کی بیٹیوں نے برداشت کیے۔ بس ان بے کسوں کی بیویوں کے دل ہی جانتے ہیں بعد شہادت حسینؑ ان بے کسوں نے فاقہ برداشت کیے ہیں۔ دن رات غم حسینؑ میں مثل شمع سوزاں گھلنا تھا۔ نہ آب و طعام سے غرض تھی اور نہ کسی آرام و آسائش سے تعلق تھا۔ رات دن گریہ وزاری۔ روتے روتے آنسو بھی خشک ہو گئے تھے حضرت سید الساجدین امام زین العابدین ان سب کے لیے آب و کاغذ کا اہتمام فرماتے تھے۔ اور ان کو کھانا وغیرہ فراہم کرتے اور اپنی موجودگی میں کھلاتے تھے۔ کتاب شریف کافی میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حضرت سید الساجدین امام زین العابدین کی ایک زوجہ تھیں جو قبیلہ بنی کلب سے تھیں۔ انہوں نے بعد شہادت امام حسین علیہ السلام صف ماتم بچھائی اور اپنے گھر عورتوں کو مجلس عزا میں شریک ہونے کی دعوت دی چنانچہ عورتیں جمع ہوتی تھیں اور واقعات شہادت بیان ہوتے تھے اور گریہ وزاری، نوحہ ماتم برپا ہوتا تھا۔ روتے روتے عورتوں کے آنسو خشک

ہو جاتے تھے۔ ایک روز ان عورتوں میں سے ایک کنیز کو دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اس کو بلایا اور آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا سبب ہے کہ تیرے آنسو جاری رہتے ہیں اس نے کہا کہ جب میں یہ دیکھتی ہوں یعنی محسوس کرتی ہوں کہ میرے آنسو خشک ہو رہے ہیں تو میں ستو پی لیتی ہوں اور آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ آپ نے عزاداروں کو حکم دیا یعنی بانی مجالس کو حکم دیا کہ ستو تیار کر کے طعام کی جگہ دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا تو پھر رونے والوں کے آنسو خشک نہیں ہوتے۔ اس سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کو غم امام حسینؑ میں آنسوؤں کے ساتھ گریہ کرنا زیادہ پسندیدہ ہے لیکن اگر آنسو خشک بھی ہو جائیں تو آواز کے ساتھ گریہ کرنا خوب تر ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بنی ہاشم کی کسی عورت نے پانچ سال تک کوئی زینت نہیں کی۔ مثل اس کے کہ بالوں میں کنگھی نہیں کی۔ خوشبو نہیں لگائی۔ خضاب نہیں لگایا یعنی سر کے بالوں میں مہندی نہیں لگائی اور نہ کسی ہاشمی گھر سے دھواں نکلا یعنی چولہا نہیں روشن ہوا جبتک کہ مختارؒ نے عبداللہ ابن زیاد ملعون کا سر کاٹ کر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ نہ کیا۔ روایت ہے کہ سید سجاد علیہ السلام زندگی بھر امام حسینؑ کو یاد کر کے روتے رہے اب کے پیش نظر تنہا امام حسینؑ کا تصور نہ تھا بلکہ تمام شہیدانِ کربلا کو یاد کرتے روتے تھے۔ جب آپ کے سامنے آب و طعام آتا تو پانی کو دیکھ کر آپ دیر تک روتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ قُتِلَ ابنُ رَسُوْلِ اللہِ جَائِعًا قتل ابن رسول اللہ عطشانًا کہ بابا اور سارے شہدا پیاسے بھوکے شہید ہو گئے اہل حرم تین دن تک کربلا میں بھوکے پیاسے رہے واحسرتا چچا عباس کے بازو قلم ہو گئے ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب سے امام زین العابدین علیہ السلام نے جب سے دربارِ یزید میں امام حسینؑ کا سر بریدہ دیکھا ہے

کبھی گوسفند (یعنی سِری) نہیں کھایا اور جب وقت افطار کھانا آتا تھا تو آپ بہت زیادہ گریہ فرماتے تھے اور آپ پر ہجوم رنج و غم ہوتا تھا کہ ہائے فرزند فاطمہؑ پیاسا قتل کر دیا گیا۔ گھر والے کہتے کہ فرزند رسول خدا آپ بکھ تو طعام کھائیے پانی پیجئے تو آپ فرماتے تھے کہ بابا بھوکے و پیاسے مارے گئے۔ کبھی فرماتے کاش میں مقتل حسینؑ نہ دیکھتا۔ کبھی فرماتے یعقوب کا ایک فرزند یوسف ان سے جدا ہو گیا تھا گر یعقوب روئے میں کیوں کر گریہ نہ کروں میرے اٹھارہ بنی ہاشم جن کا مثل و نظر دنیا میں نہ تھا قتل کر دیئے گئے۔ فرماتے تھے کہ میرے بابا کربلا میں تین دن کے بھوکے پیاسے قتل کر دیئے گئے میں کیوں آب و طعام کھاؤں۔

روایت ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اسیر ہونے کے بعد جب تک آپ طوق و سلاسل پہنے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے آپ کا گذر مقتل کی طرف ہوا اور اپنے پدر بزرگوار کو خاک و خون میں غلطاں پڑا ہوا دیکھا تو نہ معلوم آپ کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ لاش مطہر کو بوسہ دیا۔ امام زین العابدینؑ نے خیال کیا کہ یہ وہی جدا طرا ہے کہ جو کبھی روشن پیغمبرؐ کی زینت تھا نزدیک تھا کہ اس تصور سے آپ کی روح بدن سے نکل جائے لیکن پھر امام نے صبر کیا معصوم کے صبر کی شان ہی کچھ اور ہے۔ حضرت زینبؑ نے بھی بھائی کی لاش مجروح دیکھی تو آپ نے خود کو بھائی کی لاش پہ سر پر گرا دیا اور بھائی کی لاش پر نوحہ خوانی کی وناوت باعلیٰ صوتٍ تھا بعد ما دھت علیہ فقالت وا اخی و میتی اخی یا ھلالاً غابَ بعدَ طلوعہٖ، فَبِمن فَقدہ اَضحی نہاری کلیلتی۔

یعنی کہ باآواز بلند نوحہ کیا اور فرمایا آہ۔ اے چھوڑ کے چلے جانے والو یعنی اے شہید و ہم رونے اور مصائب اٹھانے کے لیے رہ گئے۔ اور فرمایا اے میرے بھائی اے

میرے چاند کہ طلوع کر کے عالم کو روشنی بخشی اور غروب کر کے ہمارے دلوں کو شب تاریک بنا دیا۔ اے میرے مقتول بھائی میں اپنی کون سی مصیبت تجھ سے بیان کروں یا کونسی ہتک وحرمت اور غربی بیان کروں۔ اور اے بھائی میں بیان کروں تو کیوں کر تیرا سر جسم الحد سے جدا ہے۔ اعضاء زخمی ہیں ٹکڑے ٹکڑے ہیں ام الثوبِ مَسْلُوبًا ام الجسم عاریًا ، ام النحرِ مَنحُورًا بِبَعْضٍ صُقَيْلَةٍ۔ یعنی کہ کیا میں لاش کے عریاں ہونے کی شکایت کروں۔ یا میں اپنے دل کے حزن و کو ظاہر کروں یا تمہاری ریش مبارک کے خون سے خضاب ہونے کا ذکر کروں یا اپنے خیموں کی تاراجی بیان کروں۔ بھیا زینبؑ حیران ہے کہ کون سی مصیبت بیان کرے۔ بھیا یتیموں کی حالت نہیں دیکھی جاتی ہے پدر لڑکیوں کو مثل کنیزان اسیر کیا گیا ہے۔ کیا میں اسیری کا حال سناؤں۔ اے بھیا کس قدر راحت وسکون کا زمانہ تھا کہ جب ہم تمہارے ساتھ مدینہ میں تھے۔ اے بھیا اب ہمیں احمد مختار کے روضہ پر پہنچا دیجئے۔ اے بھیا شاید ہمیں مدینہ میں آرام ملے مگر میں یہ جانتی ہوں کہ تجھ جیسا بھائی نہ ملے گا۔

سیّد ابن طاؤس وشیخ مفید اور بعض دوسرے علمائے اسلام نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت سید الشہداء امام حسینؑ قتل کر دیئے گئے۔ اور ہاتف غیبی کی ندائے اِرجِعِی اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَۃً مرضیۃ آئی اور روح مبارک بدرجہ رضیعہ فائز ہو گی۔ اس وقت سرخ آندھیاں چلیں۔ تمام عالم تاریک ہو گیا۔ لشکر عمر ابن سعد نے گمان کیا کہ اب عذاب نازل ہو گا۔ یہ بھی فضائے عالم میں آواز گونجی قتل الامام ابن الامام قتل واللہ الحسینؑ کہ امام ابن امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے۔ لوگ حیران رہ گئے۔ اس وقت لشکر باطل نے تین مرتبہ صدائے تکبیر بلند کی۔ وَيُكَبِّرُونَ بِاَنْ قُتِلْتَ

وَ اِنَّمَا قَتَلُوْا بِكَ التَّكْبِيْرَ وَ التَّهْلِيْلَا ۔ یعنی کہ تکبیر یہ کہتی ہے کہ اے ابو عبداللہ الحسینؑ تجھے کیا قتل کیا بلکہ مجھے قتل کر دیا۔ قتل حسینؑ اصل میں قتل آوازۂ تکبیر ہے لیکن امام حسینؑ نے صدائے "اللہ اکبر" کو حیات جاودانی بخش دی۔

صاحب مناقب ابن بابویہ ابو مخنف اور صاحب منتخب اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپ کا اسب باوفا ذوالجناح یہ کہتا ہوا کہ الظَّلِيْمَةَ الظَّلِيْمَةَ مِنْ اُمَّةٍ قَتَلَتْ ابن بنت نبيها ۔ یعنی کہ ظلم ہو گیا ظلم فریاد ہے فریاد کہ امت نے اپنے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند کو قتل کر ڈالا۔ دوڑتا ہوا پھر رہا تھا۔ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ ذوالجناح کو پکڑ کر لاؤ۔ اس وقت کثیر لوگ اس کی طرف دوڑے جب نزدیک پہنچے تو ذوالجناح نے یزیدی لشکر کے چالیس نفر فی النار کیے۔ پھر عمر بن سعد ملعون نے کہا کہ اچھا اس کا تعاقب نہ کرو اور دیکھو کہ یہ گھوڑا کیا کرتا ہے پس لوگ ذوالجناح کے پاس سے ہٹ گئے اور دور ہو گئے تو ذوالجناح مقتل میں لاش امام حسینؑ پر پہنچا اور جھک کر لاش مبارک کا بوسہ لیا۔ اپنی پیشانی خون میں رنگین کی لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے اور ذوالجناح نے پھر خیام امام حسینؑ کا رُخ کیا جب درِ خیمہ پر پہنچا تو کیا اہل حرم نے جب ذوالجناح کی آواز سنی درِ خیمہ پر سب جمع ہو گئے ایک کہرام برپا ہوا۔ زینب خاتون کہہ رہی تھیں۔ ذوالجناح حسینؑ کو کہاں چھوڑ آیا۔ ام کلثومؑ کہہ رہی تھیں۔ ذوالجناح جب تو گیا ہے تو حسین کو لے کر گیا ہے اور اب حسین کہاں ہیں سکینہ گھوڑے کے سموں سے لپٹی ہوئی ہیں کہہ رہی تھیں ذوالجناح میرے بابا کو کیا کہا اور اہل حرم فریاد کر رہے تھے۔ قتل واللہ الحسینؑ کہ حسینؑ مارے گئے ہم بے وارث ہو گئے۔ وا محمداهُ وا علیاهُ وا فاطمة واحسناهُ واحسناهُ کی صدائیں بلند تھیں۔ کوئی بی بی کہہ رہی تھیں کہ آج علیؑ شہید ہو گئے۔ آج فاطمہ زہرا دنیا سے

رخصت ہو گئیں۔ اہل حرم کے رونے کی صدائیں آسمان تک بلند تھیں۔ ملائکہ مقربین میں بھی اضطراب تھا۔ فرشتے بھی آہ و زاری کر رہے تھے۔ نالۂ و فغان بلند ہو رہا تھا۔ لشکر عمر ابن سعد کے لوگ درانہ خیموں میں داخل ہوئے اور مال و اسباب لوٹا اسی اثنار میں عمر ابن سعد بدنہاد نے حکم دیا کہ خیام حسینؑ کو آگ لگا دو۔ خیمہ کو آگ لگا دی گئی تو جب ایک خیمہ جل گیا تو آپ نے فرمایا کیا۔ اے عمر ابن سعد تو حرم رسول اللہ کو خیموں میں جلا دے گا۔ جب ایک خیمہ جلتا تھا تو بیبیاں اور یتیم بچے دوسرے خیمہ میں چلے جاتے تھے۔ غرضکہ قیامت کا ایک سماں تھا۔ نہ کوئی والی نہ کوئی وارث بیبیاں کیا کرتیں۔ اعدا دین چادریں چھین چکے تھے۔ سکینہ خاتون کے گوشوارے اتار لیے تھے۔ اس بچی کو طمانچہ لگا ہے۔

امالی شیخ صدوق میں حضرت فاطمہ بنت امام حسینؑ سے روایت ہے کہ لشکر عمر ابن سعد کے لوگ خیمہ میں داخل ہوئے۔ میں اس وقت کم عمر تھی اور میرے پاؤں میں طلائی خلخال تھے۔ ایک ملعون میری طرف بڑھا اور میرے پاؤں سے خلخال اتارنے لگا۔ وہ ساتھ ہی ساتھ روتا بھی تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے دشمن خدا و رسول تو ہمیں لوٹ رہا ہے اور روتا بھی ہے۔ اس نے جواب دیا کیوں نہ روؤں کہ میں دختر رسولؐ کا مال لوٹ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ پھر کیوں لوٹ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی دوسرا شخص نہ لے جائے۔ وہ کہتی ہیں کہ اس مردود نے خلخال پیروں سے اتار لیے اور باقی مال و متاع بھی لوٹا اور پھر میرے سر سے چادر بھی اتار لی۔

صاحب مناقب اور محمد ابن ابی طالب الموسوی بھی روایت کرتے ہیں کہ یزیدی لشکر والوں نے خیام امام حسینؑ جو کچھ بھی تھا سب کچھ لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ حضرت ام کلثوم دختر علی المرتضیٰ کے کانوں سے بندے بھی چھین لیے اور سب عورتوں کے

سروں سے چادریں اتاریں۔

شیخ فخرالدین طریحی مقتل میں نقل کرتے ہیں کہ زینب خاتون دختر علی المرتضیٰ فرماتی ہیں کہ میں خیمہ میں کھڑی تھی۔ پریشان حال تھی کہ ایک شخص کہ جس کی آنکھیں نیل تھیں۔ یعنی کبود چشم داخل خیمہ ہوئے پہلے تو اس نے جو کچھ خیمہ میں تھا لوٹا اور غارت کیا۔ اس کے بعد اس نے میرے برادر زادہ علی ابن الحسینؑ کے نیچے سے بستر کھینچا۔ اور بیمار کو فرش خاک پر گرا دیا۔ پھر وہ میری طرف آیا اور گوشوارے کھینچ لیے۔ وہ شخص اپنے مظالم پر رونے لگا۔ میں نے کہا وائے ہو تجھ پر تو ہمیں لوٹ رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ روتا بھی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تم لوگوں کی مصیبت دیکھ کر رونا آ ہی جاتا ہے۔ اس وقت جناب زینبؑ بیکس نے اس ملعون کے حق میں دعاء بد کی اور فرمایا "اللہ تیرے ہاتھ پیر قطع کرے اور تجھے دنیا کی آگ میں جلائے۔ چنانچہ جب حضرت مختار کو کوفہ میں دشمنان دین پر غلبہ حاصل ہوا اور یہ مرد گرفتار ہو کر ان کے سامنے پہنچا تو آپ نے اس کو اسی طرح سزا دی جیسا کہ حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا تھا اور جناب زینبؑ خاتون کی ظالم کے حق میں بد دعا پوری ہوئی۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ وہ شمر ولد الحرام اور اس کے ساتھیوں کے ہمراہ خیام امام حسین میں داخل ہوا تو دیکھا کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام ایک بستر پر لیٹے ہوئے ہیں اور بیمار ہیں۔ شمر ملعون ان کی طرف بڑھا چاہا کہ ان کو قتل کر دے۔ حمید کہتا ہے کہ میں نے کہا اے لوگو تمہیں شرم نہیں آتی کہ اس بیمار کو بھی قتل کرتے ہو۔ اس وقت عمر ابن سعد ملعون بھی خیام کے نزدیک آیا اور اس نے اہل حرم کا شور و فغان دیکھا تو حکم دیا کہ اب کوئی ان کے خیموں میں داخل نہ ہو اور اس بیمار کو کوئی نہ ستائے اور جو کچھ مال و متاع لوٹا ہے وہ واپس کر دیا جائے۔ حالانکہ عمر ابن سعد نے حکم دیا تھا کہ جو

کچھ مال و متاع لوٹا ہے وہ واپس کیا جائے مگر ان ملعونوں نے کوئی چیز واپس نہیں کی۔ عمر ابن سعد چلا گیا اور اہلحرم کی نگرانی کے لیے کچھ لوگوں کو مقرر کر دیا۔ تاکہ ان میں سے کوئی بھاگ نہ جائے۔

حمید ابن مسلم کہتا ہے میں نے دیکھا کہ قبیلۂ بکر ابن وائل کی ایک عورت کو جو اپنے شوہر کے ساتھ لشکر عمر ابن سعد میں تھی اس نے جب اہلحرم کو لٹتے ہوئے دیکھا تو وہ دوڑ کر خیام حسین کے پاس آئی اور چیخ چیخ کر کہنے لگی اے بکر بن وائل کے لوگو تمہاری غیرت و حمیت کو کیا ہو گیا اَلسَّلَبُ بَنَاتِ رَسُوْلِ اللہ ۔ یعنی کہاں ہیں رسول خدا کے جماعتی اور دوستدار کہاں ہیں اصحابِ رسولؐ جو نبی زادیوں کی مدد کرے مگر کسی نے اس کی باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس کا شوہر آیا اور اس کو اپنے خیمہ میں لے گیا۔

حضرت فاطمہ کبریٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا بعد شہادت پدر بزرگوار میں حیران و ششدر کھڑی تھی۔ مقتل کی طرف میری نگاہ تھی کہ میرے بابا۔ میرے بھائی میرے چچا اور قرابتدار سب کے سب تیغ ظلم سے شہید کر دیئے گئے۔ ان کی لاشیں ریگ گرم پر پڑی ہیں۔ (اے شیعو تصور شرط ہے نہ معلوم اس وقت بی بی فاطمہ کبریٰ کی کیا حالت ہو گی) کہ اتنے میں ایک سرخ داڑھی اور کبود چشم والا اپنے گھوڑے پر سوار ہماری جانب آیا۔ اور اس ملعون نے اکثر بیبیوں کے سروں سے چادریں چھین لیں اور اپنے نیزہ کی نوک سے انہیں اذیت بھی دیتا جاتا تھا۔ اس وقت مخدرات شور و غوغا بلند کر رہی تھیں۔ وا اِتَلَة ناصراہ کی فریاد بلند ہو رہی تھی۔

میں زیادہ گھبرائی اور میں نے حضرت زینبؑ خاتون کو تلاش کیا مگر وہ نظر نہ آئیں۔ اس وقت مجھ پر اس قدر صدمہ تھا قریب ہے کہ میری روح پرواز کر جائے میں اضطراب

کے عالم میں صحراء کی جانب دوڑی کچھ دور ہی گئی ہو گی کہ میں نے دیکھا کہ وہی ملعون اپنا گھوڑا دوڑائے میری طرف آ رہا ہے۔ اس نے اپنا نیزہ میری گردن پر چبھویا جس سے میں گر پڑی۔ اس نے میرے سر سے مقنع چھین لیا۔ اور پھر میرے گوشوارے چھین لیے میں لہولہان ہو گئی اور مجھے ہوش نہ رہا کہ اسی اثناء میں میری پھوپھی زینب آگئیں اور مجھے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میری پھوپھی زینبؑ موجود ہیں۔ وہ کہہ رہی ہیں کہ چلو اب دیکھو کہ تمہارے بھائی سجاد کا کیا حال ہے تمہاری بہن سکینہؑ کا کیا حال ہے۔

میں اپنی پھوپھی کے ساتھ خیمہ میں آئی۔ میں نے پھوپھی سے چادر مانگی تو انہوں نے فرمایا اے بیٹی میرا سر کھلا ہوا ہے چادر نہیں ہے کہ سر ڈھانپ سکوں۔ میں نے اپنے بھائی سجادؑ دیکھا کہ فرش خاک پر پڑے ہیں۔ ناطاقتی غالب ہے۔ ابن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ عمر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ وہ کون ہے جو حسینؑ بن فاطمہ اور ان کے ساتھیوں کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے اور لاشوں کو پائمال سم اسپان کرے۔ بس دس سواء ملعون اس کے لشکر سے نکلے۔ کہ اس ظلم عظیم کے مرتکب ہوں۔ ان ملعونوں کے نام بھی کتب میں مذکور ہوئے ہیں۔ ابو عمرو اور زاہد روایت کرتا ہے کہ یہ دسوں اشخاص ولد الزنا تھے۔

جناب فاطمہ کبریٰؑ سے مروی ہے کہ چادریں نہ ہونے کی وجہ سے میں پریشان تھی کہ منادی ہوتی کہ لاش حسین بن فاطمہؑ پائمال کی جائے۔ جب میں نے یہ خبر سنی تو میں کانپنے لگی اور مجھ میں اتنی بھی قوت نہ تھی کہ کھڑی ہو سکوں لیکن جس طرح ہو سکا میں کھڑی ہوں اور یہ کوشش کی کہ میں اس جگہ سے دور چلی جاؤں تاکہ پائمال لاش اقدس کا منظر نہ دیکھ سکوں لیکن میں نے دیکھا کہ میری پھوپی زینبؑ سراسیمہ

حالت میں مقتل کی طرف گئیں اس خیال سے کہ شاید یہ ظالم مجھے دیکھ کر لوگ لاش اقدس کو پائمال نہ کر سکیں۔ یہاں تک کہ زینب خاتونؑ لاش امام حسینؑ تک پہنچ گئیں۔ اور جیسا کہ ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ اس گروہ بدشعار نے لاش مطہر کو پائمال کیا۔ لاش مبارک پر گھوڑے دوڑائے۔ اور اس مضمون کو اکثر علماؤ ذاکرین بیان کرتے ہیں اور کتابوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے لیکن علی ابن سباط نے حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اور آخر حدیث میں فرمایا ہے وَلَقَدْ اَوْطَؤُهُ الْخُيُوْلَ بَعْدَ ذَالِكَ۔ یعنی کہ بعد قتل سید الشہداء علیہ السلام آپ کی لاش مطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ زیارت ناحیہ مقدسہ میں ہے کہ تَطَؤُكَ الْخُيُوْلُ بِحَوَافِرِهَا وَتَعْلُوْكَ الطُّغَاةُ بِبَوَاتِرِهَا۔ یعنی کہ لشکر کے گھوڑے اپنے سموں سے آپ کو کچل رہے تھے اور سرکش باغی ستم گر اپنی تلواریں لیے ہوئے آپ پر چڑھائی کر رہے تھے۔ بہرحال روایات کثیرہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی لاش مطہر پائمال سم اسپان ہوئی ہے لیکن علامہ کلینیؒ سے مروی ہے کہ جب ان ملعونوں نے یہ ارادہ کیا کہ لاش حسینؑ کو پائمال سم اسپان کیا جائے تو فضہ نے زینب خاتونؑ سے کہا اے بی بی اگر آپ اجازت دیں تو میں ابوالحارث کو آواز دوں کہ جس نے رسول خداؐ کے آزاد کردہ غلام کی مدد کی تھی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ کشتی میں سوار تھا کہ کشتی ٹوٹ گئی اور ایک جزیرہ پر ٹھہری جیسے ہی وہ کشتی سے اترا اور ساحل پر آیا۔ نزدیک سے ایک شیر نکلا اور اس نے حملہ کرنا چاہا اس نے کہا اے ابوحارث میں آزاد کردہ رسولؐ خدا ہوں پس شیر نے اسے چھوڑ دیا۔ جناب زینب خاتونؑ نے فرمایا اے فضہ جاؤ اور ابوالحارث کو آواز دو۔

جناب فضہ شیر کے نزدیک گئیں اور کہا اے ابوالحارث تجھے کچھ خبر ہے کہ اس

گروہ جفا کار نے حسین فرزند رسولِ خداؐ کو قتل کر دیا اور اب چاہتے ہیں کہ ان کی لاش پائمال سم اسپان کریں۔ اور اے ابوالحارث مجھے زینب خاتونؑ بنت فاطمہ زہرا نے تیرے پاس بھیجا ہے۔ پس جیسے ہی شیر نے جناب فضہ کی درد بھری آواز سنی گونجتا ہوا کچھار سے نکلا۔ آگے آگے فضہ اور ان کے عقب میں شیر خاک اڑاتا ہوا لاش مطہر پر پہنچا۔ لاشہ پر سر رکھا۔ طواف کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لاش مطہر کو لے لیا۔ جب لشکر کے لوگوں اور گھوڑوں نے شیر کو دیکھا مقتل خالی ہو گیا۔ عمر ابن سعد کو خبر دی کہ شیر لاش حسین ابن فاطمہ کی حفاظت کر رہا ہے۔ اس ملعون نے کہا کہ تم اس شیر سے تعرض نہ کرو اور کسی پر ظاہر نہ کرو اس شیر نے اول شب سے پہلے حفاظت لاش مطہر شروع کی اور صبح تک لاش کی حفاظت کرتا رہا۔ لاش امام حسینؑ علیہ السلام تین روز تک بغیر دفن پڑی رہی اور آپ کا وہ سر مبارک کہ جو کبھی آغوش فاطمہؑ کی زینت تھا۔ نیزہ پر بلند رہا اور تمام اہلحرم اسیر و مقید کیے گئے اور اس طرح اہلحرم رسولؐ کی بے حرمتی کی گئی کہ وہ نہ احاطۂ تحریر میں آسکتی ہیں اور نہ بیان کی جاسکتی ہیں ان کو برہنہ سر شتر ہاء لاغر پر سوار کیا گیا۔ سید سجاد کو طوق اور زنجیریں پہنائیں گئیں زینبؑ و ام کلثومؑ کے شانوں میں رسن باندھی گئیں۔ عقدہ کشاء کی بیٹیاں اور اسیر ستم والئ شام ہوئیں۔

حضرت امام العصر علیہ السلام نے زیارت ناحیہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے وَسُبِیَ اَھْلُکَ کَالْعَبِیْدِ وَصُفِّدُوْا فِی الْحَدِیْدِ فَوْقَ اَقْتَابِ الْمَطِیَّاتِ۔ یعنی کہ اہلِ حرم امام حسین علیہ السلام کو غلاموں اور کنیزوں کی طرح قید کیا۔ اور طوق و زنجیروں میں جکڑا۔ لاغر اونٹوں پر بٹھایا گیا۔ سورج کی تپش سے ان کے چہرے جھلس رہے تھے ان کو اسی حالت میں بازار کوفہ میں پھرایا گیا لیکن ان کی حشمت کا یہ عالم تھا کہ محتشم

جمع رکہ تمتیں جمع تھیں۔ جبرئیل امین ان کے اونٹ کے ساتھ ساتھ مثل خدام حرم چل رہے تھے۔ ملائکہ کے گروہ ساتھ ساتھ تھے۔ قُتِلَ ابنُ فاطمۃَ وتِلکَ حریمۃُ بِیَدِالا عَادِیْ لَا کَفِیلَ وَلَا وَلِیْ۔ کہ حسینؑ قتل ہو چکے تھے اور اہلحرم کو دشمنوں نے قید کر لیا تھا۔ اب اہلحرم کا نہ کوئی ولی تھا اور نہ کوئی وارث۔ کیا کوئی غیرت دار پسند کرے گا کہ جن کے گھر سے عزت و حرمت نے رواج پایا۔ جن کی شان میں آیہ تطہیر نازل ہوئی ہو جو آل عبا ہوں اور اور اس طرح اسیر ظلم ہوں۔ بہ روایت ابن طاؤس۔ اشقیا ان اسیروں کو کوفہ کی طرف لے کر چلے تو اسیروں نے اونٹوں کے ساربانوں کو قسم دلائی کہ ہمیں مقتل کی طرف لے چلے تاکہ ہم ایک مرتبہ پھر اپنے وارثوں کی زیارت کر لیں۔ چنانچہ جب اسیروں کا قافلہ مقتل کے نزدیک پہنچا۔ دیکھا کہ شہیدوں کی لاشیں خاک و خون میں غلطاں پڑی ہیں۔ سرہائے شہداء جسموں سے جدا ہیں۔ اہلحرم کے نالوں سے ایک قیامت برپا ہو گئی۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار کے جسم اطہر کو ریگ گرم پر پڑا ہوا دیکھا تو بیمار کربلا پر کچھ حالت طاری ہوئی کہ قریب تھا کہ جسم سے جان نکل جائے۔ زینب خاتون نے دلاسہ دیا فرمایا بیٹا یہ کیا حالت ہے۔

امام نے فرمایا کہ پھوپی اماں میرے بابا کی لاش بے گور و کفن پڑی ہے اور میں انہیں دفن نہیں کر سکتا۔ جناب زینبؑ نے سید سجاد کو صبر کی تلقین اور خود کو بھائی کی لاش پر گرا دیا اور پھر مدینہ کی طرف منہ کر کے فریاد کی۔ اور فرمایا اے نانا جان یہ حسینؑ ہے۔ یہ حسینؑ وہ ہے کہ جسے آپ لعاب نبوت چوسایا کرتے تھے۔ یہ وہ حسینؑ ہے کہ جبرئیل اس گہوارہ کو جھلاتے تھے لوریاں دیتے تھے

اے نانا آپ پر تو ملائکہ سماوات نے نماز جنازہ پڑھی ہے ھٰذَا حسینٌ مُرَمَّلَ

بالدّ ماءِ مَقطّعُ الاَعضاءِ یہ حسینؑ ہے کہ جن کے اعضاء خون میں رنگین ہیں اور اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ یہ حسینؑ ہے کہ جن کی لاش مطہر سے لباس اتار لیا ہے جو پیاسا ہی قتل ہوا ہے اور لشکر باطل نے اسے قتل کیا ہے۔ یاحُزنَاہُ یا کرُباہُ الیوم مات جدی رسول اللہ آج کے دن گویا میرے نانا شہید ہو گئے۔ کیا ہوئے اصحاب رسولؐ۔ حسین ذریت رسول خدا ہے اور بے کفن پڑا ہے اور برہنہ سر اسیر ہو گئی ہیں۔ ہمارے بالوں پر گرد پڑی ہے اور حسینؑ کی لاش پر گرد بجا ہے کفن ہے۔ اے نانا آپ ہمیشہ گلوئے حسینؑ کے بوسے لیتے تھے اور آج گلوئے حسینؑ تیروں سے زخمی ہے۔ بابی المھموم حتیٰ قضی، بابی العطشان حتیٰ مضی اے شہید کربلا۔ اے شہیدوں کے سردار میں آپ پر فدا ہوں کہ آپ کو تشنہ دہن شہید کیا۔ غم واندوہ کے ساتھ شہید کیا۔

امام حسینؑ کی تشنگی کا اثر اللہ اکبر۔ بعض روایات میں ہے کہ دشمنوں کے گھوڑوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ گھوڑوں کے سموں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ شیخ فخرالدین طریحی اپنی کتاب منتخب میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت ام کلثومؑ نے اپنے بھائی کی لاش کو زمین پر پڑے ہوئے دیکھا خود کو اونٹ سے گرا دیا اور لاش کے پاس بیٹھ کر بین کرنے لگیں کہ بھائی آپ کا کفن صحرا کی گرد ہے اور خون سے غسل ہوا ہے۔ غرضیکہ کہ ظالموں نے زبردستی اہلحرم کو شہیدوں کی لاشوں سے جدا کیا اور قافلہ کوفہ کی جانب روانہ ہو گیا اور لاش ہاء شہداء بے گور و کفن پڑے رہے۔

ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ رات کے وقت جب جناب سکینہؑ بے محابانہ قتل گاہ میں آئیں اور انہوں نے اپنے بابا کی لاش بے سر کو دیکھا تو غش کھا کر

جسمِ اطہر پر گر پڑیں اسی حالتِ غفلت میں انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی آواز سُن کر فرمایا۔

شِیْعَتِیْ اِنْ شَرِبْتُمْ مَاءَ عَذْبٍ فَاذْكُرُوْنِیْ
اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِیْبٍ اَوْ شَهِیْدٍ فَانْدِبُوْنِیْ

ترجمہ: "اے میرے شیعو! اگر تم آبِ شیریں پیٔو تو مجھے یاد کر لینا اور اگر تم کسی غریب یا شہید کے بارے میں سنو تو مجھ پر نوحہ کر لینا۔"

وَاَنَا السِّبْطُ الَّذِیْ مِنْ غَیْرِ جُرْمٍ قَتَلُوْنِیْ
وَبِجَرْدِ الْخَیْلِ بَعْدَ الْقَتْلِ عَمَدًا سَحَقُوْنِیْ

ترجمہ: "اور میں وہ رسولؐ ہوں جس کو ان لوگوں نے بے جرم وخطا قتل کیا اور پھر قتل کے بعد انہوں نے جان بوجھ کر میری لاش پر گھوڑے دوڑائے۔"

لَیْتَكُمْ فِیْ یَوْمِ عَاشُوْرَا جَمِیْعًا تَنْظُرُوْنِیْ
كَیْفَ اَسْتَسْقِیْ لِطِفْلِیْ فَاَبَوْا اَنْ یَرْحَمُوْنِیْ

ترجمہ: "اے میرے شیعو! کاش کہ تم سب کے سب عاشور کے دن مجھے دیکھ رہے ہوتے کہ میں کیسے اپنے بچے کے لیے پانی مانگ رہا تھا مگر ان اشقیاء نے مجھ پر رحم کرنے سے انکار کر دیا۔"

وَسَقَوْهُ سَهْمَ بَغْیٍ عِوَاضَ الْمَاءِ الْمَعِیْنِ
یَا لَرُزْءٍ وَمُصَابٍ هَدَّ اَرْكَانَ الْحَجُوْنِ

ترجمہ: "اے میرے شیعو! کاش تم دیکھتے کہ انہوں نے میرے بچے کو آبِ شیریں کے بجائے بغاوت کے تیر سے سیراب (یعنی شہید) کیا۔ آہ یہ کتنی بڑی مصیبت تھی کہ جس نے پہاڑوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔"

وَيْلَهُمْ قَدْ جَرَحُوا قَلْبَ رَسُوْلِ الثَّقَلَيْنِ
فَالْعَنُوْهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ شِيْعَتِيْ فِيْ كُلِّ حِيْنٍ

ترجمہ: "وائے ہو ان پر۔ انہوں نے رسولِ ثقلین کے قلب کو مجروح کر دیا ہے پس اے میرے شیعو جہاں تک ہو سکے ہر آن ان ظالموں پر لعنت کرتے رہو۔"

جب جناب سکینہ ہوش میں آئیں تو بابا کی لاش پر تڑپ تڑپ کر بین کرنے لگیں۔ اشقیاء نے جبر و تشدد سے بچی کو باپ سے جدا کیا۔ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ۔ وارد ہوا ہے کہ جب اہلِ حرم کا قافلہ کربلا سے بسوئے کوفہ روانہ ہونے والا تھا تو سید سجادؑ نے مقتل پر نظر ڈالی دیکھا کہ شہیدوں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اور ایک نشیب میں لاش مطہر امام حسینؑ بے گور و کفن پڑی ہے سید سجادؑ فرماتے ہیں کہ مجھ پر بہت شاق گزرا کہ میں اپنے بابا کی لاش کو دفن نہ کر سکا۔ میری حالت متغیر ہوئی۔ اسی اثناء میں میری پھوپی زینبؑ خاتون آئیں اور کہا مَالِيْ اَرَاكَ تَجُوْدُ بِنَفْسِكَ يَا بَقِيَّةَ جَدِّيْ وَاَبِيْ وَاِخْوَتِيْ اے سید سجاد۔ اے میرے نانا۔ بابا اور بھائی کی نشانی تمہیں کیا ہو گیا کہ حالت غیر ہو رہی ہے بیمار امامؑ نے فرمایا کہ اے پھوپی اماں۔ میری حالت کیوں نہ غیر ہو جبکہ میرے چچا میرے بھائی میرے بابا سب ہی گلے کٹائے ہوئے زمین کربلا پر پڑے ہیں اور میں ان کو دفن بھی نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اس کا احساس ہے کہ ان بے کسوں کی لاشوں کو دفن کریں۔ گویا یہ ہمیں تو مسلمان بھی نہیں سمجھتے۔ جناب زینب خاتون نے فرمایا کہ اے نور دیدہ سجاد تم نہ روؤ۔ خدا کی قسم ہمارے نانا اور ہمارے بابا نے ہمیں خبر دی ہے کہ خداوند عالم نے روز میثاق اس امت کے ایک گروہ سے کہ جسے یہ گروہ ستم شعار نہیں

پہنچاتا ہے۔ عہد لیا ہے وہ ہمارے شہیدوں کی لاشوں کو دفن کرے گا اور اس صحرا میں تمہارے پدر بزرگوار حسین ابن علیؑ کا مزار بنے گا۔ ہزاروں شیعہ اور موالی زیارت کو آئیں گے اور خلفاء جور اس مزار اقدس کو مٹانے کی بھرپور کوشش کریں گے مگر وہ شمع حسینی کہ جو مزار اقدس پر روشن ہوگی روشن رہے گی خدا کے نور کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔ اگرچہ کافروں پر کسی قدر گراں ہو۔ مزار اقدس کی شان و شوکت روز افزوں بلند سے بلند تر ہوگی۔

بارہویں مجلس

اسیرانِ اہلبیتؑ کی کوفہ میں آمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ اَشۡرَفِ السُّفَرَاءِ الۡمُقَرَّبِیۡنَ وَاَفۡضَلِ اَھۡلِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہِ الطَّیِّبِیۡنَ وَارُوۡمَتِہِ الۡاَنۡجَبِیۡنَ وَاَھۡلِ بَیۡتِہِ الۡمَظۡلُوۡمِیۡنَ خُصُوۡصًا عَلٰی نَجۡلِہٖ وَفَرۡخِہٖ وَسِبۡطِہِ الۡاَمِیۡنِ الۡمُبۡکِیۡنَ الۡمَمۡنُوۡعِ مِنَ الۡمَآءِ الۡمَعِیۡنِ الۡمَذۡبُوۡحِ الۡاَھۡلِ وَالنَّبِیِّیۡنَ الشَّہِیۡدِ الطَّعِیۡنِ وَالۡاَسِیۡرِ الۡمَھِیۡنِ صَاحِبِ الدِّمَاءِ الدَّفِیۡنِ وَالۡجَسَدِ الۡمَرۡضُوۡضِ مِنَ الۡھَجِیۡنِ وَالشِّلۡوِ الرَّھِیۡنِ وَالۡاَرۡضِ الۡمُشۡتَھَرِ فِی الۡبِلَادِ بَیۡنَ الۡفِئَۃِ الۡبَاغِیَۃِ الظَّالِمِیۡنَ وَالشَّیۡبِ الۡخَضِیۡبِ مِنَ الظُّلۡمِ الۡفِرۡقَۃِ الطَّاغِیَۃِ الۡفَاسِقِیۡنَ مَحۡرُوۡقِ الۡخِبَاءِ مَسۡلُوۡبِ الرِّدَاءِ مَھۡتُوۡکِ الۡحِمَاءِ مَقۡتُوۡلِ الظَّمَاءِ مَذۡبُوۡحِ الۡقَفَاءِ مُقَطَّعِ الۡاَعۡضَآءِ ۔ بِسَیۡفِ اَشۡقَی الۡاَوَّلِیۡنَ وَالۡاٰخِرِیۡنَ الۡمَذۡبُوۡحِ بِاَمۡرِ اللَّعِیۡنِ ابۡنِ اللَّعِیۡنِ الۡاِمَامِ الۡمُبۡکِیۡنَ وَاللَّیۡثِ الۡعَرِیۡنِ الَّذِیۡ ھُوَ لِلۡخَلۡقِ اَمَانٌ وَلِلۡحَقِّ اَمَانٌ وَلِلۡحَقِّ اَمِیۡنٌ سَیِّدِنَا اَبِیۡ عَبۡدِ اللّٰہِ الۡحُسَیۡنِؑ ابۡنِ اَمِیۡرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَبَعۡدُ فَقَدۡ قَالَ اللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ کَمَ

تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۖ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝ (سورۃ الدخان آیات از ۲۵ تا ۲۹)

ترجمہ: وہ لوگ (خدا جانے) کتنے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور اچھے مکانات اور آرام کی چیزیں جس میں وہ عیش اور چین کیا کرتے ہیں چھوڑ گئے۔ یوں ہی ہوا اور ان تمام چیزوں کا دوسرے لوگوں کو مالک بنا دیا تو ان لوگوں پر آسمان اور زمین کو بھی رونا نہ آیا اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔

خداوند عالم نے اس آیہ مجیدہ میں مذمت کفار اور ان کی ہلاکت کے بارے میں ذکر فرمایا ہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اور اہلِ ایمان کے ایمان کے ایمان میں مزید استواری پیدا ہو۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ بہت سے ایسے لوگ گزر گئے کہ جن کے پاس باغات، نہریں اور زراعتی زمینیں تھیں اور آسائش و آرام کے اسباب موجود ہے جس سے وہ متمتع ہوئے تھے اور جب وہ ہلاک ہوگئے اور وہ تمام چیزیں دوسروں کے تصرف میں پہنچ گئیں تو ان کی ہلاکت پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین روئی۔ مقصد یہ ہے کہ کسی کا دل ان کی ہلاکت پر پُر ملال نہیں ہوا اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ عزت و دولت، رفعت و جاہ، کرامت و بزرگی اور بلندی و پستی سب کچھ خدا کی طرف سے ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بسا اوقات عزت و دولت کا دار و مدار انسان کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے کیونکہ انسان ہمہ وقت محل امتحان میں ہوتا ہے۔ خدا ہر ایک انسان کا مصیبتوں کے ذریعہ امتحان لیتا ہے اگر انسان امتحان میں کامیاب ہے تو خدا کی نظریں وہ

ذی قدر ہے اور امتحان میں کامیاب نہیں ہے تو خدا کے نزدیک ذی عزت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عبادات کے ذریعہ انسان خدا کی نظر میں قابل محبت ہوتا ہے اور اگر عبادت سے انحراف ہے تو پھر ایسا عبد خدا کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا وہی دوست ہے کہ جو منزل اطاعت و عبادت میں استوار ہے اور اس طرح تمام مخلوق خدا کی دوست بن سکتی ہے لیکن بہ سبب زیادتی عبادت و اطاعت دوستی میں ملاحج ہے پس معصوم کہ جس سے خلاف اطاعت الہیہ کوئی عمل ظاہر نہیں ہوتا۔ اس امر کا مستحق و مستوجب ہے کہ خدا اس کو اپنا دوست بنائے چنانچہ جب کوئی بندہ خدا کا دوست ہوتا ہے تو اپنے ملائکہ کو حکم دیتا ہے کہ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ۔ کہ میں فلاں شخص کو دوست رکھتا ہو تم بھی اے فرشتو اس شخص کو دوست رکھو۔ اور پھر ایسے شخص کو زمین و آسمان بلکہ تمام کائنات اس کو دوست رکھتی ہے۔ پس چونکہ یہ بنائے محبت، خوشی و غمی مرتب ہوتی ہے لہٰذا محبّ خدا اور مقرب بارگاہ خداوندی کے لیے ان کے مصائب میں زمین و آسماں کا گریہ و بکا، معمول بہ فطرت ہے اور غمی و حزن کے موقعہ پر خوشی کا اظہار کرنا منافی فطرت ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے علیؑ جب کوئی مومن مرتا ہے تو چالیس روز تک آسمان و زمین اس پر گریہ کرتے ہیں اور جب کوئی عالم دین مرتا ہے تو چالیس ماہ تک زمین و آسمان اس پر گریہ کرتے ہیں پھر فرمایا اے علیؑ جب تم شہید کیے جاؤ گے تو زمین و آسمان چالیس سال تک گریہ کریں گے۔

مخالفین کا یہ کہنا کہ آسمان و زمین کیسے روتے ہیں تو یہی آیت کہ جو عنوان مجلس قرار دی گئی ہے اس میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے پر آسمان و زمین نہیں رویا یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ

آسمان و زمین رو سکتے ہیں مگر دوستدارِ خدا کی مصیبت پر۔ نہ فرعون نے کبھی خدا کے دوست ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ ہی خدا نے اسے دوست بنایا لیکن پھر بھی اس آیت میں تذکرہ ہے کہ اس کی ہلاکت پر زمین و آسمان نہیں روئے۔ اس طرح خداوند عالم نے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ جو میرا دوست ہے اور وہ قتل ہو جائے تو اس پر زمین و آسمان روئیں گے یا روتے ہیں۔ اس آیہ مجیدہ کی تفسیر میں صحیح مسلم میں ہے کہ جب فرزند حبیب خدا نور دیدہ مرتضیٰ ؑ ٹھنڈک چشم زہراؑ کربلا میں شہید ہوا تو آپ کی شہادت و مصیبت پر زمین و آسمان روئے۔ آسمان کا رونا اس کا سرخ ہو جانا ہے اور اس کی تائید میں وہ روایت بھی ہے کہ جسے ابن حجر عسقلانی نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا گزر سرزمین کربلا پر ہوا۔ تو آپ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ مقام ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہ مقام ہمارے اسباب وغیرہ کے اترنے کی جگہ ہے اور یہ مقام ہماری قتل گاہ ہے پھر فرمایا کہ میرا فرزند حسینؑ یہیں نرغہ اعداء میں گھر جائے گا اور اس پر زمین و آسمان گریہ کریں گے پس یہ فرما کر آپ پر شدید گریہ طاری ہوا پس زمین و آسمان کا مصائب امام حسینؑ پر گریہ کرنا ثابت ہے۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کے سامنے سے ایک منافق گزرا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے آیۂ مجیدہ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جب یہ مرے گا تو اس پر زمین و آسمان نہیں روئیں گے۔ اسی اثناء میں حضرت امام حسینؑ آ گئے۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

وَلٰكِنْ هٰذَا لَتَبْكِيَنَّ عَلَيْهِ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ۔ یعنی کہ جب یہ میرا فرزند حسینؑ دنیا سے رخصت ہو گا تو زمین و آسمان گریہ کریں گے یہ بھی فرمایا کہ آسمان و زمین کسی

پر نہیں روئے مگر یحیی بن زکریا پر روئے ہیں اور حسینؑ پر روئیں گے۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ آسمان و زمین کا گریہ کرنا۔ انبیاءؑ و مرسلینؑ اور آئمہ پر از قسم اعزاز ربانی ہے۔ خداوند عالم نے ان کو برگزیدہ قرار دیا ہے کیونکہ انبیاء مسجود ملائکہ ہیں۔ آدم صفی اللہ ہیں۔ نوح کو خداوند عالم نے مستجاب الدعوۃ قرار دیا ہے لیکن نوح نے اپنی قوم کی جفاکاری سے دل تنگ ہو کر عذاب کے لیے دعا کی۔ عذاب نازل ہوا اور قوم غرق ہو گئی۔ لیکن حضرت امام حسینؑ نے بے انتہا ظلم و جور برداشت کیا مگر صبر کرتے رہے اور عذاب نہیں مانگا۔ یہی وجہ ہے کہ صبر حسینؑ دیکھ کر ملائکہ تعجب کرتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مفضل ابن عمر سے فرمایا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ملائکہ قبر حسینؑ علیہ السلام پر مومنین کے ساتھ ساتھ طواف کر رہے ہیں اور کثیر اژدھام ہے۔ مفضل نے عرض کیا آیا ملائکہ نظر بھی آتے ہیں۔ آنجنابؑ نے فرمایا کہ ہاں ہاں اس طرح کہ مومنین ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اس مقام پر مومنین جو حاجات طلب کرتے ہیں وہ خداوند عالم پوری کرتا ہے۔ مفضل نے کہا کہ یہ تو واللہ ھذا الکرامہ۔ بجز ایک کرامت ہے۔ آپ نے فرمایا اے مفضل کیا اس سے بھی زیادہ ترہات کہوں۔ مفضل نے عرض کیا ہاں مولیٰ ضرور بیان فرمائیے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں ایک نوری تخت مرصع جواہر نگار ہے اور اس پر ایک قبہ ہے حسینؑ رونق افروز ہیں اور مومنین زیارت کر رہے ہیں اور ان پر سلام بھیج رہے ہیں اور خداوند عالم کی طرف سے خطاب ہوتا ہے کہ اے حسینؑ بڑی بڑی اذیتیں برداشت کیں اب نعمہائے بہشت سے لطف اندوز ہو۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ خلیل خدا کے پاس بہت سے گوسفند تھے جن کو پہاڑ کے دامن میں چرایا کرتے تھے۔ ایک روز جبرئیل امین پہاڑ کے گوشہ سے نمودار ہوئے اور نہایت خوش آئند آواز میں انہوں نے کہا۔ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ۔" حضرت ابراہیمؑ اس قدر خوش ہوئے کہ آپ نے اپنے گلّے کی چوتھائی بھیڑ بکریاں ان کو دے دیں۔ اور کہا تو نے میرے دوست (خدا) کا کس پرکیف لہجہ میں ذکر کیا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے پھر دوسری مرتبہ یہ کلمات تسبیح ادا کیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے پھر چوتھائی گلّے کی بھیڑ بکریاں ان کو دے دی۔ تیسری مرتبہ پھر جبرئیل امین نے وہی کلمات تسبیح پڑھے اور حضرت ابراہیمؑ نے پھر چوتھائی حصہ بخش دیا اور جب جبرئیل نے چوتھی مرتبہ کلمات تسبیح ادا کیے تو حضرت ابراہیم نے باقی چوتھائی حصہ بھی راہِ خدا میں دے دیں۔ اس وقت آواز آئی کہ تو میرا خلیل ہے۔ آپ آگ میں ڈالے گئے اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے لٹا دیا اور اپنے نزدیک ذبح کر دیا مگر دنبہ ذبح ہوا۔ اور اسمٰعیلؑ بچ گئے۔ لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام نے راہِ خدا میں دینِ حق کی بقا کے لیے اپنے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور اپنی اولاد علی اکبرؑ، علی اصغرؑ سب کو قربان کر دیا۔ اور اصحاب و انصار سب ہی شہید ہوئے اور آخر میں حضرت امام حسینؑ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

بحار الانوار میں انس بن مالک سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ "رسول اللہؐ مکہ معظمہ میں میرے ساتھ ایک طرف کو چل رہے تھے کہ آنحضرتؐ اثنائے راہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی قبر مبارک پر پہنچے اور قبر کے نزدیک کھڑے ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ "تم یہاں سے ذرا کچھ دور چلے جاؤ۔" میں کس قدر دور چلا گیا۔

جب آنحضرتؐ کو وہاں کافی دیر ہو گئی تو میں اس طرف متوجہ ہوا۔ ابھی قبر مبارک کچھ دور ہی تھی کہ آنحضرتؐ کے مناجات کرنے کی آواز گوش زد ہوئی۔ آنحضرتؐ یہ مناجات فرما رہے تھے۔

یَارَبِّ یَارَبِّ اَنْتَ مَوْلَاہُ فَارْحَمْ عُبَیْدًا اِلَیْكَ مَلْجَاہُ

اے میرے رب اے میرے رب تو ہی میرا مولا ہے۔ پس خدایا تو اپنے اس بندہ پر رحم فرما جس کا تو جائے پناہ ہے۔

یَا ذَا المعالی عَلَیْكَ معتمدی طوبیٰ لِعَبْدٍ کُنْتَ اَنْتَ مولاہُ

اے صاحب صفات عالیہ میرا تو ہی آسرا ہے مجھے تجھ پر اعتماد ہے نصیب میرے کہ تو میرا مولا و آقا ہے۔

طُوْبیٰ لِمَنْ کَانَ خَائِفًا اَرِقًا یَشْکُوْ اِلیٰ ذی الجلال بلواہُ

خوشخبری ہے اس کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتا ہوا راتوں کو جاگتا رہے اور خدا کی بارگاہ اقدس میں اپنی حاجات بیان کرے۔

وما بہ علۃ ولا سقم اَکْثَر مِنْ حُبِّہٖ لِمَوْلَاہُ

خوشا بحال اس شخص کا کہ جس کی کوئی شکایت اور بیماری سوائے محبت مولا کچھ اور نہیں ہے اور وہ عشق مولا میں قلق کے درجہ پر فائز ہے۔

اذا اشتکیٰ بَثَّہٗ وَغُصَّتَہٗ اَجَابَہُ اللّٰہُ ثُمَّ لَبَّاہُ اِذَا بَتَلَا بِالظَّلَامِ مُبْتَہِلًا اَکْرَمَہُ اللّٰہُ ثُمَّ اَدْنَاہُ۔

خوشا بحال کہ جو اپنے رب سے اپنی شکایات و حاجات بیان کرے۔ خدا اسکو جواب دیتا ہے اور جواباً خدا لبیک کہتا ہے اور ہر جگہ تاریکی و اندھیرے میں وہ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کے تضرع وزاری پر کرم فرماتا ہے اور اس کو

اپنا مقرب بندہ قرار دیتا ہے۔ انس کا بیان ہے کہ میں نے غیب سے یہ آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ لَبَّیْکَ عَبْدِیْ اَنْتَ فِیْ کَیْفِیْ وَکُلَّمَا قُلْتَ قَدْ عَلِمْنَاہُ۔ لبیک اے میرے بندۂ لبیک تو جس حالت میں بھی ہے میں خوب جانتا ہوں یعنی تیری حالت سے میں باخبر ہوں۔

صَوْتُکَ تَشْتَاقَۃُ مَلَائِکَتِیْ فَحَسْبُکَ الصَّوتُ قَدْ سَمِعْنَاہُ

اے میرے بندے تیری آواز کچھ اس قدر بھلی ہے کہ میرے ملائکہ بھی تیری آواز سننے کے مشتاق ہیں۔ پس یہی کافی ہے کہ ہم نے تیری آواز سن لی۔ اور تیری حاجات منازل قبولیت سے گزر رہی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت محمدؐ و آل محمدؐ صلوٰت اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے اذن سے تمام کائنات پر تصرف رکھتے ہیں اور ان کو یہ تصرف بصورت ولایت تکوینیہ حاصل ہوا ہے۔ خدا جس کو چاہے وہ طاقت و قوت عطا کرے جس صفت سے چاہے متصف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے عیسیٰ ابن مریم کو اندھوں کو بینا کرنے کی قوت عطا کی۔ مریضوں کو شفا دینے کی قدرت عطا کی۔ مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا۔ تو حسین بن فاطمہؑ کو عالمین کا ہادی بنایا اور حسینؑ نے تمام عالم سے کفر و ضلالت کی تاریکی دور کی اور ایسی شمع روشن کی کہ دین کی جگمگاہٹ اور اس کی تابندگی کو دوام مل گیا۔ حسین علیہ السلام کی ذات اقدس سے خیر و برکت وابستہ ہے۔ جناب سیدہ عالمین فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر خیر و برکت پیدا ہو گئی جبکہ میرا فرزند حسینؑ چار ماہ کے ہوئے، حسینؑ پیدائش سے پہلے میرے مونس تنہائی تھے۔ جب حسینؑ پانچ ماہ کے ہوئے تو ہم ان کے نور کی روشنی میں چراغ شب کے محتاج نہ تھے اور جب کبھی میں خلوت ہوئی تو مجھے تسبیح و تقدیس کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ

جب حسین علیہ السلام کربلا میں شہید ہو گئے اور سر مقدس نیزہ پر بلند ہوا تو سر بریدہ نے قرآن پاک کی تلاوت کی اور تلاوت سے پیشتر آپ نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور آپ کی قبر مطہر سے آج بھی معجزات و کرامات کا ظہور ہوتا ہے۔ آپ کی تربت کی خاک پاک خاک شفا ہے۔ جناب عیسیٰ نے تو خود اپنا دست مبارک مریض پر پھیرا خدا نے اس کو شفا عطا کی مگر حسین مظلوم کی قبر مبارک اور مقتل کی مٹی میں یہ تاثیر ہے کہ مرض کو دور کر دے۔ دنیا میں شفا ممنون امام حسینؑ ہے اور آخرت میں شفاعت حسینؑ کا حصہ ہے۔

علی بن ابراہیم قمی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حبابہ والبیہ متواتر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں برائے زیارت حاضر ہوا کرتی تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد ان کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان برص کا داغ پڑ گیا۔ جس کی وجہ سے وہ حاضر خدمت حضرت خامس آل عبا نہ ہو سکیں۔ جب کچھ دن گزر گئے تو امام علیہ السلام نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو آپ کو معلوم ہوا کہ حبابہ والبیہ مرض برص میں مبتلا ہیں اور اسی وجہ سے وہ زیارت کے لیے نہیں آتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے چند اصحاب خاص کے ہمراہ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ حبابہ اس وقت نماز میں مشغول تھیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئیں تو امام عالی مقام نے فرمایا کہ تم اب ہمارے یہاں نہیں آتی ہو

انہوں نے کہا اے فرزند رسول خدا یہ برص کا داغ میرے منہ پر پڑ گیا ہے جس کی وجہ سے میں اب گھر سے باہر نہیں نکلتی ہوں۔ امام حسینؑ نے یہ سن کر اپنا لعاب دہن اس نشان برص پر ملا۔ پس وہ نشان برص بالکل جاتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ اے حبابہ شکر خدا بجا لاؤ۔ حبابہ شکر خدا بجا لائیں اور سجدہ شکر ادا کیا۔ حبابہ نے آئینہ دیکھا تو چہرہ

بالکل صاف تھا۔

ابن شہر آشوب نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص کو تپ شدید ہوگئی یعنی شدید بخار ہو گیا۔ امام حسینؑ کو جب معلوم ہوا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ نے دق الباب کیا۔ ابھی آپ نے مکان کے اندر قدم نہیں رکھا تھا کہ اس شخص کا بخار جاتا رہا اور مثل تندرستوں کے ہوگیا اس وقت آپ کے ایک صحابی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ آپ کو عطا کیا ہے ہم اس سے راضی ہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ وَاللّٰہُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ شَیْئًا اِلَّا وَقَدْ اَمَرَہٗ بِالطَّاعَةِ لَنَا ۔ یعنی خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو بھی پیدا کیا ہے اسے ہماری اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

قطب راوندی نے یحییٰ ابن امّ طویل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک نوجوان روتا ہوا آیا۔ امام علیہ السلام نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے عرض کیا: فرزند رسول میری ماں نے دنیا سے کوچ کیا اور اس نے مجھے وصیت نہیں کی اور وہ مالدار تھی۔ مجھے یہ امر کیا تھا کہ جب میں مرجاؤں تو امام حسینؑ کی خدمت اقدس میں جانا اور جس طرح امام علیہ السلام فرمائیں عمل کرنا۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اٹھو اس زن صالحہ کے پاس چلیں۔ جب آپ اس کے دروازہ پر پہنچے جہاں اس کی میت رکھی تھی آپ نے اس کے نزدیک کھڑے ہو کر زیر لب کچھ فرمایا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آپ دعا فرما رہے ہیں یا اس میت کو حکم دے رہے ہیں کہ اٹھ بیٹھ جا کہ اچانک وہ ضعیفہ اٹھ کر بیٹھ گئی کہ کلمۂ شہادت ادا کیا۔ جب اس کی نظر امام حسینؑ پر پڑی عرض کیا یابن رسول اللہ اندر تشریف لے چلیے اور جو آپ مناسب سمجھیں وہ حکم کریں کہ میں اس کو

بجالاؤں اور آپ کے حکم کے مطابق وصیت کروں۔ امام عالی مقام اور آپ کے بعض صحابی جو ہمراہ آئے تھے اندر داخل ہوئے اور امام عالی مقام کرسی پر رونق افروز ہوئے اس ضعیفہ نے کہا اے فرزند رسول خدا میرے جس قدر مال ہے وہ فلاں جگہ رکھا ہے اس نے اپنے مال کی نشاندہی کی۔ اور کہا کہ میں نے اس کا ایک تہائی حصہ آپ کی نذر کیا۔ آپ دوستوں میں سے جسے چاہیں عطا فرمائیں اور دو تہائی میرے فرزند کا حصہ ہے۔ بشرطیکہ اسے آپ شیعہ جانتے ہوں اور اگر آپ اسے مخالف جانتے ہیں تو پھر اس کا اس مال میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر اس نے امام عالی مقام سے عرض کیا کہ جب میں مر جاؤں تو میری نماز جنازہ آپ پڑھائیں۔ یحییٰ ابن ام طویل کہتا ہے کہ میں نے دیکھا یہ کہہ کر وہ لیٹ گئی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے فرزند نے وصیت والدہ مرحومہ عمل کیا۔ واحسرتاہ ایسا امام عالی مقام کہ جو مثل عیسیٰ مردوں کو زندہ کرے مثل اسمٰعیل بلکہ ذبیح اللہ ہونے میں فخر اسمٰعیل ہو اس کے گلے پر تیغ چلے اور سر مبارک تن سے جدا کیا جائے۔ اس کے جسم اقدس پر ایک ہزار نو سو پچاس زخم لگیں۔ لاش ریگ کربلا پر پڑی رہی اور سر مبارک نوک نیزہ پر بلند ہوا۔ اور اہل حرم شتران بے کجاوہ پر سوار ہوں اور شہر بشہر کوچہ کوچہ پھرائے جائیں۔ اور منادی ندا دے رہا ہو کہ جسے آل رسول کا تماشہ دیکھنا ہو وہ دیکھ لے سید جمیل سید شریف کاظمی نے کیا خوب کہا ہے۔ لَا خَيْرَ فِي الدُّنيا وَلا فِي اَهْلِهَا بَعْدَ الْحُسَيْنِ وَيَوْمِهِ الْمُسْتَفْظِعِ ۔ یعنی کہ بعد امام حسینؑ دنیا جائے خیر نہیں ہے۔ اس میں ابتلاء ہی ابتلاء ہے اہل دنیا اور زندگانی دنیا سب ہیچ ہے اور ہمیں اس کا کیا کرنا ہے فضيعٌ ثُمَّ بِيْ اِلٰى لَيْسَ السَّوادِ تَاهيا لِمُحَرَّمِ وَهِلالِهِ الْمُسْتَبْسِعِ ۔

اٹھو رسالے شیعو اٹھو، سیاہ لباس ماتم پہن، صف عزا برپا کر کہ ہلال محرم نمودار ہو گیا۔

ما انت اوّل لابسٍ لمصابہٖ اثواب حُزنٍ صبغُھا لم یقلع فا لبیتُ

بیت اللہ قد لبس السّوادِ تو نعتًا لمصا بہ المتو قعٌ۔

غم امام حسینؑ میں اولا سیاہ پوش ہو کیونکہ اس سے پیشتر خانہ کعبہ سیاہ پوش ہے۔

فبکیٰ لہٗ جزعًا فاضحتْ زمزم فیاھُھامِن فیض ذاك المد مع۔

حضرت امام حسینؑ نے غم میں اگر آنکھ سے ایک آنسو نکل جائے۔ اگر چشم معرفت سے دیکھا جائے تو ایک چشمہ زمزم ہے جو جاری ہے۔ جس طرح آب زمزم جاری رہتا ہے۔ اس طرح محبت امام حسین میں آنسو ہمہ وقت جاری رہنا بہتر و خوب تر ہے۔

نو حقہٖ لم ارع ذِمّۃً ذریہ اِن مرُ ذرعٍ غیرہ فی مُسمّعٍ ۔ یعنی کہ اگر امام حسینؑ کی مصیبت کے سامنے کسی اور مصیبت کو اگر اہمیت دی اور اس پر کان دھرے تو گویا تو نے عہد وفاء دوست پورا نہیں کیا۔ اَم ایغیضق فیہٖ الفلاءَ نضا و تضمینی مِن بعدہٖ رُضبُ القضاءِ المھبّج......... کیا تو حسینؑ پر شک کرتا ہے اور ان کو درمیان میں ہیں۔ ہمیشہ امام علیہ السلام پر ایمان رکھتا ہوں تمام وسعتیں امام کے زیر نظر ہیں۔ بِاَبِی واُمّی زینبٌ بین العدیٰ تدعوا النّبیّ بِحرقۃٍ و توجّع میرے ماں فدا ہوں۔ حضرت علیا زینب خاتونؑ پر کہ جو دشمنوں کے درمیان۔ دل سوختہ کھڑی ہیں اور اپنے جد کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں۔ یا جدُّ غدرت بنو اُمیّۃ غدرۃً ببغیك ادراك مثلھا لم یسمعُ

یعنی کہ

اے جد بزرگوار بنی امیہ نے آپ کے بعد آپ کی اولاد سے غدر کیا اور بغاوت کی۔ اور اس قدر مظالم کیے جس کی نظر نہیں ملتی۔ یا جبّرنا ایدی ابن اکلۃ الکبود بنا

بدائعٍ قبلہُ لم تبدع وا یجدُ والاَ بَتا ۔ یعنی کہ اے جد بزرگوار بندہ جگر خوار کے بیٹے نے ہم پر ظلم کیے۔ ایسے ظلم اب سے پہلے کسی پر نہیں ہوئے۔ مَنَعُوْہُ مُہرًا قَدا عُدَّ لِاُمِّہٖ وعدُ دِہٖ من شربہ لم یَنْعَمُ۔ یعنی اے جد بزرگوار آب فرات کہ جسے خدا نے ہماری مادر گرامی کا مہر قرار دیا تھا۔ فرات سامنے بہہ رہا تھا۔ مگر دشمنوں نے اب فرات نہیں پینے دیا۔ لِلّٰہِ کَمْ نَملتَ وَعلتْ مِنْہُ اسیافٌ وَغُلَّۃَ صَدِہٖ لَمْ یَنْفَعُ۔ آہ صد آہ کہ کوفیوں کی تلواروں کی آب سے (تلواروں کا پانی) شہیدوں کو سیراب کیا اور ان کے دلوں کی جلن اور سوزش آب فرات سے ختم نہ کی۔ مَا للقیامۃ لَمْ تَقِمْ ولتا رھما لَمْ تَضَطِرُ ہٗ وَلَاخدھم لَمْ تَسْرَغ۔ یہ دنیا کیوں نہ ختم ہوئی اور قیامت کیوں نہ برپا ہوئی اور آتش غضب الٰہی ان دشمنانِ دین پر نازل کیوں نہ ہوتی اور اس گروہ جفا کار کو اپنی گرفت نہ لیا۔ صَبْرٌ سَبِیل وَ احمدُ صبرًا عَلیٰ ما نابَ من خَطِبٍ وَرُزءٍ مُقَطَّعٍ اے دختر نبیؐ صبر کیجئے۔ ان مصائب اور بلیات پر کہ جو دشمنوں نے آپ پر ڈالے میں صبر کیجئے۔ ان بزرگوار یعنی امام حسینؑ نے بھی صبر کیا ہے اور اپنی جان و مال راہ خدا میں لٹا دی ہے اور خداوند جلیل نے انہیں گرامی قدر کیا ہے اور ان کی جاء رہائش کو مقدس و محترم قرار دیا ہے۔ اس کی زیارت و طواف کو افضل عبادات قرار دیا ہے اور ان کی مصیبت پر رونے کو بہترین عبادت گردانا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قبر مطہر امام حسین علیہ السلام ملائکہ کے لیے مقام معراج ہے (از مترجم۔ اللہ اکبر۔ معراج میں رسولؐ ارفع و اعلیٰ مقامات کی طرف گئے یعنی بلندی کی طرف لہٰذا آپ کا عالم بالا جانا معراج کہلایا اور ملائکہ جو مقامات بالا کے ساکن ہیں جب زمین کی طرف زیارت قبر امام حسینؑ کے لیے نازل ہوں تو وہ نزول شان معراج ملائکہ ہے) اور ایک جماعت ملائکہ آئی ہے

تو دوسری جاتی ہے۔

حسین ابن ابی حمزہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ میں حکومت بنی امیہ کے آخری زمانہ میں کوفہ سے کربلائے معلیٰ زیارت قبر امام حسینؑ کے لیے گیا۔ شب کے وقت میں نے نہر فرات میں غسل کیا۔ لباس نو پہنا اور روضۃ الحسینؑ پر حاضر ہوا۔ تو اندر سے ایک شخص نکلا۔ جو نہایت سفید لباس پہنے تھا۔ اور اس کے جسم اور لباس سے نہایت نفیس پاکیزہ خوشبو آرہی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا ابھی واپس جاؤ اس وقت تم زیارت نہیں کر سکتے۔ میں واپس چلا گیا۔ نصف شب گزرنے کے بعد میں دوبارہ گیا۔ تو پھر وہی شخص باہر آیا۔ اور اس نے پھر مجھے حرم میں اندر جانے سے روک دیا۔ میں نے کہا کہ میں کوفہ سے بغرض زیارت یہاں آیا ہوں اور تم مجھے روک رہے ہو کہ اندر نہ جا سکوں۔ اگر صبح ہو گئی اور بنی امیہ کے کسی آدمی نے دیکھ لیا تو وہ مجھے اذیت پہنچائے گا۔ لہٰذا مجھے اندر جانے دو یہ شب جمعہ ہے اور میں زیارت ہی کے لیے آیا ہوں۔ صبح دم مجھے خطرہ محسوس ہوتا ہے اس شخص نے کہا کہ تم صبح زیارت کر لینا کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ قبر مبارک حسین مظلوم کی زیارت کرنے آئے ہیں۔ صبح سے پہلے وہ چلے جائیں گے اس دم تم زیارت کر لینا۔ راوی کہتا ہے کہ میں اس وقت واپس آگیا۔ اور طلوع صبح کے بعد میں نے پھر غسل کیا اور زیارت کے لیے گیا تو اس وقت وہاں کوئی شخص موجود نہ تھا۔

قطب راوندی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا: قبر الحسین عشرون ذراعاً فی عشرین ذراعاً روضۃ من ریاض الجنۃ قبر امام حسین علیہ السلام ۲۰ × ۲۰ گز کے درمیان باغہائے جنت میں سے ایک باغ

ہے اور اسی مخصوص خطہ ارضی ملائکہ کا مقام معراج ہے۔ کوئی ملک مقرب اور کوئی نبی و مرسل ایسا نہیں جو باذن خدا زیارت قبر حسین سیدالشہداء کے لیے کربلا نہ آتا ہو۔ ملائکہ گروہ در گروہ زیارت کے لیے آتے جاتے رہتے ہیں۔ اے شیعو! ذرا غور کرو وہ یہ شرف و مرتبہ کسی دوسرے کو عطا نہیں ہوا ہے اور خدا اس کو دوست رکھتا ہے کہ جو غم حسینؑ میں گریہ و بکا کرے۔ انتہاء یہ ہے کہ ایک قطرہ اشک بھی آنکھوں سے جاری ہو جائے تو وہ امرزش گناہ کے لیے کافی ہے۔

ابن قولویہ نے روایت کی ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ کوفہ کے کچھ چونا بنانے والے، پھونے کے پتھر لینے کے لیے صحرائے کربلا سے گزرے تو انہوں نے جنات کا مرثیہ سنا جو کہ یہ ہے:

مَسَحَ النَّبِیُّ جبینَہٗ وَلَہٗ بَرِیقٌ فِی الخُدُوْدِ

آنحضرتؐ کے رخسار و جبین کے بوسہ لیے تو ان کے رخساروں میں سے شعاع نور پھوٹتی ہے۔

اَبَوَاہُ مِنْ عِلْیَا قُرَیشٍ وَجَدُّہٗ خَیْرُ الجُدُوْدِ

ان کے والدین قریش کے اعلیٰ ترین افراد میں سے ہیں اور ان کا نانا بہترین نانا ہے۔

شیخ مفید اور شیخ طوسیؒ نے روایت کی ہے بنو تمیم کے ایک بوڑھے سے کہ اس نے کہا، بخدا میں روز عاشوراء محرم اپنے گھر رابیہ میں اپنے ہم قبیلہ شخص کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ناگاہ ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو اس طرح فریاد کر رہا تھا۔

واللہ مَاجِئْتُکُمْ حَتّٰی بَصُرْتُ بِہٖ بالطفّ مُنْعَفِرَ الخَدَّیْنِ مَنْحُوْراً۔ یعنی بخدا میں تمہارے پاس نہیں آیا مگر بعد اس کے کہ میں نے مقام طف میں ان کو

مذبوح دیکھا اور خاک آلودہ رخساروں کے ساتھ دیکھا وَحَوْلَهُ فِتْيَةٌ تَدْمِيْ نُحُوْرُهُمْ مثل المصابیح يُطْفُوْنَ الدُّجىٰ نُوْرًا۔ یعنی کہ ان کے گرد ایسے جوان پڑے تھے جن کی گردنوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ اندھیرے میں روشن چراغوں کی مانند تھے کہ جو رات میں چمکتے ہیں۔

وَقَدْ حَثَثْتُ تلوصی كَےْ أُصَادِفَهُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَتَلَاقِي الْحُرُّ وَالْحُوْرُ فَعَاقَنِيْ قَدَرُ اللهِ بَالِغَةً وَكَانَ أَمْرُ قَضَآءِ اللهِ مَقْدُوْرًا میں نے اپنی سواری کو تیز دوڑایا کہ میں ان تک پہنچ سکتا مگر ان کی شہادت سے پہلے میں نہ پہنچ سکا یہی قضاء قدر الٰہی تھی۔

كَانَ الْحُسَيْنُ سِرَاجًا يُسْتَضَاءُ بِهِ اللهُ يَعْلَمُ أَنِّيْ لَمْ أَقُلْ زُوْرًا۔ حسینؑ وہ چراغ تھے جن سے گمراہوں کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں غلط نہیں کہتا۔

صَلَّى الْإِلٰهُ عَلٰى جِسْمٍ تَضَمَّنَهُ قَبْرُ الْحُسَيْنِ حَلِيْفَ الْخَيْرِ مَقْبُوْرًا مُجَاهِدًا لِرَسُوْلِ اللهِ فِيْ غُرَفٍ وَلِلْوَصِيِّ وَلِلطَّيَّارِ مَسْرُوْرًا اللہ تعالیٰ اس تربت پر رحمتیں نازل فرمائے جس میں حسینؑ نیکیوں کے حلیف مجاہد رسول بن کر اور وصی و جعفر طیار کے ساتھ مسرور و آرام فرمائیں۔

جب ہم نے یہ اشعار سنے تو ہم نے پکار کے کہا۔ خدا تجھ پر رحمت نازل کرے تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا میں جنون کے قبلہ کا ایک سردار ہوں۔ میں نے حج ادا کیا اور چاہتا تھا کہ امام حسینؑ کی نصرت کو پہنچوں مگر میری بدقسمتی کہ جب میں کربلا پہنچا تو امام حسینؑ شہید ہو چکے تھے اور لاش مبارک زمین پر پڑی تھی۔

ابن قولویہ نے داؤد ابن کثیر رقی سے روایت کی ہے کہ مجھے میرے دادا نے خبر دی ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو انہوں نے جنات کے رونے کی آواز اور ان کا مرثیہ پڑھا سنا تھا وہ یہ تھا کہ یَا عَیْنِی جُودِیْ بِالْعِبَرِ وَابْکِیْ فَقَدْ حَقَّ الْغِیَرُ ابکی ابن فاطمۃ الذی وَرَدَ الفرات نما صدر ۔ یعنی کہ امام حسین علیہ السلام کے غم میں زیادہ گریہ کر۔ اس میں کمی نہ کر کہ خبر شہادت امام حسینؑ مشہور ہو چکی ہے اور شہید ہونے میں کوئی تامل نہیں ہے پس ابن فاطمہؑ پر روؤ کہ فرات کے کنارے وہ پیاسے شہید ہوئے ہیں۔

فَلَاُبْکِیَنَّکَ حَرْقَۃً عند العشا و بالسحر

فَلَاُبْکِیَنَّکَ مَاجَرٰی عِرْقٌ وَمَا حَمَلَ الشَّجَرُ

بہرکیف بہرحال تجھ پر لازم ہے کہ امام حسینؑ پر گریہ کرے۔ علماء نے کتب معتبرہ میں روایت کیا ہے کہ حکیم ابن داؤد نے ایوب ابن سلیمان سے اور اس نے علی ابن حزور سے کہ اس نے کہا کہ میں نے اپنی ایک عورت سے سنا وہ کہتی ہے کہ میں نے جنوں کے نوحہ کی آواز سنی اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ یُبْکِی الحزین بحرقۃٍ وتوجّعٖ اے آنکھ رونے میں بخل نہ کر۔ کیونکہ جو شخص محزون ہوتا ہے اس کی آنکھ سے آنسو نکلتے رہتے ہیں۔ یَاعَیْنُ الھاک الرّقا د بطیبۃِ مِنْ ذِکرِ آلِ محمّدٍ وتوجّعٖ۔ اے آنکھ غفلت نیند دور کر اور غم والم امام حسینؑ یاد کر کہ بصرہ کی راتوں میں سے ایک رات ہاتف غیبی نے ندا دی اور یہ اشعار اس نے پڑھے جو غم امام حسین میں ہیں کہ اِنَّ الرّماح الواردات صدورھا نحو الحسین تقاتل التنزیلا کہ یہ نیزے کہ جو سینۂ اقدس امام حسینؑ پر پڑے ہیں۔ اس طرح ہیں کہ جیسے کتاب خدا کو کسی نے چاک چاک کر ڈالا ہو۔

وَیُھَلِّلُوْنَ بَانْ قُتِلْتَ وَاِنَّمَا قَتَلُوْابِکَ التَّکْبِیْرَ وَالتَّھْلِیْلَا۔ یعنی کہ امام حسین علیہ السلام کو کیا شہید کیا گویا تکبیر و تہلیل کو قتل کر دیا۔ فَکَاَنَّمَا قَتَلُوْا اَبَاکَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ اَوْ جِبْرِیْلاً یعنی کہ امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا ایسا ہے جیسے کسی نے آنحضرت کو قتل کر دیا۔ یا جبرئیل کو قتل کر دیا حالانکہ خدا آنحضرت پر درود و سلام بھیجتا ہے۔ الحاصل یہ ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت پر ملائکہ۔ جن و انس اور تمام کائنات روتی ہے اور جہاں کہیں سر بریدہ امام حسینؑ رکھا گیا ہے وہاں جنات نے گریہ و بکا کیا ہے اور نوحہ پڑھا ہے۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جنات بھی غم امام حسینؑ میں سیاہ پوش رہتے ہیں۔ تمام علماء مقاتل نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو گیارہ محرم الحرام کو ابن سعد ملعون نے اہلحرم امام حسینؑ کو عورتوں اور بچوں سمیت اسیر کیا اور امام زین العابدین علیہ السلام کو طوق زنجیر پہنایا اور شہیدوں کے سرہاء مبارک کو نیزوں پر چڑھا اس قافلہ کے ساتھ کربلا سے کوفہ روانہ کیا۔ نیزوں پر سرہاء شہداء کربلا کی پیشانیاں اس طرح چمک رہی تھیں کہ جیسے فلک پر ستارے چمکتے ہیں اور جب بے کس اہل حرم کی نظریں سرہاء شہداء پر پڑتی تھیں ایک شور گریہ و بکا بیدا ہوتا تھا کہ پوری فضا میں گویا ہائے حسینؑ کی آوازیں آتی تھیں۔

شعرائے عرب نے بزبان حضرت زینب خاتون مصیبت امام حسینؑ اس طرح بیان کی ہے۔

یَاحَادِی الاصنان یُعْقًا بالاولی کانوا من عُلْیَا ید وُرُسَمَآءِ ھا۔

یعنی کہ اے ساربان اے سائق اسیران کربلا کہ تو دشمنی کی وجہ سے اونٹوں کو تیزی کے ساتھ چلا رہا ہے۔ ذرا ٹھہر کر چلا آہستہ چلا کہ ہم اولاد رسولؐ خدا ہیں جو اونٹوں پر سوار ہیں

فِيهِ الفَواطِمِ للعدو دِلواطِم تکلّی تنادی الغوثَ مِنْ ضَرّآئِ هَا۔

کیا تم لوگ غافل ہو کہ دختران فاطمۂ زہرا مصیبت میں اپنے منہ پر طمانچے لگا رہی ہیں۔ فِي الرّكْبِ زِيْن العابدينَ مُكبّلاً دمقلةٍ غيري تسبيحِ بمائها دَنَفٌ عَلِيلٌ ذُوغَلِيلٍ زادہ غلّ يدين كَابَه لعنا ئها۔

اے ظالموں اس قدر غفلت کہ سید سجاد امام زین العابدین علیہ السلام فرزند حسینؑ کو طوق و زنجیر میں جکڑا ہے حالانکہ وہ بیمار ہیں ناتواں بھی ہیں۔

محمد ابن ابی طالب موسوی روایت کرتے ہیں کہ سرہاء مقدسہ سید الشہداء علیہ السلام اور آپ کے عزیزو انصار کل ۸۷ تھے۔ ابن سعد ملعون نے ان تمام سروں کو اپنے لشکر میں مختلف قبائل کے سرداروں پر تقسیم کر دیا تھا تاکہ کوفہ پہنچ کر ابن زیاد ملعون سے انعام و اکرام حاصل کریں۔ سرہاء مبارک کہ جن لوگوں کو دیے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

قبیلہ کندہ۔ قیس ابن اشعث	:	۱۳ سرہاء مبارک دیئے۔
قبیلۂ ہوازن۔ شمر ولد الحرام	:	۱۲ یا بروایتے ابن شہر آشوب ۲۰ سر دیئے
قبیلۂ بنی تمیم	:	۱۷ یا بروایتے ابن شہر آشوب ۱۹ سر دیئے
قبیلۂ بنی اسد	:	۱۵
قبیلۂ مذحج	:	۷

دیگر سرداران لشکر عمر ابن سعد کو ۱۳ سر دیئے گئے۔

عمر ابن سعد ملعون نے گیارہویں شب ہی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس خولی ابن یزید موبی ابن یزید اصبحی کو دے کر کوفہ روانہ کر دیا تھا اس طرح یہ تعداد بروایتے محمد ابن ابی طالب موسوی ۸۷ ہوتی ہے۔

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ عمر ابن سعد ملعون نے اہل حرم کو اسیر کر کے کوفہ روانہ کیا۔ لیکن حضرت شہر بانو زوجہ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ کہ انہوں نے نہر فرات میں خود کو ڈال دیا اور ہلاک ہو گئیں لیکن بنا بر شہرت یہ روایت زیادہ قابل قبول نہیں ہے کیونکہ جناب شہر بانو کربلا میں موجود نہیں تھیں۔ بلکہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ میں پیدا ہوئے ہیں تو بعد ولادت جناب شہر بانو کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور بعض احادیث معتبرہ سے یہی واضح بھی ہوتا ہے۔

محمد ابن ابی طالب موسوی کہتے ہیں کہ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسین علیہ السلام روز عاشوراء خولی ابن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم کو دے کر کوفہ روانہ کر دیا تھا۔ اور پھر دوسرے لشکر والے عقب در عقب روانہ ہوتے رہے اور ابن سعد ملعون نے اپنے مقتولوں کی لاشوں کو دفن کیا مگر لاش ہائے شہداء کربلا بے گور و کفن ریگ گرم پر چھوڑ کر کوفہ روانہ ہو گیا۔

ابن زیاد ملعون کے پاس جب خبر قتل امام حسین علیہ السلام پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا۔ اور اس نے فتح نامہ دمشق اور دوسرے شہروں کو روانہ کیے۔

صاحب مناقب اور ابن نما لکھتے ہیں کہ خولی لعین سر امام حسین علیہ السلام لے کر کوفہ پہنچا تو رات کا کچھ حصہ گزر چکا تھا اور ابن زیاد ملعون کے قصر کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ پس وہ سر اقدس لیے ہوئے اپنے گھر پہنچا۔ اس کی دو بیویاں تھیں ایک حضرمیہ اور دوسری اسدیہ۔ اس ملعون نے سر سید الشہداء علیہ السلام کو ایک تنور میں رکھ دیا اور اپنی بیوی حضرمیہ کے پاس گیا۔ اس عورت نے اس سے دریافت کیا۔

کہ تو کیا لایا ہے۔ خولی نے جواب دیا کہ دولت عظیم یعنی سر حسین بن فاطمہؑ لایا ہوں۔ اس نے کہا وائے ہو تجھ پر کہ دوسرے لوگ سونا چاندی لے کر آئے اور تو سر حسینؑ مظلوم لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم میں اب ہرگز تیرے ساتھ ایک جگہ نہیں ہو سکتی۔ یہ کہہ کر وہ گھر سے باہر نکل گئی۔ وہ عورت کہتی ہے کہ میری نگاہ تنور پر پڑی دیکھا کہ ایک نور اس سے ساطع ہو رہا ہے۔ اور اس کی شعاعیں آسمان تک پہنچ رہی ہیں۔ بعض روایات میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ اس زن حضرمیہ نے اس نورانی شعاع میں پانچ نورانی خواتین کو آسمان سے نازل ہوتے دیکھا۔ جنہوں نے سر اقدس کو تنور سے نکال کر ایک بی بی نے اپنی گود میں لیا اور سر اقدس کو پیار کیا اور اس قدر گریہ کیا کہ وہ بی بی غش کر گئی۔

تب وہ مومنہ حضرمیہ اپنے شوہر کے پاس گئیں اور اس سے پوچھا کہ یہ تو کس کا سر لایا ہے۔ یہ سر بریدہ کس کا ہے۔

اس نے کہا کہ یہ حسین بن فاطمہؑ کا سر ہے۔ یہ سن کر وہ زن حضرمیہ خولی کے گھر سے نکل گئی اور اس سے کہا اے مردود تجھ پر خدا کی لعنت ہو تو نے حرمت آل رسول کا بھی خیال نہ کیا۔

ابن زیاد ملعون کو جب یہ خبر ملی کہ سرہائے شہداء اور اہل حرم محبوس بلا آرہے ہیں تو اس نے کوفہ میں یہ حکم جاری کیا کہ کوئی شخص اسلحہ لے کر اپنے گھر سے باہر نہ نکلے۔ اور اس ملعون نے دس ہزار سپاہیوں کو اپنے قصر کی حفاظت پر مامور کیا اس خوف سے کہیں اہل کوفہ فرزند رسولِ خداؐ اور ان اصحاب باوفا کے سروں کو نیزوں پر اور آل رسولؐ کو بے مقنعہ و چادر دیکھ کر بغاوت برپا نہ کر دیں۔

ابن طاؤس اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ جب اسیران کربلا کوفہ کے

نزدیک پہنچے تو ہزاروں کوفی تماشائے اسیران دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے لیکن جب انہوں نے سرہائے شہداء کو نیزوں پر بلند دیکھا اور دختران فاطمہؑ کو رسن بستہ دیکھا۔ سروں پر نہ چادر نہ مقنعہ۔ تمام لوگ مرد و زن بآواز بلند رونے لگے اور گریہ وزاری کا ایک شور برپا ہو گیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بیماری کی حالت میں طوق وزنجیر پہنے ہوئے تھے۔ اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام میں سے زید، وعمر اور حسن مثنیٰ بھی زخمی حالت میں ان قیدیوں میں شامل تھے اہل کوفہ میں سے ایک عورت نے جو اپنے کوٹھے پر کھڑی تھی قیدیوں سے دریافت کیا۔

مَنْ اَیِّ الاُسَارٰی اَنْتُنَّ۔ اے بیبیو تم لوگ کس قبیلے سے ہو۔ اسیروں میں سے کسی بی بی نے جواب دیا کہ نَحْنُ اُسَارٰی آلِ محمدؐ و بنات فاطمۃ الزھرا۔ ہم اسیران آل محمدؐ اور دختران فاطمہ زہراؑ ہیں۔ یہ سن کر وہ عورت بے تاب ہو گئی اور کچھ چادریں لے کر آئی اور روتے ہوئے ان چادروں کو زینب و کلثومؑ کو دیا۔ اور وہ عورت چیخ چیخ کر رونے لگی واحسرتا دختران فاطمہ زہرا اور برہنہ سر ہیں۔ اے شیعو وہ چادریں بھی ان بے کس بیبیوں کے پاس کے نہ رہیں بلکہ اعداء دین نے چادریں چھین لیں۔

شیخ مفیدؒ نے جذلم ابن شریک سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا میں محرم ۶۱ ہجری جب علی ابن الحسینؑ اسیر کرکے کوفہ لائے گئے تھے موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ ان کو بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑا تھا کہ ان کے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ وہ اس قدر بیمار و لاغر تھے۔ چلنا بھی ان کے لیے دشوار تھا۔ اہل کوفہ کی عورتیں ان کو اس حال میں دیکھ کر دھاڑیں مار مار رونے لگیں۔ آپ نے نحیف آواز میں فرمایا کہ اے اہل کوفہ اب تم لوگ ہم پر رو رہے ہیں حالانکہ

ہیں تمہارے سوا کس نے قتل کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے زینب خاتون دختر امیرالمومنین کو دیکھا کہ آپ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ مجمع پر خاموشی چھا گئی پورا مجمع ساکت ہو گیا۔ اور حضرت زینبؑ نے بے اندازہ غم واندوہ کے باوجود کلام شروع کیا

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی زبان سے بول رہی ہیں

جناب زینب خاتون نے فرمایا:

" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَبِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الْاَخْيَارِ اَمَّا بَعْدُ يَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ، يَا اَهْلَ الْخَتْلِ وَالْغَدْرِ اَتَبْكُوْنَ؟ فَلَا رَقَأَتِ الدَّمْعَةُ وَلَا هَدَأَتِ الرَّنَّةُ اِنَّمَا مَثَلُكُمْ كَمَثَلِ الَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا بَعْدَ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ۔

ترجمہ: "ساری حمد ہے اللہ کے لیے اور درود وسلام ہے میرے بابا رسول اللہ اور ان کی آل طیبین واخیار پر۔ پھر اس کے بعد اے اہل کوفہ، اے مکر وفریب والو کیا تم اب رو رہے ہو؟ تمہارے آنسو نہ تھمیں اور تمہاری آہیں نہ دبیں!!! تمہاری مثال تو اس (احمق) عورت کی سی تھی جس نے اپنے سوت کو مضبوطی کے ساتھ بٹ لینے کے بعد کھول دیا۔ تم اپنی (جھوٹی) قسموں کو اپنے درمیان ذریعہ بناتے ہو۔"

" اَلَا سَاءَ مَا قَدَّمَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَفِی الْعَذَابِ اَنْتُمْ خَالِدُوْنَ۔ اَتَبْكُوْنَ وَتَنْتَحِبُوْنَ؟ وَاللّٰهِ فَابْكُوْا كَثِيْرًا وَاضْحَكُوْا قَلِيْلًا، فَلَقَدْ ذَهَبْتُمْ بِعَارِهَا وَشَنَارِهَا وَلَنْ تَرْحَضُوْهَا

بِغَسْلٍ بَعْدَهَا اَبَدًا۔

وَاَنّٰی تَرْحَضُوْنَ قَتْلَ سَلِیْلِ خَاتَمِ النُّبُوَّۃِ وَ سَیِّدِ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَلَاذِ خَیْرَتِکُمْ وَمَفْزَعِ نَازِلَتِکُمْ وَمَنَارِ حُجَّتِکُمْ وَمَدَارِ سُنَّتِکُمْ اَلَا سَاءَ مَا تَزِرُوْنَ"۔

ترجمہ: "آگاہ ہو کہ وہ بدترین انجام ہے جسے تمہارے نفوس نے تمہارے سامنے پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر غضب ناک ہوا اور تم ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ کیا اب یہ تم روتے اور نالہ و فریاد کرتے ہو؟ خدا کی قسم! بہت سا رؤو اور بہت کم ہنسو۔ کیونکہ تم اس مصیبت عظمیٰ کا لوم و عار اپنے نام کرا چکے اور اس لوم و عار کو تم ہرگز کبھی بھی اپنے دامن سے دھو نہیں سکتے۔ بھلا تم فرزند خاتم نبوت، سید شباب اہل جنت، ملجاء و ماوائے اخیار۔ پناہ گاہ۔ مصائب و آفات۔ منارۂ حجت الٰہی اور مدار سنت نبوی حسینؑ کے قتل کا لوم و عار اپنے دامن سے دھو بھی کیسے سکتے ہو! آگاہ ہو کہ جو بار گناہ تم نے اٹھایا ہے وہ نہایت بدترین ہے"۔

"بُعْدًا لَکُمْ وَ سُحْقًا! فَلَقَدْ خَابَ السَّعْیُ وَ تَبَّتِ الْاَیْدِیْ، وَخَسِرَتِ الصَّفْقَةُ وَ بُؤْتُمْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْکُمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْکَنَةُ۔ وَیْلَکُمْ یَا اَهْلَ الْکُوْفَةِ، اَتَدْرُوْنَ اَیَّ کَبِدٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ فَرَیْتُمْ؟ وَاَیَّ کَرِیْمَةٍ لَهٗ اَبْرَزْتُمْ؟ وَاَیَّ دَمٍ لَهٗ سَفَکْتُمْ؟ وَاَیَّ حُرْمَةٍ لَهٗ انْتَهَکْتُمْ؟ اَفَعَجِبْتُمْ اَنْ تَمْطُرَتِ السَّمَاءُ دَمًا؟ فَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی وَ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ وَاِنَّ رَبَّکُمْ

لِبَالِمِرْصَادِ "

ترجمہ: "تمہارے لیے ہلاکت و عذاب ہو اے اہل کوفہ! تمہاری کوششیں ناکام ہوئیں، تمہارے ہاتھ شل ہوئے۔ تمہارا سودا گھاٹے کا ہوا، تم خدا کے غضب میں گرفتار ہوئے اور تم پر ذلت و فقر کی مار پڑی۔ وائے ہو تم پر اے اہلِ کوفہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے رسول اللہ ہی کے جگر کو کاٹا ہے، تم نے ان ہی کی دخترِ کریمہ کو بے چادر کیا ہے۔ تم نے خود ان ہی کا خون بہایا ہے اور تم نے ان کی کتنی بڑی بے حرمتی کی ہے؟ پھر کیا تمہیں اس پر تعجب ہوتا ہے کہ آسمان سے خون برسا! یقیناً آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ رسوا کُن ہے حالاں کہ تمہیں سوجھتا نہیں۔ یقیناً تمہارا پروردگار تمہاری تاک میں ہے۔"

راوی کہتا ہے کہ دخترِ رسول کے یہ الفاظ کیا تھے کہ گویا تازیانۂ عبرت ان پر برسنے لگا اور سارے مجمع میں گریہ و زاری اور نالہ و شیون سے ایک کہرام برپا ہو گیا۔

قطب راوندی روایت کرتے ہیں کہ سیدہ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے اس خطبے کے بعد یہ اشعار بھی پڑھے۔

" مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ
مَاذَا صَنَعْتُمْ وَ اَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ

ترجمہ: "اے اہل کوفہ، تم اس وقت کیا جواب دو گے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تم سے پوچھیں گے کہ یہ تم نے کیا کیا ہے حالانکہ تم آخر الامم میں سے تھے۔"

بِاَھْلِ بَیْتِیْ وَاَوْلَادِیْ وَمَکْرُمَتِیْ مِنْھُمْ اُسَارٰی وَ مِنْھُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمٖ

ترجمہ: "(یہ تم نے کیا کیا ہے) میرے اہل بیت، میری اولاد اور میری عزت وحرمت کے ساتھ؟ یہی کہ ان میں سے کچھ قیدی ہیں تو کچھ اپنے خون میں نہلائے پڑے ہیں۔"

مَا کَانَ جَزَائِیْ اِذْ نَصَحْتُ لَکُمْ

اِذْ تَخْلُفُوْنِیْ بِسُوْءٍ فِیْ ذَوِیْ رَحِمٖ

ترجمہ: "میری ہدایت ونصیحت کا یہ بدلہ تو نہیں ہو سکتا کہ تم میری عترت سے ایسا برا سلوک کرو۔"

اِنِّیْ لَاَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ یَّحِلَّ بِکُمْ

مِثْلُ الْعَذَابِ الَّذِیْ اَوْدٰی عَلٰی اِرَمٖ

میں ڈرتی ہوں تمہارے بارے میں کہ تم پر اللہ کی جانب سے ویسا ہی عذاب نہ آئے جیسا کہ ارم والوں (قوم عاد) پر آیا تھا۔ پس آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

راوی کہتا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی میرے نزدیک کھڑا تھا وہ دختر رسولؐ کے یہ الفاظ سن کر اس قدر رویا کہ آنسوؤں کے قطرے اس کی ڈاڑھی سے ٹپک رہے تھے اور وہ کہتا تھا کہ بِاَبِیْ اَنْتُمْ وَاُمِّیْ کُھُوْلُکُمْ خَیْرُ الْکُھُوْلِ وَشَبَابُکُمْ خَیْرُ الشَّبَابِ وَ نِسَاءُکُمْ خَیْرُ النِّسَاءِ وَنَسْلُکُمْ خَیْرُ النَّسْلِ لَایُخْزٰی وَلَا یُبْزٰی۔

وہاں آپ پر قربان ہوں آپ کے سن رسیدہ لوگ تمام سن رسیدہ لوگوں سے بہتر ہیں۔ آپ کے جوان تمام جوانوں سے بہتر ہیں۔ آپ کی عورتیں تمام عورتوں سے بہتر ہیں۔ آپ کی نسل تمام خاندانوں سے بہتر ہے۔ جو نہ کبھی رسوا ہو گی نہ منقطع ہو گی

پس حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے پھوپی اماں بس اتنا ہی کلام کافی ہے۔ اَنْتِ عَالِمَۃٌ غَیْرُ مُعَلَّمَۃٍ۔ یعنی کہ آپ ایسی عالمہ ہیں کہ کسی نے نہیں پڑھایا ہے۔ آخرش آپ اس باپ کی بیٹی، ان بھائیوں کی بہن ہیں کہ جن کا علم علم لدنی تھا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے بھی اپنی پھوپی زینب خاتونؑ کے بعد کوفہ والوں سے خطاب کیا (از مترجم بنا بر مشہور فاطمہؑ صغریٰ نامی دختر امام حسینؑ شریک سفر عراق نہیں تھیں کیونکہ آپ اس زمانہ میں بیمار تھیں۔ البتہ آپ کی فاطمہ کبریٰ نامی بیٹی شریک سفر کربلا تھیں) بروایت جناب فاطمہ کبریٰ سلام اللہ علیہا نے کوفہ والوں سے خطاب کیا آپ کے خطبہ کے چند کلمات حسب ذیل ہیں۔

"یَا اَھْلَ الْکُوْفَۃِ، یَا اَھْلَ الْمَکْرِ وَالْغَدْرِ وَالْخُیَلَاءِ فَاِنَّا اَھْلُ بَیْتٍ ابْتَلَانَا اللّٰہُ بِکُمْ وَابْتَلَاکُمْ بِنَا فَجَعَلَ بَلَاءَنَا حَسَنًا وَجَعَلَ عِلْمَہٗ عِنْدَنَا فَنَحْنُ عَیْبَۃُ عِلْمِہٖ وَوِعَاءُ حِکْمَتِہٖ وَحُجَّتُہٗ عَلَی الْاَرْضِ فِیْ بِلَادِہٖ لِعِبَادِہٖ۔

اَکْرَمَنَا اللّٰہُ بِکَرَامَتِہٖ وَفَضَّلَنَا بِنَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ عَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا بَیِّنًا وَکَذَّبْتُمُوْنَا وَکَفَّرْتُمُوْنَا وَرَاَیْتُمْ قِتَالَنَا حَلَالًا وَاَمْوَالَنَا نَھْبًا کَاَنَّا اَوْلَادُ تُرْکٍ اَوْ کَابُلٍ نَقْتُلُمُوْنَا کَمَا قَتَلْتُمْ جَدَّنَا بِالْاَمْسِ وَسُیُوْفُکُمْ تَقْطُرُ مِنْ دِمَاءِ نَا اَھْلِ الْبَیْتِ۔ فَانْتَظِرُوا اللَّعْنَۃَ وَالْعَذَابَ۔ یَا اَھْلَ الْکُوْفَۃِ اَیَّ تِرَاتٍ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ قَبْلَکُمْ بِمَا غَدَرْتُمْ بِاَخِیْہِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ

طَالِبٍ جَدِّیْ وَبَنِیْهِ وَعِتْرَةَ النَّبِیِّ الطَّیِّبِیْنَ الْاَخْیَارِ۔ وَافْتَخَرَ بِذٰلِكَ مُفْتَخِرٌ فَقَالَ

نَحْنُ قَتَلْنَا عَلِیًّا وَبَنِیْ عَلِیٍّ ۔۔۔ بِسُیُوْفٍ هِنْدِیَّةٍ وَرِمَاحٍ

وَسَبَیْنَا نِسَاءَ هُمْ سَبْیَ تُرْكٍ ۔۔۔ وَنَطَحْنَاهُمْ اَیَّ نِطَاحٍ

بِفِیْكَ اَیُّهَا الْقَائِلُ الْكَثْكَثُ وَالْاَثْلَبُ اَفْتَخَرْتَ بِقَتْلِ قَوْمٍ زَكَّاهُمُ اللّٰهُ وَطَهَّرَهُمْ وَاَذْهَبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ۔"

ترجمہ: "اے اہلِ کوفہ، اہلِ مکر و عذر و غرور، ہم وہ اہل بیتِ رسولؐ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے مبتلا کیا اور تمہارا امتحان لیا اس نے ہمارے ذریعے سے۔ پس اس نے ہمارے ابتلا کو ہمارے لیے نیکی قرار دیا اور اس نے اپنا علم ہمیں عطا فرمایا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے علم کا خزانہ ہیں۔ اس کی حکمت کا ظرف ہیں اور زمین پر تمام بلاد میں تمام لوگوں پر اس کی بھرپور حجت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کرامت سے مکرم بنایا ہے اور اپنے نبی حضرت محمد مصطفےٰؐ کے ذریعے اس نے ہمیں اپنی مخلوقات پر افضلیت عطا فرمائی ہے مگر تم لوگوں نے ہماری تکذیب کی اور ہمارے احسانات رشد و ہدایت کا کفران کیا۔ تم نے ہم سے قتال کو حلال قرار دیا اور ہمارے اموال کو لوٹنا جائز سمجھا۔ جیسے کہ ہم لوگ ترک یا کابل والوں کی اولاد ہیں پس تم نے ہمیں قتل کیا جیسے تم نے ہمارے دادا علی المرتضیٰ کو قتل کیا تھا۔ تمہاری تلواروں سے ہم اہلِ بیت کا خون ٹپکتا ہے۔ پس تم لعنت و عذاب کے منتظر رہو۔ اے اہلِ کوفہ! تمہیں کچھ خیال ہے کہ تم نے رسول اللہ کی جانب سے کتنے بڑے انتقام کا کام کیا ہے جبکہ تم نے ان کے بھائی علی ابن ابی طالب اور ان کی ذریّت کو قتل کیا جو طیبین و اطہار تھے۔ پھر تم میں سے فخر کرنے والا کہتا ہے۔

"ہم نے علی اور اولادِ علی کو قتل کیا ہندی تلواروں اور نیزوں سے اور ہم نے ان کی عورتوں کو ترکی عورتوں کی طرح قید کیا۔ ہم نے انہیں کیسے ٹکر ماری ہے۔"

اے کہنے والے تیرے منہ میں خاک ہو! تو ایسے لوگوں کے قتل پر فخر کرتا ہے جن کو اللہ نے پاکیزہ بنایا ہے جن کو تطہیر عطا فرمائی اور جن کے دامن سے ہر رجس کو دور رکھا۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔"

راوی کہتا ہے کہ شاہزادی نے یہاں تک خطاب فرمایا تھا کہ سارا مجمع چیخ پڑا۔ اے دخترِ طیبین و طاہرین بس کیجئے آپ نے ہمارے دلوں کو تڑپا کے رکھ دیا ہے۔

سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ام کلثوم بنت امیر المومنین علیہ السلام نے بھی بازار کوفہ میں مجمع عام سے حالتِ غربت و اسیری میں خطاب کیا جو کہ حسب ذیل ہے:۔

"یَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ، سَوْءَةً لَّكُمْ! مَا لَكُمْ؟ خَذَلْتُمْ حُسَيْنًا وَقَتَلْتُمُوْهُ! وَانْتَهَبْتُمْ اَمْوَالَهٗ وَوَرِثْتُمُوْهُ! وَسَبَيْتُمْ نِسَائَهٗ وَنَكَبْتُمُوْهُ! فَتَبًّا لَكُمْ وَسُحْقًا۔ وَيْلَكُمْ اَتَدْرُوْنَ اَيَّ دِمَاءٍ سَفَكْتُمُوْهَا! وَاَيَّ كَرِيْمَةٍ اَصْبَتُمُوْهَا! وَاَيَّ صِبْيَةٍ سَلَبْتُمُوْهَا! قَتَلْتُمْ خَيْرَ رِجَالَاتٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَنُزِعَتِ الرَّحْمَةُ مِنْ قُلُوْبِكُمْ۔ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وَحِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ" ٥

ترجمہ: "اے اہلِ کوفہ! برا ہو تمہارا! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم نے حسینؑ کا ساتھ

چھوڑ دیا اور انہیں قتل کر دیا! تم نے ان کے اموال لوٹ لیے اور ان کے مالک بن بیٹھے! تم نے ان کی خواتین کو قید کیا اور ان پر مصیبت ڈالی! ہلاکت ہو تمہارے لیے اور عذاب ہو! وائے ہو تم پر، تم جانتے ہو کہ تم نے کیسے کیسے خون بہائے ہیں؟ کیسی کیسی معزز خواتین کو مصیبت پہنچائی ہے؟ اور کیسی کیسی محترم بچیوں کو تم نے لوٹا ہے؟ تم نے ان مردوں کو قتل کیا جو بعد نبیؐ بہترین افراد تھے تمہارے دلوں سے رحمت سلب ہو گئی۔ آگاہ ہو کہ یقیناً اللہ والوں ہی کا گروہ کامیاب ہونے والا ہے اور یقیناً شیطان کا گروہ گھاٹا اٹھانے والا ہے۔"

اس کے بعد بنت علیؑ نے یہ اشعار بطور مرثیہ پڑھے ؎

قَتَلْتُمْ اَخِیْ صَبْرًا فَوَیْلٌ لِاُمِّکُمْ
سَتُجْزَوْنَ نَارًا حَرُّهَا یَتَوَقَّدُ

ترجمہ: "تم نے میرے بھائی کو قتل کر ڈالا، تو ہلاکت ہے تمہارے لیے۔ عنقریب تمہیں اس آتش جہنم سے سزا دی جائے گی جو بھڑک رہی ہے۔

سَفَکْتُمْ دِمَاءً حَرَّمَ اللّٰهُ سَفْکَهَا
وَحَرَّمَهَا الْقُرْآنُ ثُمَّ مُحَمَّدٌ

ترجمہ: "تم نے وہ خون بہائے جن کا بہانا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا، قرآن نے حرام قرار دیا تھا اور حضرت محمد مصطفےٰؐ نے حرام قرار دیا تھا"

اَلَا فَابْشِرُوْا بِالنَّارِ اِنَّکُمْ غَدًا لَفِیْ سَقَرٍ حَقًّا یَقِیْنًا مُخَلَّدٌ۔

یعنی کہ اے ظالموں تم کو آتش جہنم کی بشارت تو تحقیق و یقیناً تم لوگ ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔

وَاِنِّیْ لَاَبْکِیْ فِیْ حَیَاتِیْ عَلٰی اَخِیْ عَلٰی خَیْرِ مِنْ بَعْدِ النَّبِیِّ سَیُوْلَدْ

ترجمہ: "میں تو ساری زندگی اپنے اس بھائی پر روتی رہوں گی جو پیغمبر کے بعد پیدا ہونے والے تمام لوگوں سے افضل تھا۔"

راوی کا بیان ہے کہ حضرت اُم کلثوم کے اس خطاب و مرثیہ کا یہ اثر ہوا کہ چاروں طرف سے گریہ و نالہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ لوگوں نے اپنے سینہ و سر پیٹنے شروع کر دیئے اور عورتوں نے اپنے بال کھول دیئے اور سروں پر خاک ڈالنے لگیں۔"

حضرت ام کلثوم کے بعد حضرت سید الساجدین علی ابن الحسین علیہ السلام نے لوگوں کی جانب اشارہ فرمایا کہ "خاموش ہو جاؤ اور سنو۔" تھوڑی دیر میں لوگ خاموش ہو گئے تو آنجناب علیہ السلام نے حمد خدا و ثنائے پیغمبرؐ کے بعد باآواز حزیں فرمایا:

"اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَا ابن المذبوحُ بِشَطِّ الْفُرَاتِ مِنْ غیرِ دخلٍ ولا تراثٍ اَنَا ابْنُ مَنِ انتہکَ حریمُہٗ وَسلبَ نِعمُہٗ وانتھبَ مَالُہٗ وسُبِیَ عیالُہٗ مۃ۔

یعنی "اے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہوں۔ میں اس شہید کا فرزند ہوں جس کو کنارِ فرات بلا جرم و خطا ذبح کر دیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہلِ حرم کو لوٹ لیا گیا۔ اے لوگو! میں تمہیں قسم دے کے پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگوں نے میرے بابا کے پاس ان کو بلانے کے لیے خطوط نہیں بھیجے؟

اور پھر تمام عہد و میثاق اور بیعت کے بعد تم لوگوں نے ان کو دھوکہ دیا، ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کے خلاف جنگ کی ! پس ہلاکت ہے تمہارے لیے، تمہارے ان اعمال کی وجہ سے جنہیں تم نے خواہشاتِ نفس میں انجام دیے۔ بھلا بتاؤ تو سہی، روزِ قیامت تم رسول اللہ کا سامنا کن آنکھوں سے کروگے ؟ جب وہ تم سے پوچھیں گے "تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا ؟ تم لوگوں نے میرے اہل بیت کو لوٹ لیا ؟ اور تم لوگوں نے میری حرمت کو ضائع کیا ! جاؤ تم میری امت سے نہیں ہو"

راوی کہتا ہے کہ پس ایک مرتبہ پھر نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں اور لوگ آپس میں کہنے لگے "بخدا ہم تو ہلاک ہو گئے"

امام علیہ السلام نے فرمایا : "خدا رحم فرمائے اس شخص پر جو میری نصیحت قبول کرے اور اللہ و رسول و اہل بیت کے بارے میں میری وصیت یاد رکھے" یہ سن کر تمام کے تمام لوگ پکار اٹھے "فرزندِ رسول، ہم سب آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ آپ ہمیں اپنا حکم سنائیں۔ ہم آپ لوگوں پر ظلم کرنے والوں سے آپ کا انتقام لینے کو تیار ہیں"

یہ سن کر حضرت سید سجاد نے فرمایا : "افسوس، افسوس اے اہل عذر و مکر، تمہاری خواہشاتِ نفس تمہارے ارادوں کے درمیان حائل ہو جاتی ہیں۔ کیا تم مجھے بھی اسی طرح فریب دینا چاہتے ہو جس طرح تم نے میرے آباؤ اجداد کو فریب دیے ! بخدا اب ایسا نہیں ہو سکتا" وہ مصیبتیں جو مجھ پر پڑی ہیں وہ بھلائی نہیں جا سکتیں اور وہ غم جو تم نے ہم پر ڈالیں ان کی سوزش نہیں مٹ سکتی"

مسلم بھاص (چونا کاری کرنے والے) سے روایت ہے کہ اس نے کہا "مجھے

ابن زیاد نے دارالامارۃ کی مرمت اور چونا کاری کے لیے طلب کیا تھا۔ میں ایک روز وہاں اپنے کام میں مشغول تھا کہ اچانک میں نے شہر کوفہ میں نہایت غیر معمولی شور و غل سنا۔ میرے ساتھ جو مزدور کام کر رہا تھا۔ میں نے اس سے اس شور و غل کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: "کسی نے یزید کے خلاف خروج کیا تھا۔ ابن زیاد کا لشکر اس سے جنگ کے لیے گیا تھا اب اسے انہوں نے قتل کر دیا ہے اور اس کا سر شہر میں لا رہے ہیں۔" میں نے مزدور سے پوچھا: "وہ خروج کرنے والا کون تھا؟" اس نے جواب دیا: "اس کا نام حسین ابن علی ابن ابی طالب ہے۔"

مسلم جصاص کہتا ہے: "میں نے اس مزدور کے خوف سے اس وقت تو کچھ نہیں کہا لیکن جب وہ میرے پاس سے کہیں دُور چلا گیا تو بے تابی کے عالم میں مَیں نے اپنے چونے سے بھرے ہاتھ کو اپنے منہ پر اس طرح مار لیا کہ چونے سے میری آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ پھر میں پانی سے اپنے ہاتھ دھوئے اور آنکھوں کو صاف کیا۔ پھر میں چپکے سے دارالامارہ کی پشت والی جانب سے باہر آگیا اور مقام کناسہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ بے شمار لوگ سرہائے شہداء اور اسیروں کی آمد کے منتظر تھے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ چالیس اونٹوں پر کجاوے بندھے تھے اور ان کجاووں پر دختران فاطمہ زہراؑ بچے اور دیگر بیبیاں سوار تھیں ان کے منہ کھلے تھے اور سر چھپانے کے لیے ان کے پاس کوئی چادر وغیرہ بھی نہیں تھی۔ ان ہی میں ایک کجاوے پر علی ابن الحسینؑ زنجیروں میں جکڑے ہوئے بیٹھے تھے ان کی گردن سے خون ٹپک رہا تھا۔ کجاووں پر کوئی فرش نہیں تھا۔ وہ باآواز نحیف و حزیں مجمع سے کہہ رہے تھے: "اے بدترین امت خدا تمہیں غارت کرے! تم اس وقت

کیا جواب دو گے جب رسول اللہؐ تم سے پوچھیں گے کہ "تم نے میری عترت کو بے محل کے کھلے کجاووں پر مجمع عام میں پھرایا۔"

مسلم کہتا ہے "یہ مصیبت زدہ قافلہ جب بازار میں آیا تو یتیم و فاقہ زدہ بچوں کو دیکھ کر بالائے بام بیٹھی ہوئی عورتوں نے ان پر بطور صدقہ خرمے پھینکے جنہیں بعض بچوں نے اٹھا لیا۔ تب ام کلثوم بنت علیؑ نے بہ آواز بلند ان عورتوں سے کہا۔

"یا اھلَ الکوفۃ اِنَّ الصَّدَقَۃَ عَلَیۡنَا حَرَامٌ۔ "اے اہل کوفہ ہم پر صدقہ حرام ہے۔" اور بچوں کے منہ سے وہ خرمے نکال کے پھینک دیئے۔ جب ان کوفیوں نے یہ حالت دیکھی تو رونے لگے۔ جناب ام کلثومؑ نے محمل سے سر نکالا اور خطاب کیا اور فرمایا اے کوفیو! تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ خدا ہمارے اور تمہارے درمیان حکم کرے گا۔ مسلم جصاص کہتا ہے کہ ابھی وہ بی بی کلام کر رہی تھیں کہ ناگاہ شور بلند ہوا۔ اور ان بیبیوں کے ساتھ شہداء کے سر نیزوں پر آویزاں آرہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اٹھارہ نہایت نورانی سر جو چاند کی مانند لگتے تھے اور رسول اللہ سے مشابہت رکھتے ہیں آگے آگے لائے جا رہے تھے ان میں سے جو سر مبارک سب سے آگے ایک طویل نیزہ پر بلند تھا وہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک تھا۔ حضرت زینب بے کس نے جب اس مبارک کو دیکھا تو مخاطب ہو کر فرماتی ہیں کہ یَا ھِلَالُ یعنی کہ اے میری ماں کے چاند تو بہت جلد غروب کر گیا۔ لیکن تیرا سر مبارک عالم میں روشنی کر رہا ہے۔ مَا تَوَھَّمْتُ یَا شَقِیۡقَ فُؤَادِیۡ۔ کَانَ ھٰذَا مُقَدَّرًا مَکۡتُوۡبًا۔ یعنی کہ اے پارہ دل فاطمہؑ میں ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتی کہ ہمارے مقدر میں مصائب لکھے تھے کہ تیرا سر نیزہ پر بلند ہوا اور میں اہل حرم کے ساتھ اسیر ہو کر اونٹوں پر سوار ہوں۔ یَا اَخِیۡ فَاطِمُ الصَّغِیۡرَۃُ کَلِّمۡھَا

لَقَدْ قلبھا ان یَذُوبا۔ اے برادر ذی قدر تیری دختر ستم رسیدہ فاطمہؑ سے ذرا کلام تو کیجئے تاکہ اس کے دل کو تسکین ہو۔ وہ تمہیں یاد کر کے تڑپ تڑپ کر روتی ہے۔ یَا اَخِیْ قلبکَ الشَّفِیق عَلَیْنَا مَا لَہُ قَدْ قسیٰ وَصَارَ صلیبًا اے برادر مہربان تمہیں کیا ہوا کہ تم ہم پر رحم نہیں کرتے۔ اے بھیا بچی پہلے سے تڑپ رہی ہے سکینہ تمہاری لاڈلی کمسن بچی یاد کر رہی ہے کہ بابا آجاؤ۔ یَا اَخِیْ لَوْ تریٰ عَلِیًّا لَدَی الاسرِ مع الیتم لا یُطِیْقُ وُجُوْبًا۔ اے بھیا تم اپنے بیمار فرزند کا حال دیکھتے کہ یتیم و اسیر و بے طاقت ہو رہا ہے لیکن ثبات قدم میں فرق نہیں ہے۔ یہ پیر ستون کعبہ ہیں اور ظالم لوگ بیڑیاں پہنا رہے ہیں۔ کُلَّمَا اَوْجَعُوْہُ بالضرب نَادَاکَ بِذُلٍ وَفَیْضِ دَمْعٍ سَکُوْبًا یعنی کہ ہر ایک زمانہ میں یعنی کہ ہمہ وقت دشمن اس کو اذیت دیتے ہیں۔ اس کو تازیانے لگتے ہیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اے بھیا اس کے دل کو تسلی دو۔

سیّد ابن طاؤس اور شیخ فخر الدین طریحی نے روایت کی ہے کہ جب اسیران اہلبیت رسول اور وارثان چادر عصمت اور بیمار و ناتوان، مظلوم و بیکس و یتیم قافلہ سالار الحرم سید سجاد علی ابن الحسین وارد کوفہ ہوئے تو ابن زیاد بدنہاد نے دربار آراستہ کیا۔ آپ تخت پر بیٹھا اور تمام اہل کوفہ کو دربار میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ اذن عام دیا کہ جس کا دل چاہے دربار میں آئے۔ جب دربار ابن زیاد ملعون نے اسیروں کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ اس وقت سید سجاد الحرم کو لے کر داخل دربار ہوئے۔ آپ کے سر مبارک پر عمامہ نہ تھا۔ زینب خاتون کے سر پہ چادر نہ تھی۔ چادر عصمت کی وارث بی بی برہنہ سر، لباس بے کسی میں ملبوس۔ قیدی بنی ہوئی سر دربار کھڑی ہوئیں۔ آپ نے سلام نہیں کیا۔ اور نہ کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

آپ کے عقب میں دختران امام حسین اور جناب ام کلثوم اور دوسری بیبیاں کھڑی ہوگئیں اور جناب زینب خاتونؑ کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ ابن زیاد ملعون نے دیکھا تو دریافت کیا کہ ان میں زینبؑ کونسی بی بی ہے۔ ابن زیاد نے جب دو تین مرتبہ سوال کیا کہ ان میں کونسی بی بی زینبؑ ہے تو ایک کنیز نے کہا۔

کہ یہ دختر علی ابن ابی طالب زینبؑ خاتون ہیں کہ جنہیں دنیائے اسلام جانتی ہے کہ زینبؑ اپنے باپ کی زینت ہیں۔ اے شیعو جب زینب خاتون علیؑ کی زینت ہیں۔ جناب زینب حضرت فاطمہؑ کی زینت ہیں۔ حضرت زینبؑ اپنی جدہ ماجدہ خدیجۃ الکبریٰ کی زینت ہیں۔ حضرت زینب اپنے جدنامدار رسول خدا کی زینت ہیں۔ حضرت زینبؑ اسلام وایمان کی زینت ہیں۔ بہرحال جب ابن زیاد ملعون نے سنا کہ یہ زینبؑ خاتون بنت فاطمہؑ ہیں۔ اس ملعون نے آپ سے کہا کہ میں خدا کا شکرادا کرتا ہوں کہ جس نے تم کو رسوا کیا۔ اور تمہارا دروغ ظاہر کیا۔ پس حضرت جو زینت حق وصداقت تھی۔ قرآن ناطق کی ایک آیت تطہیر تھیں۔ گویا ہوئیں اے ابن زیاد تو دروغ کہتا ہے میں خدا کا شکرادا کرتی ہوں کہ اس نے ہمیں بہ سبب ذریت رسول اکرم۔ مکرم کیا برگزیدہ عالمیں قرار دیا۔ ہم کو ہر قسم کے رجس سے پاک رکھا اور ہمارے مردوں کو وہ عزت عطا کی کہ وہ زندگی میں روح ایمان تھے اور شہید ہو کر پاسبان ایمان ہیں جو میرے مظلوم بھائی پر ایمان رکھتا اس کے لیے عزت ہے اس کے لیے وقار ہے اس کے لیے سکینہ (یعنی سکون وقار) ہے بعدہٗ وہ بدنہاد کہنے لگا اے زینب تم نے دیکھا کہ خدا نے تمہارے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ جناب زینب نے علی کی آن بان کے ساتھ اس ذلیل و رسوا کو جواب دیا کہ ہاں میں نے دیکھا کہ خدا ان کو شہادت پر فائز کر کے عزت

بخشی اور بہت جلد خداوند عالم ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ کرے گا مقصد یہ تھا کہ اے ابن زیاد تو دنیا میں بھی ذلیل اور آخرت میں بھی ذلیل ہے اور اے ابن زیاد تجھے اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ عزت حسین علیہ السلام کے زیر قدم ہے جہاں حسین اپنے قدم رکھ دیں وہ جگہ عزت میں عرش بریں ہے جہاں خون حسینؑ شامل خاک ہو جائے وہ خاک۔ خاکِ شفا ہے۔ جدھر حسینؑ ہوں ادھر حق ہے تو خود ہی خیال کر کہ حسینؑ کو قتل کرنے والا کس طرح حق پر ہو سکتا ہے۔ ابن زیاد مردود نے یہ کلام سن کر حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ اس وقت عمرو بن حریث نے کہا کہ ماتم زدہ، غم سے افسردہ عورتوں کے کلام پر مواخذہ کرنا عقل کے نزدیک مذموم ہے۔ اس وقت اس ملعون نے کہا کہ خدا نے ہمیں فتح عطا کی تو حضرت زینب نے فرمایا لَقَدْ قَتَلْتَ کَهْلِیْ وَقَطَعْتَ فَرْعِیْ وَاجْتَثَثْتَ اَصْلِیْ فَاِنْ کَانَ هٰذَا شِفَائُكَ فَقَدْ اَشْفَفْتَ یعنی کہ تو نے ہمارے بزرگ کو قتل کیا۔ اور ہمارے خاندان کو تباہ کر دیا جیسے کوئی کسی درخت کو جڑ سے اکھاڑ دے۔

اگر تجھے اسی میں راحت وسکون ہے تو پھر تو نے سکون حاصل کر لیا۔ بروایت دیگر حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا اے پسر زیاد اگر میرے بھائی حسین بن فاطمہؑ کے قتل سے تیری آنکھیں روشن ہوئیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ ذرا خیال کر کہ رسول اللہؐ جب اپنے فرزند حسینؑ کو دیکھتے تھے تو ان کی آنکھیں کس قدر روشن ہوئی تھیں حسینؑ کو دیکھ کر ان کا دل ٹھنڈا اور آنکھیں روشن ہوئی تھیں۔ ہمارے جد ان کے لبوں کا بوسہ لیتے تھے اور اپنے دوش پر حسین کو بٹھاتے تھے اور اے ابن زیاد روز آخرت ان کو جواب دینے کے لیے تیار رہے۔

بروایت ابن طاؤس پھر وہ ملعون حضرت سید سجاد علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔ لوگوں سے دریافت کیا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ علی ابن الحسین ہیں۔ یہ فرزند حسین علیہ السلام ہیں اور ان کا نام علیؑ ہے بلکہ حضرت سید سجاد نے مخاطب ہو کر فرمایا انا علی ابن الحسینؑ۔ کہ میں علی ابن الحسین ہوں وہ ملعون بولا میں نے سنا ہے کہ علی ابن الحسین کو خدا نے قتل کیا۔ آپ نے فرمایا کَانَ لِی اَخٌ یُسَمّٰی علی ابن الحسینؑ۔ فرمایا کہ وہ میرے بھائی تھے۔ نام نامی علی تھا اور کربلا میں شہید کر دیے گئے۔ اور تو جو کہتا ہے کہ اللہ نے انہیں قتل کیا۔ تو سن لے کہ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا (سورۃ الزمر آیت نمبر ۴۱) یعنی کہ خدا ہی لوگوں کے مرنے کیوقت ان کی روحیں قبض کرتا ہے۔

ابن زیاد لعین نے کہا کہ تم میرے جواب میں جرأت رکھتے ہو۔ یہ کہہ کر اس ملعون نے حکم دیا کہ ان کو قتل کرو۔ پس حضرت زینبؑ آپ سے لپٹ گئیں۔ فرمایا: وَاللّٰهِ لَا اُفَارِقُهٗ وَاِنْ قَتَلْتَنِیْ مَعَهٗ۔ اے ابن زیاد اگر تو اس کو قتل کرتا ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر۔ حضرت سید سجاد نے فرمایا کہ اے پھوپی اماں ذرا مجھے چھوڑ دیجئے۔ پھر فرمایا اے ابن زیاد تو مجھے قتل کرنے پہ دھمکاتا ہے۔ نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور اظہار میں قتل ہونا ہماری شہادت ہے اور ہمارے لیے باعث کرامت و بزرگی ہے۔ اس ولدالحرام نے کچھ دیر تک امام علیہ السلام کو دیکھا اور حکم دیا کہ اہل بیت اطہار کو ان کے ساتھ قید خانہ میں لے جاؤ۔ پس مسجد کے قریب ایک مکان میں ان کو قید کیا۔ حضرت زینبؑ فرماتی ہیں کہ اسیری کی حالت میں کوفہ کی ایک عورت بھی ہم سے ملنے نہیں آئی مگر لونڈیاں

اور کنیزیں دیکھنے کو آتی تھیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمتہ روایت کرتے ہیں کہ جب سر مقدس امام حسین علیہ السلام مجلس ابن زیاد میں لایا گیا اور اس کے سامنے سر مبارک رکھا تو اس ملعون نے تبسم کیا واحسرتا سر امام حسینؑ دیکھ کر وہ ملعون مسکرایا اور آپ کے دندان مبارک دیکھ کر کہا کہ اِنَّ الحُسَیْنَ حَسَنُ المُضحِكُ اے مولائے کائنات اے شہید نینوا اے مظلوم کربلا آپ پر ہماری جانیں فدا ہو جائیں کہ ابن زیاد ملعون نے آپ کے لب ہا، مبارک پر چھڑی لگائی اور کہنے لگا اے ابی عبداللہ آپ جلدی ہی ضعیف ہو گئے۔

ابن نما و ابن جوزی انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اس ملعون نے کہ اے حسینؑ تمہارے لب و دندان کس قدر عمدہ ہیں۔ میں نے کہا بخدا تو کس قدر قبیح مظاہرہ کر رہا ہے لَقَدْ رَاَیْتُ رسول اللہ یُقَبِّلُ مَوْضِعَ تَضَدُكَ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ رسول اللہ لب و دندان کا بوسہ لیتے تھے اور تو ان لبھائے مبارکہ کے ساتھ بے ادبی کر رہا ہے۔ بروایت دیگر زید ابن ارقم صحابی حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن زیاد کے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے آپ سن رسیدہ تھے آپ سے نہ دیکھا گیا کہ ابن زیاد فرزند رسولِ خدا کے لب و دندان مبارکہ کے ساتھ بے ادبی کر رہا ہے بے چین ہو گئے اور اس سے فرمایا کہ اِرْفَعْ قَضِیْبَكَ عَنْ هَاتَیْنِ الشَّفَتَیْنِ۔ یعنی کہ اے ابن زیاد چھڑی کو لب و دندان امام حسینؑ سے ہٹا لے۔ خدائے تعالیٰ کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آنحضرتؐ اکثر و بیشتر حسینؑ کے لبوں اور دندان مبارک کو چومہ کرتے تھے۔ یہ کہہ کر جناب زید ابن ارقم پر گریہ طاری ہو گیا اور بآواز بلند رونے لگے۔ اس ملعون نے کہا کہ ہماری فتح و خوشی کے موقعہ پر گریہ کرتا ہے اور تو مجھ سے نہیں

ڈرتا۔ میرا تجھے ذرا خوف نہیں ہے کہ میں ذرا سی دیر میں تجھ کو قتل کرا سکتا ہوں
بروایت دیگر آپ نے اس برہمی مزاج کے باوجود اس شقی کو ایک اور حدیث سنائی۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ اس شان سے آپ تشریف فرما ہیں کہ ایک زانو پر حسنؑ ہیں اور دوسرے زانو پر حسینؑ ہیں۔

آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھا اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَوْدِعُکَ اِیَّاھُمَا وَصَالِحَ الْمُؤْمِنِیْنَ کہ خداوندا میں ان کو تیری حفاظت میں دیتا ہوں تیری سپرد کرتا ہوں اور نکوکار مومنین کی سپرد کرتا ہوں۔ پھر زید ابن ارقم نے کہا اے ابن زیاد تو نے امانت رسول خدا خوب حفاظت کی کہ سب کو تہ تیغ کر دیا اور پھر آپ روتے ہوئے دربار ابن زیاد سے باہر نکل آئے۔

اور پھر کہا اے عرب کے لوگو۔ تم نے غلاموں کو حکمران بنا دیا۔ اور عرب کی عزت خاک میں ملا دی۔ ذلیل لوگ حکمران بن کر نیک بندوں کو تہ تیغ کر رہے ہیں۔ اور تم لوگ اس ذلت پر راضی ہو اور خدا کی رحمت سے دور ہو رہے ہو۔

روایات سے یہ ظاہر بھی ہوتا ہے کہ جس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام طوق و زنجیر میں گرفتار ابن زیاد کے سامنے لائے گئے۔ اسی وقت سر سید الشہداء علیہ السلام بھی پیش کیا گیا۔ اور وہ ملعون چاشت کھانے میں مشغول تھا۔ خدا کی شان سید سجاد کی دعاء بد کا اثر کہ جب مختار علیہ الرحمۃ نے ابن زیاد کا سر کٹوایا اور امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ میں بھیجا تو آپ بھی اس وقت چاشت تناول فرما رہے تھے۔ جب وہ ملعون کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اسیروں کو قید خانے لے جاؤ۔ چنانچہ تمام اسیران کربلا کو اس مکان میں رکھا جو مسجد کوفہ کی طرف واقع تھا اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس نے اپنے

قصر سے متصل قید خانہ تھا اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ اس نے حکم دیا کہ سید سجاد کو طوق و زنجیر پہنے ہوئے قید خانہ میں لے جاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ میں اس وقت اسیران کربلا کی معیت میں تھا میں نے دیکھا تمام کوچہ و بازار لوگوں سے بھرے ہوئے تھے اور یہ بدبخت آل رسولؐ کا تماشہ دیکھنے جمع ہوئے تھے اور اسیران کربلا کو زندان میں مقید کیا گیا۔

سید ابن طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت زینبؑ خاتون کا بیان ہے کہ لَا یَدْخُلُ عَلَیْنَا عَرَبِیَّۃٌ اِلَّا اُمُّ وَلَدٍ اَوْ مَمْلُوْکَۃٌ فَاِنَّھُنَّ سُبِیْنَ کَمَا سُبِیْنَا ۔ کہ کوئی عربی عورت قید خانہ میں ہم سے ملنے نہیں آئی مگر لونڈیاں اور کنیزیں دیکھنے آتی تھیں۔

شیخ مفید اور سید ابن طاؤس اور علامہ طبرسی باختلاف الفاظ میں روایت کرتے ہیں۔ کہ دوسرے روز اس بدنہاد نے حکم دیا کہ سر بریدہ امام مظلوم نیزہ پر بلند کیا جائے اور کوفے کوچہ و گلیوں اور بازاروں میں پھرایا جائے۔ اسلام میں یہ پہلا سر اقدس تھا کہ جس کی اس طرح بے حرمتی کی گئی۔

ابن جوزی مرآت الزمان میں لکھتے ہیں کہ سلمہ ابن کہیل نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ کا سر نیزۂ طویل پر بلند تھا اور وہ سر مطہر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اور جب اس آیت کو پڑھا فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ (یعنی عنقریب آپ کو ان ظالموں کے شر سے بچائے گا وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے)

شیخ مفید نے زید ابن ارقم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا جب امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک میرے غرفہ کے نزدیک پہنچا تو وہ سورۃ الکہف کی

تلاوت کر رہا تھا: "اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَہْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ (سورۃ الکہف آیت نمبر ۹۔ یعنی کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری نشانیوں میں سے عجیب تھے)

زید کہتے ہیں کہ جب میں نے سر امام حسینؑ کو تلاوت کرتے سنا تو میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا میں کانپنے لگا اور میں باآواز بلند کہا فرزند رسولؐ، نور دیدۂ بتول اس طرح نیزہ پر قرآن پڑھنا بھی عجیب تر ہے۔

ابن طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ کسی ہاتف غیبی کی اس وقت آواز سنی گئی جو کہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

رَاسُ ابْنِ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَوَصِیِّہٖ ... لِلنَّاظِرِیْنَ عَلٰی قَنَاتٍ یُرْفَعُ

یعنی کہ دختر رسولؐ خدا اور وصیٔ رسول خدا کے فرزند کا سر لوگوں کی نگاہوں کے سامنے نیزے پر اٹھایا جاتا ہے۔

وَالْمُسْلِمُوْنَ بِمَنْظَرٍ وَبِمَسْمَعٍ ... لَا جَازِعٌ وَلَا مُتَوَجِّعٌ

یعنی کہ مسلمان دیکھ بھی رہے ہیں اور سن بھی رہے ہیں مگر کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تڑپنے والا ہے۔

کَحَلَتْ بِمَنْظَرِکَ الْعُیُوْنُ عِمَایَۃً ... وَاَصَمَّ رُزْءُکَ کُلَّ اُذُنٍ تَسْمَعُ

یہ حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر نہ آنکھیں کور ہوئیں اور نہ کان بہرے ہوئے کہ یہ مصیبت کی باتیں نہ سنتا اور تیرا دل بھی نہ دکھا۔

اَیْقَظْتَ اَجْفَانًا وَکُنْتَ لَہَا کَرًی ... وَاَنَمْتَ عَیْنًا لَمْ تَکُنْ بِکَ تَہْجَعُ۔

یعنی کہ تیرے دوستوں کی آنکھیں تیرے وجود کی برکت سے امن و امان میں تھیں۔ اور دوست عذاب راحت میں تھے کہ زحمت مصیبت انہیں برداشت کرنا پڑی

اور وہ خواب راحت سے بیدار ہو گئے۔ اور دشمنانِ خدا اور رسولؐ تیرے قتل کرنے کی فکر میں رات دن محو ہیں۔ ان کی نیند تیرے قتل کے بعد پوری ہوئی۔

مَا رُوْضَةِ الْاَمْنَتَ اَنَّهَا لَكَ حُفْرَةٌ وَ لَحْظِ تبرك مَضْجَعٌ۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب سرِ مطہر امام حسین علیہ السلام نیزہ پر بازارِ کوفہ میں پھرایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ سرِ مبارک بہ آوازِ بلند سورۃ الکہف کی تلاوت کر رہا ہے۔ سب نے امامِ مظلوم کو قرآن پڑھتے سنا۔ اور جب آپ اس مقام پر پہنچے کہ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى۔

(سورہ کہف آیت نمبر ۱۳۔ یہ تحقیق وہ چند جوان تھے کہ وہ اپنے سچے پروردگار پر ایمان لائے تھے) مگر ان معجزات کے باوجود قوم جفا، اہلِ کوفہ ایمان نہیں لائے بلکہ ان کی سرکشی بڑھتی گئی۔

بروایت دیگر سرِ مطہر کوفہ میں ایک درخت پر لٹکایا تب آیہ مبارکہ تلاوت کی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

(سورۂ ابراہیم آیت نمبر ۴۲۔ اور جو کچھ یہ ظالم کیا کرتے ہیں اس سے خدا کو غافل نہ سمجھنا۔ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۲۲۷۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے)

بعض کتب معتبرہ میں حارث ابن وکیدہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں یہ سن کر سخت حیران ہوا کہ سرِ مبارک بے تن کیوں کر قرآن پڑھ رہا ہے کہ یکایک سرِ مطہر امامِ مظلوم آواز آئی یا ابن وُکَیْدَہ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ مَعَاشِرَ الْاَئِمَّةِ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّنَا نُرْزَقُ۔ اے وکیدہ کیا تو نہیں جانتا کہ ہم گروہ آئمہ زندہ ہیں خدا سے رزق پاتے

ہیں اور ہماری موت ایک پردہ ہے جو بعد مُردن اٹھ جاتا ہے ہم فنا نہیں ہوتے اور جب یہ کلام سنا تو اس کی حیرانی اور بھی زیادہ ہو گئی ہیں یہ سوچنے لگا کہ کس طور سے یہ سر مطہر کو ان سپاہیوں سے چرا کر بعد احترام دفن کر دوں۔ پھر سر مطہر سے آواز آئی یا ابن وُکیدہ لَیْسَ لَکَ اِلٰی ذٰلِکَ سَبِیْلٌ۔ یعنی کہ تیرے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔ ظالم لوگ اپنے انجام کو خود دیکھیں گے اور جب فرشتے ان کو کشاں کشاں جہنم کی طرف لے کر جائیں گے اور واصلِ جہنم کریں گے۔

سید ابن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے یزید بن معاویہ کو خط لکھا اور حضرت سید الشہداء کے قتل ہونے کی اور اہل حرم کی اسیری تحریر کی کہ سرہائے شہدا اور اہل حرم کوفہ ہیں اور ایک خط عمرو بن سعید ابن عاص والی مدینہ کو بھی تحریر کیا۔ جس میں خبر قتلِ امام حسینؑ اور رفقاء درج کی تھی اور اسیری اہلبیتؑ اطہار کے متعلق بھی لکھا تھا۔

شیخ مفیدؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ابن زیاد بدنہاد نے عبد الملک ابن الحرث کو قتل امام حسینؑ کی خبر مدینہ پہنچانے پر مامور کیا۔ اور بنام گورنر مدینہ خط لکھ کر دیا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچا تو قبیلہ قریش کا ایک سردار مجھے ملا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ کیا خبر ہے میں نے کہا کہ تم پہلے ہی عامل مدینہ سے خبر سن چکے ہو۔ وہی خبر میں لایا ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ قُتِلَ وَاللّٰہُ الْحُسَیْنُ ہائے حسینؑ مارے گئے۔ ہم بے سہارا ہو گئے۔ ہمیں بے سہارا چھوڑ گئے تاہم میں والیٔ مدینہ کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا کیا خبر لایا ہے۔ میں نے کہا تجھ کو مبارک ہو کہ حسینؑ مارے گئے۔ اور ان کے اہل حرم اسیر ہو گئے۔ اس ملعون نے کہا کہ تو فتح کی خبر لایا ہے۔ مدینہ کے کوچوں میں جا

اور قتل حسینؑ کا اعلان کر۔ چنانچہ قاصد مدینہ کی گلی کوچوں میں گیا اور اعلان کیا الاَ قُتِلَ الحسینؑ الا ذبح الحسینؑ کہ حسینؑ قتل ہوگئے اور ان کے اہل حرم اسیر ہوگئے۔ اس اعلان پر مدینہ میں کہرام برپا ہوگیا۔ محلہ بنی ہاشم میں اس خبر سے قیامت برپا ہوگئی۔ وا محمداہ وا علیاہ وفاطمتاہ واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ بنی ہاشم پر اس عظیم نہیں پڑی تھی اور جب میں والیٔ مدینہ کے پاس واپس پہنچا تو اس نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا۔ میں نے کہا کہ محلہ بنی ہاشم میں ایک کہرام برپا ہوگیا۔ اس وقت وہ ملعون مسجد نبویؐ میں آیا۔ اور اس نے ممبر پر جاکر خطبہ دیا۔ اور اپنی تقریر میں اظہار مسرت وخوشی کیا۔ عبداللہ ابن سائب نے کھڑے ہوکر کہا کہ لَوْ کَانَتْ فَاطِمَۃُ حَیَّۃً وَرَاٰی رَاْسُ الحسینؑ لَبَکَتْ۔ اگر دختر رسولِ خداؐ فاطمہ زہرا دنیا میں زندہ ہوتیں اور وہ قتل حسینؑ کی خبر سنتیں تو کس قدر روتیں حالانکہ تم لوگ فرزند رسولؐ کے قتل پر خوشی کر رہے ہو۔ یقیناً فاطمہ زہراؑ زندہ ہوتیں اور اپنے بیٹے حسین کی مصیبت اور قتل ہونے کی خبر سنتیں تو بلاشک وشبہ سینہ زنی کرتیں۔ اپنے منہ پر طمانچہ مارتیں۔ فریاد وبکاء کرتیں اور اپنے بابا رسول خدا سے امت کی شکایت کرتیں۔ اس وقت والی مدینہ ملعون نے عبداللہ بن سائب کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ فاطمہؑ کو مخاطب کرنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔ کہ وہ ہمارے قرابتدار ہیں۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب عمرو بن سعید والیٔ مدینہ نے اپنا خطبہ تمام کیا۔ تو زینب بنت عقیل اپنی دوسری بہنوں اور رشتہ داروں کے ساتھ آئیں اپنے بال پریشان کیے اور گریہ وزاری شروع کیا اور کہا مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِیُّ لَکُمْ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَاَنْتُمْ آخِرُ الاُمَمِ بعترتی وباَھْلِی بَعْدَ مُفْتَقَدِی

مِنہم اُساریٰ ومِنہم ضُرجوابِدَمی ۔ آیا تم رسولِ خدا کو قیامت میں کیا جواب دو گے۔ جب حضرت رسولِ خدا تم سے اپنی عترت کے بارے میں کیا جواب دو گے۔ رسولؐ دریافت فرمائیں گے کہ میرے حسینؑ نے تمھارا کیا کیا تھا۔ کہ بعض لوگوں نے اسے قتل کیا اور اس کو خون سے رنگین کر دیا۔

مَا کان ھٰذا اجزای اذ نَصحتُ لکُم اَن تخلفونی بسوءٍ فی ذوی رحمِ

یعنی کہ یہ میری جزاء نہیں ہے۔ جو تم نے میری عترت کے ساتھ ظلم کیا ہے۔

رسول فرمائیں گے تم نے میرے حقوق کی خوب رعایت کی۔ تم نے میری عترت کے ساتھ مظالم کیے۔ مروی ہے کہ عبداللہ بن جعفر کے پاس ان کا ایک غلام آیا اور آپ کو ان کے فرزندوں عون و محمدؑ کے قتل ہونے کی خبر دی۔ حضرت عبداللہ نے کلمۂ استرجاع ادا کیا۔ یہ سن کر ابوالسلاسل کہ جو آپ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا کہنے لگا کہ یہ مصیبت بہ سبب حسین ابن علیؑ کے ہے کہ دونوں فرزند ان کے ساتھ تھے۔ جب اس بدانجام نے یہ کہا تو عبداللہ نے اس کو اپنی جوتیوں سے مارا اور کہا کہ تو ایسے کلمات کہتا ہے اگر میں وہاں ہوتا تو میں بھی حسین بن علی پر اپنی جان قربان کرتا۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے بیٹے شہید ہوئے۔

جس روز خبر شہادت امام حسینؑ مدینہ میں پہنچی ہے اسی رات کو جنات کے مرثیہ پڑھنے کی آوازیں سنائی دیں اور اہلِ مدینہ نے ہاتف غیبی کا یہ مرثیہ سنا ۔

اَیُّھَا القاتلونَ جَھلاً حُسینا ‎ ‎ ‎ ‎ اِبشِرُوا بالعذاب وا لتنکیل

یعنی کہ اے وہ لوگو ! جنہوں نے اپنی جہالت سے حسینؑ کو قتل کر دیا ہے اب تمہیں خدا

کی طرف سے عذاب دردناک کی بشارت ہو۔ کُلُّ اھل السّماءِ یَدعوا عَلَیکُمْ مِنْ نبيٍ ومرسلٍ وقَبِيْلٍ قَدْ لُعِنْتُمْ عَلیٰ لسان داؤدَ وموسیٰ وصاحب الانجیل. یعنی کہ اے قاتلانِ امامِ حسینؑ تم پر تمام آسمانوں کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے لعنت کرتے ہیں تم لوگ حضرت داؤدؑ، حضرت عیسیٰ صاحب انجیل اور حضرت موسیٰ صاحب توراۃ کی زبان سے ملعون قرار دیے گئے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اسی رات مدینہ کی فضا میں ہاتف غیبی کی یہ آوازیں آتی رہیں کہ اے اہل مدینہ۔ بنو امیہ کے لوگوں نے حسین بن فاطمہؑ کو قتل کر دیا۔ شمع روضہ رسول گل کر دی اور تمام مشرق و مغرب میں ماتم حسینؑ ہو رہا ہے۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

تیرہویں مجلس

اسیرانِ اہلبیتؑ کی شام میں آمد اور چند حکایات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی السَّرَّاءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْبَاسَآءِ وَالنَّعْمَاءِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الْمَبْعُوْثِ لِاِرْشَادِ الضُّلَّالِ فِی الظَّلْمَاءِ وَالْهَادِیْ اِلَی النَّجَاۃِ فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَاءِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الَّذِیْنَ لَهُمْ نِظَامُ الدَّهْرِ وَلَهُمْ قِیَامُ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ سِیَّمَا عَلٰی رَیْحَانَتِہٖ وَسِبْطِہِ الْمَظْلُوْمِ صَاحِبِ الْکَوْکَبِ وَالْمِحْنَۃِ وَالْبَلَاۤءِ الَّذِیْ لَمْ یُرَ مِثْلُہٗ فِیْ اِبْتِدَاءِ الْوُجُوْدِ اِلَی الْاِنْتِهَاءِ بَکَتْ عَلَیْہِ الْاَرْضُ وَالسَّمَاءُ وَتَبْکِیْ عَلَیْہِ فِی الصَّبَاحِ وَالْمَسَآءِ بِدَمْعٍ حَمْرَاءَ شَدِیْدِ الْعَنَاءِ عَظِیْمِ الْبَلَاءِ قَلِیْلِ الْوَغَا قَتِیْلِ الظَّمَاءِ مَهْتُوْکِ الْخِبَآءِ مَسْلُوْبِ الرِّدَاءِ مَنْزُوْعِ الْحِذَاءِ مَنْبُوْذِ الْعَرَاءِ مُقَطَّعِ الْاَعْضَاءِ مُرَضَّضِ الْاَشْلَاءِ الَّذِیْ اَحَاطَ بِہٖ اَهْلُ الشَّقَاءِ وَدَارَ عَلَیْہِ اَوْلَادُ الْبَغَآءِ فَاَذَاقُوْہُ شُرْبَ الْحُتُوْفِ مِنْ حَرِّ السُّیُوْفِ مَطْرُوْحًا عَلَی الرَّمْضَاءِ مَنْبُوْذًا فِی الْبَیْدَاءِ مَقْطُوْعَ الرَّاْسِ مِنَ الْقَفَاءِ مَطْرُوْحًا کَالْاَهْمَاءِ یَجُوْلُ عَلَیْہِ الْخَیْلُ الدَّهْمَاءُ وَتَکْسُوْہُ عَشِیْرُ الْفَضَآءِ مِنَ الْاَرْجَاءِ فَهُوَ اَبُو الشُّهَدَاءِ وَاَخُو الشُّهَدَاءِ وَسَیِّدُ الشُّهَدَاءِ وَاِمَامُ السُّعَدَاءِ سَیِّدُنَا الْمَظْلُوْمِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْنِؑ وَبَعْدُ قَالَ

اللہ تعالیٰ فی کتابہ المبین:۔ آیت: وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (سورۃ البقرآیت ۸۴)

ترجمہ: اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم (تمہارے بزرگوں) سے عہد لیا تھا کہ آپس میں خونریزیاں نہ کرنا اور نہ اپنے لوگوں کو شہر بدر کرنا تو تم (تمہارے بزرگوں) نے اقرار کیا تھا۔ اور تم بھی اس کی گواہی دیتے ہو کہ (ہاں ایسا ہوا تھا)

یہ آیہ مجیدہ بنی اسرائیل کی سرزنش اور ملامت کے بارے میں اگرچہ ظاہراً تعلق رکھتی ہے مگر ہر ایک قوم اپنے افعال ناپسندیدہ کی بناء پر نظر قدرت میں قابلِ سرزنش ہے لہٰذا خداوندِ عالم نے برائے عبرت اور کسی ایک خاص واقعہ کی بناء پر جو کہ خدا کو علم ہے اور اس کا رونما ہونا بھی یقینی ہے۔ اس آیہ مجیدہ کو نازل فرمایا ہے۔

چونکہ امت مسلمہ میں بھی ایک گروہ خاص ہے۔ جس نے قوم بنی اسرائیل کی طرح مسلمانوں میں فرقہ بندی قائم کی ہے۔ قوم بنی اسرائیل میں سے بعض لوگوں نے اپنی نبی کی تکذیب کی اور قوم موسیٰ فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔ یہی صورت بعینہٖ امت مسلمہ کی ہے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ دامن امت مسلمہ تفرقہ سے ملوث ہے۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ میرے بعد ہی فوراً فتنہ پیدا ہوں گے۔ اسی طرح کی حدیث اسامہ بن زید سے مروی ہے عبداللہ سے بھی ایسی روایت نقل کی گئی ہے ابو حازم نے بھی امت مسلمہ میں تفرقہ کی روایت کو نقل کیا ہے (ان چاروں احادیث صحیح بخاری کتاب الفتن میں موجود ہیں۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میری

امّت کے لوگ بنی اسرائیل سے مشابہ ہیں۔ پس جس طرح اور جس اساس پر امت موسوی میں تفریق پیدا ہوئی ہے اس طرح اس طرح امت مسلمہ میں بھی تفریق کا ہونا ضروری ہے۔ جب آیہ مذکورہ نازل ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ آیا میں تمہیں خبر دوں جو کچھ میری امت میرے بعد کرے گی اور تفریق رونما ہوگی اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ضرور بیان فرمائیں۔

چنانچہ آنحضرت نے خبر دی کہ میری امت کا ایک گروہ مدعی ہو گا کہ وہ میری ملت پر چلتا ہے مگر میری عترت اور میرے اہلبیت سے اعراض کرے گا اور میری شریعت اور سنت کو تبدیل کرے گا۔ یَقْتُلُوْنَ وَلَدِیَ الحسنؑ والحسینؑ کَمَا قَتَلَ اسلافِ ان یھود زکریا ویحییٰ۔ یعنی کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے فرزندان حسنؑ اور حسینؑ دونوں کو قتل کریں گے جیسا کہ یہودیوں کے بزرگوں نے زکریا اور یحییٰ کو قتل کیا ہے۔ آگاہ رہو کہ خدا نے اس گروہ پر لعنت کی ہے اور یہی لعنت ان کی ذریت کے لیے بھی ہے کہ وہ لوگ برابر دوستداران خدا کو قتل کرتے رہے اور روزِ قیامت وہ لوگ داخل جہنم ہوں گے۔ خدا لعنت کرے قاتلان حسین علیہ السلام پر اور قاتلوں کے دوستوں پر اور ان پر بھی کہ جو قاتلوں کے افعال پر سکوت اختیار کرتے ہیں۔ ہم لعنت اس لیے کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان رسولِ خدا پر ہے۔ اور قاتلان حضرت امام حسینؑ یقیناً مستحق عذاب دائمی ہیں۔

اَلَا وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی الباکِیْنَ عَلَی الحسینِ رحمۃً وشفقۃً واللّعْنُ لاعدائہم

صلوٰۃ اور رحمت خدا کی ان پر ہے کہ جو حسین مظلوم پر گریہ کرتے ہیں۔ آرزوئے شفقت وایمان اور لعنت ہے ان پر جو قاتلان مظلوم کربلا ہیں اور قتل امام حسین علیہ السلام پر خاموش رہنا یا راضی رہنا پسند کرتے ہیں چونکہ پس موالیان و

محبان امام عالی مقام عزاداری برپا کرکے قاتلوں سے بیزاری کا ثبوت دیتے ہیں۔
اور خود غم حسین علیہ السلام میں روتے ہیں اور مجالس عزا منعقد کرکے دوسروں کے لیے بکاء علی الحسینؑ کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب کوئی بندۂ مومن غم امام حسینؑ اور شہیدان کربلا پہ آنسو بہاتا ہے تو خداوند عالم اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ان کے آنسو محفوظ کیے جائیں اور خازنانِ بہشت کو دیئے جائیں کہ وہ ان کو محفوظ رکھیں اور وہ آنسو ممزوج کیے جاتے ہیں آب حیوان سے یعنی کہ ان کو زندگیٔ جاوید کے جوہر سے ملایا جاتا ہے اور وہ خوشبو ہاء بہشتی سے بس جاتے ہیں اور قاتلانِ امام حسینؑ کو فرشتے ہاویہ میں لے جاتے ہیں پس جب وہ داخل ہوتے ہیں تو ہاویہ کی آتش و عذاب اور بھی زیادہ تیز ہو جاتا ہے کیونکہ ان کو لعن پہنچتا رہتا ہے۔
بہرحال جب حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پہ چلے گئے اور قوم میں نہ رہے تو ان کی قوم اپنے دین سے برگشتہ ہوگئی اور لوگ گوسالہ کی پرستش کرنے لگے اور آپ کے جانشین حضرت ہارون سے الگ ہوگئے اور ہارون کو کمزور کر دیا۔ اور ان پہ ظلم وستم کیے۔

اسی طرح امت مسلمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد لوگوں نے ہارون محمدی حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو کمزور کر دیا اور ان کی خلافت سے انحراف کرکے جدا ہوگئے۔ بعض لوگوں نے گوسالہ پرستی شروع کی مگر بعنوان دیگر کہ اپنی خواہشات کے بندے بن گئے۔ بنی اسرائیل میں صفورا دختر شعیب زوجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے وصی یوشع بن نون سے جنگ کی۔ یہ مماثلت بھی امت مسلمہ میں پائی جاتی ہے کہ جناب عائشہ زوجہ

آنحضرت نے حضرت علیؑ سے جنگ جمل کے موقعہ پر محاربہ کیا۔ ان امتوں میں حمل حضرت موسیٰ اور حمل عیسیٰ پر کوئی شخص مطلع نہیں ہو سکا اس طرح ان نبیوں کی غیبت کی مثال امت مسلمہ میں بھی ہے کہ ذریت رسولِ خداؐ میں امام العصر عجل اللہ فرجہٗ غائب ہیں لفظ غائب خود دلیل وجود امام ہے کیونکہ اگر کوئی شے معدوم ہے تو غیبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان امتوں میں یحییٰ اور عیسیٰ گہوارہ ہی میں نبوت پر فائز ہوئے ہیں اور آئمہ اثنا عشر صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین میں حضرت امام محمد تقی الجواد علیہ السلام اپنے والد بزرگوار حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی وفات کے وقت بروایت نو سال ، سال کے تھے کہ امامت پر مامور ہوئے ان امتوں میں بخت نصر نے بیت المقدس کو برباد کیا۔ تو حجاج بن یوسف نے کعبۃ اللہ کو تاراج کیا۔ پھر یزید ابن معاویہ نے مدینہ رسولِ خدا کو برباد کیا مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے۔ اور کعبۃ اللہ پہ سنگ باری کرائی اور امت مسلمہ ہی نے حضرت فاطمہ زہرا بنت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں رونے پر اعتراض کیا اور آج بھی عزاداری امام حسین علیہ السلام برپا کرنے پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو پوری کائنات غم سے متاثر ہوئی۔ مدینہ غم کدہ بنا ہوا تھا۔ شہزادی عالم جناب فاطمہ زہرؑا کا یہ عالم تھا کہ گھر کے درو دیوار پر نظر پڑتی تو باپ کو یاد کر کے رو دیتی تھیں۔ منبر رسول پر نگاہ جاتی تو بے ساختہ باپ یاد آتے اور آپ گریہ و بکا کرتیں۔ حد یہ ہے کہ مسلمانوں نے سیدۂ عالمین کے رونے پر اعتراض کیا تو حضرت علی نے ان کے واسطے جنت البقیع میں ایک بیت الحزن بنوا دیا کہ یہاں آپ اپنے بابا رسول خداؐ کی جدائی میں رو دیا کرتی تھیں۔ یہیں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب سیدۂ عالم اپنے بابا کے

لیے اس قدر رویا کرتی تھیں تو اپنے فرزند حسین اور شہداء کربلا پر کس حد گریہ فرمایا ہو گا۔ جب امام حسین علیہ السلام عازم سفر عراق ہوئے ہیں اور اپنی ماں کی قبر پر رخصت آخر کے لیے تشریف لے گئے۔ سلام کیا اور رخصت ہوئے اسی شب جناب زینب خاتون نے معصومہ دو عالم کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ۔

رات سے گریۂ زہراؑ کی صدا آتی ہے
دیکھئے قسمت ہمیں کہاں لے جاتی ہے

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے بابا کی شہادت کے بعد، زندگی بھر روئے اور اس حد پر روئے ہیں کہ لوگوں کو خیال ہوتا تھا کہ کہیں سید سجاد ہلاک نہ ہو جائیں۔ یہاں تک ایک روز آپ کے ایک غلام نے آپ سے عرض کیا کہ مولا کب تک روئے گا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اب ہلاک نہ ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا: اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی کہ میں اپنے خدا سے اپنے غم کی داستان آنسوؤں کے ذریعہ بیان کرتا ہوں اور جو میں اللہ کی طرف سے جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِنِّیْ لَمْ اَذْكُرْ مَصْرَعَ بَنِيْ فَاطِمَةَ اِلَّا خَنَقَتْنِیَ الْعَبْرَةُ۔ یعنی کہ جب میں اولاد فاطمہؑ کے قتل ہونے کا تصور کرتا ہوں انہیں یاد کرتا ہوں تو گریہ گلو گیر ہو جاتا ہے۔ واحسرتا اس امت نے حضرت سید سجاد کو اسیر کیا۔ قید خانہ میں رکھا۔ اسی امت نے سید سجاد اور امام موسیٰ کاظم کو قید کیا۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا جنازہ ہی قید خانہ سے نکلا۔

اسی قسم کے لوگوں نے گذشتہ امتوں میں یحییٰ شہید کیا اور ان کا سر ایک زن فاحشہ کو ہدیہ کیا اور اس امت نے یزید ابن معاویہ کو سر بریدہ امام حسینؑ

ہدیہ کیا یحییٰ کے سربریدہ نے اس بادشاہ کے دربار میں جہاں وہ زن فاحشہ موجود تھی کلام کیا اور دربار یزید ابن معاویہ میں سر بریدہ امام حسینؑ نے کلام کیا۔ اور متفرق مقامات پر آپ کے سرمبارک نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور وقت شب سرمبارک سے لا الٰہ الا اللہ کی صدا آتی تھی۔

سہیل ابن سعید کہتا ہے کہ میں اس وقت کوفہ میں تھا کہ جب اسیرانِ کربلا اور سرہائے شہداء کے آنے کی خبر مشہور ہوئی میں بابِ بنی خزیمہ گیا کہ جہاں لوگ کھڑے ہوئے اسیرانِ کربلا اور شہداء کے سروں کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ سر مقدس امام حسینؑ ایک طویل نیزہ پر بلند ہے اور وہ سرمبارک سورہ کہف کی تلاوت کر رہا ہے اور جب آپ اس آیت پر پہنچے۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ الخ۔ تو میں نے کہا اے فرزند رسول خدا آپ کا سر نیزہ پر ہے اور تلاوت کلام مجید ہو رہی ہے یہ عجیب تر قصہ ہے۔ پھر میں نے کہا بے شک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اس وقت میری یہ حالت ہوئی کہ میں بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو اس وقت آپ سورۃ کہف تمام کر چکے تھے۔ واقعہ تو یہی ہے کہ ایسے مظالم انبیاء ماسلف پر نہیں گزرے جیسے کہ مظالم حضرت سید الشہداء پر گزرے ہیں۔ ظلم اگرچہ اچھی چیز نہیں ہے لیکن جس قدر مظلوم کی شخصیت عظیم ہوگی اسی اعتبار سے ظلم قبیح تر ہوگی۔ ایک جاہل پر ظلم کرنا۔ عالم پر ظلم کرنے کی برابر نہیں ہے بلکہ عالم پر ظلم کرنا انتہائی قبیح ہے۔ اسی طرح کسی فاسق پر ظلم کرنا اور بات ہے اور کسی عادل پر ظلم کرنا زیادہ نامناسب ہے۔ پس جیسا جیسا مرتبہ علم وفضل اور درجہ تقویٰ بلند ہو گا تو ان پر ظلم کرنے والا اور ظلم دونوں شقاوت

زیادہ ہوں گے۔ حضرت امام حسین سید الشہداء علیہ السلام افضل الانبیاء ختمی مرتبت کے نواسہ، بآیہ مباہلہ فرزند رسول خدا، نور دین وایمان، نماز کی جان۔ فاطمہ زہراؑ کے دلاسے علی المرتضیٰ کے مرتضیٰ فرزند، حسن مجتبیٰ کے مجتبیٰ بھائی اور زینب بیکس کے مظلوم بھائی ہیں۔ آپ پر ظلم اگرچہ معمولی ہی کیوں نہ ہو تبیح تر متصور ہوگا حالانکہ آپ پر ظلم اس شان سے ہوئے ہیں کہ اس قدر آپ نشانۂ ظلم بنے ہیں کہ جس کی نظیر عالم میں نہیں ملتی۔ حضرت امام حسینؑ کے مرتبہ کو یہ حدیث ظاہر کر رہی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ الَّذِی ظَهَرَ لِلْمَلَائِكَةِ المقرَّبِيْنَ مِنْ مَعْرِفَتِهٖ آلِ محمدٍ قَلِيْلٌ مِنْ كَثِيْرٍ لَا يُحْصٰى۔ یعنی کہ ملائکہ مقربین پر عرفان آل محمدؐ کے ذخیرہ میں سے کچھ تھوڑی سی معرفت عطا ہوئی ہے۔ جبکہ اس ذخیرہ میں لاتعداد ذرہائے معرفت ہیں جو حساب میں نہیں آسکتے۔ پس جبکہ ملائکہ مقربین معرفت آل محمد۔ کما حقہٗ نہیں حاصل کر سکتے تو پھر کس خاطی انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ ان کی معرفت حاصل کر سکے۔

(از مترجم۔ ایک دفعہ ہم اور حضرت علامہ عباس حیدر عابدی صاحب مد ظلہٗ العالی آف کراچی۔ جناب پروفیسر سید عنایت حسین صاحب بخاری مرحوم و مغفور کے دولت کدہ واقع سمن آباد بیٹھے ہوئے تھے اور لاہور کے ایک مقامی ممتاز صدر مدرس بھی تشریف فرما تھے کہ اس حدیث کا ذکر آگیا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اے علیؑ تم کو نہیں پہچانا کسی نے مگر میں نے اور اللہ نے۔ اس وقت بے ساختہ صدر مدرس صاحب نے فرمایا کیا علیؑ کو ان کے فرزندوں امام حسنؑ، امام حسینؑ نے بھی نہیں پہچانا۔ اس وقت محفل چاء گرم تھی مگر کشت زعفران زار بن گئی۔ یہ خیال نہ کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن۔

جناب علامہ کلینیؒ نے بسند معتبر سدیر صیرفی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک روز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ گفتگو کے دوران آپ نے فرمایا اے سدیر کیا تم قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا ہاں یا ابن رسول اللہ۔ ضرور قرآن پڑھتا ہوں تو آپ نے فرمایا کیا تم نے یہ آیت پڑھی ہے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ط (سورۃ النمل آیت نمبر ۴۰۔ یعنی اس پر ابھی سلیمان کچھ کہنے نہ پائے تھے) کہ وہ شخص (آصف بن برخیا) جس کے پاس کتاب (خدا) کا کس قدر علم تھا۔ بولا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے بھی پہلے تخت کو آپ کے پاس حاضر کیے دیتا ہوں)

اس آیۂ مجیدہ میں خدا نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ سلیمانؑ نے چاہا کہ تختِ بلقیس حاضر کرو۔ حاضرینِ دربار میں سے کسی نے کہا کہ میں اس قدر وقت میں لا سکتا ہوں کسی نے کہا کہ میں پلک جھپکنے کے وقفہ کے اندر اندر لا سکتا ہوں چنانچہ آصف بن برخیا تخت بلقیس لے آئے۔ امام عالی مقام نے فرمایا اے سدیر کیا جانتے ہو کہ آصف بن برخیا جو وزیر جناب سلیمان تھے ان کے پاس کس قدر علم تھا۔ سدیر نے عرض کیا فرزند رسولؐ آپ ارشاد فرمائیں کہ اس کے پاس کس قدر علم تھا۔ آپ نے فرمایا قدر قطرۃ ان الماء فی البحر الاخضر۔ کہ بقدر ایک قطرہ بالمقابل بحرِ اخضر (سمندر بے پایاں) لیکن اس علم کو خدا نے اپنی طرف نسبت دی کہ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ لیکن اے سدیر خدا نے ہمارے جد علی ابن ابی طالبؑ کے لیے فرمایا ہے قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝ (سورۃ الرعد آیت نمبر ۴۳۔ (اے رسول) تم یہاں سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری)

رسالت کی گواہی کے لیے خدا اور وہ شخص جس کے پاس علم کتاب (یعنی آسمانی کتاب کا علم) ہے کافی ہے) پس علی ابن ابی طالبؑ کتاب خدا کا کل علم رکھتے تھے۔ اور اسے سدیر وہی کل علم کتاب میرے سینہ میں ہے۔ بخدا ہمارے سینہ میں وہی کل علم کتاب موجود ہے جو اول محمدؐ کے سینے میں تھا اور یہی علم ہمارے جد حسین ابن علیؑ کے سینہ میں تھا۔ یہ آپ کے علم کی شان ہے اور وہ آپکے شجاع ترین ہونے کی صورت ہیں کہ بحالتِ تشنگی وگرسنگی اعدائے دین پر حملہ کیا ہے کہ ایک ہی حملہ میں چار سو کافروں کو واصل جہنم کیا اور بعض روایات میں ہے کہ دو ہزار نفر اسی حملہ میں قتل کئے ہیں۔ امام عالی مقام کے جود وکرم اور سخاوت وبخشش کی یہ حالت تھی کہ آپ اسامہ بن زید کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اسامہ کی مزاج پرسی کو دیکھا کہ اسامہ بہت زیادہ غمگین ہیں آپ نے فرمایا اے اسامہ کس بات کا غم دامن گیر ہے اس نے کہا مولا کہ میں ساٹھ ہزار درہم کا قرضدار ہوں۔ جو ابھی تک ادا نہیں کر سکا۔

آپ نے فرمایا: بس پھر غم کی کیا بات ہے میں اس قرض کو ادا کر دوں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میرا انتقال نہ ہو جائے۔ فرمایا کہ تمہارے مرنے سے پہلے ادا کر دوں گا۔ چنانچہ منقول ہے کہ آپ نے قرضہ ادا کر دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ عبدالرحمٰن سلمی نے آپ کی اولاد میں سے کسی فرزند کو سورۃ الحمد کی تعلیم کی۔ سورۃ الحمد پڑھی تو امام حسین علیہ السلام نے خوش ہو کر اس کو ہزار دینار عطا کیے۔ اور جو اس نے سوال کیا تھا اس کے بقدر بھی عطا کیا۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص مدینہ میں آیا اور لوگوں سے دریافت کیا کہ مدینہ میں کریم ترین شخص کون ہے لوگوں نے کہا حسین ابنِ علیؑ

کریم ترین مردم ہیں وہ شخص مسجد نبویؐ میں آیا دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ پس وہ شخص آپ کے برابر کھڑا ہو گیا اور کہا لَمْ يَخِبِ الْآنَ مَنْ رَجَاكَ وَمَنْ حَرَّكَ مِنْ دُوْنِ بَابِكَ الْحَلْقَة۔ یعنی کہ اگر کوئی شخص امیدوار ہو کر آیا ہے تو اسے ناامید نہیں کیا اور اگر کسی نے تیرے در جود وسخا پر سوال کیا ہے، دروازہ کھٹکھٹایا ہے تو وہ محروم نہیں ہوا۔

اَبُوْكَ قَدْ كَانَ قَاتِلُ الْفَسَقَةِ لَوْ لَا الَّذِيْ كَانَ مِنْ اَوَائِلِكُمْ كَانَتْ عَلَيْنَا الْجَحِيْمُ مُنْطَبِقَةً۔ یعنی کہ کوئی صاحب جود و بخشش ہے۔ تو ہی میرا جاء اعتماد ہے یعنی تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے اور تمہارے پدر بزرگوار قاتل کفار و فاسقین ہیں۔ دین حق استدار ہے تو آپ ہی کے پدر عالی قدر کی بدولت، دین کو آپ ہی کے خانوادہ سے تقویت پہنچی ہے۔ جو شخص آپ تک نہیں پہنچا یعنی کہ جس نے آپ کو اپنا امام نہیں گردانا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حضرت امام حسینؑ نماز سے فارغ ہوئے آپ نے قنبر سے فرمایا کیا مالِ حجاز سے کچھ رقم باقی ہے۔ قنبر نے عرض کیا ہاں باقی ہے۔ جو کہ چار ہزار دینار طلائی ہیں۔ آپ نے فرمایا لے آؤ کہ یہ شخص مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔ پس حضرت امام حسینؑ گھر تشریف لائے اور قنبر نے وہ کثیر رقم ایک کپڑے میں باندھ کر آپ کو دی اور امام عالی مقام نے دروازہ کے پیچھے کھڑے ہو کر وہ چار ہزار دینار اعرابی کو دیئے۔ اور فرمایا اے بھائی میری عطا کو کم سمجھنا۔ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر کیوں روتا ہے اس نے کہا کہ ایسا سخی وہ خاک میں کیونکر پنہاں ہو گا۔

شعیب ابن عبدالرحمٰن روایت کرتا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ صحرائے کربلا میں شہید ہو گئے۔ پشت آنجنابؑ پر گھٹے دیکھے گئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام

سے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ راتوں کو بکثرت مال اپنی پشت مبارک پر اٹھاکر بیوگان اور یتیموں میں لے جاتے تھے۔ اس وجہ سے آپ کی پشت مبارک پر نشان پڑ گیا۔

اے شیعو! اس امام عالی مقام پر ہم فدا ہو جائیں کہ جو راتوں کو غربا و مساکین کو طعام پہنچاتا تھا اور سجدۂ معبود میں سر مبارک جھکا رہتا ہے۔ اور اسی کے سر بریدہ پر یزید ملعون نے چوب لگائی اور یہ خیال نہ کیا کہ آنحضرتؐ اس کے لبوں اور دندان کو چومتے تھے۔ یہ وہ امام عالی مقام ہیں کہ جب آپ کا نور شکم مادر میں تھا خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے اور سیدۂ عالم بوقت نماز اس کی تسبیح و تہلیل کی آواز سنتی تھیں۔ امام حسین علیہ السلام کا گھر خدا کے نزدیک فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ ...... کا مصداق تھا۔

بلاذری جو اہلسنت کے یہاں ایک علمی درجہ رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ بعد شہادت حضرت امام حسینؑ، عبداللہ بن عمر نے یزید لعین کے نام ایک خط تحریر کیا جس کے فقرات یہ ہیں کہ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَظِمَتِ الرَّزِیَّۃُ وَجَلَّتِ المصیبۃ وحَدَثَ فی الاسلام حَدَثٌ عظیم وَلَا یوم کَیَوْمَ الحسینؑ کہ امام حسینؑ کی شہادت سے زیادہ کوئی اور دوسری مصیبت نہیں ہے۔ اسلام میں یہ حادثہ سخت ترین مصیبت ہے۔ اور یوم قتل حسینؑ سے بڑھ کر مصیبت خیز کوئی اور دن نہیں ہے۔ جب عبداللہ ابن عمر کا خط یزید ملعون کو پہنچا تو اس نے عبداللہ بن عمر کو جواب تحریر کیا اما بعد اے عبداللہ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ مسند حکومت تیرے ہی باپ نے ہم سے پہلے حاصل کی تھی اور انہی کی بدولت آج ہم تک پہنچی ہے۔ یہ سلطنت ان ہی سے ملی ہے۔ اگر یہ ہمارے غیر کا حق تھا تو فَاَبُوْكَ اَوَّلَ مَنْ مَسَّ ھٰذَا وَ اِتَّزَ

واستاثر بالحق علیٰ اھلہٖ ۔ یعنی کہ اگر یہ ہمارا حق نہ تھا تو تیرے ہی باپ نے حصولِ خلافت کے لیے سب سے پہلے قدم اٹھایا اور اب یہ سنت قائم ہو گئی کہ حق دار کو حق نہ دیا جائے۔ عبداللہ بن عمر کے شام جانے کی یہ صورت ہے جیسا کہ کتب معتبرہ میں وارد ہوا ہے چنانچہ صاحب بحار جلد نمبر ۹ میں کتاب الدلائل الامامہ سے باسناد خود سعید ابن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ جب حضرت حسین ابن فاطمہؑ شہید اور ان کے الحرم اسیر ہو گئے۔ اور خبر قتل امام حسینؑ اور الحرم کی اسیری کی خبر مدینہ میں پہنچی تو گھر گھر کہرام برپا ہو گیا۔ عورتیں اور مرد سب گھروں سے باہر نکل پڑے تھا اور سب نے صف ماتم بچھائی عبداللہ ابن عمرؓ بھی سراسیمہ حالت میں گھر سے نکلے اور واحسیناہ کی صدا بلند کرتے ہوئے محلہ بنی ہاشم میں پہنچے اور کہا اے گروہ بنی ہاشم و قریش تم زندہ ہو اور تمہارا سردار مارا گیا۔ ناموس پیغمبر خدا اسیر ہوئے اور یزید بن معاویہ پر برابر لعنت بھیجتے رہے۔

پھر عرصے کے بعد عازم سفر شام ہوئے اور جب شام پہنچے تو اہل شام ان کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ انہوں نے جب قتل حسینؑ ابن علیؑ پر مرثیہ پڑھا تو توسب ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ ذہنوں میں ایک انقلاب برپا ہو گیا یزید کو ان کے وارد شام ہونے کی خبر جا چکی تھی۔ جب یہ یزید کے پاس گئے اس اس مکار نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ ان سے ملاقات کی اور اپنی مسند پر اپنی برابر جگہ دی اور پھر کہا اے عبداللہ اس حکومت شام کے متعلق تیرا خیال ہے اس نے کہا کہ میرے باپ نے تیرے باپ معاویہ کو یہ حکومت عطا کی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ میرے باپ کے عہد میں معاویہ کو والئ شام بنایا گیا ہے۔ بعدہٗ یزید نے اپنے خزانہ سے وہ صندوق منگوایا کہ جس میں پدر عبداللہ کا خط بنام معاویہ محفوظ تھا

خط نکال کر عبداللہ کو دکھایا اور دریافت کیا کہ پہچانتا ہے کہ یہ کس کا خط ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ ہاں میرے باپ کا خط ہے۔ عبارت خط طویل و ہنگامہ خیز ہے بنابریں اس خط کے آخری کلمات تحریر کرتے ہیں۔ اس خط میں عرب کے دستور کے مطابق کچھ ایسے اشعار بھی تھے کہ جن کو پڑھ کر جذباتِ تعصب بھڑک اٹھیں تحریر تھا کہ اے معاویہ کہ یہ قصر حکومت جسے میں نے تعمیر کیا اب میں اسے بنو امیہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس کی حفاظت کرنا تیرا کام ہے تاکہ حکومت اموی خاندان کی لونڈی تصور ہو۔ فَمَا اٰمَنَ عَلَیْنَا وَعَلَیْكَ ثَوْرَةُ عَلِیٍّ وَ شِبْلَیْهِ الحسن والحسین فَاِنَّ اَمْكَنَكَ فِی عِدَّةٍ مِنَ الاُمَّةِ فَبَادِرْ وَلَا تَقْنَعْ بِصِغَارِ الامورِ وَاقْصِدْ بِعَظِیْمِهَا یعنی کہ امن وسکون نہ میرے لیے ہے اور نہ تیرے لیے کیونکہ اگر علی ابنِ ابی طالب اور ان کے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ نے کہ جو حقدار خلافت ہیں۔ مقابلے میں آنے کی کوشش کی تو پھر تیرے لیے استقرار حکومت ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اے معاویہ تجھے چاہیئے کہ امت مسلمہ میں سے گروہ در گروہ لوگوں کو اپنے ساتھ ملالے (یعنی مقصد یہ تھا کہ امت میں بکاؤ مال زیادہ ہے تو خرید کرلے) میرے اس خط کی حفاظت کر اور اس کو صیغہ راز میں رکھ۔ اس خط میں چند ایسے اشعار بھی تحریر کیے تھے کہ جن کے ذریعہ انتقامی جذبات کو ابھارا جاتا ہے اور ان اشعار میں جنگ بدر واحد کے مقتولین کافروں مثلاً شیبہ۔ عتبہ اور ولید کے نام تھے پھر یہ بھی لکھا تھا کہ تو اپنے ان اسلاف کا بنی ہاشم سے بدلا لے۔ ان کا خون ان سے طلب کر خواہ بزور شمشیر طلب کرنا پڑے۔ غرضکہ یزید پلید نے اس طرح عبداللہ کو جو راہ حق پر تھا منحرف کر دیا اور وہ خون امام حسین علیہ السلام طلب کرنے سے باز رہا۔ بلکہ روایت میں یہاں تک مسطور ہے۔ عبداللہ نے پھر

یزید لعین کے سر نجس کو بوسہ دیا اور کہا الحمد للہ یا امیر المومنین علی تلک الشادی ابن الشادی پھر یزید نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ از مترجم ان جملوں کا مطلب تحریر کرتے ہوئے قلم نہیں چلتا۔ کیونکہ ہمارا قلم حق رقم مدح آل محمد کے لیے وقف ہے۔ ہم بحمد اللہ نہ ناصبوں میں سے ہیں اور نہ مقصرین میں سے ہیں) حقیقت یہ ہے جیسا کہ سید محمد مہدی اعلی اللہ مقامہ نے فرمایا ہے۔ الذین من بعدھم اقرت مرا بعدہ وا لشرع من فقدھم غارت شرائعہ یعنی کہ منازل دین رسول خدا بعد از شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام و اصحاب امام حسین برباد ہو گئے۔ اور شریعت الہیہ متغیر ہو گئی۔ سنت رسول خدا کو لوگوں نے پس پشت ڈال دیا۔ قد اشتفی الکفر بالاسلام مذ دحلوا والبغی بالحق لما راح سارعہ۔ یعنی کہ وہ زخم جو اسلام (محمد و علی) نے سینہ کفر پر لگائے تھے وہ مندمل ہو گئے اور کفر نے جو زخم سینۂ اسلام پر لگائے تھے۔ وہ پھر قتل حسین کی صورت میں تازہ ہو گئے ودائع المصطفی اوصی بحفظھم نضیعوھا فلم تحفظ ودائعہ۔ اور جو امانتیں آنحضرت نے اپنی امت کے سپرد کی تھیں اور یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کی حفاظت کرنا۔ لیکن امت کے لوگوں نے ان کی رعایت نہ کی بلکہ ضائع کر دیا ضائع اللہ بدا والانام لھم ضائع شذ مالاقت ضائعہ وہ تو تخلیق کائنات کی غایت ہیں۔ سبب و اول مخلوق ہیں جنہیں خالق کائنات نے سب سے اول خلق فرمایا ہے اور جو کچھ خدا کی اس اول مخلوق کے ساتھ لوگوں کا ناروا سلوک ہے وہ پسندیدہ خدا نہیں ہو سکتا اور جن لوگوں نے ان سے انحراف اور ظلم کیا کہ جس کی ابتداء آنحضرت کی وفات حسرت آیات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوئی ہے کہ ان کو حق خلافت سے محروم کیا حالانکہ خلیفہ اول کی بیعت حالت

اضطرار میں ہوئی ہے۔ بعدہٗ حضرت فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کو ان کے پدر بزرگوار کے ورثہ سے محروم کیا۔ ان کے بعد دوئم نے اقتدار سنبھالا اور شریعت اسلامیہ میں بنام اسلام چند بدعتیں شامل کیں جن کی وجہ سے تفریق آہنی دیوار بن گئی۔ اور ایسا رخنہ پڑھ گیا کہ جو آج تک نہ بھرا جا سکا۔ ان کے بعد جب تیسرے نے اقتدار سنبھالا تو مجلس شوریٰ کا سہارا لیا گیا۔ نہ اجماع امت رہا اور نہ استخلاف۔ ان تمام طریقوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ واقعہ کربلا رونما ہوا۔ جس پر دنیائے اسلام آج تک نوحہ کناں ہے۔

بنو امیہ نے جس طریقہ سے اور جس طرح آنحضرتؐ کی اولاد کا قتل عام کیا ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ بنی امیہ کے برسر اقتدار آنے کی حکایت اس طرح پر تاریخ اسلام میں ثبت ہے کہ ابو سفیان پدر معاویہ اسلام لانے سے قبل حضرت پیغمبر اسلام سے برسر پیکار رہا۔ اور حمایت کفر و شرک میں اس کی زندگی کا بیشتر حصہ ملوث ہے۔ ابو سفیان نے رمضان ۸ھ بہ مجبوری اسلام قبول کیا کیونکہ اس وقت حالات اس موڑ پر پہنچ گئے تھے کہ حضرت عمرؓ اس کو قتل کرنے پر مصر تھے۔ آخر کار چونکہ ابو سفیان حضرت عباسؓ کی امان میں تھا۔ آنحضرتؐ نے اس کو ایک شب کی مہلت دی تھی۔ آپ نے اس سے کہا کہ جلدی اسلام قبول کرلے اقرار توحید و نبوت کر اور اسلام میں داخل ہو جا ورنہ حضرت عمرؓ تجھے قتل کرکے دم لیں گے۔ وہ اس طرح دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا اور اس کی جان بچ گئی۔

معاویہ ابن ابو سفیان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ کاتب وحی تھا اگرچہ اس نے ایک کلمہ بھی از قسم کلام وحی نقل نہیں کیا ہے۔ (از مترجم قرآن مجید آج بھی اور قیامت تک کلام وحی ربانی ہے اور دنیا بھر میں کتابت ہوتا ہے) علاوہ ازیں معاویہ نے

اپنی حکومت کے زمانے میں حجر بن عدی کا سر کٹوا کر نیزہ پر چڑھایا اور یہی وہ حکمران ہے کہ جس نے یہ رسم قائم کی ہے کہ سر نیزہ پر چڑھایا جائے حالانکہ پہلے یہ طریقہ اہل یہود میں جاری تھا۔ ہندہ زوجہ ابو سفیان نے حضرت امیر حمزہؓ کا ان کے شہید ہونیکے بعد ان کا کلیجہ چبایا اور ان کو مثلہ کیا۔ اور یزید ابن معاویہ نے تو ظلم کی حد توڑ دی فرزند رسولِ خدا امام حسینؑ اور ان کے اصحاب و اعزاء کے سرہاء بریدہ نیزوں پر بلند کیے اور شہر شہر کوچہ بکوچہ تشہیر کیے گئے اور یزید لعنتی کے دربار میں جب سر امام حسینؑ اور آپ کے اہلحرم دست بستہ پیش ہوئے ہیں تو اس نے یہ شعر پڑھا تھا۔ لَعِبَتْ هَاشِمُ بِالْمُلْكِ فَلَا خَبَرٌ جَاءَ وَلَا وَحْيٌ نَزَلَ ۔ یعنی کہ بنی ہاشم نے ایک کھیل بنام اسلام کھیلا تھا۔ نہ ان کے پاس کوئی فرشتہ آیا اور نہ وحی آئی۔ ناظرینِ کتاب خود ان لوگوں کی حقیقت اسلام پر غور کریں۔ احادیث سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب میدان حشر قائم ہو گا اور جناب سیدہ فاطمہ زہرا دختر رسولِ خدا زیرِ عرش تشریف لائیں گی اور خدا سے خطاب فرمائیں گی کہ پالنے والے میرے حسینؑ کے خون کا بدلہ ان ظالموں سے لے کہ ان لوگوں نے کس لیے میرے بیٹے حسینؑ کا خون بہایا ہے۔ اس وقت سیدۂ عالم کے دست مبارک پر امام حسینؑ کا پیراہن خون آلودہ ہو گا۔ اور سیدہ عالم کی حالت دیکھی نہ جائے گی بلکہ عورت مرد سب میں گریہ کناں ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس وقت میدان حشر میں ایک قبہ نور نصب کیا جائے گا۔ اس وقت خطابِ قدرت ہو گا یَا فَاطِمَةُ اُدْخُلِی الْجَنَّةَ ۔ کہ اے فاطمہ جنت میں داخل ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قبہ از قبہ ہاء بہشتی ہو گا مگر سیدۂ عالم عرض کریں گی کہ بارالہا میں اس وقت تک داخل جنت نہ ہوں گی جب تک کہ

میرے فرزند حسینؑ کا سر بریدہ نہ آئے گا۔ اس وقت ندا آئے گی کہ قلب قیامت میں نظر کر چنانچہ درمیان محشر جب آپ نظر کریں گی تو ملاحظہ فرمائیں گی کہ فَاِذَا الحسین قائماً لَیْسَ عَلَیْہِ رَاسٌ۔ پس جیسے آپ اس طرف دیکھیں گی سر مبارک امام حسینؑ آپ کے ہاتھوں پر آجائے گا۔ اس وقت آپ نعرہ ماریں گی وَاوَلَدَاہُ وَاثَمرَۃَ فُؤادَاہُ۔ ہاء میرے فرزند ہائے میرے ثمر دل۔ اس وقت میدانِ حشر میں مجلس عزا کا سماں ہو گا۔ گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہو گئیں اس وقت سیدہ عالم عرض کریں گی۔ یاعدل یاجبار اُحکُم بَیْنِیْ وَبَیْنَ قَاتِلِ وَلَدِیْ۔ اے عادل حقیقی تو میرے اور میرے فرزند حسینؑ کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ کر۔ پس اس وقت دریائے غضب الٰہی جوش زن ہو گا اور قاتلان اور ان کی اولاد اور وہ لوگ جو قتل حسینؑ پہ راضی تھے داخل جہنم کیے جائیں گے بعدہٗ حضرت سیدہ عالم خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں عرض کریں گی پروردگارا میرے بابا کی امت مرحومہ کو بخش دے۔ اب ہم اہل حرم اور شہداء کے سروں کا شام بھیجنا اور سفر شام کی صعوبتیں سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

سید ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون کا خط یزید پلید کو ملا۔ اس نے ابن زیاد کو جواباً تحریر کیا۔ کہ سرہائے شہیدان کربلا اور اسیرانِ اہلبیت کو شام بھیج دے۔ بروایت زجر ابن قیس کی سرکردگی میں ایک جماعت ترتیب دی اور سرہائے شہداء اس کے سپرد کیے اور وہ روانہ شام ہوا۔ سرہائے شہداء کی روانگی کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ علی ابن الحسینؑ کو طوق و زنجیر میں پہنے دیا جائے اور محفز بن ثعلبہ علائذی کی سرکردگی میں آپ کو اور تمام اسیروں کو بطرف شام روانہ کیا۔ صاحب منتخب روایت کرتے ہیں کہ شمر ولد الحرام اور خولی بدانجام اور شبث بن ربعی اور

عمرو بن حجاج کو ایک ہزار سوار دے کر تمام اسیرانِ کربلا اور سرہاءِ شہداء روانہ کیے یہ لوگ پہلی ہی منزل پر پہنچے قیام کیا لیکن منزل کس قدر خراب تھی۔ وہ لوگ سرہاءِ شہداء سے کر چلتے رہے لیکن اہلبیت نے یہاں منزل کی۔ بروایت صاحب مناقب لشکر ابن زیاد کے لوگ شراب پینے میں مشغول رہے۔ ناگاہ پردۂ غیب سے ایک ہاتھ نکلا اور قلم خون آلود سے اس منزل زمین پر یہ تحریر کیا اَتَرجُوا اُمَّةً قَتَلَت حسینًا شَفَاعَةَ جَدِّہٖ یَومَ الحِسَابِ آیا وہ گروہ کہ جس نے امام حسینؑ کو قتل کیا۔ اہلحرم کو بے گناہ اسیر کیا۔ کیا امیدوار شفاعت حضرت رسولِ خداؐ ہے وہ لوگ جب قیامت میں وارد ہوں گے تو خدا رسول کو کیا جواب دیں گے۔

شیخ فخر الدین طریحی روایت کرتے ہیں کہ جب یہ قافلہ تکریب کے نزدیک پہنچا۔ والی شہر نے اعلان کیا کہ ان لوگوں کا استقبال کیا جائے حالانکہ وہ سر امام حسینؑ اور اسیروں کو جانتا تھا۔

جب اس شہر کے لوگوں کو خبر پہنچی کہ ان کا استقبال کیا جائے تو شہری لوگوں نے علم برپا کیے اور استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے۔ جب سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام پر نظر پڑی نصاریٰ نے دریافت کیا کہ یہ کس کا سر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ حسین ابن فاطمہؑ۔ نبی زادے کا سر مبارک ہے جب اس نصاریٰ نے یہ سنا تو وہ حیران پریشان ہو گیا اور اپنے دیر میں واپس آیا اور بالائے بام جا کر اپنے طریقہ پر ناقوس بجا کر بہت زیادہ سر مطہر کی تعظیم بجالایا اور کہا پروردگارا ہم بیزار ہیں اس گروہ ظالم سے جب اس قافلہ نے تکریب سے کوچ کیا اور مخلہ کی منزل پر پہنچے تو جنوں کے رونے اور نوحہ پڑھنے کی آوازیں سنیں مَسَحَ النَّبِیُّ

جَبِیْنَہٗ فَلَہٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ اَبَوَاہُ مِنْ عُلْیَا قُرَیْشٍ وَجَدُّہٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ۔
یعنی کہ رسولِ خدا ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے تھے ان کا چہرہ نورانی تھا اور درخشاں تھا۔ ان کی ماں اور ان کے بزرگان قریش کے بہترین افراد تھے اور ان کا نانا سب سے افضل و اعلیٰ تھا۔ کوئی جنی یہ کہہ رہی تھی اَلَا یَاعَیْنُ جُوْدِیْ فَوْقَ خَدِّیْ، فَمَنْ یَبْکِیْ عَلَی الشُّھَدَاءِ بَعْدِیْ۔ اے آنکھ کہ جو گویا بخشش و وجود والی ہے خوب گریہ و بکا کر۔ اگر ان شہیدوں پر آنسو نہ بہائے تو پھر کس پر روئے گی۔

بروایت منزل تکریب سے چل کر ایک اور منزل پر پہنچے وہاں کے پیر و جوان سب باہر نکل آئے کہ تماشا دیکھیں حالانکہ وہ آلِ رسول پر درود و سلام بھیجتے تھے اور اعداء آل رسول پر لعنت بھیجتے تھے جو کہ ایک عجیب واقعہ ہے۔ پھر یہ قافلہ منزل بعلبک پر پہنچا۔ والئ شہر استقبال کے لیے باہر آیا۔ اس کے ساتھ شہر کے تمام پیر و جوان استقبال کے لیے نکلے۔ یہ لوگ بہت زیادہ اور کثیر تھے۔ جب حضرت ام کلثوم نے دیکھا کہ انبوہ کثیر علم لیے ہوئے تماشائی کی صورت میں آرہا ہے آپ نے ان پر نفریں کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تمہاری کثرت کو قلیل کر دے تم لوگ ہلاک ہو جاؤ۔ اس وقت حضرت امام زین العابدینؑ پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

ھُوَ الزَّمَانُ فَلَا تَفْنٰی عَجَائِبُہٗ عَنِ الْکِرَامِ وَمَا تَھْدٰی مَصَائِبُہٗ۔
یعنی کہ یہ زمانہ کی بے وفائی ہے کہ زمانہ نے ہمیشہ نیکو کار اور ہدایت بداماں لوگوں کو ستایا ہے اور ان پر مصائب کے پہاڑ توڑے ہیں۔ اِلٰی کَمْ تُجَاذِبُنَا فُنُوْنُہٗ وَتَرَانَا کَمْ نُجَاذِبُہٗ کاش کہ میں آگاہ ہوتا کہ کب تک زمانہ کے ستمے ہم پر

ٹوٹیں گے بلکہ ہم فتنوں کی طرف جا رہے ہیں یعنی کہ نشانہ بن رہے ہیں۔

صاحب مناقب اور سید ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ ابن لہیعہ کہتا ہے کہ میں مشغول طواف تھا کہ میری نگاہ ایک شخص پر پڑی جو کہہ رہا تھا اَللّٰھُمَّ اغفِر لِیْ وَمَا اَرٰیکَ فَاعِلاً۔ یعنی کہ خدایا مجھے بخش دے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہ بخشے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بندۂ خدا اس قسم کی باتوں سے پرہیز کر کہ یہ خدا کی شان کے خلاف ہیں۔ اگر بارش کے قطروں کی برابر بھی گناہ ہوں یعنی کہ لاتعداد گناہ ہوں تب بھی خدا رحیم ہے بخش دیگا۔ اس شخص نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ ہم پچاس آدمی تھے کہ جو سر اقدس امام حسینؑ کو کوفہ سے شام لے جا رہے تھے۔ ابن زیاد ملعون نے ہمیں مامور کیا تھا کہ اثنائے راہ سر مطہر کی پاسبانی کریں۔ ہم نے بوقت شب سر مطہر کو صندوق میں بند کر دیا۔ اور ہم سب کے سب کھانے پینے اور شراب نوشی میں مشغول ہو گئے۔ جب کچھ حصہ گزرا۔ تو ہم نے ایک عظیم آواز سنی جیسے رعد کے کڑکنے کی ہوتی ہے اور وہ آواز اس طرح کی تھی جیسے کوئی غمزدہ روتا ہے۔ پس میں نے دیکھا کہ آسمان کے دریچے کھل گئے ہیں اور بروایت صاحب مناقب ایک ندا آئی کہ قَدْ اَقْبَلَ مُحَمَّدٌ۔ ہوشیار باش راہ دو کہ فخر کائنات محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ مقربین اپنے فرزند کے سر مطہر کی زیارت کو تشریف لاتے ہیں۔ پس آنحضرت تشریف لائے اور آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ اور اسمٰعیل و اسحاقؑ ان کے ہمراہ تھے اور ملائکہ مقربین بھی ساتھ تھے۔ بروایت صاحب مناقب جبرئیل و میکائیل، اسرافیل گروہ کثیر کے ہمراہ زیارت سر امام حسینؑ کے لیے نازل ہوئے سب نے زیارت کی اور سر مطہر کو اپنے سینہ سے لگایا سب کے آخر میں حضرت رسول خدا نے اپنے فرزند حسینؑ کے سر پاک کو اپنے سینہ سے لگایا اور

گریہ فرمایا۔ اور ملائکہ کی طرف دیکھ کر فرمایا تَقتُلُوا وَلَدِی وَ قُرَّۃَ عَینِی کہ میرے فرزند، میرے نور دیدہ کو جفا کار لوگوں نے قتل کر ڈالا۔ جبریل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ حق تعالیٰ نے مجھے اس امت جفا کار کے حق میں آپکی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ حکم دیں تو میں زمین کو سرنگوں کر دوں جیسا کہ بزمانہ لوطؑ تختۂ زمین کو الٹ دیا تھا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل میں اس کا فیصلہ قیامت پر چھوڑتا ہوں تاکہ میں مخاصمہ کروں۔ اسی دوران ایک گروہ ملائکہ نازل ہوا اور کہا یا رسول اللہ حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان پچاس آدمیوں کو فی النار کریں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم جس کام پر مامور ہو اس کی تعمیل کرو۔ ان فرشتوں کے ہاتھوں میں آتشیں حربے تھے۔ وہ حربہ جس شخص کے مارتے اس کے بدن میں آگ لگ جاتی تھی پس جب وہ سب کو ہلاک کر چکے تو ایک فرشتہ نے میری طرف رُخ کیا۔ میں نے کہا الامان الامان یا رسول اللہ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا دور ہو خدا تجھے نہ بخشے۔ جب صبح ہوئی میں نے دیکھا کہ وہ سب کے سب جل کر خاکستر ہو گئے تھے۔

قطب راوندی نے بسند معتبر سلیمان ابن مہران سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے میں طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی وَ اَنَا اَعْلَمُ اِنَّکَ لَا تَغْفِرُ یعنی کہ خداوندا تو میرے گناہ کو معاف کر دے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو ہرگز میرا گناہ معاف نہ کرے گا۔ جب میں نے یہ کلام سُنا تو میں لرزہ بر اندام ہو گیا اس کے نزدیک گیا اور اس سے کہا اے شخص تو حرم خدا اور حرم رسول خدا میں اور ایام محترم میں اور ماہِ محرم میں خداوند عالم کی رحمت سے کیوں مایوس ہو رہا ہے۔ خداوند تو خود فرماتا ہے کہ میری رحمت سے

مایوس ہونا گناہ ہے۔ میں اپنے گناہ کو عظیم تر سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا اے شخص تیرا گناہ عظیم ہے یا یہاں کے کوہ (پہاڑ) عظیم ہیں اس نے کہا کہ میرا گناہ عظیم ہے۔ میں نے کہا اے شخص سن سے میرا یہ گناہ ہے کہ میں ابن سعد کے منحوس پسر عمر بن سعد کے لشکر میں تھا اور میں جنگ کے لیے کربلا پہنچا۔ جب سرہائے شہداء علیہم السلام کوفہ سے ابن زیاد نے شام روانہ کیے تو ان سرہاء مبارکہ کی حفاظت کے لیے چالیس آدمی مقرر کیے اور تمام سروں کو ان کی تحویل میں رہا۔ سفر شام میں ہمارا قیام ایک منزل میں ہوا وہاں پر نصاریٰ کا دیر تھا۔ ہم نے سر مبارک امام حسینؑ جس نیزہ پر نصب تھا اس نیزہ کو زمین میں گاڑھ دیا اور اس نیزہ کی حفاظت کے لیے ہم گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے اور کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور اس نے دیر راہب کی دیوار پر یہ تحریر کیا اَتَرْجُوْا اُمَّةٌ قَتَلُوْا حُسَيْنًا شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ۔ کہ اس گروہ کہ جس نے حضرت امام حسینؑ فرزند رسول خداؐ کو بے گناہ قتل کیا ان پر ظلم کیے۔ کیا وہ لوگ حسینؑ بن فاطمہ کے نانا رسول خداؐ سے بروز قیامت شفاعت کی امید رکھ سکتے ہیں۔ ہم یہ دیکھ کر بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے بعدہٗ وہ ہاتھ غائب ہو گیا۔ ہم اپنی جگہ سے اٹھے۔ ہم نے غذا سے بھی ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ جب ہاتھ غائب ہو گیا ہم کھانا کھانے میں پھر مشغول ہو گئے۔ پھر وہی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے دیوار پر یہ تحریر کیا۔ فَلَا وَ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ شَفِيْعٌ وَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْعَذَابِ۔ یعنی کہ بروز قیامت ان کا کوئی شفیع نہ ہو گا۔ نہ ان کا کوئی عذر سنا جائے گا اور وہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔ ہم نے چاہا کہ کھڑے ہو کر اس ہاتھ کو پکڑیں لیکن وہ غائب ہو گیا۔ اس کے چند لمحہ بعد ہم کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے۔ پھر وہی ہاتھ ظاہر ہوا اور اس نے

اسی دیوار پر یہ شعر لکھا کہ وَقَدْ قَتَلُوا الحسین بحکم جور وخالف حکمهم حُکْمُ الکتاب ...... یعنی کہ حسینؑ کو از روئے ظلم و جور قتل کیا۔ اور حکم خدا اور قرآن کی مخالفت کی۔ جب ہم نے یہ تیسری مرتبہ دیکھا تو ہم نے کھانا چھوڑ دیا اور ہم پر کھانا تلخ ہو گیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نیزہ کہ جس پر سر مطہر نصب تھا۔ صومعہ (دیر راہب) کے نزدیک تھا ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے وَاللهِ مَا جِئْتُكُمْ حَتّٰى بَصُرْتُ بِهٖ بالطف منعفر الخدین منحورًا یعنی کہ بخدا میں تمہاری طرف نہیں آیا مگر اس لیے کہ میں نے دیکھا کہ حسین کو مثل شتر قربانی نحر کر دیا ہے اور اس کی محاسن شریف خاک آلودہ ہے اور اس کی لاش زمین پر پڑی ہے۔ وَحَوْلَهٗ فِتْیَۃٌ تَدْمِیْ نُحُوْرُهُمْ مِثْلُ المصابیح یطفون الدجیٰ نورًا۔ اور آپ کی لاش مبارک کے نزدیک جوانوں کی لاشیں پڑی ہیں کہ خون تازہ ان کے جسموں کی رگوں سے جاری ہے اور حسینؑ ان کے درمیان چراغ راہ شہادت ہیں اور آپ کے نور شہادت نے کفر و ظلم کی تاریکیوں کو دور کر دیا ہے۔ عالم منور ہو گیا ہے خدا جانتا ہے کہ میں نے دروغ نہیں کہا۔ ام کلثوم نے فرمایا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے تو کون شخص ہے جواب ملا کہ میں قوم اجنہ کا سردار ہوں اور میں اپنی قوم کو ساتھ لے کر یہاں آیا ہوں۔ کاش کہ میں شہید ہونے سے پہلے پہنچ جاتا تو میں آپ کے دشمنوں کو واصل جہنم کرتا۔ جب یہ گفتگو قوم بدشعار نے سنی تو خوف زدہ ہوئے۔

سلیمان کہتا ہے کہ اس وقت اس دیر کا راہب اپنے دیر کی چھت پر کھڑا ہوا یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے سر مطہر کی طرف دیکھا کہ نور ساطع ہو رہا ہے۔ اور دیکھا کہ

آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور ملائکہ نازل ہو رہے ہیں۔ اس نے کہا یا ابا عبداللہ علیک السلام پھر اس راہب نے لشکر ابن زیاد کی طرف نظر کی دریافت کیا کہ تم لوگ کہاں سے آرہے ہو۔ کہا از عراق، دریافت کیا کہ وہاں کیونکر گئے تھے ابن زیاد ملعون کے لوگوں نے کہا کہ حسین ابن علیؑ سے جنگ کرنے کے لیے گئے تھے۔ راہب نے کہا کہ ہاں۔ اس پر راہب نے کہا تم لوگوں پر خدا کی لعنت ہو۔ وَاللّٰہِ لَوْ کَانَ لِعِیسیٰ بن مریمؑ ابن لحملناہُ عَلیٰ احداقنا۔ بخدا اگر مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کے کوئی فرزند ہوتا تو ہم اس کو اپنی آنکھوں پر جگہ دیتے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے ہاتھ بلند کیے اور کہا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ صَدَقَتِ الاحبارُ بما قالتْ۔ یعنی کہ ہمارے دانشمندوں عقلائے نصاریٰ نے سچ کہا ہے کیا خبر سچ بیان کی ہے اس نے کہا کہ انہوں نے بتلا دیا ہے کہ امت مسلمہ اپنے نبیؐ کے نواسہ کو قتل کرے گی اور ان کے اقوال کی صداقت ظاہر ہو گئی تم نے فرزند رسول خدا کو شہید کر دیا۔ آسمان نے اس کا غم منایا ہے پس یہ پیغمبر یا وصیٔ پیغمبر ضرور ہے وا عجباہُ مِنْ اُمَّۃٍ قَتَلَتْ ابن بنت نبیّہا وابن وصیّہ۔ تعجب ہے کہ اس امت نے یعنی مسلمانوں نے جو نبیؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں اپنے نبیؐ کے نواسہ کو خود ہی قتل کر ڈالا۔

پھر راہب نے کہا کہ میری ایک حاجت اگر تم لوگ پوری کرو تو میں بیان کروں۔ ان لوگوں نے کہا کہ بیان کر تو کیا چاہتا ہے۔ اس راہب نے خود ہی کہا کہ مجھے میرے باپ کی طرف سے دس ہزار درہم مجھے میراث میں ملے ہیں۔ وہ درہم تم لے لو اور اس سر مطہر کو اس وقت کے واسطے مجھے دے دو کہ تم کوچ کرو ان ملعونوں نے رضامندی کا اظہار کیا راہب گیا اور اپنے خزانہ سے وہ ہمیانی

(یعنی کہ دو تھیلیاں) جن میں پانچ پانچ ہزار درہم بھرے ہوئے تھے لایا اور ان لوگوں کو دیں اور سر مطہر کو اپنے صومعہ (دیر) میں لے گیا اور سرپاک مشک و گلاب سے صاف کر کے ایک پاکیزہ جگہ حریر کے کپڑے پر رکھا اور سامنے بیٹھ گیا۔ اور روتے ہوئے کہا یَعِزُّ عَلَیَّ یَا اَبَا عبد اللہ اَنْ لَّا اَکُوْنَ اَوَّلَ قَتِیْلٍ بَیْنَ یَدَیْکَ۔ اے مولیٰ، اے ابو عبداللہ الحسینؑ مجھ پر کس قدر شاق ہے کہ میں اس وقت نہ ہوا کہ جب آپ میدانِ قتال میں تھے تو میں آپ سے پہلے اپنی جان قربان کرتا۔ ایک اور روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ اس نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا خدایا بحق عیسیٰ ابن مریم اس سر مطہر کو حکم دے کہ مجھ سے کلام کرے۔ پس سر بریدہ امام حسینؑ آواز آئی۔

انا المظلوم، وانا المغموم انا الغریب انا المقتول یعنی کہ میں مسافر و مظلوم و مقتول ہوں تب راہب نے کہا اے سر مطہر کچھ اور بیان فرمائے۔ فرمایا انا ابن محمدٍ المصطفیٰ، انا ابن علی المرتضیٰ انا ابن فاطمۃ الزہراء انا شہید بکربلا یہ سن کر راہب کے ہوش اڑ گئے۔ دوزانوں بیٹھ کر عرض کیا کہ اے سر مطہر میری قیامت میں شفاعت کرنا۔ سر مطہر سے آواز آئی کہ راہب میرے نانا رسولِ خدا تیری شفاعت کریں گے پس یہ سن کر وہ راہب مسلمان ہو گیا اور سلیمان کہتا ہے کہ وہ راہب برابر روتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ ناگاہ ان ملعونوں نے اس کو آواز دی کہ سر واپس لاؤ۔ اس وقت اس راہب نے سر مطہر سے عرض کیا مولیٰ میرا دامن خالی ہے اگر میرے پاس دوات ہوتی تو میں وہ بھی دے دیتا اور سر مبارک روک لیتا۔

راہب نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ سر مبارک حاضر ہے مگر اپنے رئیس کو میرا یہ

نام پہنچا دینا جو کہ یہ ہے۔ جب یہ لوگ ابن سعد ملعون کے پاس آئے تو کہا۔
سئلتك بِاللهِ وَبِحَقِّ محمدٍ اَنْ لَا تَعُودَ لی ماکنت تفعلهٗ بهٰذا الرّاس
یعنی کہ تمہیں قسم دیتا ہوں اللہ اور اس کے رسولؐ کی کہ اس سر مطہر کے ساتھ اب کوئی بے ادبی نہ کرنا اور اس کو نیزہ پر بلند نہ کرنا۔ ان لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ایسا ہی عمل کریں گے۔ لیکن وہ بے دین اپنے وعدے سے پھر گئے اور سر مبارک کو نیزہ پر بلند کیا اور تشہیر کرتے رہے۔
بِاَبِی الرُّؤسُ العالیاتِ عَلَی القنا لو مثل النجوم تَقْبَحُ فی الاقطار بدءً ماتہا والرّیح فِی شبابتہا العتب بہا من یمنۃٍ وَیَسارٍ۔ میرے ماں باپ اس سر مطہر پر فدا ہو جائیں کہ جو نیزہ کی زینت تھا اور مثل ستارہ درخشاں و تابندہ ضو فگن تھا، اور آپکی ریش مبارک کے بال ہوا میں بکھرے ہوئے تھے اور جب وہ جفا کار چلے گئے تو اس راہب نے پہاڑوں اور جنگلوں کا رخ کیا اور اپنی زندگی عبادت میں گزار دی غرضکہ یہ سب کے سب سر مقدس کو لیے ہوئے اور لشکر عمر ابن سعد دمشق پہنچا تو عمر ابن سعد نے حکم دیا کہ وہ صندوق کھولا جائے کہ جس میں راہب کے دیئے ہوئے درہم رکھے تھے۔ چنانچہ وہ صندوق لایا گیا ابن سعد نے اپنی مہر دیکھی جب اسے اطمینان ہو گیا کہ مہر بدستور اپنی اصلی حالت پر ہے مہر کو توڑا اور صندوق کھولا اور ہمیانیاں نکالیں اور ان کو کھولا تو دیکھا کہ وہ سکے مٹی ہو گئے ہیں اور ایک طرف یہ آیت ان پر تحریر ہے فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ط (سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۴۲۔ اور جو کچھ یہ ظالم (کفار) مکر کرتے ہیں اس سے خدا کو غافل نہ سمجھنا) دوسری طرف یہ آیت تحریر ہے کہ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ (سورۃ الشعراء آیت نمبر ۲۲۷۔ یعنی کہ جن لوگوں

نے ظلم کیا ہے انہیں عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے۔ اس وقت اس ملعون پسر سعد نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ انا الیہ راجعون۔ اس کو دنیا میں بھی خسارا ملا اور آخرت میں بھی خسارہ ہی خسارہ ہے (از مترجم۔ یہ ہے قاتل امام حسینؑ کا انجام دنیا اور آخرت میں، مگر آج کل بعض مفتی کہتے ہیں کہ اگر قاتلِ امام توبہ کرے تو بخشا جا سکتا ہے۔ نہ معلوم . . . . . اس قسم کے نظریات والوں کا کیا انجام ہوگا) ذرا تصور کیجئے جب اسیرانِ کربلا کے سامنے ایسے واقعات رونما ہوتے ہوں گے کہ سر مبارک سے ساتھ بے ادبی اور اس کے عوض زرِ کثیر لینا اور وہ میدل یہ خاک ہو جاتا، تو نہ معلوم ان کی کیا حالت ہوگی۔ اگر کربلا سے اسیر ہونے کے بعد اہلحرم کوفہ پہنچے اور کوفہ والوں کا ہجوم بطور تماشائی جمع تھا اور سرہائے شہداء کو نیزوں پر دیکھ رہے تھے اہلحرم کو شتران بے کجاوہ پر برہنہ سر دیکھ رہے تھے۔ اگرچہ بطور تماشائی وہ لوگ جمع ہوئے تھے مگر وہ بھی ان کی حالت دیکھ کر رو رہے تھے۔ واحسرتا جب اہلبیت اطہار کا قافلہ کسی شہر سے گزرتا تھا تو اس شہر کے لوگ خوش ہوتے تھے اور شہر کو سجاتے تھے۔ اچھے کپڑے پہنتے تھے تاکہ خوشی کا اظہار ہو اور حیف صد حیف کہ ہر شہر میں آلِ رسولؐ پر سب و شتم ہوتا تھا۔ اہلبیت اطہار کا کیا حال تھا اور ان پر کیا حالت گزر رہی تھی۔ اہلحرم کے لیے نہ آرام تھا نہ چین تھا۔

فَیَا لَیْتَ لِفَاطِمَۃَ وَاَبِیْھَا تَنْظُرُ اِلٰی بَنَاتِھَا وبنیھا ما بَیْنَ قَتِیْلٍ
یجری مِنْہُ الصَّدِیْدُ و اسیرٍ مُکبّلٍ بِالحَدِیْدِ فکاَنِّیْ وَاللّٰہُ اَلمَخُ نُجُوْمُھُمْ
وَارا ھم یَسْتَنْصِرُوْنَ فَلَا یُنْصَرُوْن و یستغیثون فلا یغاثون فکاَنِّی
بتِلْکَ الاساریٰ سبیئاتٍ کالاماء والعبید مُصَفَّدَاتٍ بِالحَدِیْد

مُشَهَّرَنَ فَوقَ اقطاب المطیّات تَلفَحُ وُجُوهَهُنَّ حَرُّ الهَاجِرَاتِ بُسَاق بِهِنَّ البراری والفلوات مغلولۃٌ الایدی والاعناق یُطَافُ بین التسکلُ والاسواقِ وَهُنَّ وَدَائع خیرالانبیاء و بنات فاطمۃ الزّهراءؑ ۔

سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ اسیروں اور شہیدوں کے سروں کو لے کر لشکر بدنہاد بطرف شام جا رہا تھا اور اسیروں کو اس طرح لے جا رہے تھے جیسے کہ کفار کے قیدی ہوتے ہیں۔ اسیران کربلا شتران بے کجاوہ پر سوار تھے اور تمام تماشائی لوگ دیکھتے تھے۔ یعنی پردہ کا کوئی اہتمام نہ تھا۔ کتاب اقبال الاعمال میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا جب ہمیں یزید پلید کے پاس لے جاتے تھے تو ہم کو شتران بے کجاوہ پر سوار کیا تھا۔ اور مخدرات اور بچے سب ہی شتران بے کجاوہ پر سوار تھے اور ہمارے بابا کا سر نیزہ پر بلند تھا اور ہمارے آگے آگے لیے جاتے تھے اور وہ اشقیاء ہمارے گرد حلقہ کیے ہوئے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی روتا تو شقی ہمارے سر پر نیزہ مارتا تھا یہاں تک کہ اس حال میں ہم داخل دمشق ہوئے۔ جب ہم اس شہر شوم میں داخل ہوئے تو ایک شقی نے باواز بلند کہا۔ هٰؤُلَاءِ سَبَایَا اَهْلِ بَیْتِ الْمَلْعُوْن ۔ (معاذ اللہ) یعنی کہ ایک شقی نے کہا اے لوگو یہ اہلبیت ملعون ہیں۔ فَاَیْنَ رسول اللّٰہ عن اهلبیتہٖ اِلَی الشّام تسرٰی فی المُهانۃِ لِلْعَدوّ۔ کہاں ہیں پیغمبر خدا کہ اپنے اہلبیتؑ کو دیکھیں۔ اپنی دختروں کو دیکھیں کہ کس قدر خواری و ذلت کے ساتھ یہ ملعون لوگ لے جا رہے ہیں۔ فمنظورۃٌ شَزرًا ومنزوعۃ

ردا و محفوضۃٌ قدرًا وملطومۃَ الخدّ ومَنهوکۃٌ ضربًا ومهنوکۃٌ

خَبَرٌ او مجرورۃ غصبا و مشتومۃً الجنب..... اے رسول اللہؐ آپ اپنی بیٹی کو دیکھیئے کہ اعداء دین نے ان کی چادر چھین لی ہے۔ مقنعہ اتار لیا ہے اور ان کو وہ نابکار غصہ و غضب کے ساتھ دیکھتے ہیں ان کو (معاذ اللہ) خوار کر دیا ہے ان کے منہ پر وہ طمانچہ لگاتے ہیں۔ آزار پہنچاتے ہیں۔ نیزہ کی انی سے تکلیف دیتے ہیں۔ اور ان کی شان میں ناروا الفاظ کہتے ہیں۔ اَفَاطِمُ قُوْمِیْ مِنْ ثَرَی الْقَبْرِ وَ انْدُبِیْ بَنَاتِکِ اسیرے کاشفات بلا قدر۔ اے فاطمۃ زہرا ذرا قبر سے نکلئے نوحہ وزاری کیجئے کہ آپ کی بیٹیاں اسیر و قید ستم ہیں۔

سید ابن طاؤسؒ لکھتے ہیں کہ جیسے اسیران کربلا دمشق کے نزدیک پہنچے جناب ام کلثومؑ نے شمر ملعون سے فرمایا کہ اے شمر لعین تو جانتا ہے کہ ہم نبیؐ زادیاں ہیں تو ہمیں شہر میں کسی ایسے راستہ سے لے چل جہاں ہجوم کم ہو اور یہ بے شرم لوگ ہمیں نہ دیکھ سکیں۔ ہم پر ان کی نظریں نہ پڑیں۔ اور یہ بھی فرمایا نیزوں کو کہ جن پر شہیدوں کے سر ہیں محمل سے علیحدہ کر دے کہ ان کی وجہ سے عام ہجوم رہتا ہے اور ہمیں لوگوں کی نگاہوں میں شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ شمر ولد الحرام نے کہا کہ سرہاء شہداء محملوں کے نزدیک رہیں گے تاکہ نظارہ کرنے والے نظارہ کر سکیں۔ اور یہ صورت جب تک کہ ہم دروازہ دمشق پر پہنچیں برقرار رہے گی۔ اور جامع مسجد کے دروازہ پر اسیران کربلا ٹھہریں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ یزید ملعون جیرون شام تھا۔ یہ ایک مقام ہے کہ جو دمشق کے راستہ پر واقع ہے۔ جب اس ملعون نے وہاں پر یہ سنا کہ سرہائے شہداء اور اسیر وارد دمشق ہوئے ہیں تو اس ملعون شقی نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

لَمَّا بَدَتْ تِلْکَ الْحُمُوْلُ وَ اَشْرَفَتْ تِلْکَ الرُّؤُسُ عَلٰی رُبٰی جَیْرُوْنٖ

وَنَعقَ الغُرابُ فَقُلتُ صِح وَلا تَصِح وَلَقَد قَضَیتُ مِنَ النَّبِیِّ دُیُونی

یعنی کہ جیسے ہی اسیران اہلبیتؑ اطہار اور سرہاء شہداء علیہم السلام آتے ہوئے نظر آئے اور ان کی علامات نظر آئیں اور یہ قافلہ منزل بیروں میں پہنچا تو اس حرام زادے نے کہا اور اپنے شعر کو پڑھنا شروع کیا کہ نوحہ وزاری نہ کرو بلکہ خوشی کی صدائیں بلند کرو کہ میں نے دین رسول خداؐ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ میں جس طرح چاہوں دین کا تماشا بناؤں صاحب مناقب اور دوسرے علماء بیان فرماتے ہیں کہ سہیل بن سعد بیان کرتا ہے کہ میں شہر دمشق میں داخل ہوا میں نے شہر کو نہایت آباد اور کثرت اشجار و انہار اور مکانات بلند و بالا سے بھرا ہوا پایا۔ میں نے دیکھا کہ پردے آویزاں ہیں۔ لوگ دف بجاتے ہیں۔ خیال کیا کہ شاید آج یہاں کوئی عید ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ لوگوں سے کہا کہ میں نووارد ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ آج یہاں کیسی خوشی ہے۔ انہوں نے کہا اے سہل ہم کو تعجب ہے کہ آسمان سے خون کیوں نہ برسا۔ اور زمین سرنگوں کیوں نہیں ہوتی مطلب یہ تھا کہ ان لوگوں پر عذاب نازل کیوں نہیں ہوتا اے سہل یہ خوشی اس لیے ہے کہ سر مبارک امام حسینؑ عراق سے یزید بن معاویہ کے لیے ہدیہ لائے ہیں۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ اللہ فرزند رسول خدا کا سر مطہر اور ہدیہ یزید پلید کیا جائے میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ کس دروازے سے اسیروں کا قافلہ داخل ہو گا۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ دروازہ ساعت سے داخل ہوں گے میں یہ سن کر اس دروازہ کی طرف چلا جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ اس قوم جفا کار کے رایت کفر وضلالت چلے آتے ہیں ناگاہ ایک سوار دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور اس پر سر امام حسینؑ نصب تھا۔ واحسرتاہ سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند تھا

اور کوفی و شامی دیکھ دیکھ کر خوشیاں منا رہے تھے۔ اس بات کی خوشی کہ سر امام حسین برائے نذر یزید پلید لایا گیا ہے۔ میں نے کہا واعجباہ یُھْدیٰ راس الحسینؑ والناس یفرحون کہ سر امام حسینؑ اور یزید کو ہدیہ کیا جائے اور مسلمان خوشیاں منائیں تعجب ہے۔

مجھ پر گریہ طاری ہوا اور میں نے اپنے منہ پر طمانچے لگائے اور کہا واحزناہُ علی الخد التَّریب والشَّیب الخَضِیب وامصیبتاہ و احسرتا۔ کہ حسینؑ مظلوم کی ریش مبارک خون سے خضاب ہے اور گرد آلودہ ہے ہائے ابو عبد اللہ الحسینؑ کاش رسول خدا ہوتے اور اس حالت کو دیکھتے اور اپنے اہلبیت کو تشہیر ہوتے دیکھتے تو آپ کے دل پر کیا گزرتی۔ سہل کہتا ہے کہ میرے رونے پر سب لوگ رونے لگے۔ میں اس وقت ایک اونٹ کے نزدیک گیا دیکھا کہ یہ آوازیں بلند ہو رہی ہیں وامحمداہ واعلیاہُ واحسناہُ واحسیناہ لَوْ رَاَیْتُمْ مَا قَدْ حَلَّ بِنَا عَ الاعداءِ۔ کاش پیغمبر خدا اور علی مرتضیٰ اور حسن مجتبےٰ دیکھتے کہ دشمنوں نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو وہ سب کے سب روتے نوحہ پڑھتے ایک روایت میں ہے کہ میں سب سے پہلے ایک اونٹ کے نزدیک گیا میں نے ایک بچی سے پوچھا یا جاریۃَ مَنْ اَنْتِ۔ اے دختر تو کون ہے کس کی بیٹی ہے۔ اس نے کہا اے شخص اَنَا سَکِیْنَۃَ بِنْتُ حسینؑ کہ میں سکینہ دختر الحسینؑ ہوں۔ میں نے عرض کیا اے شہزادی میں اصحاب رسولِ خدا سے ایک صحابی ہوں مجھے سہل کہتے ہیں اگر کوئی خدمت ہو تو فرمایئے کہ میں اسے بجا لاؤں سکینہ خاتون نے کہا کہ اے شیخ اگر تم سے ہو سکے تو اس بدبخت سے کہو جس کے پاس نیزہ پر سر حسینؑ مظلوم ہے کہ ہمارے پاس سے دور چلا جائے اور دوسرے

سروں کو بھی دُور لے جائے تاکہ لوگ ان کے تماشا میں مشغول رہیں اور ہمیں نہ دیکھ سکیں (از مترجم اللہ اللہ سکینہ خاتون گو بچی ہیں مگر پردہ کا کس قدر خیال ہے کاش ہماری خواتین اور بیٹیاں پردہ کا لحاظ رکھیں) سہیل کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میری ایک حاجت ہے چار سو دینار طلاء اس کو دیئے اور کہا کہ اپنے نیزہ کو لے کر اور دوسرے سرہاء شہداء کو لے کر ان اونٹوں کے پاس سے دور چلا جا۔ تاکہ لوگ ان بے کسوں کا تماشہ نہ دیکھیں اس ملعون نے وہ رقم مجھ سے لے لی اور سر کو علیحدہ لے گیا۔

بروایت ابن شہر آشوب جب اس ملعون نے وہ رقم خرچ کے لیے دیکھی تو وہ سکے زرد رنگ کی مٹی بن گئے تھے اور سکوں پر ایک طرف یہ آیت تحریر تھی

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۴۲) اور دوسری طرف یہ آیت تحریر تھی کہ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔ (سورۃ الشعراء آیت نمبر ۲۲۷)

سہیل کہتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک نصرانی تھا اور جب میں بیت المقدس کی زیارت کے لیے گیا تھا تو وہ نصرانی میرا رفیق بنا تھا۔ جب اس نے سر مقدس امام حسینؑ اور دوسرے شہیدوں کے سرہاء مبارک نیزوں پر دیکھے اور سر امام حسینؑ کو نیزہ پر تلاوتِ قرآن کرتے دیکھا تو شمع ہدایت اس کے دل میں روشن ہوئی اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا۔ اور تلوار لے کر اس قوم بدنہاد پر حملہ آور ہوا۔ امام حسینؑ کی مصیبت میں روتا جاتا تھا اور برابر حملہ کر رہا تھا کہ اس نے اکثر منافقین کو واصل جہنم کیا۔ پس اس مرد مومن کو چاروں طرف سے یزیدی لوگوں نے اپنے محاصرہ میں لے لیا اور شہید ہو گیا

جب حضرت ام کلثومؑ نے دیکھا کہ ایک مرد نصاریٰ مارا گیا، تو سہل سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے۔ سہل نے اس کا سارا واقعہ بیان کیا۔

حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا، وَاعجباہُ النصاریٰ یحتشمُونَ لِدینِ الاسلام واُمّةِ محمّدٍ الّذِیْنَ یزعمُونَ انّھم علیٰ دِینِ محمّدٍ یقتُلُونَ اَولادہٗ ویَسْبُوْنَ حریمہٗ۔ تعجب ہے کہ نصاریٰ تو اسلام کی سچائی کے معترف ہیں اور اس شخص نے نصاریٰ کو اسلام برحان تیار کر دی اور امت پیغمبر اسلام نے کہ جو دین محمدؐ پر ہے یعنی آپ کا کلمہ پڑھتی ہے۔ اپنے نبی کی اولاد کو قتل کر ڈالا، اور ان کے اہلبیتؑ کو قید کر لیا۔ اور نصاریٰ کو قتل کر دیا۔

بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ جب اسیرانِ کربلا اور سرہائے شہداء باب الساعات پر پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے۔ اس خیال سے کہ یزید ملعون سے اجازت لیں کہ اہلبیت اطہار کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اسی اثناء میں مروان ابن حکم ملعون باہر آیا۔ جب اس ملعون کی نظر امام حسینؑ کے سر مطہر پر پڑی تو خوشی کے مارے اس سے سنبھلا نہ گیا۔ اس وقت اس کا بھائی عبدالرحمٰن باہر آیا اور اس کی نظر سر مبارک امام حسینؑ پر پڑی۔ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور اس کو گریہ گلو گیر ہو گیا۔ اور کہا بخدا یہ لوگ آنحضرتؐ سے بہت دور ہو گئے۔ یعنی دین سے خارج ہو گئے پس اصل خارجی وہ ہیں کہ جنہوں نے اولاد رسول خداؐ کو قتل و غارت کیا اور کہا اے ابوعبداللہ الحسینؑ مجھ پر کس قدر گراں ہے یہ وقت کہ آپ کا سر مبارک نیزہ پر دیکھ رہا ہوں اس نے یہ شعر پڑھا ؎

سُمَیّةَ اَمْسیٰ نَسْلُھَا عدد الحصیٰ
وبنت رسول اللہ لیس لھا نسلٌ

سمیّہ زانیہ کی نسل۔ آنحضرتؐ کی اولاد کو قتل کرے اور اولاد رسولؐ میں سے کوئی نہ بچا۔ واویلاہ وا حسرتاہ۔ اہلبیت رسولؐ شام کو روانہ کر دیئے گئے۔

شیخ صدوقؒ اور ایک دوسری جماعت نے بیان کیا ہے کہ جب اہلبیت اطہار شام میں وارد ہوئے اور اہل شام کی نظران اسیروں پر پڑی۔ تو ان کے چہروں سے آثار سجدہ و بزرگی دیکھی۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ تم سے زیادہ نیک سیرت دوسرے قیدی نہیں دیکھے۔ تم لوگ کون ہو کس شہر کے قیدی ہو کس قبیلہ سے تعلق ہے۔ جناب سکینہ دختر امام حسینؑ نے فرمایا کہ نَحْنُ سبایا یا اٰلِ محمّدٍ ۔ یعنی ہم قیدی آلِ رسولؐ ہیں بروایت جب اہلبیت اطہار اسیری کی صورت میں وارد شام ہوئے تو حضرت سید الساجدین امام زین العابدین شتر برہنہ پر سوار تھے یعنی اس پر کوئی باضابطہ کجاوہ وغیرہ نہ تھا۔ بیمار کربلا طوق زنجیر پہنے ہوئے تھے آپ نے فرمایا ہے أُقَادُ ذَلِیلاً فِی دَمِشْقٍ کَانَّنِیْ مِنَ الزَّنجِ عَبْدٌ غَابَ عَنْهُ نَصِیْرٌ وَجَدِّیْ رسُول اللهِ فِیْ کُلِّ مَشْهَدٍ وَشَیْخِی امیرالمؤمنین امیرٌ۔

یعنی کہ مجھے دمشق میں با ذلت و خواری اس طرح لے گئے جیسے کسی غلام سیاہ رو کو لے جاتے ہیں حالانکہ میرے جد امجد حضرت رسول خدا ہیں اور میرے دادا علی ابن ابی طالبؑ ہیں جو تمام مومنین کے امیر ہیں۔

سید ابن طاؤسؒ لکھتے ہیں کہ اسیروں کو مسجد اعظم میں لائے اور ان کو اسیری ہی کی حالت میں مسجد میں ٹھہرایا۔

شیخ فخرالدین طریحی لکھتے ہیں کہ جب اسیروں کی آمد کی خبر یزید پلید کو ہوئی اس وقت اس بد بخت کے پاس ایک طبیب بیٹھا تھا۔ وہ اس کے معالجہ کے لیے آیا تھا کہ اس کو خبر ملی کہ تیری آنکھیں روشن ہوں (نور ہوں) کہ سرحسینؑ اور

قیدی آ گئے ہیں۔ یزید لعین نے طبیب سے کہا کہ علاج میں تاخیر مت کر۔ اس ملعون نے ابن زیاد کا نامہ لیا اور پڑھنا شروع کیا۔ لیکن یزید انگشت بدندان رہ گیا اور وہ نامہ حاضرین میں سے کسی کو دے دیا۔ ناگاہ صدائے تکبیر کا غل بلند ہوا۔ اس غلغلہ میں لوگ تکبیر کی آواز نہ پہچان سکے۔ بروایتِ ہاتف غیبی کی ندا آئی اور یہ اشعار سننے میں آئے ؎

جاءو ابراسِكَ یابن بنت محمدٍ   مترمِلاً بدِمائِه ترمیلاً
وَكَاَنَّمَا بِكَ یابن بنت محمدٍ   قَتَلُوْا جهارا عامدین رسولاً

یعنی کہ اے فرزند دختر رسول خدا تیرا سر مطہر خون و خاک میں آلودہ لایا گیا ہے۔ اور اے حسینؑ تجھے قتل کر کے گویا رسولِ خدا کو قتل کر ڈالا ؎

قَتَلُوْكَ عَطْشَانًا وَلَمَّا یرقبوا فی قتلك التاویل والتنزیلاً اے نور دیدۂ پیغمبر خدا تو پیاسا شہید کر دیا گیا۔ اور مطلقاً رعایت تنزیل کلام خدا نہ کی حالانکہ آپ ہی کی ذات تاویل قرآن کی عالم ہے ؎ بان قُتِلتَ وَاِنَّمَا قَتَلُوْابِكَ التكبیر والتهلیلاً۔

کیا تیرا قتل ہونا سہل ہے نہیں بلکہ عظیم ہے اور تکبیر یہ کہتی ہے کہ حسینؑ کا قتل دراصل تکبیر و تہلیل کا قتل ہے۔

قطب راوندی منہال سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے دمشق میں سر حضرت امام حسینؑ دیکھا کہ جو نیزہ پر تھا۔ اور کوئی حضرت کے پیش رو سورہ کہف پڑھتا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا کہ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ۔ تو حضرت سید الشہداء کے سر مبارک گویا ہوا اور فرمایا کہ میرا قصہ تو اصحاب کہف کے قصہ سے بھی عجیب تر ہے۔

(از مترجم۔ یہ آیت امام حسینؑ کی رجعت پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی رجعت کے

موقعہ پر حضرت صاحب الامر علیہ السلام کفار و منافقین اور قاتلان دشمنانِ اہلبیتؑ سے انتقام لیں گے) جب اہلبیت اطہار اسیری کی حالت میں دربار یزید پلید میں پہنچے۔ اس وقت اس ملعون کا دربار آراستہ تھا۔ درباری لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب دربار میں اہلبیتؑ پہنچ گئے تو محضر بن ثعلبہ عائذی نے کہا (معاذ اللہ) فاجر لوگ یہ نزد امیر المومنین آگئے ہیں یہ جملہ اثنائے سفر میں کسی ملعون نے نہیں کہا تھا۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ جملہ اس بدبخت لعین بد نہاد کی زبان سے سنا تو فرمایا۔ وَلَدَتْ اُمُّ مُحْضَرَ اَشَدُّ وَاَلْاَمُ ۔ کہ خدا پر اور اس کی مخلوق پر یہ ظاہر ہے کہ فاجر و لئیم کون شخص ہے۔ جب سر بریدۂ امام حسینؑ دربار میں لایا گیا تو اس ملعون نے خوشی کے نعرے لگائے اور اظہارِ خوشی کرتے ہوئے کہا کہ اس سر بریدہ کا صاحب (امام حسینؑ) کہا کرتا تھا کہ میرا باپ (علی المرتضیٰؑ) یزید لعین کے باپ (معاویہ) سے بہتر ہے۔ اور میری ماں اور میرا جد اس کی ماں اور نانا سے بہتر ہے اور میں یزید لعین سے بہتر ہوں اور یہ باتیں یزید پلید نے ازراہ فاتح کہی تھیں۔ غرض کہ اہلبیت اطہار اور امام زین العابدین علیہ السلام دربار میں کھڑے ہیں وا مصیبتاہ آل رسول کہاں اور دربار یزید لعین کہاں ابن نما روایت کرتے ہیں کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم بارہ اشخاص تھے کہ مجلس یزید لعین میں گئے۔ میں طوق و زنجیر میں محبوس تھا اور مخدرات عصمت و طہارت سب ہی رسن بستہ تھے جو دربار میں لائے گئے۔ حضرت سید سجاد فرماتے ہیں کہ میں نے یزید سے کہا کہ اگر رسولِ خدا موجود ہوتے اور وہ ہم کو اس حال میں دیکھتے تو وہ کیا فرمائیں گے۔

سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ جس وقت اہلِ حرم اسیر ہو کر دربار میں آئے تو اس طرح کہ وَھُمْ مُقَرَّنُوْنَ فِی الْحِبَالِ ..... یعنی کہ مخدرات عصمت و طہارت

رسن بستہ تھیں۔ فَمَنْ مُبْلِغِ الکرّارِ ذا الباسِ والتقیٰ بانّ بنیہِ بعدَ عِزّتہٖ لُوا
یعنی کہ کون ہے کہ جو عقیدہ کشائے عالم حیدر کرار کو خبر کرے کہ آپ کی اولاد طاہرہ
اور آپ کی بیٹیوں کو کہ جو ہمیشہ باعزت رہیں آج یزید ملعون نے قید کیا ہے۔
اور خوار کیا ہے۔ وَاِنَّ الوجوہ النیّراتِ ذَوُو البھاء تھادی اِلیٰ رِجسٍ
زنیم وَ تحمل خبر کرو حیدر کرار علی مرتضیٰ علیہ السلام کو کہ ان کی اولاد طاہرہ کو
مثل غلام وکنیز ہدیہ کیا گیا ہے اور دربار میں لایا گیا ہے ؎
وَآلُ یزیدَ فی المقاصیرِ وخبأتُھُنَّا طَ عَلَیْھِنَّ السُّتُورُ وَتُسْدَلُ وَاِنَّ بَنِیْ
الزہراءِ بنتِ محمدٍ وجوھھُم لِلنّاسِ تبدو وتبدِ لُوا یعنی کہ عورات و دختران
یزید منحوس قصرہاء عالیہ میں ہیں ان کے پردہ کا خاص اہتمام ہے اور دختران
فاطمہؑ بغیر چادروں کے دربار میں رسن بستہ موجود ہیں۔ اور بدترین خلق تماشائی
ہے۔ اَیا غَیْرَۃً ھُدیٰ بناتُ مُحمّدٍ یَلا حظھنَّ النّاسُ والاعبدُ الرذُلُ۔
آیا کوئی صاحب غیرت نہیں ہے کہ جو اپنے منہ پر طمانچہ لگائے، اپنا گریبان چاک
کرے۔ آنکھوں سے اشک برسا ہے۔ اور رذیل لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں۔
شیخ فخرالدین طریحی لکھتے ہیں کہ جب اسیران اہلبیتؑ دربار یزید ملعون میں تھے
توحضرت امام حسینؑ کی دختر فاطمہ ثانی نے یزید سے کہا تو نے دختران رسولِ خدا
کو اسیر کیا ہے اور دربار میں کھڑا کیا ہے حالانکہ ان کے سر کھلے ہوئے ہیں یہ
سن کر حاضرین دربار میں اکثر لوگ رونے لگے اور صدائے گریہ بلند ہوئی اور
عورات یزید لعین کے رونے کی آواز اس کے گھر سے بلند ہوئی۔ اس وقت حضرت
امام زین العابدین علیہ السلام طوق و زنجیر میں مقید تھے۔ فرمایا کہ مجھے اجازت دے
کہ کچھ بیان کروں۔ وہ بد بخت کہنے لگا کہ ہذیان نہ کہنا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم

اہلبیت نبوت میں ہم سے ہذیان کا کیا تعلق ؟ مَاظَنُّكَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ لَوْ يَرَانِىْ فِى الْغِلِّ..... یعنی کہ کیا تیرا گمان ہے کہ رسولِ خدا اگر مجھے طوق وزنجیر میں دیکھیں تو کیا محسوس نہ کریں گے۔ اس ملعون نے کہا کہ طوق وزنجیر کھول دی جائیں چنانچہ طوق وزنجیر اتار لی گئیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب سر بریدہ امام حسین علیہ السلام کو یزید ملعون کے سامنے لایا گیا تو اس وقت ہمارے جدِّ نامدار حضرت زین العابدینؑ طوق وزنجیر پہنے ہوئے تھے۔ یزید لعین نے کہا اے علی ابن الحسینؑ، خدا کا شکر اور اس کی حمد ادا کرتا ہوں کہ تمہارے باپ حسین قتل کر دیئے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ خداؑ میرے پدر بزرگوار کے قاتل پر لعنت کرے۔ ان پر لعنت ہو کہ جنہوں نے میرے پدر کو قتل کیا۔ وہ ملعون غصہ میں بھر گیا اور جلّاد سے کہا کہ علی ابن الحسینؑ کو قتل کرے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھے قتل کرے گا تو دختران رسول خداؐ کو ان کے گھروں تک کون پہنچائے گا کہ سوائے میرے ان کا کوئی والی ووارث اور محرم نہیں ہے۔ اس ملعون نے شرمندہ ہو کر کہا کہ تم ہی ان کو لے جاؤ گے اور آپ کو اپنے پاس بلایا اور سوہن سے طوق آہنی کو قطع کیا اور آپ کے گلوے مبارک سے اتارا اور کہنے لگا کہ تم نے دیکھا کہ میں خود تمہاری طرف متوجہ ہوا اور طوق کاٹا۔ آپ کے گلے سے اتارا۔ آپ نے فرمایا! ہاں اس واسطے کہ سوائے تیرے کسی کا مجھ پر احسان نہ ہو۔ کہنے لگا کہ ہاں آپ نے سچ کہا۔

سید ابن طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ حکم دیا کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار میں عورتوں اور بچوں کو پس پردہ لے جاؤ تاکہ سرِ سید الشہداء پر ان کی نظر نہ پڑے۔ ناگاہ

سید سجادؑ کی نظر سر بریدہ پدر بزرگوار پر پڑی۔ اور آپ نے ایک سرد آہ کھینچی اور اشک خون آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ اور اس کے بعد کبھی گوسفند پر نظر نہیں ڈالی۔ یہ بھی روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب اہلبیتؑ اطہار کی نظر سر بریدہ پڑی گریہ و بکا کا شور برپا ہو گیا۔ جناب سکینہ خاتونؑ نے فرمایا، یا یَزِیدُ اَبَشَّرَکَ هٰذَا آیا تو اس سر کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ ابن نما کہتے ہیں کہ جب زینب خاتونؑ کی نظر اپنے بھائی کے سر مطہر پر پڑی فریاد کی یا حسینا یا حَبِیبَ قَلْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ یا بن مکۃ و منیٰ یا بنَ فاطمۃ الزهراء یا بن سیدۃ النساء یابن بنت المصطفیٰ یعنی کہ یا حسینؑ۔ یا حبیب قلب رسولؐ، اے فرزند فاطمہؑ اے فرزند سیدہ زنان عالمین اے جگر گوشہ خاتم النبیین۔ اے نور دیدۂ علی مرتضیٰ بس اس کلام سے دربار میں کہرام مچ گیا۔ یزید ملعون خاموش تھا۔ اس وقت ایک زن ہاشمیہ جو یزید لعین کے گھر میں تھی نوحہ و فریاد کرنے لگی اور کہتی تھی یا حسیناہ اے بزرگ اہلبیتؑ رسول خدا اے فرزند محمد مصطفیٰؐ، اے فریادرس مسافران یتیموں اور بیوگان کی فریاد سننے والے اے کشتۂ تیغ جفا۔ اولاد زنا کار نے آپ کو قتل کر ڈالا۔ پس پھر دوبارہ رونے کی صدائیں بلند ہوئیں۔ لیکن یزید بے حیا پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ ملعون خیزران کی چھڑی آپ کے دندان مبارک پر لگاتا اور خوش ہوتا ہے اور کہہ رہا تھا۔

رَحِمَكَ اللّٰهُ یا حُسَیْن لَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْمَضْحَكَ۔ کہ اے حسینؑ تجھ پر خدا رحمت کرے کس قدر خوب تر دندان مبارک ہیں۔ ابو بردہ اسلمی نے کہا وَیْحَكَ یا یَزِیْدُ اَتَنْكُتُ بِقَضِیْبِكَ بِاَثْغَرِ الحُسَیْنِ ابْنِ فَاطِمَةَ یعنی کہ وائے ہو تجھ پر اے یزید پلید تو حسینؑ ابن فاطمہ کے لبوں دندان پر چھڑی لگا رہا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول خدا ان کے لب اور دندان مبارک چوما کرتے تھے۔ یعنی

بوسہ دیتے تھے۔ (از مترجم۔ آنحضرت حسین علیہ السلام کے لبوں اور دندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے لیکن آج مقصرین علماء کہتے ہیں کہ روضۂ مبارک سید الشہداء کو بوسہ دینا اور عتبہ عالیہ پر پیشانی رکھنا ناجائز ہے۔ حالانکہ شیعہ علماءِ حق کا یہ فیصلہ ہے کہ عتبہ عالیہ مبارکہ پر سجدہ کرنا صرف اس لیے ہے کہ خدا نے سجدہ کرنے والے کو توفیق عطا کی اور وہ حاضر دربار حسینیہؑ ہوا اور اسی نیت سے وہ سجدہ کرتا ہے۔ پس سجدہ کرنا شکر خدا کے لیے ہے۔ اور یہ عمل کفر پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ جب رسول خدا حسین کے لبوں اور دندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے تو رسولخداؐ کا سر مبارک بھی تو جھکتا تھا۔ وہاں حسینؑ بذاتِ موجود تھے جو اللہ کی پاک مخلوق ہیں اور یہاں جب ہم عتبہ عالیہ پر پیشانی جھکاتے ہیں تو حسینؑ کی طرف نسبت برقرار ہے۔ اور عتبہ عالیہ پر پیشانی رکھتے ہوئے ذکر تسبیح نہیں کی جاتی۔ کیونکہ یہ سجدہ تعظیمی ہے اور ایسا ہی سجدہ تعظیمی فرشتوں نے جناب آدم کو کیا تھا۔ جس میں از روئے روایات ذکر تسبیح نہیں پایا جاتا۔ حسینؑ اور ان کے بھائی کو رسولخداؐ نے جوانانِ بہشت کا سردار فرمایا ہے) ابو برادہ سلمٰی کا یہ کلام سن کر یزید ملعون برہم ہو گیا اور حکم دیا کہ اس کو دربار سے نکال دیا جائے۔ جب اس کو دربار سے باہر کھینچتے ہوئے جایا جا رہا تھا۔ حضرت زینب خاتون نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ اَجْمَعِیْن ۔ پس زینب خاتون نے اول حمد و ثناء الٰہی ادا کی اور اپنے نانا پر درود و سلام بھیجا اور برہمی کے عالم میں یزید لعین سے خطاب کیا۔ اَمِنَ الْعَدلِ یَابْنَ الطُّلَقَاء ۔ کہ اے آزاد کردہ رسول خداؐ کی اولاد جفا کار دید کار کیا یہی عدل ہے کہ تیری عورت تو پردہ میں رہیں اور نبی زادیاں برہنہ سر دربار میں موجود ہوں۔ یزید ملعون زینبؑ کے

کلام کی وضاحت بلاغت دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ فرمایا کہ تو لب و دندان حسین مظلوم کو چھڑی لگا رہا ہے اور فرزند رسول خدا کے سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کر رہا ہے۔ پھر فرمایا فَكِدْ كَيْدَكَ وَاسْعَ سَعْيَكَ وَجَهْدَكَ فَوَاللّٰهِ لَا تَمْحُوا ذِكْرَنَا وَلَا تُمِيتُ وَحْيَنَا وَلَا تُدْرِكُ أَمَدَنَا وَلَا يُرْحَضُ عَنْكَ عَارُهَا۔

پس تیرا ہر ایک مکر و دغا اور تیری کوششیں خواہ کس قدر ہی ہمارے بارے میں خلاف ہوں لیکن تیرا کوئی عمل ہمارے ذکر خیر کو ہمارے منازل وحی کو اور ہماری فیض رسانی کو نہیں مٹا سکتا۔ تو ہمیں ذلیل و خوار نہیں کر سکتا۔ خدا کی راہ میں قتل ہونا عزت ہے اور تو عنقریب دیکھے گا کہ لوگ تجھ پر لعنت کریں گے۔

قید باسانید معتبر ابن بابویہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب سر مطہر امام حسینؑ کو یزید لعین کی مجلس شراب میں لے گئے۔ اس وقت وہ ملعون اپنے رفقا بد کردار کے ہمراہ شراب نوشی میں مشغول تھا۔ جب وہ شراب سے فارغ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ سر مطہر کو طشت میں رکھا جائے اور اسے تخت کے نزدیک رکھا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ طشت طلاء میں سر مطہر رکھا گیا۔ بساط شطرنج کھلی ہوئی تھی۔ اور وہ بدنہاد شطرنج کھیلنے میں مشغول تھا۔ سر مبارک کو دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ اور کبھی کبھی سر مبارک کے ساتھ بے ادبی کرتا تھا اور پیالہ میں بچی ہوئی شراب کو سر مطہر پر ڈال دیتا اور کہتا تھا کہ یہ میرے دشمن کا سر ہے (حضرت فرماتے ہیں کہ جو ہمارے شیعوں میں سے ہے اسے لازم ہے کہ شطرنج اور شراب دونوں سے بیزار رہے ان کے پاس نہ جائے اور شطرنج پر نظر بھی نہ ڈالے بلکہ اگر شطرنج پر نظر پڑ جائے تو یزید ملعون پر لعنت کرے تو خداوند عالم اس کے تمام گناہ بخش دے گا۔) کہاں ہیں رسول خدا اس ملعون کو دیکھتے کہ کس طرح سر مطہر پر شراب پھینک رہا ہے۔ اور

شطرنج کھیل رہا ہے۔

روایت ہے کہ جب اسیران کربلا دربار یزید ملعون میں پہنچے تو اس نے نگاہ اٹھا کران کی طرف اور ہر ایک اسیر کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون ہے یہ کون ہے تو شمر ولد الحرام نے بلایا کہ ھٰذہٖ زینبُ ھٰذہٖ اِمّ کلثومِ، وھٰذہٖ صفیۃ وھٰذہٖ اُمّ ھانی، وھٰذہٖ رقیّۃَ بناتُ علیٍّ وھٰذہٖ سکینۃ، وھٰذہٖ فاطمۃ بنت الحسینؑ.......... یعنی کہ یہ زینب خاتون ہیں یہ ام کلثوم ہیں۔ یہ ام ہانی، یہ رقیہ دختران علی ابن ابی طالبؑ ہیں یہ سکینہ خاتون اور یہ فاطمہ کبریٰ دختران امام حسین علیہ السلام ہیں۔ ان کے درمیان میں سکینہ خاتونؑ اپنے چہروں پر ہاتھ رکھ کر پردہ کیے ہوئے تھیں۔ یزید لعین نے دریافت کیا یہ کون ہے کہا سکینہ دختر حسین ہے۔ اس وقت حضرت سکینہ کو گریہ گلوگیر ہوا۔ اس نے دریافت کیا کہ کیوں رو رہی ہے کہا کَیفَ لَا تَبکِی مَن لَیسَ لَھَا سَترٌ یَستُرُ وَجھَھَا وراسَھَا عَنکَ وَعَن جُلَسَائِکَ یعنی کہ یہ کس طرح نہ روے کہ چادر تک نہیں ہے کہ اپنا منہ چھپائے حالانکہ تیرے دربار میں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں نہ تجھ سے پردہ کر سکتی ہے۔ نہ دوسرے لوگوں سے یہ بے کس کا عالم ہے۔ یہ سن کر اس ملعون پر گریہ طاری ہو گیا۔ خدا کی لعنت ہو ابن زیاد ملعون پر کہ وہ کس قدر شقی القلب تھا کہ بروایت دیگر اس نے کہا کہ اے سکینہؑ تمہارے باپ نے ہمارے حق سے انکار کیا اور ہم سے جنگ کی۔ سکینہ خاتونؑ یہ سن کر آبدیدہ ہوئیں اور فرمایا اے یزید لعین میرے پدر بزرگوار کو قتل کر کے خوش مت ہو کہ وہ بندہ اطاعت گزار خداوند عالم تھے۔ خدا اور رسولؐ کے وہ اطاعت گزار تھے۔ خداوند عالم نے انہیں اپنی طرف بلا لیا خدا ان سے راضی ہے

وَاِنَّ لَکَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ مَقَامًا یَسْئَلُکَ عَنْہُ فَاسْتَعِدَّ لِلْمَسْئَلَۃِ جَوَابًا
وَاَنّٰی لَکَ الْجَوَابُ یعنی کہ ضروری ہے کہ خداوند عالم تجھ سے تیرے اس امر مکروہ و شنیع پر باز پُرس کرے پس تو جواب دینے کے لیے تیار رہے۔ اور جواب بھی سوچ لے کہ تو نے پیغمبرؐ خدا کو بے گناہ قتل کیا ہے۔

بروایت صاحب منتخب حضرت زینب خاتون نے جواب دیا اے یزید لعین تو خدا سے نہیں ڈرتا تجھے خوف خدا نہیں ہے کہ تو نے حسین بن فاطمہؑ کو شہید کیا اور ان کے اہل حرم کو اسیر بھی کیا اور تو نے قرابت رسول خداؐ کی حرمت ضائع کر دی۔ اور یہ ہی تیرے بس میں تھا کہ ہمیں کنیزان ترک و دیلم کی صورت میں عراق سے یہاں بلایا ہے۔

اس ولد الزنا نے کہا کہ اے زینبؑ تیرے بھائی نے کہا تھا کہ میں یزید پسر معاویہ سے بہتر ہوں اور میرے پدر عالی قدر علی مرتضیٰ۔ یزید کے پدر معاویہ سے بہتر ہیں اور میری مادر خدیجاہ یزید کی مادر سے بہتر ہے اور میرے جد یزید کے کے دادا سے افضل ہیں۔ اس پر وہ ملعون بولا کہ ان کی بعض باتیں صحیح ہیں اور بعض غلط ہیں۔ البتہ ان کے جدامجد تمام خلائق میں افضل و بہتر ہیں۔ ان کی ماں یقیناً افضل و بہتر ہے۔ میری ماں سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ان کا یہ کہنا کہ میرے باپ علی مرتضیٰ، معاویہ ابن ابوسفیان سے افضل ہیں۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ میرے پدر معاویہ کو اللہ نے حکومت عطا کی ہے اور اس ملعون نے یہ آیت تلاوت کی۔ قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۲۶) تم تو

دعا مانگو اے خدا تمام عالم کے مالک، تو ہی جس کو چاہے سلطنت دے، اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو ہی جس کو چاہے عزت دے اور تو ہی جسے چاہے ذلت دے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔) پس حضرت علی کی ذی مرتبہ بیٹی علیا زینبؑ نے فرمایا۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۱۔ اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کیے گئے۔ انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور خدا کی طرف سے روزی پاتے ہیں) یعنی کہ اے یزید لعین اگر تو نے میرے بھائی حسینؑ کو قتل نہیں کیا تو پسر مرجانہ (ابن زیاد ملعون) نے قتل کیا ہے اور اس سے زیادہ ذلیل و کمتر کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور حسین ابن علیؑ تو جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ اگر تو اس سے انکار کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو کاذب ہے اور اگر تو تصدیق کرتا ہے کہ حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں تو پھر تو ہی غور کر کہ خدا نے حکومت کس کو عطا کی ہے۔ یزید ملعون حضرت زینبؑ کی اس گفتگو کو سن کر شرمندہ ہو گیا۔

یہ بھی بروایت شیخ مفید وارد ہوا ہے کہ دربار میں ایک شامی نے جناب فاطمہ کبریٰ دختر امام حسینؑ کو کنیزی میں طلب کیا۔ آپ اپنی پھوپھی زینب خاتون سے لپٹ گئیں۔ حضرت زینب علیا نے فرمایا کہ اے بیٹی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی بھی شخص تمہیں کنیزی میں طلب کرے۔ ہم خواہ ہلاک ہو جائیں مگر کنیزی میں کوئی نہیں لے سکتا۔ یہ سن کر وہ شخص یزید کے کہنے سے خاموش ہو گیا۔

بروایت سید ابن طاؤس اس شامی نے یزید سے سوال کیا کہ یہ کون

لڑکی ہے۔ یزید ملعون نے کہا کہ یہ فاطمہؑ دختر حسینؑ ہے۔ اور وہ زینب بنت علیؑ ہیں۔ اس شامی نے کہا کہ حسین پسر فاطمہؑ۔ حسین پسر علیؑ ہے۔ یزید نے کہا ہاں وہی حسین جو علی و فاطمہؑ کا بیٹا ہے۔ اس وقت شامی بے چین ہو گیا اور کہا اے یزید لعین خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے نبی زادے کو قتل کر ڈالا۔ تو نے حضرت رسولخدا کو اسیر کیا ہے۔ میں تو بخدا یہ سمجھا تھا کہ اسیر ترک و دیلم یا روم کے اسیر ہیں۔ اس وقت یزید ملعون نے اس شامی کے قتل کا حکم دیا۔

شیخ فخرالدین طریحی بعض ثقہ علماء کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ایک شخص نصرانی جو کہ روم کا رہنے والا تھا دربار میں موجود تھا اس یزید لعین سے دریافت کیا کہ سر کس شخص کا ہے جو دربار میں ہدیہ کیا گیا ہے لیکن سر مبارک کو دیکھتے ہی اس نصرانی پر گریہ طاری ہو گیا۔ اور اس قدر رویا کہ اس کی ریش (داڑھی) آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور اس نے یزید لعین سے کہا اے یزید لعین میں زمانہ حیات رسولخدا میں مدینہ گیا تھا۔ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چاہا کہ کوئی پسندیدہ چیز ہدیہ کروں۔ میں نے ایک عمدہ اور نفیس ہدیہ پیش رسالتمآبؐ کیا۔ آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مختصر ہدیہ ہے یعنی کہ ناچیز ہدیہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ عبدالشمس ہے۔ فرمایا کہ آج سے تیرا نام عبدالوہاب ہے۔ اگر تو اسلام قبول کرے تو میں یہ ہدیہ قبول کروں گا۔

میں نے جب آپ کا خلق کریمانہ دیکھا تو میں نے غور کیا اور میں نے دل میں کہا کہ حضرت عیسیٰ ان کے مبعوث ہونے کی بشارت دے چکے ہیں۔ پس میں مسلمان ہو گیا لیکن میں نے اپنی قوم سے اپنے مسلمان ہونے کو مخفی رکھا۔

خداوند عالم نے مجھے پانچ پسر اور چار دختر عطا کیں جو سب کے سب مسلمان ہیں اے یزید لعین میں ایک روز آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آنحضرتؐ اپنی زوجہ ام سلمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ میں نے دیکھا کہ یہ بزرگوار کہ جن کا سر طشت طلاء میں تیرے سامنے رکھا ہوا ہے۔ تشریف لائے اور حجرہ میں داخل ہوئے۔ پیغمبر خدا نے ان کو اپنی گود میں لے لیا پیار کیا۔ اور فرمایا اے میرے دل کی ٹھنڈک خوش آمدید۔ اور فرمایا اے حسینؑ وہ شخص خدا کی رحمت سے دُور ہے کہ جو تجھے قتل کرے۔ دوسرے روز میں مسجد نبوی میں تھا کہ ان کے بھائی حسن مجتبےٰ آ گئے اور حسین بھی موجود ہیں کہ دونوں شہزادوں نے کشتی کا مظاہرہ کیا کہ قوت میں کون زیادہ ہے۔ قبل اس کے کہ کشتی کا مظاہرہ عملی ہوتا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ کام تمہاری شان کے خلاف ہے۔ بلکہ تم دونوں ایک خط لکھو اور چاہیئے کہ ہر ایک بہت خوشخط لکھے تاکہ موازنہ کیا جا سکے کہ کس کی تحریر کیا خوشنما ہے۔ چنانچہ دونوں شہزادوں نے چند سطور لکھیں اور آپ کی خدمت میں پیش کیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اسے تم اپنے پدر عالی قدر کے پاس لے جاؤ کہ وہ فیصلہ کریں آپ نے بھی فیصلہ نہ کرنا چاہا کہ کہیں دل شکنی نہ ہو۔ آخر کار وہ اپنی مادر گرامی فاطمہ زہرا کی خدمت میں آئے اور عرض مدعا کیا اور فیصلہ کی درخواست کی۔ اب سیدہ عالمین حیران تھیں کہ کس طرح فیصلہ کریں۔ آخر کار آپ کے گلوئے مبارک میں ایک ہار تھا جس میں سات دانے از قسم مروارید تھے۔ آپ نے وہ ساتوں دانے زمین پر ڈال دیے اور فرمایا کہ جو زیادہ دانے اٹھائے گا اس کا خط نفیس و عمدہ ہے۔ دونوں شہزادے ان دانوں کی طرف متوجہ ہوئے کہ زیادہ اٹھائیں کہ جبرئیل امین کو حکم ربانی ملا کہ جاؤ ایک دانے کے دو ٹکڑے

کر دو تاکہ دونوں کے دانوں کی تعداد برابر ہے۔ پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور ایک دانہ کو شگافتہ کر کے دو کر دیئے اور دونوں شہزادوں نے برابر دانے اٹھائے۔

عبدالوہاب کہتا ہے کہ اے یزید لعین دیکھ کہ خدا کے نزدیک ان کی کیا قدر منزلت ہے اور تو نے حسین کو شہید کر کے عذاب خدا خرید لیا ہے۔ آنحضرتؐ نے نہ چاہا کہ ان دونوں میں سے کسی کی دل شکنی ہو۔ اور اے یزید لعین تجھ پر ہے کہ تو فرزند رسول خداؐ کے سر بریدہ کے ساتھ گستاخی کر رہا ہے اور چوب خیزران لب اور دندان مبارک کو لگایا ہے۔ پس وہ کھڑا ہوا اور سر مطہر کو اٹھا کر بوسہ دیا اور کہا اے حسینؑ خدا کے نزدیک میری گواہی دینا اپنے نانا سے میری شفاعت کرنا اور اپنے پدر و مادر سے میری سفارش کر کے روزِ آخرت سرخرو کرنا۔

شیخ صدوق نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ فاطمہ بنت امیر المومنین کہتی ہیں کہ ہم اہلحرم کو حضرت سید سجاد کے ساتھ قید خانہ میں مقید کر رکھا تھا اور اس قید خانہ میں موسم سرما و موسم گرما کا کوئی لحاظ نہیں تھا۔ ہم رات کی اوس اور دن کی دھوپ برداشت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمارا پوست (کھال) دھوپ سے سیاہ ہو گئی ہے۔ اور کھال مرجھا گئی تھی۔ اور ان دنوں بیت المقدس میں جب کوئی پتھر اٹھایا جاتا تھا تو اس کے نیچے خون تازہ موجزن ہوتا تھا۔ اور جب آفتاب تیزی پر ہوتا تھا تو در و دیوار تپنے لگتے تھے۔ چونکہ سر مطہر امام حسینؑ یزید کے قصر کے دروازہ پر لٹکایا گیا تھا۔

صاحب مناقب نقل کرتے ہیں کہ جب ہند دختر عبداللہ عامری زوجہ یزید

لعین نے دیکھا کہ فرزند رسول خداؐ اور فاطمہ زہراؑ کے نور عین کے سر بریدہ کو محل کے دروازہ پر لٹکایا گیا ہے۔ اس نے اپنے بال پریشان کیے اور پردہ کا بھی کچھ خیال نہیں کیا۔ برہنہ سر گھر سے نکلی اور دربار میں پہنچی اور کہا۔ یا یَزِیدُ اَلرَّأْسُ ابن فاطمۃ بنت رسولِ اللّٰہِ مَصْلُوْبٌ عَلٰی فِنَاءِ بَابِیْ۔

کہ اے یزید لعین تو نے سر فرزند بنت رسول خدا میرے محل کے دروازہ پر لٹکایا ہے۔ یزید ملعون تڑپ کر اٹھا اور اپنی عبا اس کے سر پر ڈالی۔ (از مترجم۔ یزید لعین اگرچہ قاتل شریعت ہے مگر اسے اپنے ناموس کے پردہ کا خیال ہے نہ معلوم سیدہ زادیوں کو کیا ہو گیا ہے کہ گھروں سے باہر نکلنا فخریہ طور پر اختیار کیا ہے گویا کہ ان کی نگاہوں میں شریعت اور پردہ کی کوئی وقعت نہیں ہے۔)

قطب راوندی نے اعمش سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں کعبہ میں طواف کر رہا تھا کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص دعا کر کے کہتا ہے کہ خداوندا مجھے بخش دے مگر میں جانتا ہوں کہ تو نہ بخشے گا۔ جب میں نے اس سے ناامیدی کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میرے ساتھ حرم سے باہر چل۔ میں باہر گیا اس نے کہا کہ میں واقعہ کربلا میں لشکر عمر ابن سعد ملعون میں تھا۔ اور خصوصًا میں ان چالیس آدمیوں میں سے ہوں کہ جو سفر شام میں سر بریدہ حضرت حسین ابن علیؑ کی حفاظت پر عمر بن سعد کی طرف سے مامور کیے گئے تھے۔ میں نے راستے میں بہت ہی عجیب و غریب امور کا مشاہدہ کیا۔ جب ہم سر مبارک لے کر دمشق میں پہنچے اور ہم سر مبارک کو یزید لعین کے دربار میں لے کر گئے۔ تو قاتل نے سر مبارک اٹھا کر یزید کو پیش کرتے ہوئے یہ کہا کہ میری سپر کو چاندی سونے سے بھر دے کہ میں نے بادشاہ بزرگ کو قتل کیا ہے اور اس کو قتل کیا ہے کہ جو سب سے افضل تھا۔

یزید ملعون نے کہا کہ جبکہ تو جانتا تھا کہ حسین ایسے بزرگ ہیں تو نے کیوں قتل کیا اور یزید اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ سر مقدس اپنے سامنے رکھا اور یزید ملعون بہت خوش ہوا۔ اور سر مطہر کو ایک ایسے حجرہ میں رکھا کہ جس کے نزدیک ایک دوسرا کمرہ ایسا تھا کہ جہاں یزید ملعون شراب و شطرنج میں مشغول ہوا کرتا تھا۔ اس نے مجھے اس کمرہ میں کہ جہاں سر امام حسینؑ رکھا تھا پاسبانی پر مقرر کیا۔ میں رات بھر جاگتا رہا۔ جب شب کا کافی حصّہ گزر گیا تو میرے کان میں آسمانی شور و غل کی آواز آئی۔ منادی نے کہا اے آدم اترو پس حضرت آدمؑ مع ملائکہ کثیر آسمان سے اترے۔ پھر دوسری آواز آئی اے ابراہیمؑ اترو اسی طرح آواز پھر آئی کہ اے موسیٰ و عیسیٰؑ اترو۔ پس یہ سب کے سب فرشتوں کے گروہ کے ساتھ آسمان سے اترے پھر ایک اور آواز آئی کہ اب رسول خداؐ نواسے کے سر کی زیارت کے لیے تشریف لاتے ہیں پس آنحضرتؐ تشریف لائے۔ خود اس حجرے میں گئے کہ جہاں سر امام حسینؑ رکھا تھا اور ملائکہ نے اس حجرہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ آنحضرتؐ اسی حجرہ میں داخل ہوئے کہ وہ نیزہ کہ جس پر سر مبارک تھا۔ خم ہوا گویا کہ رسولِ خداؐ کی تعظیم بجا لایا اور سر مبارک آپ کی گود میں آگیا۔ آپ نے سر مبارک کو گود میں لے لیا اپنے سینہ سے لگایا۔ اور حضرت آدمؑ سے فرمایا: یَا اَبِیْ آدَمَ تَرٰی مَا فَعَلَتْ اُمَّتِیْ بِوَلَدِیْ مِنْ بَعْدِیْ اے پدر آپ دیکھئے میری امت نے میرے فرزند کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔

بروایت قطب راوندی یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب آنحضرتؐ نے سر مطہر کو اپنے سینہ سے لگایا تو فرمایا: یَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ قَتَلُوْكَ اَتَرَاهُمْ مَا عَرَفُوْكَ وَمِنْ شُرْبِ الْمَاءِ مَنَعُوْكَ وَمِنْ قَفَاكَ ذَبَحُوْكَ۔ یعنی اے میرے فرزند

اے حسینؑ غریب تجھے پیاسا ہی قتل کر ڈالا حالانکہ پانی قریب تھا اور تجھے پانی نہ دیا۔ اور پس گردن ذبح کیا۔ ناگاہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں زلزلہ زمین پر مامور ہوں۔ مجھ کو اجازت دیجئے کہ زمین کو متزلزل کر دوں۔ اور ایک ایسا نعرہ ماروں کہ یہ سب ہلاک ہو جائیں۔ حضرت نے اجازت نہ دی پھر جبرئیل امین نے کہا اچھا یہ چالیس نفر جو سر مبارک کی نگرانی کر رہے ہیں ان کو ہلاک کر دوں آنحضرت نے فرمایا کہ تم کو اختیار ہے۔ پس جبرئیل جس پر پھونک مارتے وہ ہلاک ہو جاتا تھا۔ آگ پیدا ہوتی تھی اور وہ جل کر مر جاتا تھا۔ یہاں تک کہ میری نوبت پہنچی میں نے فریاد کی اور مجھے چھوڑ دیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دَعُوہ دَعُوہُ لَا یَغْفِرَ اللّٰہُ لَہٗ (از مترجم۔ جبرئیل امین ایک ہی دفعہ میں ان چالیس آدمیوں کو ایک ہی پھونک بھی ہلاک کر سکتے ہیں مگر ایسا نہ کیا تاکہ ہر ایک شخص اپنے سے پہلے شخص کا انجام کار دیکھ لے اور اس شخص کو آخرت کے لیے چھوڑ دیا کہ یہ خبر سب تک پہنچ سکے۔)

قطب راوندی لکھتے ہیں کہ سر مطہر کو ملائکہ آسمان پر لے گئے تاکہ سب سے زیارت کر سکیں۔ چنانچہ ملائکہ نے زیارت کی اور فریاد کی واحسیناہ وا مظلوماہ اے شیعو اگر اہل شام نے امام حسینؑ کو شہید کر کے جامۂ نو پہنا تو ہم جامۂ رنج و الم پہنتے ہیں کہ غم حسینؑ کا اظہار ہو سکے۔

وَاَقِیْمَ عِیْدٌ فِی الشَّامِ لَمَّا اَقَامَتْ فِی السَّمَآءِ لَہُ الْمَلَائِکُ مَاتَمًا۔

یعنی شامی لوگ امام حسین علیہ السلام کے قتل اور ان کا سر مبارک یزید کو ہدیہ ہونے پر عید منا رہے ہیں حالانکہ اہل آسمان ماتم کر رہے ہیں۔ اور روحانین مجلس عزا برپا کر رہے ہیں۔ اللہ اکبر یالہٗ مِنْ حَادِثٍ اَمسیٰ لَہُ الافق المنوّر مظلمًا۔

یعنی اللہ اکبر یہ کیسی مصیبت ہے کہ مقربان الٰہی کی نظر میں دنیا سیاہ ہو گئی ہے تاریک ہو گئی ہے۔ شمع ہدایت گل ہو گئی ہے اور زمین و آسمان متزلزل ہیں۔

بِاَبِیْ الدِّمَاءُ الشَّامِلَاتِ وَارَؤُسًا فی العاسلات تضاھی الانجما۔

میرے ماں باپ اس خون پر فدا ہو جائیں کہ جو ناحق بہایا گیا اور ان سرہائے بریدہ پر قربان ہو جائیں جو اونچے اونچے نیزوں پر بلند کیے گئے۔

بِاَبِیْ الْبُطُوْنِ الطَّاوِیَاتِ مِنَ الطَّوٰی، بابی الشّفاہ الذابلات من الظّماء

میرے ماں باپ اور عزیز و اقارب فدا ہو جائیں ان شکم ہائے گرسنہ پر اور ان لب ہائے تشنہ پر کہ جو شدت پیاس کی وجہ سے خشک ہو گئے تھے اور نیلے پڑ گئے تھے۔ بَاَبِیْ لِوُجُوْہِ الحائلات من الجفا بِاَبِیْ العیونِ الساھرات السھما۔

پدر و مادر ان رو ہائے پاکیزہ پر جو ظلم و جور کی وجہ سے پژمردہ ہو گئے تھے اور ان آنکھوں پر کہ جن سے نیند جاتی رہی تھی چنانچہ بعض روایات سے متفاد ہوتا ہے کہ اہلبیت اطہار شام میں جس قدر عرصہ قید رہے۔ یزید ملعون گاہے بگاہے انہیں دربار میں بلاتا رہا ہے۔ واحسرتا مخدرات فاطمیہ اور دربار یزید ملعون حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب سر حضرت امام حسینؑ یزید ملعون کے لیے ہدیہ کیا گیا تو مجلس شراب آراستہ تھی اور ان حرام زادوں کے درمیان سر امام حسینؑ رکھا گیا۔ ایک روز اس کے دربار میں سفیر بادشاہ روم بھی حاضر تھا۔ جو کہ روم کے شریف اور بزرگ لوگوں میں سے تھا۔ اس نے سوال کہا کہ کس کا سر مبارک ہے۔ یزید ملعون نے کہا کہ تجھے اس سر سے کیا تعلق ہے تو کس لیے دریافت کرتا ہے تجھے اس سر سے کیا سروکار ہے۔ اس نے کہا جب میں اپنے ملک میں جاؤں گا اور میرا بادشاہ دربار کی باتیں دریافت کرے گا

اس وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ اس سر کے احوال سے آگہی حاصل کروں اور اسے بیان کروں۔ تاکہ بادشاہ بھی تمہاری خوشی میں شریک ہو۔ یزید لعین نے کہا کہ یہ سر حسین ابن علی و فاطمہؑ کا ہے۔ اور فاطمہؑ رسول خدا کی دختر ہے۔ رسول خدا حسینؑ کے جد ہیں۔ اس نصرانی نے کہا تف ہے اے یزید لعین تجھ پر اور تیرے دین پر ہمارا دین تیرے دین سے بہتر ہے واضح ہو کہ میرا باپ فرزندان حضرت داؤدؑ کی نسل سے ہے اور بہت زمانہ گزر چکا ہے یعنی کئی پشتیں میرے باپ اور داؤدؑ کی اولاد کے درمیان گزر چکی ہیں لیکن نصاریٰ لوگ آج بھی میری تعظیم کرتے ہیں اور میرے پاؤں کے نیچے کی خاک کو متبرک سمجھتے ہیں۔ وَاَنْتُمْ تَقْتُلُوْنَ ابن بنتِ رَسُوْلِ اللهِ وَمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ نَبِیِّکُمْ اِلَّا اُمٌّ الْوَاحِدَہ۔

کہ تم نے اپنے رسولؐ کی بیٹی کے فرزند کو قتل کر ڈالا حالانکہ تمہارے اور رسولؐ کے درمیان ابھی ایک پشت گزری ہے۔ تمہارے دین سے ہمارا دین اچھا ہے۔ اے یزید لعین کیا تو نے حکایت کلیتا نہیں سنی ہے یزید لعین نے کہا وہ کونسی حکایت ہے بیان کر۔

نصاریٰ نے کہا کہ درمیان ملک چین و عمان میں ایک دریا ہے جس کی مسافت ایک سال کی ہے اور اس میں آبادی نہیں ہے۔ ایک شہر اس دریا کے درمیان واقع ہے اور اس شہر کا طول اسی فرسخ سے کم تر ہے اور بہت زیادہ آبادی پر مشتمل ہے۔ اور وہ شہر فرنگیوں کے قبضہ میں ہے اور وہاں پر گرجا گھر بھی زیادہ ہیں۔ سب سے بڑا گرجا گھر کینیۂ حافر ہے اور اس کی محراب میں حقہ طلائی رکھا ہے اور عیسائی لوگ سال بہ سال اس کی زیارت کرتے ہیں اور اس میں حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا سُم ہے جو کہ ان کی نگاہ میں قابل عزت ہے جبکہ تم لوگ اپنے

نبی کے نواسہ کو قتل کرتے ہو۔ خدا تم میں اور تمہارے دین میں برکت نہ دے جب یزید ملعون نے یہ سنا تو حکم کیا کہ اس کو قتل کر ڈالو۔ یہ اپنے شہر میں جا کر مجھے بدنام کرے گا۔ جب اس نصرانی نے یہ سُنا کہ یزید لعین نے میرے قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو اس نصرانی نے کہا کہ کل شب میں نے تمہارے نبی حضرت رسولخداؐ کو خواب میں دیکھا انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے فرنگی تو بہشتی ہے۔ میں آنحضرتؐ کے اس کلام سے متعجب تھا کہ میری خواب میں رسولخداؐ کا تشریف لانا کیا معنی۔ اے یزید مجھے آنحضرتؐ نے پہلے ہی بشارت شہادت دے دی ہے۔ یہ کہہ کر اس نے کلمۂ شہادت ادا کیا اور دوڑ کر سر مطہر سے لپٹ گیا یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا ؎

یُرْجِبُ قَوْمٌ حافِراً زَعَمَ اَنَّہٗ لمرکوبِ بعضِ الانبیاءِ الّذی مضیٰ

وَیقتل قوم ابن بنت نَبِیِّھِمْ تَاَمَّلْ بِاِنصافٍ تَرٰی مُنتھٰی السفا

یعنی کہ قوم نصاریٰ کو صرف یہ گمان ہے کہ یہ سُم۔ حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کا ہے یقین نہیں تھا مگر بھی اس قدر تعظیم کہ اسے بوسہ دیتے ہیں اسنے کیا بوسہ بلکہ جس طرف بھی ہے وہ قابل بوسے سمجھتے ہیں۔ وامصیبتاہ کہ مسلمانوں نے اپنے نبیؐ کے نواسہ کی بے گناہ تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کر دیا اور دربار سر مطہر حسینؑ کے ساتھ یزید ملعون گستاخی کر دیا ہے یہ اس گروہ نابکار کی انتہائی شقاوت ہے۔

سید ابن طاؤسؒ نے بحوالہ ابن لہیعہ روایت کی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ابو الاسود نے کہا ایک دن راس الجالوت کہ بزرگ ترین علماء یہود سے تھا میرے پاس آیا اور کہا بخدا میرے اور داؤد کے درمیان ستر پشتوں کا فاصلہ ہے مگر جب یہود لوگ مجھ سے ملاقات کرتے ہیں۔ میری بہت تعظیم کرتے ہیں اور تم نے اس شخص کو

جس کی ایک پشت تمہارے پیغمبرؐ سے گزری ہے قتل کر ڈالا۔

فیاصاعَ اجزع مِنْ یزیدٍ دجودہٖ دبغی اھالی الضیم وانوذی التوَ اِیاَمرِ

لَیسَ یُعْھَدُ مِثلہٗ دَھُمُوْا ابنکرِ سُنِیہٖ لَمْ یَکُنْ یُرٰی ۔ یعنی کہ اے

رفیق اس پر جزع وفزع کر اور فریاد کر ظلم یزید لعین کی۔ اور ان کے ظلم کی فریاد

کر کہ جنہوں نے اس کی اتباع کی اس کے حکم کو مانا۔ اور ایسا کام کیا کہ جو نہ کبھی

کسی نے کیا اور نہ سُنا کب کسی نے ایسا ظلم کیا تھا کہ سرفرزند رسول خدا مجلس

شراب میں لایا جائے اور پھر یزید اسلام کا دعویٰ کرتا ہے۔

سید ابن طاؤسؒ اور دوسرے علماء و محدثین نے مختلف طریقوں سے نقل

کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بحالتِ اسیری شام میں خطبہ دیا ہے

چنانچہ صاحب مناقب وغیرہ نقل کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے اپنے ایک خطیب

کو حکم دیا کہ ممبر پر جاکر ابو سفیان کی اولاد کی مدح کر۔ اس خطیب ملعون نے

حضرت امیرالمومنین اور امام حسین علیہ السلام کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ اور

یزید ملعون اور اس کے باپ کی مدح کی۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ

اے خطیب تو نے خدا کو ایک شخص کی خوشی کے لیے ناراض کر لیا اور اپنی جگہ جہنم

میں بنالی۔ آپ نے فرمایا اے یزید لعین مجھے بھی اجازت دے کہ ممبر پہ جا کر

کچھ کلمات خیر بیان کروں جو موجب خوشنودیٔ خداوند عالم ہوں۔ لیکن یزید لعین

نے اجازت نہ دی۔ حاضرین دربار نے اصرار کیا اور آخر کار یزید لعین نے اجازت

دی لیکن یہ کہا کہ سید سجادؑ اہلبیت نبوت ہیں یہ مجھے اور آل سفیان کو رسوا

کریں گے۔ حاضرین نے کہا کہ یہ بیمار و ناتوان ہیں کہاں ایسی تقریریں کر سکتے

ہیں۔ غرض کہ یزید نے اجازت دی اور امام زین العابدینؑ ممبر پر تشریف لے گئے

اول حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ پھر تقریر فرمائی کہ لوگوں کے دل ہل گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر فرمایا اے لوگو خدا تعالیٰ نے اہلبیت رسولؐ کو چھ خصلتیں عطا کی ہیں اور سات فضیلتوں سے تمام مخلوق پر، ہم کو فضیلت عطا کی ہے۔ ہم کو اس بات سے فضیلت عطا کی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جد ہیں اور علی مرتضیٰ ہم سے ہیں اور جعفر طیار جو کہ اپنے دونوں پروں سے جنت میں پرواز کرتے ہیں ہم سے ہیں اور سبطین امت یعنی امام حسینؑ امام حسنؑ ہم سے ہیں۔ یہ سردار جوانان جناں ہیں۔

مَنْ عَرَفَنِی فَقَدْ عَرَفَنِی وَمَنْ لَمْ یَعْرِفْنِی اَنْبَاتُہٗ بِحَسْبِی وَنَسْبِی۔ یعنی کہ جو مجھ کو پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں جانتا اسے میں اپنے حسب و نسب کی خبر دیتا ہوں اے گروہ کوفہ و شام میں ہی فرزند مکہ و منیٰ ہوں میں ہی فرزند زمزم وصفا ہوں۔ میں ہی اس کا فرزند ہوں جس نے مقام ابراہیمؑ کو اپنی چادر سے اٹھایا۔ میں ہی فرزند بہترین پیغمبران ہوں۔ میں ہی بہترین فرزند سعی و طواف کنندہ ہوں۔ میں ہی بہترین حاجیان و تلبیہ ہوں۔ میں ہی اس کا فرزند ہوں کہ جو براق پر سوار ہو کر بلند ہوا۔ میں ہی اس کا فرزند ہوں جسے ایک رات بھر میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔ میں ہی اس کا فرزند ہوں۔ کہ جو قرب خدا میں بمقام قاب قوسین او ادنیٰ پہنچا۔ انا بن محمد مصطفےٰ، انا ابن علی المرتضیٰ۔ میں فرزند محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور میں ہی علی المرتضیٰ کا فرزند ہوں۔ میں ہی وہ ہوں کہ جس کے دادا نے کفار و مشرکین کو ذوالفقار سے ضرب لگائی۔ میں ہی فرزند علی المرتضیٰؑ ہوں کہ جن کی بدولت اسلام بلند ہوا۔ اور جس نے دو تلواروں سے جہاد کیا۔ جو صبر کرنے والے میں ہیں۔ ان کا تاج

سرہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جو سیدۃ النساء العالمین ہے۔ میں خدیجۃ الکبریٰ کا فرزند ہوں۔ اَنَا ابن المقتول ظلماً ۔ کہ میں ہی مقتول تیغ جفا ہوں۔ انا ابن مجزور الرّاس من القفاء حتی قضیٰ۔ کہ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کا سر مطہر پس گردن سے کاٹا گیا۔ انا ابن العطشان میں فرزند تشنہ کام فرات ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا عمامہ تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس پر جنات نے ماتم کیا۔

انا ابن من راسہٗ علی السّنان یُھدیٰ میں ہی اس کا فرزند ہوں کہ جس کا سر نیزہ پر بلند کر کے شہر بہ شہر پھرایا گیا۔ انا ابن مَنْ حَرَمُہٗ من العراق الی الشّام کہ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کے حرم اور عترت کو اسیر کر کے کربلا سے شام لائے ہیں۔ فَلَمْ یَزَلْ یقولُ اَنَا اَنَا حَتّٰی ضَجَّ النَّاس بِالبُکَاءِ وَالنَّحِیب یعنی کہ میں ہی وہ ہوں کہ جس کا حسب و نسب تم نے سنا پس اس قدر اپنے خاندانی حالات بیان کیے کہ حاضرین دربار میں بے پناہ گریہ و بکا کا شور برپا ہو گیا۔ یزید ملعون نے خیال کیا ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کے طرفدار ہو جائیں۔ اور مجھ سے برگشتہ ہو جائیں۔ اپنے موذن کو حکم دیا کہ اذان کہے۔ جب موذن نے اذان شروع کی۔ امام علیہ السلام نے خطبہ چھوڑ کر فرمایا کہ بے شک کوئی چیز خدا سے بزرگ و برتر نہیں ہے وہی سب سے بڑا ہے اور ہر ایک بڑے سے بڑا ہے۔ جب موذن نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ..... تو آپ نے فرمایا کہ اس کلمہ پر میرے بال اور پوست گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور جب موذن نے کہا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً ارَّسُوْلُ اللہ آپ نے یزید لعین کی طرف رخ کر کے فرمایا اے یزید لعین بتا کہ یہ محمدؐ جن کا

نام اذان میں لیا جاتا ہے۔ میرے جد ہیں یا تیرے۔ اگر تو ان کو اپنا دادا سمجھتا ہے تو تو نے جھوٹ بولا۔ اور اگر یہ اقرار کرتا ہے کہ محمدؐ عربی ہمارے نانا ہیں تو نانا کا کلمہ پڑھے اور ان کی اولاد کو قتل کرے اور اسیر کیا مجھے طوق وزنجیر میں مقید کیا۔ یزید ولدالحرام نے کوئی جواب نہیں دیا اور حضرت سید سجاد ممبر سے اتر آئے۔ اور فرمایا کہ اپنی ان ظالموں کی خدا سے شکایت کرتا ہوں وہی منتقم حقیقی ہے۔ بروایت دیگر دربار یزید ملعون میں ایک یہودی عالم بھی موجود تھا۔ اس نے پوچھا کہ یہ جوان کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ علی ابن الحسینؑ ہیں۔ اور یہ فاطمہؑ دختر نبیؐ کے پوتے ہیں۔

یہودی نے کہا سبحان اللہ۔ حضرت حسین فرزند رسولخداؐ کو تم نے قتل کر ڈالا تم نے اپنے نبیؐ کی ذریت کی کوئی قدر نہ کی۔ فَهٰذَا ابن بِنْتِكُمْ قَتَلْتُمُوْهُ فِي هٰذِهِ السرعة کہ تم نے بہت جلد اپنے نبی کی ذریت کو اپنے نبیؐ کے فرزند کو قتل کر ڈالا۔

بخدا اگر موسیٰ ابن عمران کے فرزند ہوتا تو گمان یہ ہے کہ ہم اسکی پرستش کرتے۔ تمہارے پیغمبر جیسے دنیا سے گئے تم نے ان کے فرزند کو تہ تیغ کر دیا۔ یہ سن کر یزید ملعون برہم ہو گیا اور اس کو قتل کرا دیا۔

سید ابن طاؤسؒ اور ابن نما روایت کرتے ہیں کہ اسیرانِ کربلا کو وارد شام ہوئے چوتھا روز تھا کہ ایک شب جناب سکینہ بنت الحسینؑ نے خواب میں دیکھا کہ پانچ ناقہ نور کے پیدا ہوئے اور ہر ایک ناقہ پہ ایک نورانی مرد پیر سوار تھا۔ اور بہت سے فرشتے ان کو حصار کیے ہوئے تھے۔ اور ان کے ہمراہ ایک کنیز خوبرو تھی۔ جب وہ ناقہ میرے سامنے سے گزر گئے۔ وہ کنیز میرے پاس آئی

اور کہا اے سکینہؑ تمہارے جد رسول خداؐ تم کو سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا رسولِ خداؐ پر سلام ہو تم کون ہو۔ کہا میں حوران بہشت سے ایک حور ہوں۔ میں نے سوال کیا وہ مرد پیر نورانی صورت کون تھے اس حور نے کہا کہ ایک اونٹ پر حضرت آدمؑ، دوسرے اونٹ پر حضرت ابراہیمؑ اور تیسرے حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور چوتھے عیسیٰ روح اللہ تھے کہ جو اپنے اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ پانچویں اونٹ پر کون بزرگ سوار تھے۔ اس نے کہا کہ وہ تمہارے جد نامدار حضرت رسول خداؐ تھے جو غم کی وجہ سے نڈھال ہو رہے تھے۔ جب میں نے اپنے جد کا نام سنا تو ان کی طرف دوڑی کہ ان سے اپنی مصیبتیں بیان کروں گی۔ کہ اتنے میں پانچ ہودج آئے۔ اور پانچ بیبیاں ان میں سے باہر آئیں میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت حوّا، حضرت آسیہ، حضرت مریم، حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ وہ پانچویں بی بی حضرت فاطمۃ الزہرا ہیں جو تمہارے جدہ ماجدہ ہیں۔ پس جب میں نے اپنی دادی کا نام سنا تو بے ساختہ میں ان کی طرف گئی اور فریاد کرنے لگی یا جدّتاہ قُتِلَتْ وَاللہ رِجَالُنَا وَ سفکت واللہ دماءنا ۔ وھُتِکت حریمناہ ۔ وحملنا علی الاقتاب بغیر وطاءٍ نُسَاق علیٰ یزید لعنہ اے جدہ ماجدہ امت نے ہم پر ظلم کیے اور ہمارا حق چھین لیا۔ ہماری چادریں اتار لیں۔ میرے بابا کو قتل کر ڈالا میرے بھائیوں کو شہید کر دیا۔ جناب فاطمہ زہرؑا نے جب سنا تو فرمایا اے سکینہؑ بس بس میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں پیراہن حسینؑ لے کر خدا سے فریاد کروں گی اور خون بہا طلب کروں گی۔ اے بیٹی سکینہ تم صبر کرو۔ بعدہٗ میں نے دیکھا کہ ملائکہ میرے بابا کے سر کی زیارت کو نازل ہو رہے ہیں۔

بروایت دیگر جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ وہ حور مجھے ایک قصر میں لے گئی ناگاہ میں نے دیکھا کہ پانچ عورتیں اس قصر میں موجود ہیں۔ اور ان کے درمیان ایک عورت بیٹھی ہیں جو نہایت غمزدہ معلوم ہوتی ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں اس حور نے کہا کہ اے سکینہ یہ تمہاری دادی فاطمہ زہراؑ ہیں اور ان کے ساتھ حوا، مریم، ہاجرہ اور خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ اور بروایت ہاجرہ کے ہاتھ میں ایک خون آلودہ پیراہن ہے اور سب اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ میں اپنی دادی کے پاس گئی اور کہا۔ یَاجَدَّاہُ قُتِلَ اَبِیْ وَاُیتمت علیٰ صغر سنّی اے جدہ عصمت پناہ اے جدہ وارث روا کربلائی بابا کو قتل کر دیا اور میں صغر سنی میں یتیم ہو گئی۔ اس اثناء میں میری آنکھ کھل گئی۔

یہ بھی روایت میں بتایا جاتا ہے کہ یزید ملعون کہتا تھا کہ میں نے کیوں حسین ابن علیؑ کو قتل کیا۔ میرا حسینؑ نے کیا بگاڑا تھا۔ یہ کہتا تھا اور وہ ملعون اپنا سر دھنتا تھا۔

ہندہ زوجہ یزید لعین سے روایت ہے کہ میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دریچے کھل گئے ہیں اور گروہ در گروہ ملائکہ سماوات نازل ہو رہے ہیں جو کہ سیدالشہداء علیہ السلام کی زیارت کے لیے نازل ہوئے ہیں۔ سب سر سیدالشہداء کے پاس آئے اور سلام کیا۔ السلام علیک یا ابا عبداللہ، السلام علیک یا بن رسول اللہ کہ اے حسینؑ اے فرزند رسولِ خدا تم پر ہمارا سلام ہو۔ اس اثناء میں دیکھا کہ ابر (بادل) کا ایک ٹکڑا زمین پر اترا۔ اس پر سے بہت سے لوگ زمین پر اترے اور درمیان میں ایک بزرگ تھے۔ ان کا چہرہ بہت زیادہ نورانی تھا۔ جب سر مبارک کے نزدیک پہنچے تو فرمایا۔ یَاوَلَدِیْ قَتَلُوْکَ اَتَرَاھُمْ

مَا عَرَفُوْكَ وَ مِنَ شُرْبِ الْمَآءِ مَنَعُوكَ اے میرے نور دیدہ اے میرے فرزند تجھ کو قتل کر دیا۔ حالانکہ کیا وہ لوگ نہ جانتے تھے تجھ پر پانی بند کر دیا اور پیاسا ہی شہید کر دیا۔ فرمایا اے نور دیدہ حسینؑ میں تمہارا نانا ہوں اور یہ تمہارے پدر علی المرتضیٰؑ ہیں اور یہ حسن مجتبےٰؑ ہیں اور یہ جعفر و عقیل ہیں۔ یہ حمزہ و عباسؓ کہ تیری زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اور پھر آپ نے اپنے اہلبیتؑ میں سے ہر ایک کا نام لیا۔ ہندہ کہتی ہے کہ میں خواب سے اٹھی تو بہت پریشانی کی حالت تھی۔ میں اس سر مطہر کے نزدیک گئی کہ جہاں آسمان کی طرف سر مطہر نور کی طرح تھا۔ پھر میں خواب سے یزید کو جگانے کے لیے اس کے پاس گئی دیکھا کہ یزید لعین پلید اپنے بستر پر نہیں ہے۔ جب میں نے ادھر ادھر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ منحوس وشقی ایک تاریک حجرہ میں کہ جہاں شمع بھی نہیں تھی بیٹھا ہوا ہے اور اس کا منہ دیوار کی طرف ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے حسینؑ میرا آپ سے کیا سروکار ہے کہ میں نے ناحق تم کو قتل کیا۔ پھر میں نے یزید کو وہاں سے اٹھایا اور خواب بیان کیا جس سے اس کی پریشانی اور اپنے فعل پر بہت زیادہ احساس ہوا کہ واحسرتا میں نے کیوں حسینؑ مظلوم کو قتل کیا۔ صبح ہوئی اس نے اہلبیت کو رہا کیا اور ان کو اختیار دیا کہ مدینہ جائیں یا شام میں بعزت واحترام رہیں۔ اس میں اہلبیتؑ کو اختیار ہے۔ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ اول ہم کو حسین مظلوم کا ماتم برپا کرنے کی اجازت دے۔ اس نے کہا کہ جو تمہیں منظور ہو ویسا عمل کرو۔ آپ کی فرمائش پر یزید نے ایک مکان اسمائے عزاء امام حسینؑ کے لیے دیا اور ملک شام میں جس قدر قریش اور بنی ہاشم تھے۔ وہ سب کے سب عزاء امام حسینؑ میں شریک ہوئے اور سات روز تک ان سب نے ماتم کیا اور

نوحہ وزاری کی اور عزاداری امام حسینؑ میں مصروف رہے۔ اور یہ بھی روایات میں وارد ہوا ہے کہ جب تک اہلبیتؑ اطہار شام میں رہے عزاداری امام حسینؑ برپا ہوتی رہی۔

ابو مخنف نقل کرتا ہے کہ یزید لعین پلید نے ایک روز حکم دیا کہ مخدرات اہلبیت اطہار قصر یزید میں جائیں۔ اس وقت ابو سفیان کی دختروں اور یزید کے محل کی عورتوں نے فاخرہ لباس پہنے اور زیورات سے آراستہ ہوئیں کہ حضرت زینب خاتون اور جناب ام کلثومؑ اور امام مظلوم کی بیٹیاں داخل قصر یزید ہوئیں لیکن جب بندر کی بیٹیوں نے دیکھا کہ غم و اندوہ میں مبتلا سوگواران حسینؑ آئے ہیں فوراً از زینت ختم کر دی سوگوارانہ لباس پہن لیا اور گریہ وزاری کرتے ہوئے استقبال کیا۔ اور تین دن تک یزید لعین کے گھر میں ماتم حسینؑ مظلوم اور صف عزاء شہدائے کربلا آراستہ رہی۔ (از مترجم۔ عزاداری برپا کرنے پر مخالفین کی طرف سے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عزاداری یزید ملعون کے گھر سے جاری ہوتی ہے۔ اس اعتراض کا مقصد عزاداری کی اہمیت اور حیثیت کو سبک کرنا ہے۔ میں یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت امام حسینؑ کے قتل کے بعد دو چیزیں ابھریں جو کہ یہ ہیں۔ شہادت امام حسینؑ پر اہلبیت اطہار میں ماتم و نوحہ و زاری اور قاتلان امام حسینؑ کے یہاں خوشی و سرور۔ اور یہی صورت شام میں تھی کہ جب اہلبیت اطہار اسیر ہو کر دربار میں پہنچے تو دربار یزید میں خوشی ہو رہی تھی اور جب اہلبیت قصر یزید میں پہنچے تو وہاں ماتم و نوحہ ہو رہا تھا چنانچہ ماتم و عزاداری ہم نے اپنا لی کہ یہ مظلوم سے ہمدردی کی نشانی ہے۔ سوال ہو سکتا ہے کہ دربار یزید ملعون کی خوشی کس کے نام الاٹ ہوئی شیعہ حضرات تو عزاداری برپا کرتے ہیں۔

جو مظلوم سے ہمدردی کی نشانی ہے اور یوم عاشورا محرم۔ مخالفین عزا خوشی مناتے ہیں آرائش کرتے ہیں۔ عزاداری کے خلاف زبان کھولتے ہیں پس دربار یزید لعین کی خوشی مخالفین نے اپنالی ہے جو ظالم سے تعاون کی نشانی ہے۔ ہماری کتاب ملحوظاتِ عزاء ملاحظہ ہو۔)

اے شیعو جب زینبؑ و ام کلثوم قصر یزید میں گئی ہیں تو کیا حالت ہوئی ہو گی کہ انقلاب زمانہ کونین کی شہزادیوں کے لیے زندان شام اور یزید کی بیٹیوں کے لیے قصر شام

الا لعنۃ اللّٰہ علی القوم الظّالمین

چودھویں مجلس

اسیرانِ اہلبیتؑ کی شام سے رہائی اور مدینہ منورہ پہنچنا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله علی المصائب الفادحات والفوادح الجاریات والصلوٰة والسلامُ علیٰ سیدنا محمدٍ اشرف الکائنات وازھر النجوم الطالعات وعلیٰ اھلِ بیته الشموسِ الضاحیاتِ والبدورِ الضائیاتِ سیّمَا علیٰ فرخهِ وشبلهِ صاحب المحنِ الهائلاتِ والفتنِ الحاویاتِ التی لم یُسمعْ بمثلها فی القرونِ الخالیات ولم ترتحوھا عینُ الایام السالفاتِ صاحب الدموع الهاطلاتِ والعیونُ الساھراتِ والبطونِ الضاراتِ والقلوب الصاریاتِ والشفات الذابلاتِ والافواہِ الیابساتِ والاکباد الظامیاتِ والدماءِ جاریاتِ والجرُوح القاھیاتِ والنحُورُ الدامیاتِ والابدان البالیاتِ والاجسام العاریاتِ الذی احاطتهُ الکلابُ العاویاتِ والسباعِ الضاریاتِ بالسیوفِ الباتراتِ والسھام النافذاتِ وعوادہُ السیوف القاطعاتِ طبابهُ الرماحُ الطاعناتُ ودواؤہ الدماءُ الجاریاتِ

اَلْفَانُہُ عَشِیْرُ الشّافیات نُدَّابُہُ البناتُ الحاسراتُ ۵ شیاعُہُ الاراملُ البارزاتُ ۵ تَرَضُّہُ الخیولُ العاریات ۵ وَتَسْفُوْا عَلَیْہِ الرِّیاحُ السّافِیاتُ ۵ وَھُوَ سَلِیْلُ خَیْرُ البَرِیات ۵ وخلیفۃِ بَارِئ الموجوداتِ ۵ فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ اَسَّسَ ھٰذا الاساسَ وَمَنْ بَنیٰ عَلَیْہِ بُنْیَانَہُ ۵ وَخَتَمَ ظُلْمَہُ وَعُدْوَانَہُ ۵ لَعْنَۃً مُتَّصِلَۃً ۵ دَائِمَۃً بَاقِیَۃً ۵ مَابَقِیَتِ الاَرْضُونَ وَالسَّمٰوٰتُ واشرقتِ البادناتُ وَبَعْدُ قَالَ اللّٰہ سُبْحَانَہُ فِیْ کِتَابِہِ العزیز ۵

آیت :-

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا ۵

(سورۃ بنی اسرائیل

آیت نمبر ۳۳)

ترجمہ :- اور جو شخص ناحق مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قاتل پر قصاص کا) قابو دیا ہے تو اسے چاہیئے کہ قتل (خون کا بدلہ لینے) میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد دیا جائے گا (کہ قتل ہی کرے معاف نہ کرے)

اس آیہ مجیدہ سے ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص از روئے ظلم قتل کر دیا جائے تو مقتول کے وارثوں کو غالب بنایا جائے گا کہ وہ قاتل پر غلبہ پائیں گے مگر اس کے قتل میں زیادتی نہ کریں۔ خدا کے مقتول کے ورثاء کے لیے غلبہ رکھا ہے اور اس امر کا وعدہ کیا گیا ہے کہ اس کے وارثوں کو خدا کی نصرت

ملے گی۔ اس کے لیے قصاص بھی ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لَتَرْجِعَنَّ نُفُوْسٌ وَلِيَقْتَصَّنَّ يَوْمَ تَقُوْمُ۔ یعنی کہ یقیناً اگر کوئی شخص مقتول ہوگا تو اس کا قصاص لیا جائے گا۔ اور قصاص میں مقتول کی نوعیت قتل کو بھی دخل ہے۔ کہ اگر کسی نے مقتول پہ عذاب کیا ہے قاتل پر بھی وہی عذاب کی صورت بعنوان قصاص ہوگی۔ اگر قتل کیا ہے تو قتل قصاص ہوگا۔

یہ آیۂ مجیدہ اگرچہ عمومیت پر مبنی ہے لیکن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ آیت خصوصی طور پر حضرت امام حسینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ عیاشی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے اس قول میں "مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْماً" حسین ابن علی ہیں کیونکہ آپ حالتِ مظلومی میں شہید ہوئے ہیں اور ہم ان کے اولیاء یعنی وارث ہیں اور جب ہمارا قائم ظہور فرمائے گا طلب خون کرے گا پس وہ اس قدر لوگوں کو قتل کرے گا کہ بظاہر لوگ یہ سمجھیں گے کہ قتل کرنے میں زیادتی کی ہے۔ اسراف کیا ہے اور آپ نے پھر فرمایا کہ اس آیۂ مجیدہ میں مقتول حضرت امام حسین ہیں اور ان کے ولی یعنی وارث حضرت قائم آل محمد امام مہدی علیہ السلام عجل اللہ فرجہ ہیں اور یہاں اسراف سے یہ مراد ہے کہ آپ ان لوگوں کو بھی قتل کریں گے کہ جنہوں نے اگرچہ بظاہر قتل نہیں کیا ہے اور حضرت قائم علیہ السلام من اللہ منصور ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا اس وقت فنا نہ ہوگی۔ جب تک کہ اولاد رسولِ خداؐ میں سے آپ کا ایک فرزند ظہور نہ کرے اور وہی ظاہر ہو کر دنیا سے ظلم مٹائے گا۔ اور دنیا کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور اس طرح

عدل وداد سے پُر کر گیا جیسے پہلے ظلم وجور سے پُر تھی ۔ کافی میں روایت ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ سے اس آیہ مذکورہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آیا اس کا مصداق حسین علیہ السلام کی ذات اقدس ہے ؟ تو آپ نے فرمایا کہ اُو قُتِلَ اَھلُ الاَرضِ مَاکَانَ مُسرِفاً کہ اگر تمام روئے زمین کے لوگ بھی اگر قتل کر دیئے جائیں تب بھی اسراف فی القتل نہیں ہے تفاسیر سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ حضرت صادق آل محمد نے کلمہ لایسرف کو بصیغہ نفی ارشاد فرمایا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ مقتول کے ولی کو غلبہ دیا جائے گا۔ پس قتل میں اسراف نہیں ہے خواہ کس قدر گروہ انسانی قتل ہو۔ کیونکہ خون امام حسین علیہ السلام دوسرے لوگوں کے خون کی طرح نہیں ہے بلکہ شہیدان کربلا کا خون ایک ایسا خون ناحق ہے کہ اگر تمام عالم تلف ہو جائے تو بھی خون امام حسین سید الشہداء کا بدل نہیں ہو سکتا یہ خون حضرت صالح پیغمبر کے ناقہ سے کم تر نہیں ہے جبکہ خون ناقہ کے سبب سے کئی ہزار نفر ہلاک ہوئے ہیں۔ یہ خون حضرت یحییٰؑ کے خون ناحق سے کمتر نہیں ہے بلکہ حضرت یحییٰ کے خون کے ناحق بدلے میں ستر ہزار آدمی قتل کیے گئے اور یہ گناہ یعنی کہ امام برحق کو ناحق کرنا یہ ایک ایسا گناہ عظیم ہے کہ (بلا تشبیہ) جب کہ قوم لوط کی زمین کا تختہ الٹ دیا گیا تو کیا قاتلان امام حسینؑ اور اس قتل میں شریک ہونے والے اور خاموش رہنے والوں اور خون ناحق کو چھپانے والوں سے جس قدر بھی قتال کیا جائے وہ کم ہے اور اصحاب "سبت" نے جو گناہ کیا تھا وہ تو بہت ہی تھا (سبت سے ہفتہ (شنبہ) کا دن مراد ہے اور اسرائیلیوں کو اس دن مچھلی کا شکار کھیلنے کی ممانعت تھی۔ ان لوگوں نے ایسا طریقہ نکالا کہ دریا کے کنارے بڑے

بڑے گڑھے کھود دیئے ان میں دریا کا پانی بھرتا اور مچھلیاں جمع ہو جاتیں تھیں۔ یہ لوگ جمعہ کے دن کسی آخر وقت جاکر گڑھے کی نالیاں جو دریا سے پانی لانے کے لیے بناتی تھیں ان کا منہ بند کر دیتے تھے اور پھر اتوار کے دن جاکر مچھلیاں نکال لاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ہر چند کہ اس مکاری کی مخالفت کی اور ان کو منع کیا مگر وہ اپنے مکر سے باز نہ آئے آخر کار ان پر عذاب نازل ہوا اور وہ سب مرد وزن بندر بن گئے۔ تین دن تک یہ معذب مخلوق زندہ رہی اور بعدہٗ ہوا کا ایک جھونکا اور یہ سب کے سب دریا میں جا پڑے بنی اسرائیل میں شنبہ (ہفتہ) کا دن متبرک تھا اور اہل اسلام میں روز جمعہ متبرک تھا۔ محض دن کی تقدیس برباد کرنے پر عذاب نازل ہو گیا تو ذات حسینؑ تو امام الجمعہ والجماعت ہے کیونکہ یہ صرف امام منصوص من اللہ کا حق ہے مگر اب یہ لفظ عام ہو گیا ہے۔ خدا رحم کرے)

ہاں واللہ۔ قصاص خون امام حسینؑ میں اسراف نہیں ہے عظمت امام حسینؑ کے پیشِ نظر جس قدر بھی لوگ اس واقعہ سے متاثر ہوں گے اور قتل امام حسینؑ پر راضی ہوں گے' وہ جس قدر بھی قتل کیے جائیں گے خواہ ان کی اکثریت۔ اقلیت میں بدل جائے پھر بھی اسراف فی القتل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں کثرت پر قتل منافی عدل نہیں ہے کیونکہ اس خون ناحق کے ولی، وارث حضرت امام العصر مہدیؑ دوران عجل اللہ فرجہٗ ہیں جو اولاد فاطمہؑ اور اولاد حسینؑ سے ہیں اور آپ کے فیصلہ جات علم باطن کی بنا پر عمل میں آئیں گے۔ جیسا کہ حضرت خضر اور حضرت موسیٰؑ کے واقعات میں نشاندہی کی گئی ہے کہ حضرت خضرؑ کو علم غیب حاصل تھا اور حضرت موسیٰ اس علم کو حاصل کرنے کے لیے خضر کی

تلاش میں نکلے تھے مگر حضرت خضر نے مقام امتحان میں علم غیب کا متحمل نہ پایا اور علم غیب تعلیم نہیں کیا۔ جن لوگوں کو خون امام کی وجہ سے قتل کیا جائے گا ان کے بارے میں حدیث میں وارد ہوا ہے اَلَا وَاَنَّ الرَّاضِیْنَ بِقَتْلِ الحسین شُرَکَاءُ قَتَلَه یعنی کہ جو لوگ قتل حسینؑ پر راضی ہوئے اور آپ کے قتل میں شریک ہوئے ان سب کی اولاد در اولاد، در اولاد جو ایام محرم میں خوشیاں کر کے شریک قتل امام حسینؑ ہونے والوں کی عملی تائید کرتے ہیں۔ وہ سب کے سب وقت ظہور امام آخر الزمان قتل کیے جائیں گے اور جب حضرت امام مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو منادی ندا دے گا یالثارات الحسینؑ کہ حسینؑ کا خون طلب کیا جائے اور خون کا بدلہ لینے کے لیے لشکر اہل ایمان و ملائکہ ترتیب دیا جائے گا۔ اور امام عالی مقام خون امام حسینؑ کا انتقام لیں گے۔

علامہ کلینیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کسی نے آپ سے اس آیہ مبارکہ کا مطلب دریافت کیا جو کہ یہ آیت ہے۔ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۔ یعنی کہ اور ہم نے بنی اسرائیل سے اسی کتاب (توریت) میں صاف صاف بیان کر دیا تھا کہ تم لوگ روئے زمین پر دو مرتبہ ضرور فساد پھیلاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے اس قوم نے پہلی مرتبہ اشعیا پیغمبر کو قتل کیا اور دوسری مرتبہ حضرت زکریا اور یحییٰ کو شہید کیا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے قتل کا ارادہ کرنا پس نبی و امام کو قتل کرنا سرکشی اور طغیان ہے اور ایسا ہی امت مسلمہ میں ہوا کہ پہلی مرتبہ امت نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو قتل کیا اور دوسری مرتبہ

امام حسنؑ کو زہر دے کر شہید کیا اور وَلَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا یعنی کہ سرکشی عظیم کا رونما ہونا یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا اور امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ قتل امام حسینؑ تمام فسادوں میں عظیم تر فساد اور انتہائی بڑی سرکشی ہے اور واقعہ کربلا میں ہر قسم کے ظلم بھی جمع ہو گئے ہیں۔ فَإِذَا جَآءَ وَعۡدُ أُولَىٰهُمَا یعنی کہ پھر جب ان دو فسادوں میں پہلے کا وقت آن پہنچا تو بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادًا لَّنَآ أُوْلِي بَأۡسٖ شَدِيدٖ فَجَاسُواْ خِلَٰلَ ٱلدِّيَارِ۔ کہ ہم نے تم پر کچھ اپنے بندوں (بخت نصر) اور اس کی فوج کو مسلط کر دیا۔ جو بڑے سخت لڑنے والے تھے تو وہ لوگ تمہارے گھروں میں گھسے اور خوب قتل و غارت کیا۔ وَكَانَ وَعۡدٗا مَّفۡعُولٗا۔ اور خدا کے عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

ان آیات میں خداوند عالم نے اس چیز کو واضح کیا ہے کہ نبیؑ و امام کے قتل ہونے کی صورت میں قاتلوں سے ضرور بدلہ لیا جائے گا جس کی نظیر بنی اسرائیل میں ہے کہ حضرت یحییٰؑ کے قتل ہونے کے بعد بخت نصر کو ان پر مسلط کیا اور اس نے ستر ہزار افراد قتل کیے۔ ان آیات کا نزول قوم بنی اسرائیل سے متعلق ہے اور تاویل اس گروہ اہل اسلام سے ہے کہ جس نے امام حسینؑ اور ان کے پدر بزرگوار، اور ان کے بھائی حسنؑ کو شہید کیا۔ اور انتقام خون حسینؑ لینے کا تعلق حضرت امام العصر مہدی القائم علیہ السلام کے ظہور وقت عمل میں آئے گا کیوں کہ آپ منصور من اللہ ہیں اور وارث خون امام حسینؑ ہیں۔

اس لیے احادیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امام العصر کے اصحاب کی پہلی ندا (آواز) یہ ہو گی۔ یا لثارات الحسینؑ کہاں ہیں خون حسینؑ کا بدلہ لینے والے چنانچہ حضرت صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ جب مظلوم ترین اور بے کس حسینؑ گھوڑے

سے زخمی حالت میں زمین پر تشریف لائے۔ آپ استغاثہ فرما رہے تھے اور کوئی مدد کرنے والا نہ تھا۔ ملائکہ میں ایک ہلچل مچ گئی بارگاہ خداوندی میں عرض کیا پروردگارا تیرے نبیؐ کی دختر کا فرزند استغاثہ کر رہا ہے اور کوئی اس کی فریاد کو نہیں سنتا۔ اور اے خداوند عالم تیری نگاہِ علمی میں یہ چیز موجود ہے۔ اس وقت خطاب قدرت ہوا کہ اے میرے ملائکہ تم عرش کی دائیں جانب نظر کرو۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص عبادت الٰہیہ میں مشغول ہے۔ پھر خدا نے فرمایا اے ملائکہ میں اس کے ذریعہ انتقام خون حسینؑ لوں گا۔ اور اے ملائکہ میں نے یحییٰ کے قتل ہونے کے بعد انتقام لیا اور ستر ہزار افراد تہ تیغ ہوئے۔ پس میں خون حسینؑ کا بدلہ اسی قائم الصلوٰۃ کے ذریعہ لوں گا اور ستر ہزار، ستر ہزار از گروہ بنی امیہ قتل کروں گا۔ اور ان کے لیے عذاب آخرت بھی ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے کہ جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

مفضل ابن عمر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث طولانی ہے جو کہ بحار میں موجود ہے کہ سوال کرنے پر حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا کہ حضرت قائم آل محمدؑ کے ظہور کے بعد آپ کے انصار مکہ میں آپ کے گرد اگرد جمع ہوں گے۔ ملائکہ اور اشراف جنات آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کریں گے۔ اور پھر اہل مکہ کو دعوت بیعت دیں گے اور آپ اپنے اہل بیتؑ میں سے ایک کو اپنا سفیر بنا کر ان کی طرف مقرر کریں گے اور پھر امام عالی مقام حضرت مہدی العصر القائم علیہ السلام دار ہجرت کی طرف واپس ہوں گے کہ جو کوفہ اور نجف کے درمیان ہوگا اور اس جگہ سے ہو کے مدینہ روانہ ہوں گے تو عجیب و غریب امور ظاہر ہوں گے اور ان امور کو دیکھ کر ان خوش نصیب

مومنین کے دل خوش ہوں گے اور کافر و منافقین کا حزن و ملال زیادہ ہو جائیگا۔ پس اس وقت سید حسنیؑ ظہور فرمائیں گے اور آپ کی بیعت کریں گے۔ اور پھر آپ دمشق جائیں گے اور شاہ سفیانی کی حکومت برطرف کریں گے دجال مارا جائے گا۔ پس پھر حضرت امام حسینؑ ظاہر ہوں گے اس طرح کہ آپ کے ہمراہ بارہ ہزار صدیق و صادقین ہوں گے اور بہتر شہدائے کربلا بھی ہمراہ ہوں گے۔ فَيَا لَكَ مِنْ عِنْدِ هَا مِنْ كَرَّةٍ زَهْرَاءَ وَرَجْعَةٍ بَيْضَاءَ۔ پس صدیق اکبر حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے اور اس وقت ایک ایسا قبہ نورانی آپ کے لیے آئے گا کہ جس کی ضیاء باری دیکھ کر آفتاب بھی رشک کرے گا۔ اس وقت ظاہر و باطن سب روشن ہو جائیں گے یعنی ظاہر ہو جائیں گے۔ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝ (سورۃ الحج آیت نمبر ۲۔ یعنی کہ جس دن تم اسے دیکھ لو گے تو ہر دودھ پلانے والی (ڈر کے مارے اپنے شیرخوار کو بھول جائے گی اور ساری حاملہ عورتیں اپنے اپنے حمل (دہشت سے) گرا دیں گی اور گھبراہٹ میں) لوگ تجھے متوالے معلوم ہوں گے۔ حالانکہ وہ متوالے نہیں ہیں بلکہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے (کہ لوگ بدحواس ہو رہے ہیں)

پس حضرت صادق آل محمدؐ نے فرمایا کہ ثُمَّ يَظْهَرُ السَّيِّدُ الْأَجَلُّ رَسُولُ اللَّهِ فِي الْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ وَمَنْ آمَنَ بِهِ وَصَدَّقَهُ وَاسْتُشْهِدَ مَعَهُ پس سید الانبیاء حضرت رسول خداؐ انصار و مہاجرین کے ساتھ ظاہر ہوں گے اور وہ صاحبان ایمان بھی ظاہر ہوں گے کہ جو دنیا میں آپ کی تصدیق کرتے تھے اور

ایمان کامل رکھتے ہیں یا دنیا میں دین اسلام کی خاطر شہید ہوئے ہیں۔ اور پھر
یہ بھی یقینی چیز ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرتؐ کی نبوت میں شک کیا اور آپ
کی تکذیب کی۔ وہ لوگ کہ جو آنحضرت کو کاہن وغیرہ کہتے تھے مجنوں وشاعر سمجھتے
تھے اور آپ سے محاربہ کرتے تھے موجود ہوں گے اور ان سے قصاص لیا
جائے گا اور ان کو سزا دی جائے گی۔ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا
فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَ
نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۝
(سورۃ القصص اور ہم تو یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ روئے زمین میں کمزور کر دیئے
گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان ہی (لوگوں کا) پیشوا بنائیں اور انہی کو اس
سرزمین کا مالک بنائیں اور انہی کو روئے زمین پر پوری قدرت عطا کریں اور
فرعون و ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو انہی کمزور ہاتھ سے وہ چیزیں دکھائیں
جس سے یہ لوگ ڈرتے تھے) یعنی مقصد یہ ہے کہ جو لوگ کمزور کر دیئے گئے ہیں
خدا ان پر احسان کرے اور انہیں قوت بخشے اس طرح کہ وارث زمین بنا دے
یعنی کہ ان کی بادشاہت قائم ہو۔ اور زمین ان کے تصرف میں ہو۔ مفضل نے
سوال کیا اے مولا آنحضرت سے لے کر امام آخرالزمان مہدی القائم تک سب ہی
وارث زمین ہوں گے۔ یقیناً ماورائے قاف ان سب کی حکومت ہو گی۔ روئے
زمین پر ان کا سکہ رواں ہو گا۔ ان کا کلمہ پڑھا جائے گا۔ اور روئے زمین پر دین
اسلام نافذ ہو گا باطل مٹ جائے گا۔ حق کا دور دورہ ہو گا۔

اے شیعو! میں دیکھتا ہوں کہ تمام آئمہ ہدیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین آنحضرت
سے اپنے اپنے مصائب بیان کریں گے کہ اے جد نامدار ہم پر آپ کے بعد امت نے

کیا کیا ظلم کیے ہیں۔ سیدۂ عالم فاطمہ زہراؑ اپنے بابا سے شکایت کریں گی کہ فلاں فلاں آگ و لکڑیاں لے کر میرے دروازہ پر جمع ہو گئے۔ فاطمہؑ شکایت کریں گی کہ فلاں فلاں نے دروازہ مجھ پر گرا دیا اور میرے شکم میں محسن شہید ہو گیا بیعت کے سلسلہ میں حضرت امیرالمومنینؑ کے گلے میں رسی ڈال دی۔ (از مترجم۔ بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے دور خلیفہ اول میں ان کی بیعت کر لی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے خلفاء ثلاثہ میں سے کسی کی بیعت نہیں کی۔ اگر آپ بیعت کر لیتے تو آپ کے بعد واقعہ کربلا جو انکار بیعت پر منتج ہوتا ہے رونما نہ ہوتا۔ پس شہادت حضرت امام حسینؑ شاہد ہے کہ ان کے پدر عالی قدر نے ہرگز بیعت نہیں کی تھی۔ مفصل حالات کے لیے ہماری کتاب علیؑ اور بیعت ملاحظہ ہو)

فاطمہ زہراؑ اپنے بابا کی خدمت میں عرض کریں گی کہ مجھے آپ کی میراث سے محروم رکھا گیا۔ حالانکہ گروہ انبیاء اپنی اولاد کو اپنی میراث دیتے رہے ہیں۔ اس وقت حضرت علیؑ نے آپ سے فرمایا اے سیدہ تم رحمت اللعالمین کی دختر ہو صبر کرو صبر تمہاری میراث ہے۔ حضرت امیرالمومنینؑ حق خلافت کے سلسلہ میں مہاجرو انصار کے پاس بھی تشریف لے گئے ہیں اور انہوں نے جو عہد آنحضرت سے کیا تھا۔ یاد دلایا ہے لیکن موقعہ پر ان لوگوں نے اظہار حق نہیں کیا۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ زمانہ رجعت میں جبکہ آنحضرتؐ کی بادشاہت ہو گی آپ اپنے مصائب بیان فرمائیں گے اور آنحضرت سے انصاف چاہیں گے۔ پھر عرض کریں گے کہ ابن ملجم نے میرے سر پر حالتِ نماز میں ضرب لگائی اور مجھے شہید کیا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ فیقوم الحسین مخضبا بدمہ ہو وجمیع من قتل معہٗ۔ یعنی کہ

اس وقت حضرت امام حسینؑ اپنے خون میں آلودہ اور تمام شہداء کربلا اپنے اپنے خون میں آلودہ آئیں گے۔ اور آنحضرتؐ سے داد چاہیں گے۔ امام حسن مجتبٰیؑ تشریف لائیں گے اور زہر کا واقعہ بیان کریں گے اور پھر سیدۂ عالم فریاد کریں گے تضرع وزاری فاطمہؑ دیکھی نہ جائے گی۔ آنحضرت فاطمہؑ زہرا کو پیار کریں گے اور فرمائیں گے اے بیٹی صبر کرو اب خون حسینؑ کے انتقام کا وقت آگیا ہے۔ یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد حضرت صادق آل محمدؐ پر گریہ طاری ہوا اور آپ خوب روئے اور فرمایا۔ لَا عَیْنَ لَا تبکی عِنْدَ ھٰذَا الذِّکْرَ یعنی کہ وہ آنکھ، آنکھ نہیں ہے کہ اگر ذکر مصائب اہلبیت اطہار سنے اور آنکھ سے آنسو نہ نکلیں۔ مفضل کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت بہت گریہ کیا۔ پھر میں نے مولا کی خدمت میں عرض کیا یا مولائیؑ مَا فی الدموع یعنی کہ اے میرے مولا اس گریہ کا کس قدر ثواب ہے تو ارشاد فرمایا کہ اگر ایک قطرہ اشک ہماری مصیبت میں انسان کی آنکھ سے نکل آئے تو اس کا بے حد ثواب و اجر ہے۔

مفضل کہتے ہیں کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ اس وقت فاطمہ بنت رسول خداؐ خداوند عالم سے عرض کریں گی۔ اَللّٰھُمَّ انجز وَعْدَکَ وَمَوْعِدَکَ لِیْ مَنْ ظَلَمَنِیْ وغصبنی وَضَرَبَنِیْ وجزعنی فکل اولادی یعنی کہ اے بارالہا تو اپنا وعدہ وفا کر۔ اور مجھے داد دے اور جن لوگوں نے مجھ پر اور میری اولاد پر ظلم کیا ہے۔ میرا اور میری اولاد کا حق چھینا ہے میری اولاد کو قتل کیا ہے مجھے میری اولاد کے غم میں مصیبت زدہ کیا ہے۔ میں تیری بارگاہ میں فریاد لائی ہوں تو فیصلہ کر تو حکم جاری کر۔ پس اس وقت گریہ و بکا کا شور

برپا ہوگا۔ اور تمام کائنات میں شور و غوغا بلند ہوگا۔ خداوند اتو قاتلوں سے انتقام لے۔ الا قتل فی ذالک الیوم الف قتلة ۔ یعنی کہ اس روز درجہ بدرجہ ہزاروں آدمی قتل کیے جائیں۔ یہ حدیث بہت طولانی ہے مگر بقدر ضرورت اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور ان کی یہ سزا اگرچہ عذاب ہے مگر آخرت کا عذاب اس سے بھی شدید تر ہے۔ کیونکہ خون امام حسین کا ولی خود ذات خداوند عالم ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ الدّام یطلبہ اللہ کہ یہ خون وہ خون ہے کہ خدا طلب کرے گا۔ چنانچہ روز محشر میدان حشر میں ایک عجیب ہنگامہ گریہ و بکا بلند ہوگا کہ جب سر بریدہ امام حسین لایا جائے گا سیدہ عالمین فاطمہؑ نوحہ کناں فریاد کریں گی اور اس وقت عرش الٰہی تزلزل میں آئے گا۔ ملائکہ مقربین گریہ کناں ہیں۔ واقعہ کربلا نے حاملان عرش کو عزادار بنا دیا کہ امت نے نواسۂ رسولِ خدا کو شہید کر دیا۔ فاطمہ کا شیر لہو ہو کر بہہ گیا۔ جسم نازنین ریگ گرم پر پڑا رہا۔ اگر اس گروہ نابکار کا ایمان پختہ ہوتا اور وہ خدا و رسولؐ کا پاس و لحاظ کرتے تو حسینؑ کو شہید کرتے معلوم ہوا کہ ان کا ایمان ہی نہیں تھا اور نہ یہ صحیح طور پر اسلام لائے تھے۔ سید مہدی طباطبائی نے بہت خوب فرمایا ہے ۔ فَاٰمَنَ الْقَوْمُ قِدَمًا اَوْھُمْ کَفَرُوا مِنْ بَعْدِ اٰیٰتِہِمْ لَوْ اَنَّھُمْ سَعِدُوا ۔ یہ جماعت روز اول ہی سے ایمان بخدا و رسول نہیں لائی تھی۔ انہوں نے ظاہراً اسلام قبول کر لیا تھا اور آنحضرتؐ کے بعد یہ لوگ اسلام سے پھر گئے تھے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ قَدْ حَارَبُوا الْمُصْطَفٰی فِیْ حَرْبِہٖ عِتْرَتِہٖ وَلَوْ اٰغَا شِعْرِیْ فِیْ حَرْبِہٖ ابتد بردا یعنی کہ آنحضرتؐ پر ان لوگوں کا کیا ایمان تھا۔ حالانکہ انہوں نے رسول خدا

سے محاربہ کیا پیغمبر خدا پر تلوار کھینچی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے حربک حربی
وسلمک سلمی یعنی کہ میری عترت سے اور علیؑ سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ
کرنا ہے چنانچہ زمانہ اول اسلام میں جنگ کی ہے۔ لا کان ینزل عن سلطانہ
ملک ولا لمنیۃ الساعی لہا ینذر ــــ یعنی کہ ان لوگوں کو زمانہ رسول خداؐ میں
ایسا موقعہ نہیں ملا کہ بعد علیؑ ولی جنگ کرتے اور وہ لوگ ہاتھ روکے رہے۔ فلا
انسی الحسین وقد کرّت علی قتلہ الافواج والزمن ــــ یعنی کہ
اگر تم نے فراموش کر دیا ہے تو میں نے تو فراموش نہیں کیا کہ حضرت امام حسینؑ
کو لشکر کفر و ضلالت نے اپنے گھیرے میں لے کر چاروں طرف سے آپ پر حملہ کیا۔
کم قام فیھو خطیبا منذرا وتلا یا فما اغنت الایات والنذر ــــ
یعنی کہ کثیر تعداد میں خطبہ دیا اور مواعظ بیان کیے اور ان لوگوں کو عترت
رسولِ خدا کی عظمت اور جلالت سمجھائی مگر ان کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوا۔
قال انسبونی فجدتی احمد وسلوا ما قال فی فلم یکن یکو الخبر۔ جب یہ
دیکھا کہ ان لوگوں پر مواعظ کچھ اثر نہیں کرتے فرمایا کیا مجھے پہچانتے ہو کہ میں
کون ہوں اگر نہیں پہچانتے ہو تو آگاہ رہو کہ میں فرزند محمد مصطفیٰؐ جگر گوشہ
علی المرتضیٰ نور دیدہ فاطمہ زہرہؑ ہوں۔ وینادی انی الزھرا دابی المرتضیٰ
ورسول اللہ جد انھا القوم احمونی پھر آپ نے باآواز بلند فرمایا کہ میری ماں
فاطمہ زہرہؑ ہیں۔ میرے بابا علی المرتضیٰؑ ہیں اور میرے نانا رسول خداؐ ہیں۔ اے قوم
ان کی خاطر مجھ پر رحم کرو۔ پھر سوال کیا۔ رسول خداؐ نے میرے متعلق امت سے
کیا فرمایا ہے۔ کیا نہیں جانتے میرے نانا نے فرمایا ہے حسین منی وانا من
الحسین نانا نے فرمایا ہے الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ یعنی کہ

میں اور میرے بھائی دونوں کو جوانانِ جنت کا سردار قرار دیا ہے۔ دَعَوْتُمُوْنِیْ لِنُصْرَتِیْ اَیْنَ نُصْرَتُکُمْ وَاَیْنَ مَا خَطَّتِ الاقلام والزبر۔ مجھے تم نے بہت خطوط بھیج کر بلایا ہے تم میری نصرت کرو۔ تم نے تو پانی تک بند کر دیا ہے حالانکہ تمام جانور تک آب فرات سے سیراب ہوتے ہیں۔ هَلْ مِنْ مغیث یغیث الآل من ظماءٍ بِشَرْبَةٍ مِنْ غیر مالها خطر ——— کوئی فریادرس ہے کہ مجھے ایک گھونٹ آب سرد پلا کر میری فریاد کو پہنچے۔ اور ہمیں تشنگی سے نجات دلائے۔ وَهَلْ رَاحِمٌ یرحم الطفل الرضیع فقد جفّ الرضاع دما للطفل مضطرا آیا کوئی رحم کرنے والا ہے کہ میرے طفل شیرخوار پر رحم کرے اور اس کو ایک گھونٹ پانی پلائے کہ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ هَلْ مِنْ نَصِیْرٍ مُعَاوِنٍ داعی حسب یری النبی نما حاموا ولا نصروا۔ آیا ہے کوئی مددگار۔ آیا ہے کوئی جو میری کفایت و مددگاری کرے۔ اور حرمت رسولخدا کی رعایت کرے مگر کوئی حمایت نہیں کرتا تھا۔ تلک الرزایا لَوْاَنَّ الْقَلْبَ مِنْ حجرٍ اصمّ کان لادنا هُنّ ینفطر۔ ان مصیبتوں میں چند مصیبتیں ایسی ہیں کہ جن کو سن کر دل شگافتہ ہو جاتا ہے کہ اس گروہ نابکار نے امام حسین علیہ السلام پر مصائب کے پہاڑ توڑ دیئے خدا کے حکم سے زمانہ رجعت اور قیامت میں ان کفار سے انتقام خون حسین مظلوم لیا جائے گا۔ اور یہ لوگ داخل جہنم ہوں گے۔

سید ابن طاؤسؒ و ابن شہر آشوب نے عبد اللہ بن ریاح سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے ایک مرد نابینا کو دیکھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ نابینا (اندھا) کیونکر ہوا۔ اس شخص نے کہا کہ میں ان لوگوں

میں سے ہوں کہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے گئے تھے۔ میں نو آدمیوں کے ہمراہ تھا مگر میں نے امام عالی مقام سے جنگ نہیں کی نہ کوئی نیزہ ان کی طرف پھینکا اور نہ کوئی تیر مارا جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے میں اپنے گھر واپس آ گیا۔ نماز عشاء پڑھنے کے بعد میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مہیب صورت شخص آیا اور کہا تجھے حضرت رسول خدا بلاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ انہیں مجھ سے کیا کام ہے مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ شخص مجھے کشاں کشاں لے گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک صحراء میں آنحضرتؐ مغموم و محزون تشریف فرما ہیں اور آستینوں کو کہنیوں تک چڑھائے ہیں اور ایک حربہ دست مبارک میں ہے اور آنحضرتؐ کے سامنے "نطع" یعنی چمڑے کا فرش بچھا ہوا ہے اور ایک فرشتہ کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں آتشیں تلوار ہے۔ اور ان نو آدمیوں کو جو میرے ساتھی تھے اس تلوار سے قتل کر رہا ہے۔ اپنی تلوار جس شخص پر لگاتا ہے وہی شخص آگ میں جل جاتا ہے۔ پھر وہ زندہ ہوتا ہے اور پھر وہ فرشتہ آگ کی تلوار سے ضرب لگاتا ہے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے دوزانو بیٹھ کر کہا السلام علیک یارسول اللہ۔ حضرت نے جواب نہ دیا۔ اور ایک ساعت سر مبارک جھکائے رہے اور فرمایا اے دشمن خدا تو نے میری حرمت ضائع کی اور میری عترت کو قتل کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے مگر تو نے لشکر ابن زیاد کی کثرت میں اضافہ کیا فرمایا۔ میرے نزدیک آ۔ جب میں قریب گیا تو ایک طشت خون سے بھرا رکھا تھا۔ فرمایا یہ میرے فرزند حسینؑ کا خون ہے یہ کہہ کر آپ نے سلائی میں خون لگا کر میری دونوں آنکھوں میں پھیر دی۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو اندھا تھا۔

ابنِ بابویہؒ نے بسند معتبر قاسم ابی اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ ایک ملعون قبیلہ دارزم سے لشکرِ ابنِ زیاد میں شریک ہو کر کربلا وارد ہوا تھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرے اس شخص کا چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا تھا۔ اور واقعہ کربلا سے پہلے وہ شخص خوبرو اور بر نگ سفید تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہارا یہ حال ہو گیا کہ چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا ہے یہ کیا بات ہے۔ اس ملعون نے کہا کہ میں نے لشکر امام حسین علیہ السلام میں سے ایک خوبصورت ماہ رو انسان کا قتل کیا ہے۔ اس کی پیشانی مبارکہ سے عبادت کے آثار ہویدا تھے اور میں اس کا سر لایا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ وہ ملعون ایک گھوڑے پر سوار تھا اور وہ سر مقدس زمین میں لٹکا ہوا تھا اور گھوڑے کی رانوں سے لگتا تھا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کاش یہ شخص اس سر مبارک کو ذرا اونچا باندھتا کہ گھوڑے کی رانوں سے نہ ٹکراتا۔

میرے باپ نے مجھ سے کہا کہ اے بیٹا کہ اس سر اقدس کا صاحب جو بلا اس پر نازل کرتا ہے وہ اس صدمہ سے کہ جو سر مبارک پر ہے زیادہ ہوتی ہے۔ اس سیاہ رو نے بیان کیا کہ جس دن سے میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے ہر شب میرے خواب میں آتا ہے اور کہتا ہے چل، بس مجھے جانب جہنم لے جاتا ہے اور جہنم میں ڈال دیتا ہے اور صبح تک عذاب میں مبتلا رہتا ہوں۔ میں نے اس کے ہمسایہ لوگوں سے سنا وہ کہتے تھے کہ راتوں کو اسکی صدائے فریاد سے ہمیں نیند نہیں آتی ہے۔ میں اس عورت کے پاس گیا اور حقیقتِ حال دریافت کی۔ اسکی زوجہ نے کہا کہ اس کم بخت نے خود اپنے کو رسوا کیا ہے اور واقعًا ایسا ہی اس کا حال ہے جیسا اس نے تم سے بیان کیا ہے

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس کسی شخص نے حضرت سیدالشہداء امام حسین علیہ السلام سے محاربہ کیا وہ ضرور مرض جذام میں مبتلا ہوا یا پاگل ہو گیا اور اس کے اثرات اس کی اولاد میں نمایاں رہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت صادق آلِ محمدؑ سے مروی ہے کہ ابوسفیان کی اولاد نے حضرت امام حسین کو شہید کیا۔ پس خداوند عالم نے ابوسفیان کی اولاد سے ملک چھین لیا۔ ہشام ابن عبدالملک نے زید ابن علی زین العابدینؑ کو شہید کیا خداوند عالم نے اس سے حکومت چھین لی۔ ولید ملعون نے یحییٰ ابن زید شہید کو قتل کرایا خدا نے اس سے اس کا ملک چھین لیا۔ پس جس کسی شخص نے امام حسین کے ساتھ سلوک کیا وہ کیفر کردار کو پہنچا دنیا و آخرت میں ذلیل ہو گیا اور اس نے اپنی آخرت تباہ کر لی۔ اس کے بالمقابل آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنا اور عزاداری کرنا عزا امام حسین پر از کثیر خرچ کرنا۔ بقاء شہادت امام حسینؑ کے لیے نقد یا اُدھر کا کام باعث خیر و برکت اور موجب ثواب آخرت ہے۔ اور دنیا میں بھی اس کی عزت و وقار ملتا ہے۔ اور اس پر اکثر احادیث شاہد ہے۔ اور جو شخص ان چیزوں کو مٹانا چاہتا ہے اور محو کرنے کے لیے عمل سے رہے آخرت میں اس کے لیے خسارہ اور درناس اس کے لیے ذلت و مرادی سے منقول ہے کہ معتز باللہ جو خلفاے بنی عباس سے ایک خلیفہ تھا۔ اس نے خزانہ امام حسینؑ کو لوٹ لیا اور سارا مال وزرا اپنی فوج کے لوگوں کو بانٹ دیا اور کہا کہ قبر کو خزانہ کی احتیاج نہیں ہے جب وہ کربلا سے باہر نکلا۔ وہ شقی ازلی اور اس کا بیٹا دونوں قتل کر دیئے گئے حکایت سعود بن عبدالعزیز ابن عبدالوہاب اس طرح پر ہے کہ یہ شخص نجدی تھا اس نے بدعتیں جاری کیں اور اکثر شہروں اور قریوں کے لوگوں کو قتل کیا۔ اور ان پر غلبہ پا کر عربیہ حکومت کا تاجدار بن گیا۔ اور اپنے عقائد باطلہ لوگوں میں پھیلانا شروع کئے۔ اور روضہ بار مبارکہ کی تعظیم و تقدیس کرنے کو حرام قرار دیا کہ وہ ان چیزوں کو بت پرستی سمجھتا تھا۔ پھر اس نے کربلائے معلی کا رخ کیا اور باشندگان کربلا کو قتل کیا اور اپنا رعب اور اپنی

دہشت پھیلا کر لوگوں کی زبانوں کو بند کر دیا۔ تقریباً چار ہزار افراد کو بے گناہ تہ تیغ کیا۔ اور قبر مبارک حضرت شہداء علیہ السلام فرمیح مبارکہ کو غارت کیا اور سیم و زر لوٹا۔ صندوق مبارک کو توڑ ڈالا۔ یہ واقعہ ہائلہ عذر ۱۲۱۶ھ کو پیش آیا ہے۔ اس کی تاریخ لفظ "بغدیر" سے نکلتی ہے (ب ۲ + غ ۱۰۰۰ + د ۴ + ی ۱۰ + ر ۲۰۰ = مجموعہ ۱۲۱۶ ہوا۔ یعنی کہ سال تباہی ۱۲۱۶ھ) اور جب وہ کربلا کو برباد کر کے واپس ہوا تو وہ ابھی اپنے وطن نہیں پہنچا تھا کہ ذلیل و خوار ہوا۔ اور طرح طرح کی مصیبتوں نے آن گھیرا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ اصل جہنم ہو۔ اس کی سلطنت چونکہ قوی گئی تھی مضبوط ہو گئی تھی۔ اپنی قوم پر مسلط ہو چکا تھا کہ ان میں دہشت گردی پیدا کی۔ کچھ لوگوں کو قتل کیا۔ اس کی اولاد اقرباء کی تعداد قریب قریب دو سو نفر تھی کہ جن کو اسیر کر کے مصر لے گئے۔ اور اس کے خاندان کے چند بزرگ لوگ اسلامبول پہنچائے گئے۔ اور جب ان کو سلطان روم کے سامنے پیش کیا تو اس نے ان کو قتل کر دیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ابن قولویہؒ نے معاویہ ابن وہب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کہ مرد عمر رسیدہ۔ کم علم تھی کہ خدمت امام عالی مقام میں آیا اور سلام کر کے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنا ہاتھ برائے بوسہ دیں۔ امام عالی مقام نے جواب سلام دینے کے لیے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھایا اس مرد پیر نے آپ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ اور اس پر گریہ طاری ہو گیا آپ نے اس سے سبب گریہ دریافت کیا فرمایا تو کس لیے روتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں آپ پر فدا ہو جاؤں اب سے سو برس بیشتر میں آپ کے در دولت پر حاضر ہوا اس سال نصیب ہے اور یہ روتا ہے کہ میں جب حاضر ہوا تھا لیکن میری حسرت آج پوری نہ ہوئی (اَرَاكُمْ مَقْتُولِيْنَ مُشَرَّدِيْنَ وَاَرَى اَعْدَ ائِكُمْ يَطِيْرُوْنَ بِالْاَجْنِحَةِ۔ یعنی کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آل رسولؐ در بدر ہو رہے ہیں اور دشمنان دین۔ ہواؤں میں اڑ رہے ہیں یہ سن کر حضرت صادق آل محمدؐ کی آنکھوں میں

آنسو آگئے۔ اور فرمایا اے شیخ کہ اگر خدا تجھے ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ کے ظہور تک باقی رہے تم اس وقت ہمارے درجات عالیہ دیکھو گے کہ ہمارا روئے زمین پر اقتدار اظہار باطنی ہوگا۔ اور اگر تم رحلت کر گئے تو بروز قیامت ہمارا اقتدار دیکھو گے کہ خداوند عالم نے ہمیں کیا کیا قوتیں اور طاقتیں عطا کی ہیں اور ہماری کیا شان ہے آپ نے فرمایا کہ اے شیخ ہمارے جد نامدار حضرت رسول خدا نے فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر جوہر چھوڑے جاتا ہوں اگر ان دونوں سے متمسک رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک میری عترت ہے اور دوسری چیز کتاب خدا (قرآن) ہے اس شخص نے کہا اے مولا اس حدیث کو سننے کے بعد میں خوش ہو گیا کہ یہ دونوں چیزیں حوض کوثر تک ساتھ ساتھ ہیں۔ پھر آپ نے سوال کیا اے شیخ کیا تو کوفہ کا رہنے والا اس نے کہا۔ البتہ کوفہ کے گرد و نواح کے قریوں میں سے ایک قریہ کا رہنے والا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو قبر حسین مظلوم سے کس قدر فاصلہ پر رہتا ہے اس نے عرض کیا کہ زیادہ فاصلہ نہیں ہے بلکہ قبر مبارک کے نزدیک تر رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے بھائی کیا تو قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کو جاتا ہے اس نے عرض کیا مولی بارہا زیارت کر چکا ہوں۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں مَا اُصِیبَ وَلَدُ فاطمۃ ولا یصابون بمثل الحسین یعنی کہ اولاد فاطمہؑ کی کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جیسی کہ حسین پر مصیبتیں پڑی ہیں کیونکہ امام حسینؑ کے ساتھ اٹھارہ بنی ہاشم ایسے شہید ہوئے ہیں کہ جن کی شکل و نظر دنیا میں نہ تھی خداوند عالم بہترین جزا دے گا۔ امام حسین اور آپ کے رفقاء اعزاء نے صبر کیا ہے۔ روز قیامت امام حسینؑ وارد میدان قیامت ہونگے اور سر بریدہ آنحضرتؐ کے ہاتھوں پر ہوگا اس وقت آنحضرتؐ بارگاہ خدا میں فریاد کریں گے۔ خداوندا میری امت نے میرے فرزند حسینؑ کو بے گناہ قتل کر ڈالا پس حضرت امام جعفر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جزع فزع مکروہ ہے بغیر جزع و فزع مصیبت امام حسینؑ۔ یعنی کہ اپنے غموں میں غم حسینؑ پر گریہ

کرے تو انسب و بہتر ہے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ خداوند عالم نے آنحضرتؐ پر وحی کی کہ اے میرے حبیبؐ۔ یحییٰ پیغمبر کے بے گناہ قتل ہونے پر ستر ہزار لوگ قتل کئے گئے اور حسینؑ فرزند فاطمہؑ کے قتل ہونے پر ستر ہزار اور ستر ہزار لوگ قتل کئے جائیں گے۔ ہاں اے دوستوں۔ قتل امام حسینؑ کوئی ایسا قتل نہیں ہے کہ جس کی تلافی ایک دفعہ قاتل کو قتل کر کے ہو سکے۔ اگر دنیا سرنگوں ہو جائے تب بھی کماحقہ تلافی ممکن نہیں ہے روایت ہے کہ حضرت صادق آل محمدؑ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں شاعر اہلبیت جعفر بن عفان آئے۔ اور آپ نے ان کو بہ تعظیم اپنے پاس جگہ دی۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم معلوم ہوا ہے کہ تم مرثیہ امام حسینؑ میں اشعار کہتے ہیں۔ اور خوب کہتے ہیں۔ جعفر نے عرض کیا ہاں مولیٰ میں مرثیہ کہتا ہوں ؎ یبکِ علی الاسلام (من کان باکیاً فقَدْ ضُیِّعتْ اَدْکامنہُ وَاستحلّتْ) چاہتے کہ رونے والے ذات اسلام پر گریہ کریں کہ اسلام کے احکام ضائع کر دیئے گئے اور ارکان اسلام غلام بنا دیئے گئے۔ عداة حسَینٍ للرِّمَاحِ دَرْیَۃٌ وَقَدْ نَھلَتْ مِنہُ السیوف وعَلّتْ مجھے وہ زمانہ فراموش نہیں ہوتا کہ جب چاروں طرف نیزے کی انسان چمک رہی تھیں۔ اور نیزے بلند تھے اور آہ نیزے امام حسینؑ کے جسم نازنین پر پڑ رہے تھے۔ اور دشمنوں کی جسم مبارک پر پڑ رہی تھیں کہ خون حسینؑ سے سیراب ہوں۔ وغوزد فی الصحراء لحماً مبدداً علیہ عتاق الطیر باتت وظلت یہاں تک کہ آپ کا بدن مبارک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور زمین کربلا پر بکھر گیا۔ اب تنہا رہ گئے۔ اور پرندے ان پر سایہ کر رہے تھے۔ فَمَا نَصَرَتہُ اُمَّۃُ السواد دَعَا لقَدْ ظہا شَتِ الاحلام مِنہا وَضلّتْ اس بدترین گروہ نابکار نے ان کی یاوری نہ کی۔ یہاں تک کہ امام حسینؑ کو استغاثہ بلند کرنا پڑا۔ ان ظالموں کے ظالمانہ کردار نے عقل کو حیران کر دیا ہے۔ الدیل محوٗ ۱۱ نوا رھم

بِاَکفِھِم فَلَا سَلِمَتْ تِلکَ الاَکُفُّ وَشَلَّتْ یعنی کہ ان ظالموں نے امام حسینؑ کی کوئی مدد نہ کی۔ بلکہ خود اس نور کو بجھانے کی کوشش کی۔ ان کے ہاتھ شل ہو جائیں اور کٹ جائیں یعنی کہ جن ہاتھوں نے شمع امامت کو گل کرنا چاہا وہ شل ہو جائیں کَفّھا وَنَادِیھِم جَھرًا اَنَا ابنِ مُحَمّدٍ فَاِنَّ اَمِنَہُ مِن نَفسِہٖ حَیثُ حَلَّتْ امام حسین نے باواز بلند فرمایا آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند میرے جد بزرگوار کے نام پر، میرے نانا کی خاطر میری مدد کرو، میری نصرت کرو۔ اور اپنے ہاتھوں کو روک یعنی ظلم نہ کرو۔ فَمَا حَفِظُوا قُربَ الرَّسُولِ فَمَا دَعُوا وَ زَلَّتْ بِھِم اَقدَامُھُم وَاَستَزَلَّتْ اَذَقَتہُ حَرَّ القَتلِ اُمّۃٌ جَدِّہٖ فِی کَربَلا وَذَلَّتْ ۔ یعنی کہ حق رسول خدا کی کوئی رعایت نہ کی۔ بلکہ حق رسول خدا کو فراموش کر دیا اپنے پیغمبر کے رشتہ داروں اور ان کے فرزند کو قتل کیا۔ اس امت نے سخت ترین گناہ کیا ہے۔ جو ناقابل معافی ہے فَلَا قَدَّسَ الرَّحمٰنُ اُمّۃَ جَدِّہٖ وَاِن ھِیَ مَا مَت لِلاِلٰہِ وَصَلَّتْ کَمَا نَجَحَتْ بِنتُ الرَّسُولِ بِنَسلِھَا وَکَانُوا حَمَاۃَ العَرَبِ حِینَ اَستَقَلَّتْ یعنی کہ خدا اس امت کو ان کے گناہ معاف کر کے پاک نہ کرے۔ یعنی کہ خدا اس گروہ نابکار کو نہ بخشے۔ ہر چند کہ یہ لوگ حضرت امام حسین کو قتل کر رہے تھے حالانکہ نمازیں بھی پڑھ رہے تھے اور روزے رکھتے تھے۔

جب جعفر مرثیہ پڑھ رہے تو حضرت صادق آل محمدؑ پر گریہ طاری ہوا۔ اور جس قدر مجلس عالی مقام میں لوگ موجود تھے سب ہی رو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بخدا یہاں ملائکہ موجود تھے اور وہ بھی مرثیہ سن کر رو رہے تھے۔ اور فرمایا کہ وہ ہم سے زیادہ رو رہے تھے۔ اور اے جعفر خدا نے تمہارے لیے بہشت واجب کیا ہے اور تمہارے گناہ بخش دیتے ہیں پھر فرمایا اے جعفر اگر تم چاہتے ہو تو اس سے بھی زیادہ فضیلت بیان کروں میں نے عرض کیا اے مولا فرمائیے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مرثیہ امام حسین میں ایک

شعر پڑھکر خود بھی روے اور لوگوں کو بھی رلائے تو خدا اس کے گناہ بخش دیگا اور بہشت میں جگہ دے گا۔

بہر حال جب کہ ذکر کیا جا چکا کہ یہ گروہ نابکار حضرت حسین علیہ السلام کو شہید بھی کر رہا تھا۔ نماز بھی پڑھ رہا تھا اور یہ بدبخت روزے بھی رکھتے تھے۔ اور بنی نادیوں کو اسیر کر رہے تھے۔ دل رسول خدا مجروح اور دل فاطمہؑ زہرا زخمی ہو رہا تھا۔ اور یزید ملعون نے کونسا ظلم تھا کہ جو اسیران اہلبیت پر نہیں کیا۔ دربار یزید کو کہا اور بنی نادیاں گئی۔ یزید گجا یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہاری تین حاجتیں برلاؤں گا۔ ایک ہفتہ کے بعد یزید نے سید سجاد کو طلب کیا اور اس بدنہاد نے معذرت کی اور کہا کہ آپ مع اہلبیتؑ شام میں رہیں یا مدینہ تشریف لائیں چنانچہ منقول ہے کہ جب حضرت زینبؑ خاتون کو معلوم ہوا کہ یزید نے ہمیں رہا کر دیا ہے فرمایا اے سجاد اس سے کہدو کہ اول ہم کو ماتم حسین مظلوم برپا کرنے کا موقع دے کہ ہم اپنے شہیدوں پر دل بھر رو سکیں۔ یزید سے حضرت سید سجادؑ نے جا کر کہا کہ ہماری پھوپی زینب بنت علیؑ فرماتی ہیں کہ ہمیں ایک مکان خالی کرا دے کہ ہم کربلا کے شہیدوں کا ماتم کریں اس نے ایک مکان مقرر کیا۔ اہلبیت اطہار نے ماتمی لباس یعنی سیاہ لباس پہنا۔ اور ملک شام میں جس قدر قریش اور بنی ہاشم تھے وہ ماتم و گریہ وزاری میں شریک اہلبیت اطہار ہوئے اور سات روز تک ماتم ہوتا رہا۔ اس نے پھر آٹھویں روز آپ کو طلب کیا۔ اور بہر چند خواہی کے بعد شام میں رہنے کی ان کو تکلیف دی اور جب اہلبیت نے قبول نہ کیا۔ تو اس نے واپس بھیجنے کا انتظام کیا حضرت سید سجاد نے فرمایا ہماری تین حاجتوں میں سے اول حاجت یہ ہے کہ تو ہمارے بابا کا سر بریدہ دے تا کہ ہم سب اپنے پدر کے سر کی ایک مرتبہ آخری زیارت کر لیں۔ اور سر مطہر کو وداع کر لیں۔ اور دوسری ہماری حاجت یہ ہے کہ جو مال لوٹ

لیا گیا ہے وہ واپس کر دے۔ اور تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھے مہلت دے کہ میں ان اسیروں کو مدینہ رسول خدا پہنچا سکوں۔ یزید ملعون نے کہا کہ اے علی ابن الحسین، اب تم اپنے بابا کے سر کی زیارت نہیں کر سکیں۔ بعض روایات میں ہے کہ جیسے ہی اس ملعون نے یہ کہا اس وقت سر مطہر امام حسین طشت میں رکھا ہوا تھا سر مطہر سے تعلق اور السلام علیکم اعلی ابن الحسینؑ نے کہا۔ وعلیکم السلام اَیَتِمتنی علی صغر سنی اے پدر بزرگوار آپ نے مجھے صغر سنی میں یتیم کر دیا۔ اور اب مجھ میں اور آپ میں جدائی پڑ گئی۔ اور اب میں بسوے حرم رسول خدا اسیروں کو لے کر جا رہا ہوں۔

ابن طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ یزید نے کہا کہ میں تمہیں قتل نہیں کرونگا اور اب تم عورات اور بچوں کو لے کر مدینہ چلے جاؤ۔ اور جو مال و متاع لوٹ لیا گیا ہے وہ اپنے خزانے پورا کرونگا اور اس سے بھی زائد دونگا۔ چنانچہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تو ہماری جدہ کی چادر اور مقنعہ اور ان کا پیراہن و قلادہ ہمیں دیدے کہ وہ ہماری میراث ہیں اور ہمارے لیے تبرک ہیں۔ پس یزید نے حکم دیا کہ یہ تمام چیزیں واپس دیں جائیں۔ اور اس کے علاوہ یزید نے دو دینار بھی دیئے گر وہ حضرت سید سجاد نے بطور غربا و مساکین میں تقسیم کر دیئے یزید نے حکم دیا کہ اسیروں کو مدینہ واپس پہنچا دیا جائے۔ شیخ مفیدؒ و صاحب مناقب روایت کرتے ہیں کہ نعمان بن بشیر کو ہمراہ کیا۔ اس کے بعد یزید نے بطور رفع اعتراض کیا کہ خدا لعنت کرے ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر کہ اس نے حضرت امام حسینؑ کو قتل کر دیا اگر میں اس کی جگہ کا تو ہرگز ان کے قتل پر راضی نہ ہوتا پھر حضرت سید سجادؑ سے کہا کہ آپ مجھے ہمیشہ خط تحریر کیا کریں۔ اور جو حاجت ہو وہ طلب فرمائیں میں پوری کرونگا۔ بعد ازاں جس شخص کو ان کی حفاظت اور نگہبانی پر مقرر کیا تھا اسے بلا کر کہا دوران سفر حضرت کو کوئی گزند نہ پہنچے اور جو چیز مانگیں اس پر عمل کیا جائے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب یزید نے مال و زر پیش کیا کہ یہ

کہا کہ یہ اس ظلم کا عوض ہے کہ جو تم پہ ہوا۔ جناب ام کلثوم نے فرمایا کہ یزید یا یزید مَا اَقَلَّ حیاءُکَ وَاَصْلَبَ وجھک تقتل اخی واَھْلبَیْتیِ وَتُعْطِینِ عَوْضَھُمْ مَالًا۔

اے یزید تو کس قدر حیاء شرم سے دور ہے ہمارے بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کر کے کہتا ہے کہ یہ عوض ہے اس فعل کا کہ جو ہم نے انجام دیا ہے۔ حالانکہ تمام دنیا کا معاوضہ ان کے قتل کے بارے میں ہیچ ہے۔ بلکہ ان کے جسم مبارک ایک رونگٹے کا عوض پوری کائنات نہیں ہے۔

سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ جب اسیران اہل بیت رہائی کے بعد شام سے بطرف عراق روانہ ہوئے اور شام سے باہر نکلے اور عراق کی سرحد میں داخل ہوئے تو حضرت سید سجادؑ نے اس پاسبان سے کہ جو ہمراہ تھا فرمایا کہ ہمیں پہلے کربلا لے چلو۔ اور وہاں سے مدینہ کی جانب روانہ ہونا۔ اس پاسبان نے منظور کر لیا قافلہ کربلا پہنچا اسی دن حضرت جابر بن عبداللہ انصاری علیہ السلام اور گروہ بنی ہاشم اور امام حسینؑ کے اقرباء زیارت قبر مبارک کے لیے آئے تھے۔ جب حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور بنی ہاشم نے اسیروں کا قافلہ دیکھا ایک کہرام برپا ہو گیا۔ وا حسینا٥ وا محمدا٥ کی صدائیں بلند ہوئیں یہ بھی واضح رہے کہ جو شخص جس رسم زیارت قبر امام حسینؑ قائم کی وہ جابر بن عبداللہ انصاری ہے۔ سب نے قبر حسین مظلوم پر جی بھر کے ماتم کیا۔ نوحہ وزاری اور فریاد کی۔ اور کربلا کے آس پاس کے قریوں سے عورات جمع ہو گئیں۔

اور مقتل کی زمین ماتم سرا بن گئی۔ فَتَاحَ لِسَانُ بنات رسول اللہ۔ وَھُنَّ مِنَ الْکَآبَۃِ یَتْرَتَمِنَا فَقَدْنَا ھٰھُنَا قَمَرًا مُضِیًا بِنُوْرِ صُمْدَاہُ یَھْتَدِیْ التَّائِھِیْنَا ... ... یعنی کہ نبی زادیوں نے بزبان حال یہ نوحہ پڑھا کر یہاں بدر فلک امامت منو نگن تھا کہ جو اپنی ضیاباریوں سے وادی ضلالت و پر آشوب میں روشنی پھیلا رہا تھا اور اب غروب کر گیا۔ فَقَدْنَا ھٰھُنَا رُوْحًا وَ رَیحَانًا وَزَیتُونًا وَ تِینًا اس جگہ روح عالمین راحت جان سرور دو عالم اور سرور دل مومنان، اور ریحان پیغمبر اذالزّمان گم ہو گیا ہے۔ والتین والزیتون کہ جسے خدا قران میں فرماتا ہے یہی حسینؑ ہے صُحْنَا سَنَ الحرابِ عَلَوْجِ حَرْبٍ صُمْنَا شَنَّتْ خُیُولُ الحَرْبِ فِینَا اس جگہ اولاد حرب نے جنگ و جدل کی بنیاد رکھی۔ اور ہمیں غارت و برباد کر دیا۔ صُمْنَا ذَبَحَ الحسین بِسَیْفِ شِمْرٍ صُمْنَا قَدْ تَرَتُّوا مِنْہُ الحِینَا یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں شمر ولد الحرام نے شمشیر بیداد سے کام لیا اور حسینؑ کو ذبح کیا۔ اور امام حسینؑ کی پیشانی مبارک خاک آلودہ کی۔ صُحْنَا العَبَّاسُ فِیْ یَومِ عَبُوْسٍ حَیَالَ المَآءِ قَدْ اَمْسٰی دَمْحِیْنَا یہ جگہ ہے کہ جہاں عباس ابن امیر المومنین کے کنار فرات دست و بازو قلم ہوئے۔ صُحْنَا ذَبَحُوا الرَّضِیْعَ بِسَھْمِ حِقْدٍ فَمَا رَحِمُوا صِغَارَ المُرْضِعِیْنَا یہ جگہ ہے کہ جہاں ہمارے صغیر سن بچہ نشانہ تیر ظلم بنا صُحْنَا قَدْ طَیَّرَتْ اَسْیَافُ جَوْرٍ اَکُفًّا کَانَ یَنْ الْمِنَا فَھِینَا یہ جگہ ہے کہ جہاں ظلم و جور کی تلوار دست باد مبارک قطع کے آور خدا نے انہیں دو پر عطا کئے ہیں۔ صُحْنَا صُبِغَتْ

نَوَاحِيْنَا دِمَاءٌ بِذَبْحِ بَنِيْ اَمِيْرِ الْمُوْمِنِيْنَ
یہ جگہ ہے کہ جہاں ہمارے چہرے اور پیشانیاں شہیدوں کے خون سے رنگین ہو گئیں تھیں۔ صُحْنَا عَلَوْا رُؤُس بَنِيْ عَلِيٍّ وَ رُؤُس بَنِيْ عَقِيْلِ الْعَاقِلِيْنَا یہ ہی وہ جگہ ہے کہ جہاں سرہائے اولاد امیر المومنین نیزوں پر بلند کئے گئے۔ اور سرہائے اولاد عقیل و جعفر نوک سناں پر بلند کئے گئے۔ صُحْنَا حَرَقُوْا خِيَامَ وَاحْرَقُوْا صِحَادَتُهُمْ فِيْتُنَا فِي الْخَائِنِيْنَا یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں آلِ رسولؐ کے خیموں کو آگ لگادی گئی۔ اور مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ اور ہماری چادریں آتار لی گئیں۔ بعض روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ زینب خاتون جب اپنے بھائی قبر مبارک کے نزدیک گئیں۔ تو اپنے سر پیٹ لیا اور گریبان چاک کر لیا۔ اور باوازِ حزین کہا۔ وَاحُسَيْنَاهُ وَاحَبِيْبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ يَا ابْنَ مَكَّةَ وَ مِنٰى يَا ابْنَ الزَّهْرَاءِ يَا ابْنَ عَلِيِّ نِ الْمُرْتَضٰى ہائے حسینؑ، ہائے دلبند رسولِ خدا ہائے مکہ و نبی کے وارث اے فاطمہ زہرا کے نورِ نظر علی کے لال۔ ہائے حسینؑ کہا کر گر پڑیں۔ حضرت ام کلثوم نے بال پریشان کئے اور کہا۔ اَلْيَوْمَ مَاتَ اَبِيْ نِ الْمُرْتَضٰى اَلْيَوْمَ حَلَّ الثُّكْلُ بِالزَّهْرَاءِ اس وقت سکینہ و رقیہ اور تمام مخدرات گریہ و ماتم کر رہے تھے۔ رعجب قیامت خیز کہرام برپا تھا۔ صحرائے کربلا کی فضا ہائے حسینؑ ہائے حسینؑ سے گونج رہی تھی۔ بروایتے تین دن اہلبیت کربلا میں ٹھہرے اور جب وہاں سے رخصت ہونے لگے اور تصور کیا کہ اس پر ہول بیابان میں شہیدوں کی قبروں پر کون ہے کہ جو شمع جلائے گا اس وقت پھر کہرام گریہ بپا ہوا۔ جابر ابن عبداللہ انصاری اور دیگر بنی ہاشم جو زیارت کے لئے کربلا آئے تھے حضرت سید سجادؑ کے ہمراہ ہوئے ہائے حسینا، ہائے حسینا کہتا ہوا قافلہ کربلا سے بسوئے مدینہ روانہ ہوا۔

محمد ابن ابی القاسم طبری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک عالم نے بیان کیا اور انہوں نے عطیہ عوفی سے روایت کی ہے۔ عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ میں جابر ابن عبداللہ انصاری کے ہمراہ برائے زیارت قبر حسینؑ کربلا گیا۔ وہاں پہنچنے کے بعد جابر ابن عبداللہ انصاری نے کنار فرات میں غسل کیا۔ اور لباس تبدیل کر کے خوشبو لگا کر فبہ امام حسینؑ کی طرف چلے۔ ذکر خدا کرتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ قبر مطہر کے نزدیک پہنچے مجھ سے کہا کہ میرا ہاتھ قبر منور تک پہنچا دے۔ میں نے ان کا ہاتھ تھاما اور قبر مبارک پر ہاتھ رکھا۔ جب انہوں نے قبر مطہر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ قبر پر گر پڑے اور غش کر گئے۔ میں نے ان پر پانی چھڑکا۔ ان کو قدرے ہوش آیا۔ تین مرتبہ کہا۔ یا حسینؑ یا حسینؑ یا حسینؑ اور پھر کہا حَبِيْبٌ لا يجيب حبيبه اے حسینؑ محبت میں کیا ہوئی کہ جواب نہ ملے۔ اپنے حبیب کو جواب نہیں دیتے ہیں پکار رہا ہوں اور کوئی جواب نہیں دیتے۔ پس کہا وَاَنّٰى لَكَ بالجواب وقد شحطت اوداجيك على تباحك اشاحك وَفُرِّقَ بين بَدَنِكَ ورأسك اے مولاؑ آپ کیونکر جواب دیں کہ خون میں آلودہ ہیں گلے کی رگیں کٹی ہوئی ہیں سر بریدہ جدا ہو گیا ہے۔ ہائے مولاؑ حسینؑ کہا اور روتے روتے بے حال ہو گئے اور زیارت تمام کی اکثر علماء نے فرمایا ہے کہ اہلبیت اطہار شام سے رہا ہونے کے بعد کربلا ہوتے ہوئے مدینہ نہیں گئے ہیں بلکہ شام سے سیدھے مدینہ منورہ پہنچے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کربلا پہنچنے کے بعد حضرت سید سجاد علیہ السلام نے حکم دیا کہ اب سوئے مدینہ روانہ ہوں۔ اس وقت اسیران اہلبیت نے عجب درد و یاس کے عالم میں قبر حسینؑ کو وداع کیا۔ امام حسینؑ کی بیٹیوں نے عجب حسرت و درد کے ساتھ شہیدوں کی قبروں کو رخصت کیا اور کربلا سے کوچ فرمایا۔

سید ابن طاؤس نے روایت کی ہے کہ بشیر ابن جزلم جو کہ آپ کے ہمراہیوں میں سے تھا

کہتا ہے کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت سید سجاد علیہ السلام نے ایک جگہ بیرون مدینہ نزولِ اجلال فرمایا۔ اور حکم دیا کہ یہاں خیمے نصب کئے جائیں اور قناتیں کھڑی کی جائیں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا۔ یا بشیر رحم اللہ اباک لقد کان شاعرا فھل تقدر علی شیئ منہ اے بشیر خدا تیرے باپ پر رحمت نازل کرے تیرا باپ شاعر تھا۔ اپنے باپ کا حصّہ تونے بھی پایا ہے۔ بشیر نے کہا یا ابن رسول اللہ ہاں میں بھی شعر کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مدینہ میں جا کر حضرت سید الشہداء کا مرثیہ پڑھے اہل مدینہ کو ہمارے آنے کی خبر کر۔ بشیر کہتا ہے کہ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ پہنچا اور مسجد رسولؐ خدا کے قریب پہنچا صدائے گریہ وزاری بلند کی اور یہ اشعار پڑھے :۔

یَا اَھْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَکُمْ بِھَا

قُتِلَ الْحُسَیْنُ فَاَدْمُعِیْ مِدْرَارٗا

اے اہل یثرب یہ جگہ (مدینہ) رہنے کے قابل نہیں رہا کیونکہ حسینؑ شہید ہو گئے اور اس سبب سے میری آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ اَلْجِسْمُ مِنْہُ بِکَرْبَلَا مُضَرَّجٌ وَالرَّاْسُ مِنْہُ عَلَی الْقَنَاۃِ یُدَارُ۔

ان کا بدن مبارک کربلا میں درمیان خاک و خون پڑا ہے۔ اور ان کا سر مبارک نیزہ پر شہر بشہر پھرایا جا رہا ہے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ علی ابن الحسینؑ اور بقیۂ اہلِ بیت تمہارے قریب آ گئے ہیں۔ اور میں ان کا قاصد ہوں میں ہی قتل حسینؑ کی خبر سنانے آیا ہوں۔ جب یہ آواز مدینہ میں بلند ہوئی تمام مخدرات بنی ہاشم اور زنان مہاجرین پا برہنہ اپنے اپنے گھروں سے نکل آئیں اپنے منہ پر طمانچہ مارتی تھیں۔ بال پریشان کئے ہوئے تھے۔ سب لوگ میرے پاس آئے اور پوچھا اے قاصد تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں بشیر ابن جذلم ہوں۔ نَاعٍ نَعَاہُ فَاَوْجَعَا وَاَمْرَضَنِیْ نَاعٍ نَعَاہُ فَاَفْجَعَا

اور اپنے مولیٰ و آقا حسینؑ کے قتل ہونے کی خبر لایا ہوں۔ اس خبر سے دل بے چین ہو گیا ہے اور مجھے میرے آقا علی ابن الحسینؑ نے تمہارے سب کے پاس بھیجا ہے کہ خبر قتل حسین دوں۔ اور سید سجادؑ مدینہ سے باہر فلاں مقام پر مقیم ہیں۔ فَعَیْنَیَّ جُودَا بِالدَّمُوعِ وَاسْکُبَا وَجُودَا بِدَمْعٍ بَعْدَ دَمْعِکُمَا مَعًا۔ پس اے ان کی نیکی کر یعنی غم حسین شہید میں رو اور پے در پے آنسو برسا۔ عَلٰی مَنْ دَهٰی عَرْشَ الْجَلِیْلِ فَزَعْزَعَا فَاَصْبَحَ هٰذَا الدِّیْنُ وَالْمَجْدُ اَجْدَعَا . . . اے آنکھوں آنسو بہاؤ اس پر کہ جسکی مصیبت سے عرش خدا متزلزل ہو گیا۔ اور دین رسولِ خدا خراب ہو گیا، بزرگیاں اور شرافتیں جاتی رہیں

عَلَی ابْنِ نَبِیِّ اللّٰهِ وَابْنِ وَصِیِّهٖ وَاِنْ کَانَ عَنَّا شَاخِصَ الدَّارِ اَشْسَعَا . . . . . اے آنکھوں فرزند رسولِ خدا پر گریہ کرو۔ وہی خدا کے نور دیدہ کا ماتم کرو اس پر گریہ وزاری کرو کہ جو یہاں سے بہت دور دفن کیا گیا ہے۔ پس لوگوں نے کہا اے قاصد تو نے ہمارا غم واندوہ تازہ کر دیا۔

غرضکہ سب مرد و زن روتے پیٹتے، نالہ و فریاد کرتے اس طرف روانہ ہوئے کہ جہاں حضرت سید سجادؑ خیمہ زن تھے۔ بشیر کہتا ہے کہ میں ہر چند اپنا گھوڑا دوڑاتا تھا مگر کثرت ہجوم سے مجھے راہ نہ ملتی تھی۔ جب میں حضرت علی ابن الحسینؑ کے نزدیک پہنچا میں نے دیکھا کہ آپ کرسی پر بیٹھے ہیں۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور چاروں طرف سے صدائے گریہ وزاری آرہی ہے۔ مرد و زن گروہ در گروہ آرہے ہیں اور حضرت سجاد علیہ السلام کو پرسہ دیتے ہیں۔ صدائے واحسیناہ۔ وا ابتاہ وامظلوماہ واغریباہ بلند ہے۔ فضاء عالم غمگین نظر آرہی ہے۔ آپ نے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ جب گریہ کا جوش کم ہوا۔ آپ نے خطبہ پڑھا اور حمد خدائے تعالیٰ ادا کی۔ فرمایا میں اس خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں

جو ربّ العالمین ہے اور رحیم و رحمان ہے وہی صاحب روز جزا ہے وہی خلاق کائنات ہے۔ اور اس کی معرفت عقل و ادراک سے بالاتر ہے پھر فرمایا کہ حمد کرتا ہوں میں اس کے لئے کہ جس کی طرف سے بندوں کا امتحان لیا جاتا ہے اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ اور غم واندوہ میں دامن صبر ہاتھ سے نہیں جاتا ہے۔ اَیُّهَا النَّاس قُتِلَ ابو عبداللّٰہِ وعترتُهُ وَسَبِیَ نسَائُهُ وَصِبْیَتُهُ وَ اُرْدوا برا سِه فی البلدان۔

یعنی کہ میرے بابا ابو عبداللہ الحسینؑ قتل ہو گئے۔ ان کی عترت و اولاد اور عورتوں کو اسیر بنایا اور لشکر اعدا نے سر بریدہ حسینؑ کو نیزے پر بلند کر کے کوفہ سے شام تک شہر بشہر تشہیر کیا پس کون ہے کہ جو اس مصیبت کے بعد خوشی کرے۔ چاہیئے کہ آنکھیں اشک خونین برسائیں۔ اہل آسمان نے اس غم میں سات روز و شب گریہ کیا۔ اَیُّهَا النَّاس اَیُّ قَلبٍ لَاَ یتصدَّع لِقتلِهٖ اَمْ اَیُّ فوادٍ لَمْ یَحِنَّ اِلَیْهِ اِیَا . . . .

یعنی کہ کونسا دل ہے کہ اس غم جانکاہ میں شگافتہ نہیں ہوا۔ کون سا دل ہے کہ بابا کو دیکھنے کے لئے بے چین نہیں ہے ہر ایک بابا کی زیارت کا مشتاق ہے کسی کان نے ایسی مصیبت کی خبر نہ سنی ہوگی جو کہ کربلا میں ہم پر گزر گئی۔ اَیُّهَا النَّاس اَصْبَحْنَا مَطْرُوْدِیْنَ شَاسِعِیْنَ عَنِ الامصار کَاَنَّا اَوْلَادُ تُرْکٍ وَ کَابُلٍ . . . . . اے مدینہ والو ہمیں مطرود قرار دیا یعنی کہ راندہ درگاہ تصور کیا حالانکہ گروہ جفاکار خود ذلیل و رسوا ہوا ہم اگرچہ ہم منع کرتے تھے کہ شہر بشہر مت پھراؤ مگر ہماری آواز پر کسی نے لبیک نہ کہا۔ ہمیں ترک و کابل کے قیدیوں کی طرح اسیر کیا اگرچہ ہمارا کوئی مقصد نہ تھا۔ اگر بخدا آنحضرتؐ ان لوگوں سے اس طرح کے مظالم اور ذلت اور قطع نسل کی سفارش کرتے تب بھی اس سے زیادہ مظالم نہ ہوتے۔ حالانکہ رسول اللہؐ نے ہمارے اعزاز و اکرام و احترام کرنے کی بابت فرمایا تھا ہماری مودت کو اجر رسالت

قرار دیا تھا۔ اور ہمارے حقوق کی رعایت کے بارے میں سفارش کی تھی مگر امت نے کوئی حکم رسولؐ نہ مانا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ بس خدا ہی ہمارے صبر پر ہمیں ثواب عطا کرنے والا ہے اور ان ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔ اس وقت صوحان بن صعصعہ اٹھا کر عذر کیا کہ میں زمین گیر ہو گیا ہوں اس سبب سے آپ کی نصرت سے محروم رہا۔ حضرت سید سجادؑ علیہ السلام نے ان کے عذر کو قبول کر کے اس کے باپ کو کلمۂ رحمت کے ساتھ یاد کیا۔

بعض باتوں میں سے یہ بھی ایک ہے کہ جب حضرت محمد ابن حنفیہ کو خیر آمد حضرت امام زین العابدینؑ معلوم ہوتی اور یہ بھی سنا کہ زینبؑ و ام کلثومؑ اسیر ہو کر آئی ہیں، بہت تیزی کے ساتھ مدینہ سے باہر آئے دیکھا کہ سیاہ علم کھلے ہوئے ہیں اور خیمے حسینؑ سے خالی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ آپ سے عرض کروں۔ اے محمد ابن حنفیہ، اے پسر علی ابن ابو طالبؑ، صرف حسین سے خیمہ خالی نہیں ہے بلکہ عباسؑ علمدار سے بھی خیمہ خالی ہے۔ نہ اکبرؑ ہے، نہ قاسمؑ نہ اب تو بنی ہاشم میں زین العابدینؑ اور محمد باقرؑ محمد ابن حنفیہ نے جب سیاہ علم دیکھے گھوڑے سے زمین پر گرے ہائے حسین کہا اور غش کر گئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام خود آپ کے نزدیک آئے مبادا عم محترم ہلاک نہ ہو جائیں۔

حقیقت یہی ہے کہ غلام محمد ابن حنفیہ نے یہ عظیم صدمے کیسے برداشت کئے۔ جب حضرت محمد ابن حنفیہ کی نظر سید سجاد پر پڑی تو فرمایا۔ یا بن اخی، یا بن اخی ابن قرة عینی ابن ثمرة فوادی۔

اے نور دیدہ برادر، اے جگر گوشۂ حسینؑ، اے بھائی حسینؑ کے جانشین، اے امت کے امام میرے بھائی حسینؑ کہاں ہیں۔ سید سجاد نے فرمایا۔ "یا عمی" اے چچا جان میں یتیم ہو گیا ہمارے سارے مرد مارے گئے۔ میں بھائیوں اور چچاؤں

کے بغیر رہ گیا۔ کسی نے ہم پر رحم نہ کیا گروہ بنی امیہ ہمیں قتل کرتے تھے اور خوشیاں مناتے تھے۔ اپنے چچا جان پاپا کو شہید ہوتے دم بھی پانی نہ پلایا۔ پیاسا ہی شہید کیا بعد ازاں حضرت سید سجاد علیہ السلام داخل شہر مدینہ ہوئے اس وقت حضرت ام کلثوم نے مدینہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مَدِينَةُ جَدِّنَا لَا تَقْبَلِنَا فَبِالْحَسَرَاتِ وَالْاَحْزَانِ جِئْنَا ـــــ اے مدینہ تو ہمیں قبول نہ کر ہمیں داخل ہونے کی اجازت نہ دے کہ ہم حسرت و یاس زدہ ہیں۔ اَلَا فَخَبِّرْ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنَّا وَاَنَّا قَدْ فُجِعْنَا فِی اَبِيْنَا وَاَنَّ رِجَالَنَا بِالطَّفِّ صَرْعٰی بِلَا رُؤُسٍ وَقَدْ ذَبَحُوْا الْبَنِيْنَا۔

یعنی کہ کون ہے جو رسول خدا کو خبر کرے۔ کہ ہمیں سب کو بھائی حسین اور بیٹوں کے غم میں مبتلا رکھیں۔ اور ہمیں اسیر کیا گیا۔ قیدی بنایا اور بھائی حسین کے سر کو نیزہ پر بلند کر کے شہر بشہر پھرایا دَرَهْطُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَضْحُوْا عَرَايَا بِالطُّفُوْفِ مسبيينا اے رسول خدا آپ کی اولاد کے سروں سے چادریں اتار لی گئیں۔ ہمیں برہنہ سر کیا۔ بھائی کی لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ وَقَدْ ذَبَحُوْا الْحُسَيْنَ وَلَمْ يُرَاعُوْا جَنَابَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْنَا اے نانا جان آپ کے حسین کو ذبح کر ڈالا اور آپ کی حرمت کا کوئی خیال نہ کیا۔ اَفَاطِمُ لَوْ نَظَرْتِ اِلَی السَّبَايَا بَنَاتُكَ فِی الْبِلَادِ مُشَتَّتِيْنَا ۔ اے مادر گرامی اے فاطمہ زہرا آپ کی بیٹیوں کو اسیر کیا اور منتشر کیا۔ اَفَاطِمُ لَوْ رَاَيْتِنَا سَهَارٰی وَمِنْ سَهَرِ اللَّيَالِیْ قَدْ عَمِيْنَا ۔ اے اماں جان آپ راہ سفر شام میں ہوتیں تو ملاحظہ فرماتیں کہ ہماری نیندیں اڑ گئی تھیں قریب تھا کہ ہماری بینائی جاتی رہے۔

فَلَوْ دَامَتْ حَيٰوتُكِ لَمْ تَزَلِیْ اِلٰی يَوْمِ

المقیامة تندب بنیا اگر آپ زندہ ہوتیں قیامت تک ہمارے حال پر آنسو بہاتیں۔ اور اے مادرِ گرامی آپ کے حسینؑ کو تشنہ لب شہید کیا اے بھائی حسن مجتبیٰ حسینؑ مارے گئے۔ آپ کا قائمؑ پامال سُمِ اسپان ہو گیا شہیدوں کی لاش ریگ گرم پر پڑی رہیں۔ بہرحال اہلِ بیتؑ باحال پریشان۔ نوحہ کنان۔ آہ و نادی کرتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے اور حرم رسول خدا پہنچے زینبؑ خاتون نے در مسجد پر فریاد واجداہ اے نانا ذرا قبر سے نکلے آپ کی بیٹی اسیر ہو کر آئی در و دیوار حرم سے رونے کی صدا آرہی تھی قبر مبارک تزلزل میں تھی۔

آج قبرِ مصطفیٰؐ پر اک ہجوم عام ہے

آگئی زینبؑ مدینہ میں بپا کہرام ہے۔

جب اہلِ بیتؑ اپنے گھروں میں پہنچے تو اپنے مکانوں کو ویران دیکھا اور صاحب خانہ کے بغیر دیکھا۔ مردان اہلِ بیت بہت زیادہ اے کر جو رات دن عبادت الہی کیا کرتے تھے اور صبح و شام ان گھروں سے تسبیح و تہلیل بلند ہوتی تھیں۔ اب گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ آنحضرتؐ کے گھر سے کوئی صدائے تکبیر و تہلیل بلند نہیں ہو رہی تھی۔ یہ وہ مکان تھے کہ جہاں ہمیشہ دنیا والوں کو پناہ ملتی تھی لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی تھیں کبھی ان گھروں سے سائل خالی نہیں جاتا تھا۔ فاقوت من السادات من آل صحابتید ولم یجتمع بعد الحسین شتاتہا یعنی امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یہ مکانات منازل وحی نہ رہے۔ اور نہ اب نزول ملائکہ رہا۔ اس طرح یہ گھر برباد ہوئے کہ پھر آباد نہ ہو سکے۔ اور جو اہل خانہ بچھڑ گئے اب وہ کہاں آسکتے ہیں۔ فعینی لقتل السبط عبرى ولو عتی علی فقد صحر ما تنقضی زفراتہا۔ شہادت سبطِ پیغمبرؐ دیکھی میں ہمیشہ گریان ہونگا۔ اور میرا دل غم امام حسینؑ شہید مظلوم میں مغموم

سہے گا۔ فیا کبدی کم تصبرین علی الاذی اما ان تفنی اذا حسرا نہا۔ اے دل تو کب تک دشمنان دین اور اعدا اہلبیت کے مظالم ستمیوں کو برداشت کریگا۔ کب تک صبر کرونگا اب وہ وقت آنے والا ہے کہ مولای عالمیان حضرت ولی العصر حجۃ بن الحسن عجل اللہ فرجہ پردۂ غیبت سے نکلیں گے اور ظہور فرمائیں گے تاکہ اعداء دین سے انتقام لیں اور ہمارے دلوں کی حسرت پوری ہو۔ امام زمانہ کا ظہور پرنور ہو اور ہمیں زیارت نصیب ہو۔ مولای زاق الصدر قل الصبر طال تضرع المتضرع قم غیر مامور على امر الله واغمد ہ بہامۃ کل رجس مبدع ارح البلاد من الفساد وقم باعباء الجهاد وتب لذالك واسرع یارب ومکن عونا له ومؤیدا وازل به جور المعاند واقمع۔ مولف کتاب ھذا۔

جناب حسن بن محمد علی یزدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ رسالہ شریفہ بڑی عجلت کے ساتھ مدوّن و مرتّب کیا ہے امید ہے کہ قارئیں رسالہ اس میں کوئی لغزش یا خامی پائیں تو اس سے درگزر کریں گے اور مجھے دعاء مغفرت سے نوازیں گے۔ اللّٰھم اعف عَن خطیاتنا و اثامنا واختم لنا بالحسنی وارزقنا التقوی وجعلنا من المتمسکین بولایۃ محمد واله الطاھرین وکان الختام فی یوم الخمیس الرابع والعشرین بعد الالف من الھجرۃ الشریفۃ فی القصبۃ المقدسۃ الحسینیۃ علی ساکنها الاف ثناء وصلوٰۃ وتحیۃ تمت الکتاب بعون الملك الوھاب علی ید اقل الکتاب والعباد ابن محمد صادق

محمد علی الخوانساری۔

تاریخ اختتام ———

جمعرات ۲۴ ربیع الاوّل ۱۲۳۷ھ ہجری

تاریخ ترجمۂ کتاب ———

چہارشنبہ ۹ ربیع الاوّل ۱۴۱۰ھ ہجری

نظر ثانی محرم ۱۴۱۱ھ ہجری

——— مترجم ———

خطیب آلِ محمد۔ مولوی سید ظل حسنین زیدی نامرسوی